قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

طاہر صادق

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

رجسٹریشن نمبر: 501-PhD/IS/S14

نگران مقالہ

ڈاکٹر نُور حیات خان

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر ۲۰۲۰ء

قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے

پی ایچ ڈی(علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

طاہر صادق

پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

رجسٹریشن:501-PhD/IS/S14

نگران مقالہ

ڈاکٹر نُور حیات خان

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اکتوبر ۲۰۲۰ء

©طاہر صادق

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
iv	فہرست عنوانات	۱
vii	مقالے کی منظوری کا فارم	۲
viii	حلف نامہ فارم	۳
ix	انتساب	۴
x	اظہارِ تشکر	۵
xi	رموز و اشارات	۶
xii	Abstract	۷
xiii	**مقدمہ**	**8**
۱	**باب اوّل: قومی نصاب اسلامیات کا تعارف**	**9**
۱	**فصل اوّل: قومی نصابات اسلامیات**	**۱۰**
۲	مبحث اوّل: نصاب کا تعارف، ضرورت واہمیت	۱۱
۲۱	مبحث دوم: نصاب اسلامیات برائے جماعت iii تا xii کی ضرورت واہمیت	۱۲
۳۶	مبحث سوم: نصاب اسلامیات برائے بی ایس پروگرامز کی ضرورت واہمیت	۱۳
۵۷	**فصل دوم: نصاب اسلامیات کا تاریخی پس منظر**	**۱۴**
۵۸	مبحث اوّل: قدیم نصاب اسلامیات (سقوط بغداد سے قبل)	۱۵
۸۸	مبحث دوم: جدید نصاب اسلامیات	۱۶
۱۰۰	مبحث سوم: صوفیانہ نصاب تعلیم و تربیت	۱۷
۱۱۳	**باب دوم: پاکستان کے تناظر میں مقاصد تعلیم کا تعارف**	**18**
۱۱۴	**فصل اوّل: دستور پاکستان کی دفعات کی روشنی میں مقاصد تعلیم**	**۱۹**

۲۰	فصل دوم: قومی تعلیمی پالیسیوں کی روشنی میں مقاصد تعلیم	۱۲۴
۲۱	فصل سوم: ماہرین تعلیم کی نظر میں مقاصد تعلیم	۱۴۴
۲۲	**باب سوم دینی مدارس کے نصابات اور مقاصد تعلیم**	**۱۵۴**
۲۳	فصل اول: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان (حنفی)	۱۵۵
۲۴	فصل دوم: رابطۃ المدارس پاکستان (جماعت اسلامی)	۱۶۶
۲۵	فصل سوم: وفاق المدارس العربیہ پاکستان	۱۷۸
۲۶	فصل چہارم: وفاق المدارس السلفیہ پاکستان	۱۹۶
۲۷	فصل پنجم: وفاق المدارس شیعہ پاکستان	۲۱۰
۲۸	**باب چہارم: نصاب اسلامیات اور درسی کتب، ایک جائزہ**	**۲۳۰**
۲۹	فصل اول: درسی کتب بمطابق نصاب رائج الوقت	۲۳۱
۳۰	مبحث اول: اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد	۲۳۲
۳۱	مبحث دوم: بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئیٹہ	۲۵۴
۳۲	فصل دوم: درسی کتب غیر مطابق نصاب رائج الوقت	۲۵۸
۳۳	مبحث اول: درسی کتاب پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور	۲۵۹
۳۴	مبحث دوم: درسی کتاب خیبر پختونخواہ بورڈ پشاور	۲۶۹
۳۵	مبحث سوم: درسی کتاب سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو	۲۷۰
۳۶	مبحث چہارم: درسی کتاب فیڈرل ٹیکسٹ بک بورڈ اسلام آباد	۲۷۱
۳۷	**باب پنجم: مقاصد تعلیم کا حصول بذریعہ قومی نصاب اسلامیات**	**۲۷۳**
۳۸	فصل اول: نصاب اسلامیات کی وسعت	۲۷۳
۳۹	مبحث اول: اسلامیات کے تناظر میں مادی وحیاتیاتی علوم	۲۷۴
۴۰	مبحث دوم: اسلامیات کے تناظر میں اخلاقی ونفسیاتی علوم	۲۹۱
۴۱	فصل دوم: اسلامی طرز علم کا نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کا حصول، جائزہ	۳۱۳

۳۱۴	مبحث اول: مقاصد مروجہ نصاب اور مقاصد تعلیم کا حصول	۴۲
۳۲۴	مبحث دوم: اسلامائزیشن آف نالج	۴۳
۳۴۳	مبحث سوم: اسلامی طرز علم اور قومی نصاب اسلامیات	۴۴
۳۷۹	خلاصہ	۴۵
۳۸۲	نتائج	۴۶
۳۸۳	تجاویز و سفارشات	۴۷
۳۸۵	فہرست آیات	۴۸
۳۹۰	فہرست احادیث	۴۹
۳۹۲	فہرست شخصیات	۵۰
۳۹۴	فہرست مصادر و مراجع	۵۱

مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوی کی سفارش کی جاتی ہے:

مقالے کا عنوان: **"قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم"**

(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

"National Curriculum of Islamic Studies and Educational objectives"

(Researchful and analytical Study)

پیش کار: **طاہر صادق (پی ایچ ڈی)**

رجسٹریشن نمبر: **501-PhD/IS/S14**

شعبہ: **علوم اسلامیہ**

ڈاکٹر نور حیات خان

(نگران مقالہ) — نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز — ڈین فیکلٹی سوشل سائنسز کے دستخط

میجر جنرل (ر) محمد جعفر (ہلال امتیاز - ملٹری)

(ریکٹر نمل اسلام آباد) — ریکٹر کے دستخط

تاریخ

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں طاہر صادق ولد: سردار محمد صادق خان

رول نمبر: PD-S14-178 رجسٹریشن نمبر: 501-PhD/IS/S14

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان : **قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)**

"National Curriculum of Islamic Studies and Educational objectives"

(Researchful and analytical Study)

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور **ڈاکٹر نور حیات خان** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **طاہر صادق**

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

محترم دادا جان و نا نا جان

والدین

بیوی بچوں

بھنوں بھائیوں

اور

پیارے دوست ،**حاجی سردار خلیق احمد خان** (مرحوم و مغفور)

کے نام جن کی دعاؤں کی برکت سے علوم اسلامیہ کا طالب علم بننے کی سعادت سے ہمکنار ہوا۔

اظہار تشکر

الحمد للہ ربّ العلمین والصّلواۃ والسّلام علی سید الانبیاء والمرسلین۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد مقالہ نگار شکر گزار اور ممنون ہے:

نگران مقالہ وصدر شعبہ علوم اسلامیہ نمل یونیورسٹی استاذ محترم جناب ڈاکٹر نُور حیات خان صاحب اور اپنے PhD اساتذہ ، نمل یونیورسٹی کی انتظا میہ ، ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز کا کہ جن کی تعلیم، ترغیب ، تحریک اور دعاؤں سے اس مقالہ کی تکمیل ہوئی۔ جنہوں نے دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات میں راہنمائی فرمائی ، جو میرے اس تحقیق کے کام میں نہ صرف معاون رہے بلکہ کسی بھی مرحلے میں تاخیر پر تشویش میں میرے ساتھ برابر کے شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل کے مراحل آسان فرمائے۔ اس موقع پر اپنے خارجی ممتحن جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل صاحب کا شکر گزار ہوں جنھوں نے میرے تخیّلات و تصوّرات کو پورے انہاک سے سمجھ کر انھیں قلمی شکل دینے میں میری راہنمائی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس موقع پر سابق وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف کا شکریہ نہ ادا کرنا، نا انصافی ہو گی جنھوں نے میری مکمل ٹیوشن فیس کی ادائیگی فرما کر میرے لیے بہت آسانیاں پیدا کیں۔ باقی وہ تمام احباء واقرباء جن کا مجھے دامے درمے سخنے ہر مرحلے میں تعاون حاصل ہوا ان سب کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کے لیے عملی زندگی و آخرت آسان فرمائے۔

شکر گزار ہوں اپنے والدین کا جن کی دعائیں اور محبت میرے تحقیقی کام میں حائل تمام مشکلات دُور کرتی رہیں ، اپنی اہلیہ کا جنہوں نے میرے اس علمی کام کے دوران کافی پریشانیا ں برداشت کیں اور مجھے کام کرنے میں آسانیاں پہنچاتی رہیں ۔اس کے ساتھ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لیے دعا گو ہوں جو مجھے ہمیشہ اپنے دل میں رکھتے ہیں اور میرے لیے دعا گو رہتے ہیں ،اپنے تمام دوست احباب کے لیے جن کی دعائیں اور تحریک میرے لیے باعث حوصلہ رہی۔

رموز واشارات

مقالہ ہذامیں غیر ضروری طوالت سے بچنے اور زیبائی کے لئے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے۔

آیات کے لیے ﴿ ﴾

احادیث کے لیے « »

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ﷺ

رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ؒ

رضی اللہ عنہ کے لیے ؓ

علیہ السلام کے لئے ؑ

نصیٔ اقتباسات کے لیے " "

متنِ مقالہ اور حواشی میں بعض اہم نکات کے لئے۔

- ایک ہی صفحہ same حوالہ آنے پر وہاں حوالہ ایضاً / سابقہ حوالہ لکھا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی وضاحت یا تو متن میں کر دی گئی ہے یا پھر حواشی میں کی گئی ہے۔
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف شخصیات کا مختصر تعارف حواشی میں دیا گیا ہے۔
- قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، ملکی آئین، قومی تعلیمی پالیسیاں اور ماہرین تعلیم کی آراء کو مسلّم مان کر نصابات برائے اسلامیات کے مواد کی پرکھ کی گئی ہے۔باحث نے اپنا تبصرہ خلاصہ و تجزیہ کے عنوان سے پیش کیا ہے۔
- مقالے کے آخر میں نتائج تحقیق وسفارشات، فہرست کتابیات، فہرست آیات، احادیث اور اعلام درج ہیں۔

ABSTRACT

The ideology of Pakistan is to be an Islamic Nation but Pakistani apparently seem fail to achieve this target, why? In this perception Scholar fond a deficiency in EDUCATIONAL SYSTEM, which is not accord with Ideology of Pakistan whereas educational Objectives and goals have rationality to Ideology of Pakistan .

Education is the biggest project of the man which is started by the teaching of Allah SWT directly to Adam A.S and it will continue up to destruction of this world. From up to bottom Islamic Studies has been keeping the capability of an integrated education; to make a complete growth of an individual like spiritually, physically, politically and scientifically etcetera through its curriculum. Unfortunately Pakistani couldn't neither be aware by the capacity nor engage about. This awareness will be come in Nation through formal education which is taught by a specific designed Curriculum. Curriculum is another name of a mechanism to achieve educational goals. Scholar analyzed how to make easier to achieve the goal and whether these goals are being achieved by the introduced "National Curriculum of Islamic Studies" or not? So the topic:

"قومی نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ"

"National curriculum of Islamic studies and Educational Objectives"

(Researchful and analytical study)

is to search the harmony of Educational objectives with National curriculum of Islamic studies, it was sought almost all big Curriculum of Islamic Studies in Pakistan and compared those with objectives of education. In Pakistan Islamic Study is taught in different type of schools and Universities as a compulsory subject which is covered a little part of education instead of a complete picture of Islam whereas "Curriculum" itself intent to show a complete picture of its subject.

In short until unless education is not be gathered from its dichotri; religious education and mundane education, it might unable to achieve its objectives properly .It is possible to finish this division/ dichotri keeping in view the Golden history of Islam which had integrated education. Scholar suggested some suggestions to achieve the objectives properly otherwise education may be remained objectiveless in Pakistan.

مقدمہ

موضوع کا تعارف و اہمیت

اسلام صرف علم سے نہیں بلکہ عمل سے مکمل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا دورِ حاضر علمیت کی نسبت عملیت میں پیچھے ہے۔ جس کا احساس ایک فرد، کمیونٹی، ریاست اور اجتماعی معاشرتی زندگی سے کیا جا سکتا ہے۔ اگر اسلامیات کے طالب علم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اسلامی معاشرہ کی موجودہ پستی میں یہ راز مضمر لگتا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو اپنانا چھوڑ دیا۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے ان بنیادی اور سنہری اصولوں پر عمل کی راہیں ہموار کی جائیں جو پوری انسانیت کی فلاح و کامیابی کے دعوید ار ہیں۔ اس کامیابی ہی کا انسان متلاشی ہے اور یہی تعلیم کا مقصد ہے۔ تعلیم کے اصول دنیا بھر میں جہاں بھی رائج ہوئے ہیں، کسی ایک فرد یا ادارہ کی بجائے ریاست کی مکمل مشینری کی توانائیوں سے رائج ملتے ہیں۔ اسلامی، جمہوریہ پاکستان جو ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے اس میں پونی صدی گزرنے کے باوجود اسلامی تعلیمات سے اس طرح سے استفادہ نہیں لگ رہا جس کا نظریہ پاکستان متقاضی ہے۔ اب کامیابی کے سارے ذرائع تلاش کیے جانے چاہیے کہ کس طرف حتمی راستہ ہے؟

نصاب، کسی قوم کے افکار و نظریات کا پاسبان ہوتا ہے جو تاریخ کی حفاظت اور مستقبل کی راہیں متعین کرتا ہے۔ نصاب ہی وہ واحد ہتھیار ہے جس کے ذریعے کسی قوم کی فکر میں ہم آہنگی آتی ہے۔ کسی قوم کی ترقی میں پنہاں راز اس قوم کی تعلیم ہے اور اسی ترقی کے حصول کے لیے تعلیم دی جاتی ہے نیز مقاصد تعلیم اسی ترقی کے تناظر میں اخذ کیے جاتے ہیں۔ رسمی تعلیم بذریعہ قومی نصاب ہی سے ممکن ہے۔ نصاب میں جب تک سقم رہے گا مقاصد تعلیم کا حصول مشکل رہے گا کیونکہ مقاصد تعلیم کے حصول کا میکانکی طریقہ کار (Mechanism) نصاب کہلاتا ہے۔ جیسے ہر کام کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے ہی کیا جاتا ہے ایسے ہی تعلیم بھی چند مقاصد کے حصول کے لیے ہی دی جاتی ہے جو خصوصی اور عمومی دونوں طرز کے ہوتے ہیں اسلامیات کے خصوصی مقاصد، عام تعلیم کے لیے عمومی مقاصد ہوتے ہیں اور یہی عمومی مقاصد، مجموعی تعلیم کے بنیادی مقاصد ہیں۔ تدریس نصاب سے طلبہ ءکی ذہن سازی ہوتی ہے جس سے نئی نسل کی طرزِ زندگی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اسلامیات کا نصاب اسلامی طرزِ زندگی کی جانب بڑھتا ہوا پہلا اور فیصلہ کن قدم مانا جا سکتا ہے لحاظہ اس نصاب سے پوری تعلیم کو اسلامی طرز میں ڈالنا ممکن ہے جس سے قومی طرزِ زندگی کو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اسی اسلامی طرزِ زندگی کا نظریہ پاکستان تقاضا کرتا ہے۔

نظریہ پاکستان اور نصاب اسلامیات

نظریہ پاکستان کا وجود دو قومی نظریہ سے عمل میں آیا۔ ۳ ،جون ۱۹۴۷ کو تقسیم ہند کا فارمولہ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہی عمل میں لایا گیا جس میں مسلم اکثریتی علاقے پاکستان کے ساتھ شامل کیے گئے جس کے حصول کے لیے مسلمان جان ہتھیلی پر رکھ کر کھڑے تھے۔ دراصل مسلمان اسلامی طرزِ زندگی کے حصول کے لیے اپنا علیحدہ وطن حاصل کرنا چاہتے تھے اسلامی طرزِ زندگی ہی وہ اساس ہے جہاں سے نظریہ پاکستان جنم لیتا ہے۔

نظریہ پاکستان، نظریہ اسلام اور نظام اسلام کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ تصور پاکستان یہ تھا کہ ایک ایسا خطہ زمین درکار ہے جہاں اسلامی اقدار حیات کو انفرادی تشکیلِ سیرت اور اجتماعی کردار سازی کا پورا موقع حاصل ہو، ایک اسلامی تہذیب و ثقافت کا تحفظ کرنے والا ملک ہو۔"پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" یہ تحریک پاکستان کا مشہور نعرہ تھا۔ قیام پاکستان کے بعد پہلے وزیر اعظم نے امریکی کانگرس میں پاکستان کا تعارف کراتے ہوئے واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کا قیام اسلام کے لیے ایک لیبارٹری یعنی دار العمل ہے جہاں اسلامی اصولوں پر عمل ہو گا۔ اسی سلسلہ کی کڑی قرارداد مقاصد پیش ہوئی جس کے حصول کے لیے ہی قومی تعلیمی پالیسیاں بنائی گئیں۔ وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی طرف سے منظور شدہ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ کے صفحہ نمبر ۱۷ پر موجود مقاصد تعلیم کا اردو مفہوم اس طرح سمجھا جا سکتا ہے:

- فرد اور سوسائٹی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی بقا کی جائے۔
- نظریہ پاکستان اور ۱۹۷۳ کے آئین میں شامل اسلامی اقدار کے تحفظ میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرے۔
- ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی و ثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔
- تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔
- خوددار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔

UNISCO نے پاکستانی تعلیمی پالیسیوں ۲۰۱۰ سے جو پاکستان کے تعلیمی مقاصد یکجا کیے ہیں وہ مقاصد تعلیم پاکستانی قوم کی زندگیوں کو اسلامی طرز پر استوار کر کے ہی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ان میں ایک اس طرح ہے :

To develop a self-reliant individual, capable of analytical and original thinking a responsible member of society and global citizen.([1])

اس سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح کی شخصیات پیدا کرنا تعلیم کا مقصد ہے اس کی پیداواری کا سب سے اچھا سانچہ اسلامیات ہی ہے۔ چونکہ اسلامی تعلیمات انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے راہنمائی فراہم کرتی ہے اور اس راہنمائی سے قوم بذریعہ نصاب ہی استفادہ کرسکتی ہے۔ اسی طرح تدریس اسلامیات کا ایک مقصد پاکستانی تعلیمی پالیسی سے بطور مثال پیش کیا جاتا ہے:

The objective of teaching of Islamyat shall be to ensure that all Muslims children are provided opportunities to learn understand and apply the fundamental principles of Islam in their lives with the purpose of reformation and development of the society on the principle of the Quran and sunnah. ([2])

ترجمہ: ''تدریس اسلامیات کا مقصد طلبہ ء کو ایسے مواقع فراہم کرنا ہوگا جس سے وہ بنیادی اسلامی ضوابط کو سیکھ کر اور سمجھ کر اپنی زندگیوں میں ان پر عمل کریں مزید قرآن وسنت کے مطابق معاشرے کی تعمیر کرسکیں''۔

اس سے مراد یہ ہوئی کہ اسلامیات ایک نظریاتی ہی نہیں بلکہ عملی مضمون ہے نیز اس کی تدریس کا مقصد عمل سے جڑتا ہے۔ قوائے عمل قوائے فکر کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور افکار کی اصلاح بذریعہ نصاب کی جاتی ہے۔ اسی طرح مسلم مفکرین تعلیم کی مقاصد تعلیم پر سیر حاصل تحریریں ملتی ہیں۔ ان مقاصد تعلیم کی روشنی میں جب تک اسلامیات کی تدریس نہ ہوگی ہماری تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں مشکلات کا شکار رہے گی۔ جیسے شاہ ولی اللہ کے نزدیک تعلیم کا ایک مقصد جذبہ تسخیر کائنات بھی ہے ان کے مطابق اللہ تعالی کی لامتناہی کائنات کو اگرچہ ہم جان تو نہیں سکتے لیکن اس کے جاننے کی فکر کرنا دینی، تعلیمی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ جب اسلامیات کو وسیع النظر اور بے کراں وسیع فکر سے لیا جائے نصاب اور سلیبس میں فرق سمجھا جائے۔

---

(1) UNISCO: World Data on Education, the Addition, 2010/2017. P:2

(2) National Education policy 2009, Ministry of Education, Government of Pakistan, revised Aug .p17

نصاب اور سلیبس:

- نصاب اپنے مضمون کا الف سے یے تک مکمل عکس کے حامل ہوتا ہے جب کہ سلیبس محدود اور مضمون کے کسی حصے یا حصص پر مشتمل ہوتا ہے۔
- نصاب (perspective) ہوتا ہے جب کہ سلیبس (Descriptive) ہوتا ہے۔
- نصاب مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے بنایا جاتا ہے جب کہ سلیبس امتحان پاس کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔
- نصاب ساری قوم کے لیے ایک منظم ادارہ بناتا ہے جب کہ سلیبس ہر استاد الگ بنا سکتا ہے۔

درج بالا فرق کو ملحوظ رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ:

- نصاب اسلامیات، اسلامی تعلیمات کی مکمل منظر کشی کرنے والا نصاب ہو جس سے طلبہء کی مکمل ذہنی و جسمانی نشو و نما ممکن بن سکے۔
- نصاب اسلامیات میں جہاں تشریعی و تشریحی امور کی اقتباساتی تعلیم (Textual Study) پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اسی انداز میں تکوینی امور کی تصوراتی تعلیم (Contextual Study) بھی توجہ کی متقاضی ہے۔ مقاصد تعلیم کے حصول کا بہتر میکانکی طریقہ جو مکمل انسانی نشو و نما کرنے کی صلاحیت رکھ سکتا ہو نیز اسلامی طرزِ زندگی سے قوم کو سرشار کر سکتا ہو اسلامیات کا دیگر علوم سے ہم ربط کرنے سے کارگر ہو گا جس کی اسلامیات کے دامن میں بڑی گنجائش موجود ہے

المختصر تعلیم کے مقاصد اسلامی تعلیمات میں پنہاں ہیں۔ جب تک اسلامی تعلیمات کو وسیع النظری سے لیا جاتا رہا تعلیم اپنے مقاصد پورے کرتی رہی جس کی طاقت سے مسلمانوں نے ساری انسانیت کی بھلائی میں زندگیاں گنوائیں اور پوری انسانیت کے لیے نمونہ بنے رہے لیکن جب اسلامی تعلیم کی وسعت سے پہلو تہی شروع ہوئی تو مسلمان بھی پیچھے رہتے گئے۔ اب وقت تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی تعلیم کی وسعت سے استفادہ بذریعہ نصاب کیا جائے۔ قومی نصاب نصاب اسلامیات اس وقت تک کارگر نظر نہیں آتا جب تک کہ تمام مضامین کو اسلامی زاویے سے نہ لیا جائے۔ چونکہ اسلامیات ایک کل ہے اسے جزو کے طور پر لینے سے اس سے فائدہ ادھورا ہے۔ اور یہی ایک نقطہ ہے کہ جس کے گرد قومی تعلیمی

پالیسیاں گھوم رہی ہیں۔ پاکستانی آئین بھی اس نقطہ پر خاموش نہیں۔ اب یہ اہم کام بذریعہ نصاب سازی ہی اپنے انجام کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

اس وقت پاکستان میں قومی سطح پر اس انداز میں بڑے نصابات اسلامیات مدون ورائج ملتے ہیں:

(۱) وزارت تعلیم، شعبہ نصابات اسلام آباد کے جاری کردہ نصابات اسلامیات:

(i) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی جماعت (iii) تا (xii)۔

(ii) قومی نصاب برائے اسلامیات اختیاری ix تا xii۔

(۲) ایچ ای سی کے مرتب شدہ نصابات

(i) : اسلامیات لازمی برائے بی ایس پروگرام۔

(ii) نصاب اسلامیات برائے بی ایس اسلامیات ۴ سالہ۔

(۳) مختلف وفاق المدارس کے نصابات۔

درج بالا نصابات کی روشنی میں درسی کتب تالیف کر کے نئی نسل کو پڑھائی جاتی ہیں۔

واضح رہے کہ بی ایس پروگرام کے لیے ایچ ای سی کا نصاب قومی سطح پر یونیورسٹیوں میں رائج ہے جب کہ نصاب برائے اسلامیات بی اے اور ایم اے قومی سطح پر دستیاب نہیں ہے بلکہ یونیورسٹیز اپنا منفرد نصاب رکھتی ہیں یا کسی دوسری یونیورسٹی کا نصاب پڑھاتی ہیں۔ اسی طرح جماعت دوم تک کا قومی نصاب جنرل نالج کے لیے بنایا گیا ہے جس میں مختلف قسم کے مضامین کی عام فہم باتیں ہیں ان میں اسلامیات کے متعلق بھی معلومات درج ہیں تاہم اسلامیات کا باقاعدہ مدون نصاب جماعت سوم سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غیر سرکاری و نجی اداروں میں کئی طرح کے نصابات رائج ہیں جیسے وفاق المدارس پاکستان میں پانچ بڑے بورڈ کے علاوہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، منہاج القرآن، پبلک سیکٹر میں اوکسفورڈ وغیرہ جیسے کئی قسم کے نصابات اسلامیات رائج ملتے ہیں جن کا احاطہ ایک مقالہ میں کرنا ممکن نہیں۔ باحث نے قومی سطح پر رائج متذکرہ بالا قومی نصابات کو زیر تحقیق لانے کی کوشش کی ہے۔

کسی بھی ملک کی بنیاد، آیئن پر استوار ہوتی ہے، جس کا ایک جملہ (شق) پوری قوم کی سمت واضح کر رہی ہوتی ہے اور ایک بڑے تناظر کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ قرارداد مقاصد میں ہی یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ملک میں اسلامی علوم کو فروغ دیا جائے گا اور یہاں کے شہری اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گئے۔ یہ اسلامی اصول زندگیوں میں بذریعہ تعلیم ہی ممکن ہیں۔ اسی تناظر میں وقت کے ساتھ ملک میں نئے آئین بنے اور ۱۹۷۳ء کے آیئن کے مطابق پوری قوم کے

لیے اسلامیات کو بطور لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے۔ جس کے مطابق ۱۴ سالہ تعلیمی دور تک تمام ملک کے تمام ادارہ جات میں اسلامیات کو بطور لازمی قرار دیا گیا۔ ملکی آئین میں جس غرض کو ملحوظ رکھ کر یہ عمل کیا گیا اس غرض کا حصول کس حد تک ہوا یہ ایک اسلامی تعلیمات کے لیے بڑی اہمیت کے حامل پہلو ہے جس کے پیش نظر ملک کی تاریخ میں آئین کی اس شق کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۹۴۷ء سے آج تک لگ بھگ درجن قومی تعلیمی پالیسیاں بنائی گئیں جن میں نظریہ ء پاکستان اور مقاصد تعلیم و تدریس کے حصول کے لیے نصاب سازی کرنے کی ہدایات دی گئیں ہیں۔

چونکہ آج الحمدللہ پاکستان کا ہر مسلمان شہری اس پر کامل یقین رکھتا ہے کہ اس کی نجات صرف اور صرف اسلامی تعلیمات ہی میں مضمر ہے لیکن یہ بد قسمتی ہے کہ اسلامی سکالر شہریوں کے اس یقین کامل کے لیے عملی طور پر کچھ کر سکنے کے قابل نہ ہو سکے جس کی وجہ سے آج مذہبی انتہا پسندی اور مذہبی فرقہ بندی اپنی خوبیوں کی بجائے اپنی خامیوں سے لبریز نظر آرہی ہے۔ اگر آج ملک میں نصاب اسلامیات وسیع النظری سے رائج ہوتا جس میں جدید نظامِ زندگی اسلامی تناظر میں قوم کو دیے گئے ہوتے تو ایسی چیزیں ملک میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ملکی مسائل جن کے حل کے لیے تعلیم دی جاتی ہے وہی مقاصد تعلیم کہلاتے ہیں کے حصول کے لیے نصاب سازی عمل میں لائی جائے۔ بالخصوص اسلامیات ملک پاکستان میں ایک آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر ملک سے اسلام کو نکال دیا جائے تو ملک بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اسلامی قدروں سے ناروا سلوک رکھا گیا تو ملک میں بھی انتشار رہے گا اور اگر اسلامی اقدار سے بہترین سلوک کیا جائے گا تو ملک میں بھی بہترین خوشحالی آئے گی۔ اس وقت ملک میں نصاب اسلامیات دو طرح کا ملتا ہے ایک جو گورنمنٹ کے ادارہ جات میں سرکاری سطح پر پڑھایا جاتا ہے جیسے نصاب اسلامیات ۲۰۰۶۔ دوسرے وہ ادارہ جات ہیں جن کی طرف گورنمنٹ ابھی مکمل دسترس حاصل کرنے کی پیش رفت کر رہی ہے۔ جیسے نصاب بی ایس پروگرام اور نصاب وفاق المدارس۔ انتہائی مختصراً قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ :

اس نصاب کو تقریباً آج سے ۱۱ سال پہلے مرتب کیا گیا تھا جبکہ اس وقت اور آج میں کافی حالات بدل چکے ہیں۔ اب نئے تقاضوں کے مطابق نئے نصاب کی اشد ضرورت ہے۔ اس نصاب میں کل ۱۹ مقاصد مد نظر رکھے گئے ہیں ان میں ۱۰ عمومی مقاصد اور ۹ خصوصی مقاصد ہیں۔ انسان کی فکر درست ہو گی تب ہی انسان کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ وقت مادہ پرستی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے جس کی وجہ سے بہت ساری اخلاقی قدریں گرتی جا رہی ہیں جب کہ اسلام اخلاقی قدروں کا دلدادا ہے اب اخلاقی قدروں کو ترقی دینے کے لیے روحانیت میں جانا پڑتا ہے اور انسان کے باطن کو سنوارنا پڑتا ہے۔ جب ایک انسان اپنے باطن کو سنوارنے لگ جائے تو اس کا ظاہر خود بخود سنُورنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایک لمبی اور

معنی خیز بات ہے۔اس طرح نصاب کا یہ کتابچہ کل ۴۳ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۳ صفحات صرف مقاصد تک پورے ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد ۹ جماعتوں کے لیے ایک ایک صفحہ پر مشتمل پانچ ابواب ایک ہی نام سے لکھ دیے گئے ہیں۔چار صفحات پر قرآنی آیات اور تقریباً ۶ صفحات پر مشتمل احادیث کا اردو ترجمہ معہ حوالہ جات لکھا گیا ہے۔اور ۳ صفحات پر ممبران کے نام لکھے گئے ہیں اس طرح یہ ۱۲ سالہ تعلیمی دور کے لیے اسلامیات لازمی کا نصاب مکمل ہو جاتا ہے ۔

اصولی طور پر نصاب سازی کرنا ایک خاص نصاب ساز ادارہ ہی کو روا رہتا ہے۔پاکستان میں نصاب سازی کا عمل ایک ادھورے نصاب ساز ادارہ کے سپرد ہے۔ہائر ایجوکیشن کمشن محنت سے نصاب سازی کا یہ عمل مکمل کرتا ہے۔ایچ ای سی نے چار سالہ بی ایس پروگرام کے لیے جو نصاب برائے اسلامیات لازمی بنایا اس کے کل چار مقاصد متعین کیے گئے ہیں۔اس میں قرآن پاک کے بارہ میں معلومات کے ساتھ تقریباً ۶۳ آیات مبارکہ کے نمبر اور آیات کے متعلقہ سورتوں کے نام بھی دیے گئے ہیں۔اسی طرح حدیث کے بارہ میں معلومات ،حدیث کی اقسام ، حدیث اور سنت،وغیرہ جیسے موضوعات کے علاوہ آپ ﷺ کی زندگی نبوت سے پہلے ،مکی زندگی، اور مدنی زندگی ، کے موضوعات دیے گئے ہیں۔ساتھ ہی فقہ ،اسلامی ، اسلامی ثقافت ، اسلامی کاروبار کی چند بنیادی باتیں تعارف کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔جو کہ اسلام اور سائنس کے زیر عنوان ہیں۔اسی طرح تاریخ اسلام کے زیر عنوان خلافت راشدہ، خلافت بنو امیہ ،خلافت بنو عباس شامل کیے گئے ہیں۔اسی طرح اسلام اور معاشرتی علوم کے زیر عنوان : خاندان کے عناصر اور اسلام کی اخلاقی قدریں۔یہاں یہ مکمل ہو جاتا ہے۔واضح رہے کہ یہ نصاب اب تشکیل نو کے ساتھ انگلش میں پیش کیا گیا ہے۔(۱)

اس کے علاوہ اسلامیات کی تدریس میں وفاق المدارس بھی اپنا اہم کردار رہے ہیں جن میں پانچ بڑے وفاق لمدارس ہیں جن سے ملک کی بڑی آبادی استفادہ کر رہی ہے جن کا نصاب اسلامی تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔کیا اس وقت اسلامی تعلیم زیادہ بہتر ہے یا تعلیم کو اسلامی تناظر میں کرنا ملک کے لیے زیادہ سود مند ہے اور مقاصد تعلیم کے حصول میں یہ نصابات کس حد تک کامیابی کے قریب ہیں ؟ کیا یہ نصابات پاکستان میں تعلیم کے لیے کافی ہیں ؟ کیا ان نصابات کا تعلیم میں یہی کردار ہے یا اس کے بہتر کردار سے نظام تعلیم بھی بہتر کیا جا سکتا ہے ؟ اسی تناظر میں باحث اس موضوع: " قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ "پر قلم اٹھانے کی جسارت کی تاکہ ایک وسیع النظر نصاب اسلامیات کی طرف قدم

---

(1) Curriculum of Islamic Studies compulsory BS 4 years HEC Islamabad. revised 2015.Pxxiii,xxiv

بڑھایا جاسکے ایک ہمہ جہت نصاب اسلامیات جو ہماری مذہبی قومی اور ملّی ضرورتوں کو پورا کر سکے اور مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے ممد و معاون ثابت ہو سکے۔ اس زاویہ پر کام سے مراد ایک ایسی کوشش مقصود ہے جس سے ثابت کیا جا سکے کہ اسلامی تعلیمات کی بہترین ترویج اور مقاصد تعلیم کا حصول اس وقت ممکن ہو گا جب تمام علوم کی تدریس اسلامی تناظر میں کی جائے گی جس کے لیے تمام علوم کو Epistemologically Islamize کیا جائے گا۔ یہ ایک تعمیرِ فکر سے متعلقہ کام ہے جس سے قومی فکر کو بدلنے کے لیے سعی ءحاصل بذریعہ قومی نصاب اسلامیات ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں پاکستان میں اسلامیات کے قومی سطح پر مرتب شدہ نصابات بڑی اہمیت کے حامل ہیں اگر ان نصابات سے استفادہ کیا جائے تو پاکستانی قوم لارڈ میکالے کے وضع کردہ نظام تعلیم سے ایک بہتر نظام تعلیم کی طرف رخ کر سکتی ہے۔ یہ کام عصری مسائل کے لیے ایک اکسیر ثابت ہو سکتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ سکالر کو اس سعی ءحاصل سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ سعی پورے عالم اسلام کے لیے سود مند ثابت ہو سکے۔ (آمین یارب العٰلمین)

بیان مسئلہ

عقل کو اللہ تعالیٰ نے "وحی" سمجھنے کے لیے بنایا ہے۔ عصری تعلیم عقل کو جب کہ اسلامیات وحی کو بنیاد بناتی ہے۔ عام تعلیم اور اسلامیات کے درمیان خلا ہے جس کی وجہ سے مقاصد تعلیم کے حصول میں انتہائی دشواری ہے جب کہ مقاصد تعلیم اور نظریہ پاکستان ہم پلّہ ہیں۔

موضوع کی تحدید (دائرہ کار)

قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی (جماعت سوم تا دوازدھم)، قومی نصاب اسلامیات اختیاری جماعت نہم تا دوازدہم، ایچ ای سی کا مرتب شدہ نصاب اسلامیات لازمی (بی ایس پروگرام)، نصاب اسلامیات برائے بی ایس اسلامیات ۴ سالہ، بنیادی مقاصدِ تعلیم تک محدود رہا، جس کے ذیل میں قومی نصاب اسلامیات سے جڑے ملے پانچ بڑے وفاق المدارس کے نصابات، (جنھیں اگر ایک نظر سے دیکھا جائے تو درسِ نظامی ہی سب کا نصاب ہے جو کہ ملک میں ایک قومی حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے) بنیادی مقاصدِ تعلیم کے تناظر میں بھی شامل تحقیق رہے۔ اسی طرح قومی نصاب کے مطابق تالیف شدہ جماعت نہم ودہم کی درسی کُتب اور قومی نصاب اسلامیات کا موازنہ بھی مقصودِ نظر رہا جس سے قومی نصاب اسلامیات کی مروجہ عملی شکل بھی واضح ہوئی۔

مقاصد تحقیق

- اسلامی طرزِ زندگی کی ترویج میں قومی نصاب اسلامیات کی اہمیت کو اجاگر کرنا
- سائنسی، معاشرتی اور دینی علوم کے مابین تعلق استوار کرنے کی کوشش کرنا
- مقاصد تعلیم اور نصاب اسلامیات کو ہم ربط کر کے قومی تعلیم کو مزید بامقصد بنانے کی کوشش کرنا

تحقیقی سوالات

- قومی تناظر میں اسلامیات کو بطور لازمی مضمون کیوں قرار دیا گیا ہے؟
- قومی نصاب اسلامیات میں کون سی کوتاہیاں ہیں جو بنیادی مقاصد تعلیم کے حصول میں رکاوٹ ہیں؟
- پاکستان میں اسلامی طرزِ تعلیم کے لیے "قومی نصاب اسلامیات" سے استفادہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

اسلوبِ تحقیق

دورانِ تحقیق موضوع کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ (Analytical and critical study) کیا گیا۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، آئین پاکستان اور تعلیمی پالیسیوں کو مسلّم روا رکھا گیا۔ اصل مصدر تک پہنچنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہوئے لائبریری کتب، رسائل، جرائد اور انٹرنیٹ سے درج ذیل طریقہائے تحقیق کے مطابق استفادہ کیا گیا:

- معیاری طریقہ تحقیق (Qualitative research) اپنایا گیا، علاوہ ازیں
- بیانیہ تحقیق (Descriptive Research)
- تاریخی تحقیق (Historical Research)
- تقابلی تحقیق (Comparative Research)
- ترابطی تحقیق (Correlative Research) اور
- لائبریری تحقیق (Library based Research) بھی زیرِ کار رہیں

پسِ منظری مطالعہ

باحث نے اس سے قبل اپنا ایم فل کا مقالہ "قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ میں شامل احادیث کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے مکمل کیا جس میں ۴۰ کتب کا مطالعہ کیا گیا تھا اس طرح زیر نظر موضوع

میں بھی وہ مطالعہ زیر کار رہا ہے۔اس کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "اسلامی اصول تعلیم"۔ مولانا مناظر حسن گیلانی کی "مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت"۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کی " محاضراتِ تعلیم" ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب "امت مسلمہ کے لیے سہہ نقاطی لائحہ عمل"۔ "تدریس قرآن کا منتخب نصاب"۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "الحسن"۔ مولانا تقی عثمانی کی کتاب "ہمارا تعلیمی نظام" ابو عمار زاہد الراشدی": دینی مدارس کا نصاب" ۔پروفیسر، خورشید احمد کی کتاب: اسلام کا نظریہ تعلیم۔ موریئس بوکائیے:"اسلام قرآن اور سائنس" وغیرھم اور قومی تعلیمی پالیسیاں، دستور پاکستان کی متعلقہ دفعات اورزیر تحقیق نصابات کے ساتھ ساتھ WDE، اور IIIT کی چند کتب کے مطالعہ کی روشنی سے موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔

موضوع پر سابقہ کام

اس سے قبل اسلامیات کے سکالرز نے شعبہ تعلیم میں کافی کام کیا ہے۔ مختلف جامعات میں ایم فل، پی ایچ ڈی پروگرام میں ان کا کام مندرجہ ذیل موضوعات پر مشتمل ملتا ہے

"THE REFLECTION OF ISLAMIC VALUES IN THE COMPULSORY SUBJECTS OF SOCIAL SCIENCES AT SECONDAR LEVEL IN KARACHI (PHD)".

☆ **"کراچی میں معاشرتی علوم میں شامل سیکنڈری سطح کے لازمی مضامین میں اسلامی اقدار کا عکس"**

یہ مقالہ کراچی یونیورسٹی سے وقار النساء نے مکمل کیا اس میں انہوں نے میٹرک کی درسی کتب برائے اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو اپنی تحقیق کا بنیادی مرکز رکھا وہ اس کا خاکہ اس طرح پیش کرتی ہیں:

In entire educational levels, secondary education is an important subsector. On the one hand, it provides work force for the economy and on the other hand it acts as a feeder for higher education. The higher education which is expected to produce the personalities of high moral conduct in different fields of country depends largely on the religious education provided at secondary level. So the religious knowledge must be included in the text books of secondary level for producing morally perfect individuals for future. Islam is an education system itself, so this study investigates

the reflection of Islamic values in Social sciences especially compulsory subjects of Islamyat and Pakistan studies of IX-X classes in Karachi, Pakistan. The purpose of this study was to examine the relationship between Islamic culture, values and courses of above two subjects at secondary level. This study was an attempt to study the cultural foundations and the religious values underlying the current educational system of Pakistan.

اس مقالہ میں سیکنڈری سطح کی تعلیم کی اہمیت زیر بحث ملتی ہے ساتھ ہی اسلامی تہذیب وثقافت کے پس منظر میں میٹرک کی کتب کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جب کہ:

درسی کتب ازخود ایک دائرہ کار کی پابندی میں تالیف ہوتی ہیں اس لیے زیادہ بہتر کام اس دائرہ پر تحقیق ہے جسے نصاب کہا جاتا ہے۔

☆ **"لاہور کے خواتین کالجز کے اساتذہ کے فکری و دینی رجحانات"**

یہ مقالہ فرح طیبہ نے پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری چیئرمین علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی کی زیر نگرانی ایم فل سطح پر مکمل کیا ۔ اس مقالہ میں چونکہ صرف خواتین اساتذہ ہی زیر بحث ہیں تاہم اس میں فکری رجحانات اور میلانات پر ساری توجہ مرتکز ہے جو کہ تذکیر وتانیث کی کم پرواکرتی ہے۔ اس میں:

باب اول: فکری و دینی رجحانات، ایک تعارف۔ باب دوم: اساتذہ کے مطالعہ کی نوعیت اور معیار۔ باب سوم: اساتذہ کی تحریریں اور ان کے اثرات۔ باب چہارم: اساتذہ کا زاویہ نگاہ اور میلان۔

مقالہ ہذا میں قوم کے اندر ایک مثبت فکر اور تعمیری رجحان کو پروان چڑھانے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ جس کی عملی شکل اساتذہ کے رجحانات اور میلانات کے مطالعہ کی بجائے وہ فیکٹری جہاں سے استاذ کی پیداواری ہوتی ہے اس فیکٹری کی درستگی کی ضرورت ہے۔ فکر، سوچ، میلانات اور رجحانات کا پروان تعلیم بذریعہ نصاب کرتی ہے۔

☆ **"پاکستان کے دینی مدارس کا نصاب تعلیم عصری مسائل اور تقاضے" میاں حافظ حقانی کراچی پی ایچ ڈی**

اس میں صرف دینی مدارس ہی کے نصاب کو عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی سعی پائی جاتی ہے۔ جب کہ عصری تقاضے جب گہرائی سے لیے جائیں اور ان تقاضوں کو پورا کرنا لازم ٹھہرایا جائے تو یہی تقاضے مقاصد تعلیم کی شکل میں شامل نصاب کرکے قوم کو ان مقاصد کے حصول کے قابل بنانے سے قوم کے عصری تقاضے پورے کیے جاسکتے ہیں۔

☆ **"علوم اسلامیہ کا فروغ اور قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ کے اقدامات" ایم فل لیڈینگ ٹو پی ایچ ڈی، نُور احمد ڈھڈی،**

یہ مقالہ انجینیر نور احمد ڈھڈی نے پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی کے زیر نگرانی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے قومی تعلیمی پالیسیوں اور قرآن مجید کے تقابلی جائزہ کے طور پر مکمل ہوا۔ اس مقالہ کے سرسری جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکالر مقاصد تعلیم کے ذکر کیے بغیر اسے مکمل نہ کر سکے اس کا پہلا باب:

"خیر القرون میں تعلیم و تدریسِ قرآن مجید اور اسلامی نظریاتی مملکت میں اس کی اہمیت"

اس باب میں علم، تعلیم، علم دین، تعلیم و تدریس اور خیر لقرون میں تعلیم و تدریس قرآن مجید کی شرعی حیثیت اور قرآن مجید کے تعلیم و تدریس کے اقدامات زیر بحث ملتے ہیں۔ دوسرا باب: "اسلامی نظریاتی مملکت میں با مقصد تعلیم کی اہمیت اور تعلیمی پالیسیوں میں مقاصد تعلیم و فروغ تعلیم، قرآن مجید کے اقدامات" اس باب میں اسلامی نظام تعلیم میں مقاصدِ تعلیم، تعلیم القرآن، تعلیمی پالیسیوں کا تعارف اور ان میں مقاصد تعلیم کے تعین کا تقابلی جائزہ۔ جبکہ تیسرا باب: "پاکستان کی تعلیمی پالیسیاں اور عمومی تعلیمی اداروں میں فروغ تعلیم و تدریس قرآن مجید کے اقدامات کا تقابلی و تنقیدی جائزہ" اس باب میں تعلیمی اداروں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے اہم ہونے پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

مقالہ ہذا میں تعلیمی پایسیوں کو کافی سراہا گیا ہے تاہم اس کے مطابق تعلیمی اداروں سے سکالر نالاں لگتے ہیں۔ اس مقالہ میں وہ حل نہیں مل رہا کہ تعلیمی پایسیوں کے مطابق ادارے کس طرح کام کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟ باحث کے نزدیک اداروں میں پڑھایا جانے والا نصاب اسلامیات ایک ایسا حل بن سکتا ہے جو قرآنی تعلیم اور با مقصد تعلیم سے قوم کو سرشار کر سکتا ہے

☆ **"برصغیر کے مسلمانوں کے نظام تعلیم پر مغربی تعلیم کے اثرات''**

یہ مقالہ غلام سرور چٹھہ ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ ٹیکنیکل کالج رحیم یار خان نے زیر نگرانی پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا BZU ملتان کی زیر نگرانی سے کیا اس میں تاریخی پیرائے میں انگریزوں کی آمد سے قبل کا تعلیمی نظام اور بعد کے نظام کا موازنہ کیا گیا ہے۔ پھر انگریز کی واپسی کے بعد کا نظام تعلیم کا بھی موازنہ ملتا ہے۔ جس کے مطابق انگریز کے جانے کے بعد بھی سابقہ نظام تعلیم ہی اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔

اس کام سے قومی نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے کہ انگریز دور کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے مقاصد تعلیم کو بنیاد بنا کر نصاب سازی کر کے تعلیم دینا ہو گی۔

اس کے علاوہ چند مقالہ جات ان عناوین سے معنون ہیں:

☆ ”بلوچستان کے سکولوں میں نصاب اسلامیات کا جائزہ“ عبدلخالق، پی ایچ ڈی AIOU ۱۹۹۶۔۳۳۸

☆ ” ڈیرہ اسماعیل خان کے دینی مدارس کی خدمات“ پی ایچ ڈی، AIOU۱۵۴۹۔۰۷۔۲۹۷

☆ ”صوبہ پنجاب کی جامعات میں بی اے کی سطح پر اسلامیات کی تدریس اور نصابات کا جائزہ“ عالمہ نُور پنجاب یونیورسٹی“

مندرجہ بالا مقالہ جات میں کسی مقالہ نگارنے پاکستان کے مجموعی نظامِ تعلیم کے تناظر میں بات نہیں کی اور نہ ہی اسلامیات کا مجموعی تعلیم میں کردار کے حوالے سے کوئی کام کیا ہے البتہ ان موضوعات میں زیر نظر موضوع کی طرف بڑھنے کی ادھوری کاوش پائی جاتی ہیں مثلاً صوبہ پنجاب کی جامعات کا نصاب، قومی تعلیمی پالیسیاں وغیرہ زیر بحث رہیں جو ایک مکمل نصاب کے حصول کی شنید کی شکل ہے اس شنید کو حقیقی جامع پہنانے کے لیے صرف پنجاب کی جامعات کی بجائے ایک قومی نصاب اسلامیات پر کام کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو قومی تعلیمی پالیسیوں کا عکاس ہو۔ لیکن یہ سارا کام ایک بڑے مقصد کے حصول کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو کہ قومی نوعیت کا ہے جس میں ان ساری کاوشوں کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ مزید مواد بھی لے کر ایک قومی نصاب اسلامیات کی طرف پیش رفت کی جائے جس میں اسلامیات کے لزوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا نصاب بنانے کی راہ ہموار کی جائے جو قوم کے مقاصد تعلیم کے حصول کے حامل ہو۔ زیر نظر موضوع” قومی نصاب اسلامیات اور مقاصدِ تعلیم “اسی تناظر میں لیا جارہا ہے جس پر تاحال کوئی کام نہیں ملتا۔

باب اوّل: قومی نصاب اسلامیات کا تعارف

فصل اوّل: قومی نصابات اسلامیات

۱۔ مبحث اوّل: نصاب کا تعارف، ضرورت و اہمیت

۲۔ مبحث دوم: قومی نصاب اسلامیات برائے جماعت iii تا xii

۳۔ مبحث سوم: نصاب اسلامیات برائے بی ایس پروگرامز

مبحث اوّل: نصاب کا تعارف، ضرورت واہمیت

نصاب کا لغوی واصطلاحی مفہوم

نصاب کے لغوی معنی: زرؔ، سرمایہ اور پونجی وغیرہ کے ہیں۔(۱) اردو ادب میں لفظ "نصاب" کا تذکرہ اسی معنی میں ملتا ہے جیسے:

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زرؔ و سیم (۲)

نصاب کی جمع "نصابات" ہے (۳) جس سے مراد محدودات تعلیم یا حصہ لی جاسکتی ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

واہ کس لطف سے پڑھتا ہے تو اے طفل نصاب
مدح کرتا ہے ابو نصر فراہی (۴) تیری۔۔۔(۵)

نصاب کا لفظ ایک درست راستے کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے جیسے کسی منزل تک پہنچنے کے لیے "صاف راستہ" بنیاد ہے اسی طرح تعلیم کی منزل تک رسائی بذریعہ نصاب ہی ہے یعنی مقاصد تعلیم کے حصول کا "راستہ" نصاب تعلیم ہے۔
عربی میں نصاب کے لیے لفظ "منہج الدراسی" استعمال ہوتا ہے منہج کے معنی بھی واضح اور صاف راستہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔(۶)

---

(۱) اردو لغت (تاریخی اصول پر): وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان، اردو لغت بورڈ کراچی، جون ۲۰۰۵ء۔ ج ۲۰ ص ۴۸

(۲) بال جبرئیل: علامہ، ڈاکٹر، محمد اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، طبع ہشتم جون ۱۹۵۱ء۔ بند نمبر ۳۹، ص ۶۱

(۳) اردو لغت، ج ۲۰: ص: ۴۸

(۴) محمد بدر الدین، ابو نصر فراہی متوفیٰ ۶۴۲ھ ایک فارسی شاعر تھے آپ کا شاعری مجموعہ "نصاب الصبیان" بہت مشہور ہے جس میں بچوں کو عربی الفاظ سکھانے کی کاوش بھی ملتی ہے۔ فراہ وسطی افغانستان میں واقع ایک صوبہ کا نام ہے۔ (ابو نصر فراہی۔ ویکی پیڈیا۔ دانشنامہ آزاد)

(۵) دیوان امیر، مرآۃ الغیب / معروف بہ اسم تاریخ: امیر، مطبع نامی منشی نول کشور، انڈیا، س ن۔ ص ۲۹۴

(۶) مزید تفصیل دیکھیے: لسان العرب: ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، الافریقی، المصری، دار صادر، بیروت۔ (س ن) ص: ۲/ ۳۸۳۔

انگریزی زبان میں نصاب کے لیے لفظ" Curriculum" استعمال ہوتا ہے جو لاطینی زبان کے لفظ کوریئر سے ماخوذ ہے جس کا معنی بھی راستہ کے ہیں۔(۱)

اسی طرح اصطلاحی اعتبار سے فقہ میں مستعمل اصطلاح "نصاب" اس طرح کا معنی رکھتی ہے:

"فقہ میں نصاب اس قدر مال (چاندی، سونا، رقم، مال تجارت، زرعی پیداوار یا مویشی وغیرہ) جس پر زکاۃ دینا واجب ہے۔ تعلیم میں نصاب کے معنی: (الف) پڑھائی کا کورس (ب) مقررہ تعلیم (ج) مضامین یا مخصوص کتب یا عملی کام جو کسی تعلیمی یا تربیتی درجے کے امتحان کو پاس کرنے کے لیے مقرر ہو"۔(۲)

تعلیم میں نصاب کی اصطلاح اس طرز کی بھی ہے:

"Curriculum can refer to the total structure of ideas and activities developed by an educational institution to meet the learning needs of student and achieve desired educational aims." (3)

ترجمہ: مقاصد تعلیم اور طالب علم کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ذہنی سازی کرنے والی تعلیمی ادارہ میں کی جانے والی سرگرمیاں نصاب کہلاتی ہیں۔

Curriculum is the sum total of student activities which the school sponsers for the special purpose of achieving its objectives.(4)

ترجمہ: نصاب، طالب علم کی مجموعی سرگرمیاں ہیں جو تعلیمی ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بہم پہنچاتا ہے۔

اس تعریف سے بھی اخذ ہوا کہ نصاب مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے مدون کیا جاتا ہے اور بنیادی مقاصد تعلیم طالب علم کے افکار و افعال کی درستگی کے متعلق ہیں جیسے:

---

(۱) For detail please see :The oxford English Dictionary :J A Symposon and E.S.C Weiner, Clarendon Press Oxford (second edition) 1989,P: iv/ 151.

(۲) اردو لغت، ج۲۰: ص۴۹

(3) A Dictionary of education: Derek Rowntree, Harper and Row, London 1981.P:5.

(4) Reorganising the High School Curriculum: Alberty A and Alberty E, The Macmillian Company New York ,1959.P: 2.

”نصاب سے مراد وہ تمام افکار و افعال ہیں جن سے بچے کی زندگی اندرون مدرسہ یا بیرون مدرسہ متاثر ہوتی ہے۔ جو اس کی شخصیت کی تعمیر میں بالواسطہ یا بلاواسطہ معاون ثابت ہوتے ہیں“۔(۱)

اس کے علاوہ کورم کے مفہوم کے اظہار کے لیے بھی لفظ نصاب مستعمل ہے۔

مقالہ ہذا میں عمومی طور پر نصاب سے مراد اس طرح کی ہے:

”نصاب تعلیم : درس و تدریس کی وہ کتابیں جو کسی خاص درجے کی تعلیم کے لیے مختص کی گئی ہوں“(۲)

لغت میں مندرجہ بالا تعریف میں مذکور درس و تدریس کی کتابیں ایک خاص خاکہ سے تالیف کی جاتی ہیں جو درسی کتب کے نام سے جانی جاتی ہیں جب کہ متذکرہ خاکہ (Outline) جو اپنے مضمون کی مکمل تصویر دکھانے کی غرض سے بنایا جاتا ہے نصاب کہلاتا ہے۔

قومی نصاب اسلامیات

یہاں مقصود نظر لفظ ”نصاب اسلامیات“ سے مراد اسلامی تعلیمات کے سیکھنے سکھانے کے عمل کے لیے جو بھی اقدامات کئے جاتے ہیں وہ نصاب کا حصہ متصور ہوتے ہیں۔ رسمی تعلیم کے لیے باقاعدہ نصاب مطالعہ کا تعیّن کیا جاتا ہے۔ جس کے مطالعہ سے طلبہ میں مطلوبہ صلاحیتیں اجاگر کی جاتی ہیں۔ اور قوم سے مراد ملک پاکستان میں رہنے والے جمہور امت اور شہری ہیں، جس کے لیے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ اسلامی تعلیمات کا اس ملک میں رسمی تعلیم کے ذریعے سیکھنے سکھانے کے عمل میں شامل تمام اقدامات کو **”قومی نصاب اسلامیات“** کا درجہ حاصل ہے۔ ہر ملک بذریعہ تعلیم اپنے ملک کے افکار کو پروان دیتا ہے۔ ہمارے ملک کی قومی فکر اسلامی ہے۔ ملک کے حصول کا مقصد ہی اسلامی طرزِ زندگی ہے ۔ اسی لیے اسلامیات کو بطور لازمی لیا گیا ہے جس کی عملی شکل قومی نصاب اسلامیات کے نام سے سرکاری سطح پر کتابچے شائع کیے گئے ہیں جن کی کوکھ سے اسلامیات لازمی، اسلامیات اختیاری اور بی ایس اسلامیات کی درسی کتب جنم لیتی ہیں جو ملک میں جماعت سوم سے بی ایس تک پڑھائی جاتی ہیں ۔ نصاب اسلامیات اپنا ایک طویل ترین تاریخی پسِ منظر رکھتا ہے جیسے تمام انبیاء علیہ السلام پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے اور متذکرہ قومی نصاب اسلامیات کی ابتدا انسانیت کی تخلیق سے ہے۔ اسلامی تعلیمات کا آغاز ہبوط آدم سے ہوتا ہے اللہ پاک نے خود حضرت آدمؑ کو علم سکھایا جو آج بھی اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ تمام انبیاء کی

---

(۱) نصابِ تعلیم، محمد ابراہیم خالد، پروفیسر ڈاکٹر، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، اگست ۲۰۰۱ء۔ ص ۳۳۵

(۲) اردو لغت، ج ۲۰، ص ۴۹

تعلیمات کا سلسلہ نبی آخری الزماں ﷺ پر پہنچ کر تا قیامت اپنی مکمل اور حتمی حیثیت میں قرآن وحدیث کی شکل میں ہم تک پہنچا جو اسلامی تعلیمات کہلایا۔ تعلیم و تعلم، کے اس عمل کے بارہ میں ارشادِ ربانی ہے :

﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾(۱)

ترجمہ: ”اور اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو وہ علم سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر یہ اللہ کا بڑا افضل ہے“

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی علمی سند اپنے ساتھ متصل فرمادی اور بتایا کہ تعلیم کا آغاز اللہ تعالیٰ سے شروع ہو کر نبی ﷺ تک پہنچتا ہے اور اس کے بعد قیامت تک ساری انسانیت اس سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ تعلیم انسان کی جسمانی اور روحانی نشوونما بیک وقت کرنے سے اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوتی ہے۔ انسان سے ہیجانی توانائیوں کا رُخ بذریعہ تعلیم روحانیت کی جانب کیا جاتا ہے جس سے فرد جو معاشرہ کی اکائی ہے کی اصلاح ہوتی ہے اور یہی اکائی جب اجتماعی لحاظ سے درست ہوگی تو اجتماع درست سمت رواں ہوگا۔ اس کے لیے معاشرہ کی اجتماعی سوچ کو درست سمت دینے کے تناظر میں معاشرتی اکائی کو تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیم کے اس مقصد کے حصول کے لیے یعنی اجتماعی سوچ کو درست کرنے کے لیے نصاب سازی کی جاتی ہے۔ یہ سوچ انسان کے ایمانیات سے جڑی ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیم جو رویہ رکھتی ہے اگر تعلیم کو غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو یہی رویہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ ان رویوں سے ہی تعلیم اپنے بنیادی مقاصد کے حصول میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے اسی لیے یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اسلامیات ایک ایسا مضمون ہے جس کے ذریعے ہی تعلیم اپنے مقاصد کا حصول کرسکتی ہے۔ انہی رویوں کو اسلامی اقدار کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو انسانیت کے اعلیٰ اوصاف کے ضامن ہیں لہذا نصاب اسلامیات کی بہتری میں پورے انسانی معاشرہ کی بہتری مضمر ہے جس کا عمل ایک فرد، مسلم معاشرہ اور پھر انسانی معاشرہ تک کی ترتیب سے کیا جاتا ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

”تعلیم اور معاشرتی زندگی مختلف انداز سے ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ بچوں کے سماجی مناصب (Social Status) میں عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ اس کا براہ راست اثر تعلیم پر پڑتا ہے اور تعلیم کا اثر سماجی زندگی پر اور دونوں کے تعامل سے نوجوانوں کے مستقبل کی راہ متعین ہوتی ہے۔ چنانچہ تعلیمی اداروں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اس کا داخلی تعامل، تعلیم اور متعلم کو ہی متاثر نہیں کرتا بلکہ اسی طاقت سے معاشرے کو بھی متاثر کرتا ہے اور پھر اس کے دُور رس اثرات افراد کی گھریلو، اجتماعی اور کاروباری زندگی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح اگر اس کے مجموعی

---

(۱) النساء۴/ ۱۱۳

اثرات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جو نصاب ہم اپنی تعلیم گاہوں میں رائج کرتے ہیں۔اور جس طرح طلبہ سے نفس مضمون کی تحلیل کراتے ہیں بالآخر وہی ان کی ذہنی اور فکری زندگی کا سرمایہ بن جاتا ہے اور اس طرح کی معلومات یا عدم معلومات سے معاشرہ کی ہیت ترکیبی بنتی یا بگڑتی ہے"(۱)

عام طور پر کسی ملک اور قوم کی اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی ترقی کا دارومدار تہذیب و معاشرت پر ہوتا ہے۔ اور یہی امر مسلّم ہے کہ اخلاقی و معاشرتی اور سماجی اصلاح کا واحد ذریعہ تعلیم ہے۔اگر تعلیم کا نظام اچھا ہے تو اس کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے اور بری تعلیم سے جو اصول و معیار کے خلاف ہو تو برے اور مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اسی لیے تعلیم کے سلسلہ میں سب سے اہم اور قابل توجہ دو چیزیں ہیں ایک نصاب اور دوسرا طرز تعلیم۔نصاب تعلیم کی اصلاح اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کی ذہنی نشوونما، عقائد و خیالات کی تعمیر اور ان کی سیرت اور مقصد تعلیم کے صحیح نتائج کا مدار اسی پر ہے۔کیونکہ تعلیم دینے کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ اس سے اپنے دور کے ماحول اور سوسائٹی کے تقاضوں یا مذہبی عقائد کی راہ سے ان کی فلاح و بہبود کے لیے جو اصول و ضوابط ماہرین نے منضبط کیے ہیں ان کی اشاعت و ترویج کی جائے تاکہ بچوں کے ذہن انہی اصولوں کے سانچہ میں ڈھلیں اور ان کی سیرت کی تعمیر انہی ضوابط کے ساتھ ہو۔تمام متمدن ممالک کے ماہرین تعلیم اصلاح نصاب اور طرز تعلیم و تربیت کو موثر بنانے کے لیے برابر غور و فکر کرتے رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت اور نصاب اسلامیات

علم کے سیکھنے سکھانے کا عمل تعلیم کہلاتا ہے۔علم کے حصول سے طالب علم کے اندر ایک تبدیلی آتی ہے جسے تعلم (۲) (SLOs) کہا جاتا ہے اس کے لیے کی گئی کوشش، محنت اور طریقہ کار تربیت کہلائے گا۔یہ تبدیلی جس طرز کا علم ہو گا اسی طرز کی طلبہ میں ہوگی اور علم کا مواد بذریعہ نصاب متعین کیا جاتا ہے۔نصاب تعلیم جتنا اچھے نظریہ علم (Epistemology) (۳) کے حامل ہو گا طالب علم کی اتنی ہی اچھی تربیت ہو گی۔اس سلسلہ میں قرآن مجید کی پہلی وحی سے ہی راہنمائی واضح ہو جاتی ہے:

---

(۱) اسلامی اصول تعلیم، شاہ ولی اللہ (تحقیق و ترتیب: مفتی رشید احمد العلوی) جمعیت پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۱ء ص ۱۱

(۲) تعلم: تعلیم کے حصول سے طالب علم کی شخصیت میں ایک نکھار آتا ہے اس نکھار کو تعلم کہا جاتا ہے انگلش میں سٹوڈنٹ لیرننگ آوٹکم کہلاتا ہے۔

(۳) ہر علم کا ایک نظریہ ہے جس سے اس علم کا وجود ہوتا ہے اس نظریہ علم کے لیے انگلش لفظ ایپسٹمالوجی استعمال ہوتا ہے۔

﴿ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ-كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ-أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ- ﴾ ([1])

ترجمہ: انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ خبر دار انسان سرکش ہے۔ اپنے آپ کو کافی سمجھتا ہے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے تو اس میں ایک غرور کے پہلو کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ صرف اپنی بات کو ہی سب کچھ سمجھنا شروع ہو جاتا جس کے بارہ میں قرآن مجید خبر دار کر رہا ہے کہ یہ سرکشی ہے اور کہیں اس سرکشی Self- sufficiency کا شکار نہ ہونا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت کی سائنس اسی بیماری کا شکار محسوس ہوتی ہے اور سرکشی کا شکار ہے۔ سائنس صرف تجربہ اور مشاہدہ کو ہی حق مانتی ہے جس کی وجہ بحیثیت مجموعی عصری تعلیم میں بگاڑ کی وجہ سے اخلاقی اور روحانی قدریں انسانیت سے ناپید ہو رہی ہیں اور انسانی معاشرے کی مجموعی تربیت میں واضح بگاڑ پورے گلوب پر مل رہا ہے اور ہماری قوم بھی اسی کے بھینٹ چڑھی ہوئی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ قومی نصاب اسلامیات کو زیادہ سے زیادہ موئثر کر کے قوم کی تربیت بہتر انداز میں اسلامی علوم سے کی جائے۔ اس پر مزید تفصیل پورے مقالے میں بالعموم شامل رہے گی بالخصوص صوفیانہ نصاب تعلیم وتربیت اور مادی وحیاتیاتی، نفسیاتی و اخلاقی علوم پر بحث اسی تناظر میں شامل مقالہ ہے۔

نصاب کے بنیادی عناصر (Foundations of Curriculum)

ملت اسلامیہ کے کسی ملک کے تعلیمی نظام کے لیے نصابات کی تشکیل میں جو بنیادی عناصر کار فرما ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ نظریہ حیات: یعنی اسلام تمام نصابات کی روح ہو گا۔ کوئی بھی نصاب، کسی بھی درجے میں پڑھایا جا رہا ہو، وہ نظریہ سے بے نیاز، ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہیے۔

۲۔ معاشرہ: یعنی اس ملک میں بسنے والوں کی قومی تاریخ، ان کے مسائل اور ان کی ضرورت نصاب میں لازماً منعکس ہوں۔

۳۔ فرد: کو ملت اسلامیہ کا ایک فرد، اپنے ملک کا شہری، اپنے علاقے کا باشندہ، مرد یا عورت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور رجحانات کے ساتھ اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے مکمل کرنے کے لیے نصاب کو مناسب لوازمہ فراہم کرنا چاہیے (۲)

---

(۱) العلق ۹۶ /۵ تا ۷

(۲) دیکھیے: اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، مسلم سجاد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈی، اسلام آباد، طبع دوم ۱۹۹۲۔ ص ۱۳۰

اگر فرد اور معاشرہ کو ایک ہی پیرائے میں لیا جائے تو بنیادی طور پر نصاب کی دو بنیادیں ظاہر ہوتی ہیں جن کو ملحوظ رکھے بغیر نصاب کمزور اور گنجلک رہتا ہے:

ا۔ نظریہ حیات اور نصاب (نظریاتی طرزِ نصاب)

ماہرین تعلیم کے نزدیک نصابِ تعلیم کی مختلف اقسام ملتی ہیں جن کی بحث کے لیے ہمارے موضوع "قومی نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ" کے دامن میں جگہ نہیں ہے۔ ان اقسام میں نظریاتی طرزِ نصاب (Rhetorical Curriculum) نصاب اسلامیات کے لیے زیادہ موئثر اور فائدہ مند ہے۔ اس لیے نصاب اسلامیات اور نظریہءِ حیات پر ہی بحث کی جائے گی جس سے نظریاتی نصاب تعلیم کی ترجیحات اور اہمیت و افادیت وغیرہ بھی ظاہر ہو جائے گی۔ اسی طرح اسلامیات کا دوسرے مضامین سے کیا ربط ہے؟ اور اس ربط سے کنارہ کشی کر کے صرف اسلامیات کو الگ تھلگ پڑھانا ہمارے نظام تعلیم کی کوتاہی ہے یا اسلامیات مزاجاً ایسی ہے کہ اسے دیگر مضامین سے جُڑک نہیں دی جانی چاہیے اس تناظر میں علوم کی اقسام پر بھی سرسری نظر رہے گی۔

نصاب اسلامیات میں نظریہ حیات کا نفوذ، ایک ہمہ جہتی عمل ہے۔ اس کا سب سے اہم پہلو علوم کے لیے اسلامی تصورات کی تشکیل ہے۔ دنیا میں جتنے علوم و فنون ہیں، وہ در حقیقت دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں: ایک حصہ تو خالص ان معلومات پر مشتمل ہوتا ہے جو انسان کو دنیا اور اس کی زندگی اور خود اس کی اپنی زندگی کے متعلق مختلف زمانوں میں حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرا حصہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ حاصل شدہ معلومات کو ہر گروہ اور ہر قوم اپنے ذہن، اپنے طرز فکر اور اپنے نقطہ نظر کے مطابق مرتب کرتا ہے۔

فرق اس صورت میں واضح ہوتا ہے کہ ان معلومات کو جمع اور مرتب کرنے والا جس ذہن پر سوچتا ہے اور جو نظریہ رکھتا ہے اس کے مطابق ان کو مرتب کر کے اسے فلسفہ زندگی بناتا ہے ۔ یہ فلسفہ زندگی، نظام فکر و عمل یا نظریہ حیات انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل کر دیا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں تمام علوم اسی ہدایت سے اخذ کردہ اصولوں پر مبنی ہوں گے۔ وحی الٰہی کی رہنمائی میں علوم کے لیے وہ تصورات تشکیل دیئے جائیں گے جو اسلام کے تصور کائنات و انسان کے مطابق ہوں اور جنہیں حاصل کر کے انسان ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے صراط مستقیم پر چلے اور علمی ترقی و تحقیق کے باب میں اپنی روایات کو زندہ کرتے ہوئے نئے کارنامے کرے اور دنیا کی قیادت و امامت حاصل کرے۔ انسانی تصور کے تحت علوم کی یہ تقسیم کی جاسکتی ہے:

۱۔۱ **وحی الٰہی کے ذریعے حاصل شدہ علم**: جو قرآن و سنت اور اس سے متعلق علوم پر مبنی ہے۔

۱۔۲ **اکتسابی علوم**: جس میں تمام (ا) عمرانی علوم (ب) فطری علوم (ج) اطلاقی علوم اور (د) ادبیات و فنون شامل ہیں۔(۱)

علوم کی یہ پہلی قسم جس کو علوم اسلامی کے ذیل میں یا اسلامیات یا دینیات یا اسلامی حکمت کے عنوان کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔ بنیادی طور پر قرآن اور اس کی تفسیر، حدیث اور اس کی شرح اور فقہ اور اس کی حکمت اور سیرت پر مشتمل ہوگی اور ان کے نصابات کی تشکیل اور تدریس میں اس لٹریچر سے استفادہ کیا جائے گا۔ جو اس دور میں تیار ہوا ہے اور دین کو روایتی مذہب کے بجائے زندگی کے مسائل سے متفق ایک طرز حیات کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اسلامی علوم کو مختلف شعبوں میں اور ہر شعبہ میں اختصاص حاصل کرنے والوں کی مسلسل ضرورت ہے اس کے لیے مفصل نصابات تشکیل دیئے جانے چاہیں۔ ایک شعبہ قرآن کے تحقیقی مطالعہ کا ہو جس میں پچھلے مفسرین کے کام کا جائزہ لینے کے بعد مزید کام کیا جائے مختلف پہلوؤں سے قرآن کی گہرائیوں میں اُترنے کی کوشش کی جائے اور علوم انسانی کے تمام شعبوں سے استفادہ کرکے قرآن میں مزید بصیرت حاصل کی جائے۔ اس طرح ایک شعبہ علوم حدیث کا ہونا چاہیے۔ جس میں قدیم محدثین کے کام سے پورا فائدہ اُٹھانے کے بعد حدیث میں تحقیق، تنقید ترتیب معلومات اور اخذ نتائج کا مزید کام کیا جائے۔ دور حاضر کے متعلق زیادہ سے زیادہ تفصیلات ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالی جائیں اور ان سے وہ نتائج اخذ کئے جائیں جو اب تک ہمارے علم سے مخفی ہیں۔ ایک شعبہ قانون کا ہونا چاہئے جس میں قرآن کے احکام، حدیث نبوی کی قولی و علمی تشریحات، صحابہ کرام اور تابعین کے اجتہادات اور ائمہ مجتہدین کے طرز استنباط اور جزئیات میں ان کی تصریحات کا مفصل تحقیقی مطالعہ کیا جائے نیز دنیا کی دوسری پرانی اور نئی قوموں کے قوانین اور قانونی نظامات پر بھی گہری نظر رکھی جائے اور زندگی کے روز بروز بدلنے والے معاملات و مسائل پر اصولی قانون اسلامی کو منطبق کرکے فقہ کے ان چشموں کو پھر سے رواں کیا جائے جو صدیوں سے سوکھ رہ گئے ہیں۔ ان چشموں کو دوبارہ سیر اب کرنے کے لیے نصاب اسلامیات اس وقت انتہائی اہمیت کے حامل ہے کیونکہ نصاب حقیقتاً اس طرح کا کردار ادا کرتا ہے:

"Curriculum is the soul of the process of education. It is the heart of educational institution and mind of course. Identifying the place of curriculum in educational process an educationist once said; curriculum is the tool in the hand

---

(۱) دیکھیے: اسلامی ریاست میں نظام تعلیم: ص ۱۳۰ تا ۱۳۲۔

of the Artist (the teacher) to mound his material (the knowledge) according to his ideal (aims and objective) in his studies (students)." (1)

ترجمہ: تعلیمی ضابطہء کار میں نصاب روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تعلیمی اداروں کا دل ہوتا ہے اور ظاہر ہے دماغ بھی۔ ایک ماہر تعلیم نصاب کا مقام اس طرح متعارف کراتا ہے: نصاب ایک ہتھیار ہے جو کاریگر (استاد) کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جس سے مواد (تعلیمی مواد) درست کرتا ہے، جو اپنے مثالی تصور (مقاصدِ تعلیم) کے تناظر میں مطالعہ (طلبہء) میں رہتا ہے۔

نصاب کا معاشرتی تقاضوں سے ربط، اسلامی نظام تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھے گا۔ بصورت دیگر مقاصد تعلیم کے حصول ممکن نہیں۔ اگر کسی نظام تعلیم میں محض قرآن کی تفاسیر اور احادیث کے ماہرین پیدا کئے جائیں تو یہ کسی اسلامی مملکت کا نظام تعلیم نہیں کہا جاسکے گا۔ ملک اور معاشرہ کی ضروریات کی تکمیل میں نصاب تعلیم اپنا کردار ادا کرے گا۔ معاشرتی تقاضوں کا ایک پہلو تعلیم کو معاشرتی تبدیلی لانے کے وسیلہ کی حیثیت سے استعمال کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کی تعلیم وتربیت سے جو عالمگیر اور تاریخ انسانی کا دوررس انقلاب برپا کیا وہ تعلیم کے اس تصور کی صداقت کا ثبوت ہے جو ایک ہمہ جہت ہے اس تصور میں سیاست، معاشرت، سائنس اور ٹیکنالوجی سب کی اہمیت برابر ہے۔ اگر نصاب اسلامیات صرف شریعت تک ہی محدود رکھا جائے تو یہ نصاب کی تعریف پر پورا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس کے لیے تمام طرز کے علوم چھانٹنا ہوں گئے جیسے:

۳۔ا۔ فطری علوم: فطری علوم میں وہ تمام علوم شامل ہیں جو بظاہر فطرت کی تفہیم اور تسخیر کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں۔ انسان زندگی کے لیے ان علوم کی اہمیت ناقابل انکار ہے۔ قرآن کریم سائنس کی کتاب نہیں ہے اور نہ اس کی موضوع کا براہ راست سائنس سے کوئی تعلق ہے چونکہ یہ اسی مصنف کی تالیف ہے جس نے کائنات کو تخلیق کیا ہے۔ اسی لیے اس کے گہرے مطالعہ سے سائنس کے ایک طالب علم کو نہ صرف نظام کائنات کا بنیادی فارمولا معلوم ہوجاتا ہے بلکہ قریب قریب ہر شعبہ علم میں اسے صحیح نقطہ نظر اور تلاش وتجسس کے لیے ایک صحیح رُخ بھی ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو انسانوں کے دل میں ایمان کو گہری جڑوں سے راسخ کردینے والا نہ ہو۔ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، اناٹومی، اسٹرونمی غرض جس علم کو بھی دیکھا جائے ایسے ایسے حقائق سامنے آئیں گے جو انسان کو سچا اور پکا مومن بنادینے کے لیے کافی ہیں سائنس کے حقائق سے بڑھ کر آدمی کے دل میں ایمان پیدا کرنے

---

(1) Elementary Curriculum discovery: Marlow edgier D bhaskara roo, Publishing House New Delhi, India. (No Date) p1

والی کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ یہی تو وہ آیات الٰہی ہیں جن کی طرف قرآن بار بار توجہ دلاتا ہے، یہی وہ روح ہے جو فطری علوم کے تمام شعبوں میں جاری وساری ہونا چاہیے۔ طالب علم کائنات وفطرت کا مطالعہ کرے اور یہ جانے اور سمجھے کہ اس کے پیچھے اصل کار فرما قوت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر شعبہ علم سے متعلق قرآن کی آیات موجود ہیں جو مناسب انداز سے نصاب میں شامل کی جائیں گی تاکہ طالب علم رموز کائنات کی اصل حقیقت سے آگاہ ہو اور اس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ یہ کارخانہ اپنے آپ چل رہا ہے۔ اور اسے مرنے کے بعد کہیں جواب نہیں دینا ہے۔ اس ضمن میں ایسی آیات موجود ہیں جو نباتات کے مختلف ابواب کے بارے میں بالواسطہ یابلاواسطہ راہنمائی دیتی ہیں۔ حیوانات کے مختلف ابواب کو بعض قرآنی آیات کی روشنی میں پڑھانے کے لیے ایسے خطوط دیئے گئے ہیں جن سے نفس مضمون اپنی جگہ رہتا ہے لیکن ان کو دیکھنے کا زاویہ نظر اسلامی تصور کے مطابق ہو جاتا ہے۔ کیمیا کی اسلامی نظریاتی تدریس کے لیے اصول پیش کئے گئے ہیں۔ اسی طرح طبعیات، ریاضی اور فطری علوم کے دیگر شعبوں کے بھی نصاب اسی طرح مرتب کئے جانے سے مراد اسلامیات کی گہرائی ہے ۔

۴۔۱۔ اطلاقی علوم: فطری علوم کے ذریعہ جو قوانین الٰہیہ علم میں آئے۔ ان کے اطلاق سے بہت سے ایسے علوم وجود میں آئے جو انسان کے فائدہ اور بہتری کے لیے ہیں اور جن کو اختیار کر کے انسان نے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے بہتر سے بہتر حالات پیدا کئے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے باب پنجم میں فصل اوّل مختص کی گئی ہے۔

۲۔ فرد اور معاشرہ: فرد معاشرہ کی اکائی ہے۔ معاشرہ کی بہتری کے لیے اس کی اکائی (فرد) کو بہتر کیا جاتا ہے۔ فرد کی بہتری اس کی مکمل نشوونما سے ممکن ہے جو مقاصد تعلیم سے ہے انہی مقاصد کے حصول کے لیے جو میکانکی طریقہ کار بنایا جاتا ہے "**نصاب**" کہلاتا ہے۔ معاشرہ، تعلیم وتربیت سے بنتا، بگڑتا ہے اور نظام تعلیم میں نصاب ایک بنیادی اکائی ہے۔ اگر قرآن کے تصور تعلیم کو سمجھنا اور اپنانا چاہتے ہیں اور اس کردار کی جھلک آس پاس دیکھنا چاہتے ہیں جسے قرآن پسند کرتا ہے تو معاشرے اور تعلیم کو مربوط کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر اگر حیاء داری اور جنسی پاکیزگی کو نئی نسل میں رائج کرنا درکار ہو تو اس کا درس دیتے وقت معاشرے کی صورت حال کو زیر بحث لانا ہو گا اگر اس میں جنسی پاکیزگی کم ہو رہی ہے، حیا و حجاب کا چلن اُٹھتا جا رہا ہے تو اس کے اسباب و محرکات پر روشنی ڈالنا ہو گی اور اگر حکومت یا سیاسی اداروں کی خواہش کے خلاف و اسباب محرکات اپنی جگہ قائم ہیں تو نئی نسلوں کو مطمئن کرنے کے لیے اور ان کو حیاء اور جنسی پاکیزگی سے وابستہ رکھنے کے لیے وہ راہیں سمجھانا ہوں گی جن سے پسندیدہ احوال کی عملاً اصلاح ہو سکتی ہے۔ اسی طرح معاشرے میں لوٹ کھسوٹ اور استحصال کا بازار گرم ہو اور بعض طاقتور طبقے اپنے دائرہ اختیار اور وسائل کی مدد سے کمزور طبقوں پر مسلسل ظلم ڈھا رہے ہوں نئی نسل کو معاشی نصاب کی تعلیم

دیتے وقت ان احوال واقعی کا بیان ناگزیر ہے اور بیان اس وقت موثر اور بامعنی بنتا ہے جب کسی برائی کو دور کرنے اور اس پر قابو پانے کے وسائل سامنے لائے جائیں۔ نصاب سازی کرتے ہوئے اس مسائل سے آگہی اور ان کا واضح شعور بھی ضروری ہے اور یہ مہارت بھی کہ ان کو نصاب میں کسی سطح پر کن مضامین کے ذریعے شامل کیا جائے۔(۱)

باحث کے نزدیک، بحیثیت مجموعی ہماری تعلیم تمام علوم کا احاطہ کرنے والے نصاب پر مشتمل ہے۔ فرق یہ آرہا ہے کہ عصری علوم کو ایک خانے میں رکھا گیا ہے اور اسلامی یا مذہبی علوم کو دوسرے خانے میں بند کر دیا گیا ہے جب کہ مذہب اور عصر آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ان کی علیحدگی کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ عصری علوم روحانیت سے خالی ہیں اور مذہبی علوم مادیت سے علیحدہ کیے جارہے ہیں۔ اس کی وجہ سے معاشرہ دو طرح کے طبقات میں تقسیم ہو رہا ہے۔ دنیا بھر میں مادیئت کے عروج کی وجہ سے مادہ پرست طاقت ور اور روحانیت والے کمزور ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے انسانی، اخلاقی اور روحانی قدریں گرتی جارہی ہیں انسان ایک مشین اور ایک حیوان کی سی زندگی گزارنے کی طرف جھک رہا ہے جو کہ تعلیم کے مقاصد کے الٹ عمل ہے، تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کو اعلیٰ انسانی اوصاف سے لیث کرنا ہے۔ یہ مقاصد تعلیم کو علیحدہ علیحدہ خانوں میں بند کرنے کی بجائے ایک ہمہ جہت تعلیم دینے سے حاصل ہوں گئے۔ اس ہمہ جہت تعلیم کے لیے نصاب سازی کرنا پڑتی ہے اور نصاب میں علوم کو ہمہ جہت انداز میں پیش کرنے کے لیے اسلامی اصولوں کو بنیاد بنانا ہو گا۔، اسلامی اقدار کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ ایک طالب علم بے شک مشتری، مریخ پر کمندن ڈال رہا ہو لیکن اس کے ذہن میں یہ بات بہر صورت پیوست کرنا ہو گی کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ اس کا وجود ہمیں اس کے بعد آنے والی زندگی کا نمونہ دے رہی ہے۔ ہمیں کائنات کی اشیاء سے استفادہ بطور نعمت خداوندی کرنا ہے اور اس نعمت کو ایک امانت کے طور پر لینا ہو گا اور ان کے استعمال کا اس کے بعد کی زندگی میں بالخصوص اور اس دنیا میں بھی اس کے استعمال سے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس کائنات میں اشیاء سے استفادہ کے لیے علوم کا حصول ایک بڑی عبادت کے لائق ہے اور یہ مطالعہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا جاتا ہے اگر اس خوشنودی سے علاوہ اس علم کو حاصل کیا جائے تو یہ انسان کو سرکشی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ سارا عمل نصاب اسلامیات کے ذریعہ ممکن ہے۔ اگر نصاب اسی طرح اپنی روایات کے مطابق صرف اسلامی تعلیمات ہی کو آگے رٹّوانے تک محدود ہو تو تعلیم میں ہمہ جہتی ممکن نہ ہو گی اور جب تک تعلیم ہمہ جہت نہ ہو گی اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو گی۔

ماہرین تعلیم کے نزدیک اس طرح کے مفہوم سے بھی نصاب متعارف ہے جسے:

---

(۱) دیکھیے: اسلامی ریاست میں نظام تعلیم ص ۱۳۵ تا ۱۴۱

"Important ingredients for creating successful curriculum reform include a culturally and linguistically planed developmentally appropriate curriculum that is likely to promote positive outcomes for all children. As a part of that process we are learning how to formulate way of teaching; we are learning how to reform, state and national policy for schools and we are learning how to help those interested in producing a high quality of education for all children through effective administration, curriculum planning and development. What is important that we must act now".(1)

مفہوم: اصلاح نصاب میں کامیاب عناصر ترکیبی ثقافتی اور زبان دانی کے ہیں جس سے بچوں کو مثبت ماحاصل بذریعہ نصاب حاصل ہوتے ہیں۔ طریقہ ءِ تدریس کو درست سمت پر لانے کے لیے ہمیں سکول کے متعلق بنائی گئی قومی تعلیمی پالیسیوں کی اصلاحات کرنا ہوگی۔ معیار تعلیم کی بہتری کے لیے تعلیمی انتظامیہ اور تعلیمی نصاب میں بہتری کرنا ہوتی ہے۔ بچوں کے لیے موئثر تعلیم ایک بہترین انداز میں تدوین نصاب اور نصابی منصوبہ بندی کرنا ہوتی ہے۔ (ہمیں اندازہ ہونا چاہیے) کون سا کام ہے جو اس وقت کرنا انتہائی اہمیت کے حامل ہے؟

نصاب تعلیم و تعلم اور معاشرتی ترقی کی ایک بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم جس رُخ پر چاہیں اپنی قوم کو بذریعہ نصاب موڑ سکتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمارا رخ کیا ہے؟ ہم قوم کو دینا کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے ملک میں یہ بات رائج ہے کہ ملک میں تعلیم عام ہو ااس کے لیے معقول منصوبہ جات پر کام بھی ہو رہا ہے۔ لیکن تعلیم ہے کیا چیز؟ اس کو ابھی اس انداز میں نہیں لیا جا رہا جو اصل میں ہے۔ اور اسی چیز کا نام مقاصد تعلیم ہے ہم اپنے مقاصد کو دیکھے بغیر ہی تعلیم دے رہے ہیں اگر مقاصد کو دیکھا جائے تو ملک کی بنیادی ضرورت نصاب، کو اس طرح مرتب کرنا ہے جس سے ہمارے تعلیمی مقاصد کا حصول ممکن ہو اور جب تمام توانائیاں ان مقاصد کے حصول کے لیے خرچ ہوں گی تب تعلیم بامقصد بنے گی۔ ہمارے ملک میں قومی سطح پر پڑھائے جانے والے نصابات اسلامیات چار کتابچوں پر مشتمل ہیں:

(i) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی (جماعت سوم تا دوازدھم) (ii) قومی نصاب (اعلیٰ) اسلامیات اختیاری جماعت نہم تا دوازدہم۔ (iii) نصاب اسلامیات لازمی (بی ایس پروگرام) (iv). نصاب اسلامیات برائے بی ایس اسلامیات ۴ سالہ (۲)۔ (ان کے علاوہ کئی طرح کے اور بھی نصابات ہیں لیکن وہ قومی سطح کے نہیں ہیں البتہ وفاق

---

(1) Curriculum Development and Implementation : Allan AG Glatthron Floyd, Saga Publication London, New Delhi. P402

(2) HIGHER EDUCATION COMISSION: CURRICULUM OF ISLAMIC STUDIES (BS 4 YEARS), ISLAMABAD, (REWISED) 2015

المدارس ملک میں بڑے پیمانے پر پڑھائے جارہے ہیں اس لیے بڑے وفاق المدارس کو بھی مقاصد تعلیم کے تناظر میں دیکھا جائے جائے گا)۔

یہ وہ نصابات ہیں جنہیں ہم مجملہ **"قومی نصاب اسلامیات"** کہہ سکتے ہیں۔

قومی نصاب اسلامیات ،ضرورت واہمیت

اسلام، تعلیم کو انسانیت کی بقاء کی بنیادی اکائی قرار دیتا ہے۔ نظام تعلیم میں نصاب بنیاد ہے۔ نصاب جتنا مؤثر ہو گا، تعلیم بھی اتنی ہی مؤثر ہو گی۔ یعنی تعلیم و تعلم اس وقت کی دنیا میں بذریعہ نصاب رائج ہیں۔ ہمارا موضوع چونکہ قومی نصاب اسلامیات ہے اس طرح ہمیں ایک نظر اپنی قومی سوچ پر بھی رکھنی پڑے گی۔ ہمارا ملک جو پالیسی دے گا اس کے مطابق ہی نصاب رائج کیا جائے گا۔ اسلامیات کی طرف جھکاؤ جتنا ہو گا اسی حساب سے تعلیم بھی ہو گی۔ دراصل اس وقت نصاب سازی مواد کو سمو دینے کے تناظر میں ہوئی ہے جس کی وجہ سے کئی قباحتیں سامنے آتی ہیں جیسے تعلیم دوہرے معیار میں جکڑی ہوئی ہے۔ ایک طرف وحی اور دوسری طرف عقل کو بنیاد بنا کر علوم کو کتابی شکل دے کر بطور نصاب رائج کیا گیا ہے جب کہ حقیقتاً عقل کی اصلاح بذریعہ وحی کر کے علوم مرتب کئے جانے سے اس دوہرے معیار سے چھٹکارہ پایا جاسکتا تھا۔ جیسے تاریخ اسلام میں اس نہج پر ہی مسلمانوں نے کام کر کے ترقی پائی۔ جغرافیائی آزادی کے باوجود آج تک تعلیمی سوچ کی آزادی نہ پاکستانی قوم نے نہیں پائی اور آج بھی ایک انگریزی ماہر تعلیم کی سوچ کے گرد ہی گھوم رہی ہے۔ اب موجودہ صورت حال اس طرح کی بن گئی کہ جانا کہیں اور ہے اور راستہ کوئی اور اختیار کیا ہوا ہے۔ جس کا سرا منزل سے ملتا نظر نہیں آرہا اور منزل تک پہنچنے کے لیے مقاصد تعلیم تک رسائی بذریعہ اسلامائزیشن آف نالج کرنی ہے۔ اس منہج پر اسلاف کے علاوہ آج بھی کئی مسلم سکالر ایک مثبت حل پیش کرتے ہیں۔ گو کہ اس کام کو مکمل ہونے کے لیے بڑی محنت اور وقت کی ضرورت ہے لیکن اس محنت سے ڈر کر اس سے روگردانی کرنا بھی ایک نسل کے بعد دوسری نسلوں کا تعلیمی قتل محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تکمیل کے انتظار کی بجائے اس نظریہ کی منہج کو اختیار کرنے کے لیے موجودہ خام مال سے استفادہ کر کے قوم کی تعلیمی بقاء کی طرف قدم بڑھانا وقت کی اہم ضرورت ہے تب ہی تعلیم بامقصد بنے گی اور یہ سارا کام بذریعہ نصاب اسلامیات کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کاوش کی طرف توجہ دینا ایک اسلامی سکالر ہی کے حصہ میں آتا ہے چونکہ موجودہ ماہرین تعلیم (شعبہ ایجوکیشن) اسلامیات کو سمجھنے میں کوتاہی کے سبب اپنے ہی ذہنی سانچے میں علوم کو ڈالنے کے لیے اکثر سیکولر نظام تعلیم کا سہارہ لے لیتے ہیں جس سے قوم Dualism کا شکار ہے۔

تعلیمی ثنویت اور نصاب اسلامیات

اس دوہرے معیار کے اثرات اس وقت بنظر عام دکھائی دیتے ہیں۔ جب ایک طرف آزاد خیال Liberal Mindedاور دوسری طرف،Rigid Minded تنگ خیال لوگوں کی تعلیمی مڈبھیڑ شروع ہوتی ہے۔ حالانکہ بحث کرکے بغیر کسی نتیجہ پر ہی کھڑے رہنے والے دونوں بیوقوف ٹھہرتے ہیں۔ نصاب اسلامیات ایک ایسا مضمون ثابت کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعہ سے تخیلات Mind set کو بہترین نتیجہ دے کر قوم کو ہم خیال بنایا جاسکتا ہے۔ یہ ہم خیالی تعلیمی ترقی کا بنیادی زینہ ہے۔ تعلیم کسی قوم کی نظریاتی سرحدوں کی محافظ ہوتی ہے۔ جس طرح جغرافیائی سرحدوں پر پاکستانی فوج یک جان ہو کر کھڑی رہتی ہے۔ اس طرح قوم کو نظریاتی سرحدوں کے لیے بھی یک جان ہونا پڑے گا ورنہ دفاعی حالت اس طرح کی بن جائے گی کہ ایک جرنیل ایک حکم دے جب کہ اس کے مقابلے میں دوسرا جرنیل دوسرا حکم دے دے تو ایک کے حکم پر بھی عمل نہ ہو گا اور دشمن آسانی سے اپنی من مانی کارروائیاں کرتا رہے گا۔ اس صورت حال کے ثبوت کے طور باحث درج ذیل اقتباسات پیش کرتا ہے جو ایک لبرل مسلمان نے تمام انسانی حدود کو مذہب کی ضد میں پھلانگ کر انسان کو ایک مشین بنانے کی اپنی آخری کوشش کرتے ہوئے "نصاب تعلیم اور دینیات" کے عنوان تک بھی رسائی حاصل کی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

"آزادی کی فضاسے محروم تعلیمی عمل شخصیت میں بے شمار پیچیدگیاں پیدا کر سکتا ہے۔ ذہانت میں اضافہ نہیں ہو گا جو تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے ہمارا ملک گزر رہا ہے۔۔ لیکن ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کے لیے ہم بحیثیت قوم چاہتے کیا ہیں؟ کیا ہم ایک جدید مہذب ریاست کے زیر سایہ ترقی یافتہ قوم بننا چاہتے ہیں یا صدیوں پرانے کسی قبائلی نیم فیوڈل اور ناخواندہ معاشرے کی "پاکیزہ اخلاق واقدار" کو گلے لگائے رکھنا چاہتے ہیں ہمیں سوچنا ہو گا کہ "دین دار" اور اخلاقیات" کی علمبردار قوموں کے مقدر میں سیاسی اور اقتصادی پسماندگی کیوں لازمی طور پر لکھی ہے" (۱)۔

آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں:

"اگر فلسفہ تعلیم اور مقاصد تعلیم سامنے رکھیں تو نصاب تعلیم میں دینیات پر زور دینے سے معکوس نتائج بر آمد ہوں گے۔ تعلیم (Counter productive) بن جاتی ہے اور ان مقاصد کا ہی قتل ہو جاتا ہے جن کے لیے تعلیم دی جارہی ہوتی ہے۔ دینیات کے مضمون کا درس دیں گے تو درج ذیل منفی نتائج بر آمد ہوں گے۔ (الف) مذہبی تعلیم کی وجہ سے طالب علم کے اندر آزادی فکر کا بیج نہیں پھوٹ سکے گا۔ وہ زندگی اور کائنات کے یک طرفہ اور محدود نقطہ نظر

---

(۱) تعلیم اور ہماری اُلجھنیں: ارشد محمود، مشعل، عوامی کمپلیکس، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور (س ن)۔ ص ۷۹

میں پابند ہو جائے گا۔ عقیدہ کوئی بھی ہو اس کی اساس دوسروں کو غلط اور خود کو اعلیٰ کہنے پر ہوتی ہے۔ جب کہ تعلیم کا مقصد ذہن کی ایسی تربیت کرنا ہے جس سے وہ آزادانہ اور تمام متعلقہ عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ سکے"۔(۱)

اسی طرح مصنف مزید تین نکتوں میں اسی طرح کا موقف پیش کرتا ہے کہ نصاب تعلیم میں دینیات کو سرے سے ہی خارج قرار دینا ایک مناسب عمل رہے گا جس کا مفہوم اس طرح ہے:

(ا) مذہب سے فرقہ پرستی پھیلتی ہے جو دماغ کو جکڑ دیتی ہے اور ذہن کھل نہیں سکتا۔۔(ب) بچہ ایک تعلیمی گھنٹی میں قوانین فطرت سائنسی انداز میں پڑھتا ہے جبکہ اسلامیات کی تعلیمی گھنٹی میں قوانین فطرت کو ایک آناً فاناً چیز بتایا جاتا ہے۔۔(ج) دینیات مخصوص تاریخی اور دیومالائی قصوں، بندے ٹکے عقائد اور اخلاقیات کے لیکچر پر مشتمل ہوتی ہے۔۔ کردار سازی کی بجائے دینیات ثواب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔(۲)

آگے چل کر مصنف مزید لکھتے ہیں:سیدھی سی بات ہے ریاستی فنڈز سے چلنے والے سکولوں کے نصاب(Curriculum) میں دینیات کی کوئی جگہ نہیں ہونی چاہئے۔ سکولوں کا مقصد عقائد دینا نہیں علم دینا ہوتا ہے۔ اگر کسی کو مذہبی تعلیم حاصل کرنی ہو تو اس کے لیے الگ سکول ہونے چاہیے۔۔ تعلیم کو تبلیغ نہ بنایا جائے۔۔۔

مصنف کا غصہ پھر بھی نہیں مٹتا اسلامی تعلیمات کو مزید غلط کہہ کر اپنی مزید ذمہ داری نباہ رہے ہیں۔ شاید ان کے نزدیک یہ بہت ہی کم قیمت سرمایہ ہے اور اس پر پھر کچھ صفحات میں اپنی بڑھاس نکالتے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کے خلاف ہے۔ ہماری نسل نہ دین کی رہی نہ دنیا کی"۔(۳)

آگے چل کر مصنف مزید لکھتے ہیں: "عقیدے میں مختلف النوع کی تفہیم کی اجازت نہیں ہوتی۔۔۔ مادہ پرستی بڑھ گئی ہے۔ اسی لیے نوجوانوں کو مذہب سے دلچسپی نہیں رہی۔۔ دینیات میں غور و فکر کی گنجائش نہیں چھوٹی عمر میں مذہبی

(۱) تعلیم اور ہماری اُلجھنیں، ص ۸۲

(۲) دیکھیے: ایضاً: ص ۸۲، ۸۳

(۳) تعلیم اور ہماری اُلجھنیں، ص ۸۴ تا ۹۰

تعلیم جدید سائنسی نظریات مصنف کے نزدیک "لارڈ میکالے" (۱) ہمارے محسن اوّل ہیں جنہوں نے علم کو دین سے الگ کر کے دیا" (۲)

یہ اقتباسات ایک لبرل ماہر تعلیم کے ہیں۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے ذہن میں اسلامیات کا کیا نقشہ ہے اب ایک مذہبی ماہر تعلیم نصاب اسلامیات کو کس طرح دیکھ رہے ہیں درج ذیل چند نصی اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"جس نصاب پر ہندوستان کے مدارس صدیوں سے کام کر رہے ہیں وہ تجربہ میں آچکا ہے اور اس کے فوائد سے پاکستان اور ہندوستان علم، تقویٰ اور طہارت میں ممتاز درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ اگر یہی نصاب رہے گا تو علم، تقویٰ اور طہارت باقی رہے گا ورنہ جو حال دوسرے ممالک کا ہوا وہی یہاں بھی ہوگا" (۳)

"ڈرائنگ کی نہ دینی کام میں ضرورت ہے اور نہ اس میں لگ کر وقت کو ضروری علوم سے ہٹا کر ضائع کرایا جاسکتا ہے ورنہ دنیا میں سینکڑوں فنون ہیں کس کس کو لے کر اصل کام کا وقت کھویا جائے اور جاندار کی تصویر سخت گناہ ہے" (۴)

تعلیمی دوئی سے پاکستان میں زیادہ اثرات اس لیے بھی مضر ہیں کہ اس قوم کا نظریہ اسلامی ہے اور جب عمل اسلام سے نکلا ہوا نہ ہو تو قوم اپاٹ ہو جاتی ہے۔ اس قضیہ کے حل کی طرف بذریعہ نصاب اسلامیات اس طرح جایا جاسکتا ہے:

اسلامی طرزِ تعلیم

دراصل ایک اسلامی تعلیم ہے اور ایک تعلیم، اسلامی تناظر میں ہے۔ پاکستانی قوم نے نصاب اسلامیات کو آج تک اسلامی تعلیم کے لیے مرتب کرنے کی ضرور کوشش کی لیکن تعلیم کو اسلامی تناظر میں کرنا اپنے ذمہ ہرگز نہ لیا جس کی

---

(۱) لارڈ میکالے کا پورا نام Thamos Babignton Macauley ایک تاریخ دان، سیاست دان اور ماہر تعلیم ۱۸۰۰ء میں برطانیہ میں پیدا ہوا۔ ۱۸۳۰ء میں ممبر آف پارلیمنٹ بنا، برطانیہ کی یونیورسٹی گلاسگو میں ریکٹر کے عہدہ پر بھی فائز رہا۔ برصغیر میں اس نے فارسی کی بجائے انگلش زبان رائج کی۔ برصغیر میں تعلیم کا مقصد کلرک پیدا کرنا قرار دے کر تعلیم کی اصل روح سے روگردانی کی۔ اس کی مشہور کتاب؛ ہسٹری آف انگلینڈ ہے جس کی دو جلدیں ۱۸۴۸ء میں، تیسری، چوتھی جلد ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئیں زندگی کے آخری ایام میں اس نے اپنی کتاب کا پانچویں جلد مکمل کی اور ۱۸۵۹ء میں فوت ہوا۔ (آزاد دائرہ المعارف لارڈ میکالے۔ اخذ شدہ ۲ جنوری ۲۰۲۰ء)

(۲) تعلیم اور ہماری اُلجھنیں، ص:۲۸

(۳) نصاب و نظام دینی مدارس، جمیل احمدؒ مولانا، تھانوی، مفتی، ناشران قرآن لمٹیڈ، اُردو بازار لاہور۔ ص ۶۶، س ن

(۴) ایضا: ص ۱۳۸

وجہ سے جن لوگوں نے اسلامی تعلیم حاصل کی وہ دوسری تعلیم کو درست خیال نہیں کرتے جبکہ جنھوں نے دوسری تعلیم حاصل کی وہ اسلامی تعلیم کو مشکوک نظروں سے دیکھنا شروع ہوگئے۔ اگر تعلیم کو اسلامی تناظر میں لیا جائے تو یہ دوریاں مٹ سکتی تھیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے حدف(Target) کا تعین کرنا ہوگا کہ ڈرائنگ پڑھ کر کیا پانا ہے اور نہ پڑھ کر کیا کھونا ہے۔ دماغ کی آزادی سے کیا مراد ہے اور اس آزادی سے کیا حاصل کرنا مقصود ہے؟ کیا انسان اسی دنیا ہی کے ہیں یا کہیں کُوچ بھی کرنا ہے؟ کیا انسان یہی ہے جو نظر آرہا ہے یا اس کی کوئی باطنی حیثیت بھی ہے؟ اگر ہے تو اس کی کیا ضروریات ہیں؟ اس ساری صورتحال کو باریک بینی سے سمجھ کر اس کی اصلاح کے لیے تعلیم حاصل کی جائے پھر اس تعلیم کے حامل علماء میں مندرجہ بالا اقتباسات جیسی کج بحثیں نہ ملیں گی بلکہ ٹھوس دلائل کے ساتھ آمدہ زندگی کی بہتری کے لیے مفید بحثیں سامنے آئیں گی۔ اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب قوم کو تعلیم، اسلامی تناظر میں دینے کے لیے اسلامیات کا ہمہ جہت نصاب مدون ملے گا جو مقاصد تعلیم کے حصول کا ذریعہ بننے کا قابل ہو گا ورنہ قوم انہی بے مقصد باتوں ہی میں الجھی رہے گی۔ مقاصد تعلیم سے پہلو تہی کی وجہ سے ماہرین تعلیم نصاب اسلامیات کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ جبکہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔ مقاصد تعلیم ایک ایسا پیمانہ ہے جس کے ذریعے قومی سوچ کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ ورنہ آراء ہمیشہ منتشر رہیں گی۔ جن دو مختلف الخیال سکالرز کا ذکر گزشتہ صفحات پر ذکر کیا گیا ہے، ایک نے بھی تعلیم کے مقاصد کو اپنی بنیاد نہ بنایا۔ جس کی وجہ سے بجائے اصل کام کے توانائیاں منفی رُخ اختیار کیے ہوئی ہیں۔ اس لحاظ سے اس وقت مقاصد تعلیم ایک پیرامیٹر کی حیثیت رکھتا ہے جس کو بنیاد بنا کر نصاب اسلامیات مرتب و مدون کرنے سے بہت ساری الجھنیں دور ہو سکتی ہیں۔ مقاصد تعلیم صرف اسلامیات ہی سے حاصل کیے جانے شاید ہر سطح کے طالب علم کے لیے آسان کام نہ ہو لیکن جب بنیادی مقاصد پر سرسری نظر دوڑائی جائے تو کردار سازی کے گرد زیادہ گھومتے نظر آتے ہیں۔ اب اسلامیات سے جو کردار سازی کی جاسکتی ہے یا اسلام جو تعلیمات کردار سازی کے لیے فراہم کرتا ہے وہ دیگر ذرائع سے نہیں مل سکتیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی مقاصد کا حصول اس وقت آسان ہو گا جب علوم کو کُل کی حیثیت دے کر ان کا مقصد سامنے لایا جائے گا۔ پھر ان علوم کی اسلامی زاویہ سے بحیثیت مجموعی جھانچ پرکھ کی جائے گی۔ اس کے متعلق کئی مفکرین نے اس انداز میں کام کیا ہے کہ علوم کو اصل حیثیت دی جائے۔ اصل حیثیت وحی میں ہے، عقل میں نہیں۔ دراصل جب معیار وحی پر منتج ہو تب علوم کی اصل حیثیت سامنے آتی ہے۔ عقل معیار کے تابع رہ کر کامیاب ہونے والی چیز ہے۔ علوم کچھ عقلی ہیں اور کچھ وحی سے ہیں سائنسی علوم عقلی ہیں جب کہ مذہبی علوم وحی سے ہیں۔ جو لوگ صرف وحی ہی پر انحصار کرتے ہیں وہ عقلی علوم سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور جو عقل کو ہی معیار بنا لیتے ہیں وہ اور زیادہ نقصان میں چلے جاتے ہیں۔ اس لیے

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک حقیقت (وحی) کو ہی معیار بنا کر عقلی علوم کو اس کے تابع کیا جائے۔ یہ کردار نصاب اسلامیات ادا کر سکتا ہے۔ اس کے لیے، سید قطب شہید کے خیالات اس طرح کے ہیں:

"حقیقت کے ادراک کا ایک ہی منبع ہے۔ جو رسالتوں کا منبع ہے۔ کیونکہ وہ اس مصدر وحید سے اخذ نہیں کرتا جو اسے حق تک یا حق اس تک پہنچانے والا ہو۔ انسان کی معرفت کے جو دوسرے وسائل ہیں وہ اسی قدر عطا ہوئے ہیں جس قدر کہ زمین میں خلافت کا بار اٹھانے اور زندگی کی نشوونما اور اس کی پیہم ترقی کے لیے ناگزیر ہے، اپنے طرز زندگی کی تعین اسے صرف بدلتے ہوئے نت نئے احوال و ظروف کے مطابق نہیں کرنی ہے بلکہ کائنات کے ان عام ثابت قوانین کے مطابق کرنی ہے۔ جس پر اس کا وجود قائم ہے۔ اور اس بڑے مقصد کے مطابق کرنی ہے جو ساری کائنات کا مقصد وجود ہے۔ یہی مقصد ہے جسے انسانوں کا خالق دیکھتا ہے۔ "۔(۱)

خلاصہ بحث:

وقت تقاضا کرتا ہے کہ وحی کے سمجھنے کے لیے عقل سے زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے اور عقل کو راہ راست پر رکھنے کے لیے قدم قدم پر وحی سے راہنمائی کی جائے۔ اس لیے کہ اگرچہ انسان کو پیدائشی طور پر خیر و شر کی صلاحیت بخشی گئی ہے اور اس خیر و شر کی تمیز کے لیے عقل اس کو بطور آلہ دی گئی ہے۔ لیکن اس عقل کو ایک اٹل پیمانے کی ضرورت ہے جس کی طرف وہ برابر رجوع کر سکے۔ جب کوئی معاملہ اس پر دھندلا پڑے یا شکوک و شبہات اسے گھیر لیں یا خواہشات و میلانات اسے اپنی طرف کھینچیں یا دوسرے اسباب و عوامل جو انسان کے جسم کے اعصاب اور اس کے مزاج کو لاحق ہوتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں عقل کے تقاضے پر بھی تغیر و تبدل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اب اس تغیر و تبدل کو متوازن کرنے کے لیے عقل کو اٹل پیمانے کی ضرورت ہے ایسا پیمانہ جو ان عارضی پیمانوں سے متاثر نہ ہو تاکہ اس کی طرف رجوع کر سکے، اس سے راہنمائی لے سکے اور اس راہنمائی کی روشنی میں سیدھے راستے اختیار کر سکے۔ عدل پر مبنی یہ پکا اور سچا پیمانہ اللہ کی ہدائت، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات ہیں۔ ان احکامات کا تقدس یہ ہے کہ ان کی گہرائی میں بذریعہ عقل غوطہ زنی کی جائے۔ یہ اتنا سمندر بے کراں ہے کہ انسان ان کی حدود کو چھو نہیں سکتا۔ اور جتنی گہرائی میں جاتا جائے گا انسانیت کی بہتری اور معاشرتی فلاح کے لیے کا خیر ثابت ہوتا جائے گا۔ اگر صرف اوپر کی سطح تک ہی چکر لگتے رہے تو یہ وحی الہٰی کے تقدس کی پامالی کا باعث بن جائے گا۔ اور شاید اسی پکڑ میں اس وقت امت مسلمہ ہے، اس وقت اسلامی تعلیمات اور قومی نصاب اسلامیات سے جتنا زیادہ استفادہ ہو گا اتنا ہی ہماری قوم ترقی کی منازل طے کرتی جائے گی۔ ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کو ایک ایسی سوچ و

---

(۱) قرآن اور سائنس: سید قطب شہید، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، طبع پنجم، ۱۹۹۵۔ ص ۴۹، ۵۰

فکر سے سرشار کریں جو کسی طرح کی بھی دو رُخی پر مشتمل نہ ہو اور تمام شکوک و شبہات سے بالا تر ہو۔ یہ سوچ و فکر بذریعہ تعلیم ہی ممکن ہو سکتی ہے اور تعلیم اس وقت تک ایسی نہ ہو سکے گی جب تک کہ پاکستانی نصاب تعلیم اسلامی وسعتوں سے استفادہ نہ کرے گا۔ اسلامی وسعتوں کے استفادہ کے لیے ہی ملک کو وجود ملا۔ قرارداد پاکستان، آئین پاکستان اور قومی تعلیمی پالیسیاں اس کام کے لیے ہر طرح کی راہنمائی کر رہی ہیں لیکن ہمارا نصاب تعلیم اس طرزِ عمل کو اپنانے میں بہت پیچھے ہے۔ دراصل اس وقت قوم ایک انتہائی نامساعد حالت سے گزر کر یہاں پہنچ پائی، ماضی قریب کئی سازشوں جبکہ ماضی بعید پوری دنیا کو اپنی سوچ کا سکہ منوا چکا ہے۔ پاکستان کسی ایک ٹکڑا زمین کے لوگوں کی جغرافیائی حدود کا پابند ہو سکتا ہے لیکن یہ نظریات میں پوری دنیا کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ جس نظریے کی حیثیت تاریخ میں درخشاں ہے۔ اس قوم کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے الحمد للہ کسی ناامیدی کا مرحلہ نہیں بلکہ جس طرح جغرافیائی محفوظ لگتی ہے اب نظریاتی حدود کی طرف تمام توانائیاں خرچ ہو رہی ہیں اور وہ وقت دور نہیں کہ نظریات بھی ہر سازش کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گئے اس کے لیے بنیادی اینٹ اسلام کی نادر تعلیمات ہیں اور رسمی تعلیم کے لیے نصاب اسلامیات بنیادی ہتھیار ہے۔ اس لیے اس کی قدر و قیمت اس وقت کام آئے گی جب اسے زندگیوں میں رائج کرنے کے لیے نئی نسل کو تمام علوم کو مد نظر رکھ کر ایک ہمہ جہت نصاب مرتب کر کے دیا جائے جو وقت کے تمام تقاضوں کو پورا کرے اور حقیقت میں Integrated Curriculum of Islamic Studies کہلائے۔ اس نصاب سے جو نسل تیار ہو گی اس میں تمام ذہنی الجھنیں جگہ نہ پا سکیں گی۔ ورنہ اگر اسلامیات کو اسی روایتی انداز سے ہی پیش کیا جاتا رہا تو پوری انسانیت کے اجتماعی نقصان کرنے کے مترادف ہو گا۔ اسلامیات کا مطالعہ جو ملک میں ہو رہا ہے یا جو اس پر تحقیق ہو رہی ہے اس میں کوئی کمی محسوس نہیں ہو رہی لیکن جب معاشرتی رجحان Social tandency پر نظر ڈالیں تو بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔ اس فرق کا خاتمہ کرنے کے لیے نسل اور معاشرہ کی سوچ سے واسطہ ڈالنا پڑتا ہے جو اسلام کی موجودہ اقتباساتی تحقیق کے ساتھ ساتھ معاشرتی سوچ کی اسلامی تشکیل کر سکے اور یہی تشکیل کرنے والا ایک وقت کا بہترین ہتھیار نصاب تعلیم اور بالخصوص نصاب اسلامیات ہے۔ اس پس منظر میں نصاب اسلامیات کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کے لیے سب سے پہلے مروجہ نصابات کی اصلی حالت کو دیکھا جائے گا پھر ماہرین تعلیم اور ملکی ضروریات کے پیش نظر اس کی بہتری کی راہیں ہموار کرنے کی کوشش کی جائے گی اور یہی کام سرانجام دینا قومی تعلیمی پالیسیوں کے متقاضی ہے۔

مبحث دوم: تعارف، قومی نصاب اسلامیات برائے جماعت iii تا xii

قومی نصاب اسلامیات جماعت سوم سے بارہویں جماعت تک دو کتابچوں پر مشتمل ہے۔۱۔ قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۔ ۲۔ قومی نصاب برائے اسلامیات اختیاری۔ جماعت سوم تک کا نصاب شعبہ نصابات نے جنرل نالج کے طور پر "مربوط نصاب" مرتب کیا ہے اسی میں اسلامیات کے لیے بھی مواد مختص کیا ہوا ہے اس کے لیے اسلامیات کا خاص نصاب دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح جماعت سوم تا جماعت ہشتم تک اسلامیات لازمی ہی ہے۔ اسلامیات اختیاری نہیں ہے۔ اسلامیات اختیاری ہائی اور ہائر سطح کے لیے ہی ہے۔ واضح رہے کہ یہ نصاب ساز ادارہ اب مرکزی حیثیت کھو چکا ہے۔ اب ہر صوبہ صوبائی سطح پر کام کرے گا لیکن تاحال پورے ملک میں اسلامیات کی تدریسی کتب اسی مرکزی نصاب کے مطابق ہی مرتب ہو رہی ہیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ نصاب اسلامیات اس وقت کس شکل میں موجود ہے، جو کہ حکومت پاکستان وزارت تعلیم، اسلام آباد نے مرتب کیا اس وقت اسی کی روشنی میں ملک بھر میں اسلامیات کی درسی کتب سرکاری نصاب کے لیے تصنیف کر کے پڑھائی جا رہی ہیں:

قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ برائے جماعت سوم تا دوازدہم (۱)

جماعت سوم: باب اول: القرآن الکریم: (الف) ناظرہ قرآن: عربی حروف حرکات کی پہچان (یسرنا القرآن سے)۔ (ب) حفظ قرآن: سورۃ فاتحہ، سورۃ الاخلاص اور سورۃ النصر۔ (ج) حفظ و ترجمہ: تعوذ، تسمیہ، تکبیر، کلمہ طیبہ درود پاک، سبحان اللہ، الحمدللہ، استغفراللہ، ماشاء اللہ انشاءاللہ۔ **باب دوم: ایمانیات و عبادات** (الف) توحید، رسالت اور آخرت کا تعارف (مختصر پیرائے میں) (ب) قرآن مجید کا تعارف اور تلاوت کے آداب (ج) اوقات نماز، اداب نماز، قبلے کا تعارف اور اہمیت، مسجد کی اہمیت اور احترام۔ **باب سوم: سیرت طیبہ:** حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ: حضرت عبدلمطلب کی وفات سے آغاز وحی تک۔ (الف) حضرت ابو طالب کی کفالت، سفر شام، حلف الفضول، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے نکاح، حجر اسود کی تنصیب اور غار حرا میں خلوت نشینی۔ (ب) حضرت محمد ﷺ کی صداقت امانت اور حسن معاملات (کہانی کے پیرائے میں) (ج) حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کی روشنی میں رواداری صبر و تحمل اور حسن معاشرت کی مثالیں (مکی زندگی کی روشنی میں)۔ **باب چہارم: اخلاق و آداب۔** بہن بھائیوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ اچھے تعلقات، جھوٹ، چوری، غیبت اور بہتان سے

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ برائے جماعت سوم تا دوازدہم، شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد۔ ص: ۴ تا ۱۵، ۲۵ تا ۲۷۔

اجتناب، گفتگو کے آداب۔ **باب پنجم: ہدائت کے سر چشمے / مشاہیر اسلام:** حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابو بکرؓ۔ **جماعت چہارم:** باب اول القرآن الکریم: (الف) ناظرہ قرآن: ۱ تا ۳ (تین پارے) (ب) حفظ قرآن: سورۃ الکوثر، سورۃ العصر، اور سورۃ الکافرون (ج) حفظ ترجمہ: سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ، سمع اللہ لمن حمدہ، ربنالک الحمد، ربی ذدّنی علماء، جزاک اللہ خیراً، سورۃ اخلاص۔ **باب دوم:** ایمانیات وعبادات۔ (الف) عقائد

تعارف۔ (ب) ارکان اسلام: زکوٰۃ کا مختصر تعارف (ج) اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق۔ **باب سوم سیرت طیبہ** حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ نزول وحی سے ہجرت مدینہ تک۔ ۱۔ نزول وحی ۲۔ دعوت اسلام ۳۔ قریش کی مخالفت اور آپ ﷺ کی ثابت قدمی ۴۔ ہجرت حبشہ۔ ۵۔ شعیب ابی طالب میں محصوری اور عام الحزن۔ ۶۔ سفر طائف ۷۔ معراج النبی ﷺ ۸۔ ہجرت مدینہ۔ چہارم: اخلاق و آداب: ۱۔ ایمان داری۔ ۲۔ سادگی۔ ۳۔ خدمت خلق۔ ۴۔ آداب مجلس۔ ۵۔ وقت کی پابندی -۶۔ وطن اور اہل وطن سے محبت۔ باب پنجم: ہدایت کے سر چشمے / مشاہیر اسلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عمرؓ۔

جماعت پنجم: باب اول: القرآن الکریم: (الف) ناظرہ قرآن: (الف) ناظرہ قرآن پارہ نمبر ۴ تا ۶ (تین پارے) (ب) حفظ قرآن: آئت الکرسی، سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔ (ج) حفظ و ترجمہ: سورۃ الفاتحہ۔ التحیات۔ درود ابراہیمی۔ ربنا اتنا۔۔۔ عذاب النار۔ ربی جعلنی۔۔۔ یقوم الحساب۔ **باب دوم: ایمانیات و عبادات۔** (الف) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ (ب) اطاعت رسول ﷺ اور اس کی اہمیت۔ (ج) سنت نبوی کی اہمیت۔ (د) جمع و عیدین: تعارف اور معاشرتی اہمیت۔ (ر) روزے کا تعارف اور اہمیت۔ **باب سوم: سیرت طیبہ۔** حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ: ہجرت مدینہ سے غزوہ خندق تک: ۱۔ مواخات۔ ۲۔ مسجد نبوی کی تعمیر۔ ۳۔ **باب چہارم: اخلاق و آداب۔** ۱۔ وعدہ کی پابندی۔ ۲۔ عفو و در گزر اور بردباری۔ ۳۔ رواداری۔ ۴۔ رحم دلی۔ ۵۔ کفایت شعاری۔ ۶۔ اسلامی اخوت۔ ۷ آداب تلاوت۔ **باب پنجم: ہدائت کے سر چشمے / مشاہیر اسلام۔** حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ۔

جماعت ششم۔ باب اول: القرآن الکریم۔ (الف) ناظرہ قرآن: (الف) ناظرہ قرآن پارہ نمبر ۷ تا ۱۲ (چھے پارے)۔ (ب) حفظ قرآن: سورۃ نشرح، سورۃ التین، سورۃ القدر۔ (ج) حفظ و ترجمہ: ۱۔ ربنا افرغ۔۔۔ الکافرین۔ ۲۔ ربنا ظلمنا۔۔۔۔۔ من الخاسرین۔ ۳۔ ربنا اغفرلنا۔۔۔۔۔۔۔ انک روف الرحیم۔ **باب دوم: ایمانیات و عبادات۔** (الف) ایمانیات: اللہ تعالیٰ پر ایمان، توحید: معنی اور مفہوم۔ (ب) عبادات: ۱۔ اذان: فضیلت اور اہمیت۔ ۲۔ نماز: اہمیت و فضیلت و فرائض۔ ۳۔ نماز جنازہ اور اس کی اہمیت۔ ۴۔ حج اور اس کی اہمیت۔ **باب سوم:**

سیرت طیبہ۔ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ: غزوہ خندق سے غزوہ خیبر تک۔ ۱۔ صلح حدیبیہ۔ ۲۔ فرمان رواوں کو دعوت اسلام۔ ۳۔ غزوہ خیبر۔ **باب چہارم: اخلاق و آداب:** ۱۔ طہارت و پاکیزگی۔ ۲۔ صداقت۔ ۳۔ امانت ۴۔ احسان۔ **باب پنجم: ہدایت کے سرچشمے / مشاہیر اسلام۔** حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری۔ طارق بن زیاد۔

جماعت ہفتم: باب اوّل: القرآن الکریم: ۱۳تا ۲۰ (آٹھ پارے) ناظرہ قرآن۔ (الف)۔ (ب) حفظ قرآن: سورۃ الضحیٰ، سورۃ الزلزال، سورۃ القارعۃ۔ (ج) حفظ و ترجمہ: ارَبَّنَالَاتُؤاخذنااِنَّ نَّسِینَا اَواَخطاءنا۔۔۔، رَبَّنَاوَلَاتَحمِل عَلَینَااِصراً کَمَاحَمَلتَہٗ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِنَا۔۔ رَبَّنَاوَلَاتُحَمِّل مَالَاطَاقَۃَ لَنَابِہٖ وَاعفُ عَنَّا، وَاغفِرلَنَا، وَارحَمنَا، اَنتَ مَولٰنَا فَانصُرنَاعَلَی القَومِ الکَافِرِینَ۔ رَبِّ اشرَح صَدرِی۔ وَیَسِّر لِی اَمرِی۔ وَاحلُل عُقدَۃً مِّن لِّسَانِی۔ یَفقَھُو قَولِی۔ **باب دوم: ایمانیات و عبادات۔** ایمانیات: رسولوں پر ایمان (رسالت کے تقاضے)۔ عبادات: اسلام میں عبادت کا تصور، دعا کی فضیلت و اہمیت اور زکوٰۃ کی فضیلت اور معاشرتی اہمیت۔ **بابِ سوم: سیرت طیبہ** حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ غزوہ خیبر سے وصال تک ۱۔ فتح مکہ ۲۔ غزوہ حنین ۳۔ غزوہ تبوک ۴۔ خطبہ حجۃ الوداع۔ **بابِ چہارم، اخلاق وآداب۔** ۱۔ سخاوت کی فضیلت اور بخل کی مذمت۔ ۲۔ میانہ روی۔ ۳۔ مساوات۔ ۴۔ محنت کی عظمت۔ ۵۔ ماحول کی آلودگی اور اسلامی تعلیمات۔ ۶۔ حقوقُ العباد (رشتہ دار، مہمان اور مریض)۔ **بابِ پنجم ہدایت کے سرچشمے / مشاہیر اسلام:** حضرت فرید الدین گنج بخشؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، صلاح الدین ایوبی اور ابن خلدون۔

جماعت ہشتم: بابِ اوّل: القرآن الکریم۔ (الف) ناظرہ قرآن: ۲۱ تا ۳۰ (دس پارے) (ب) حفظ قران: سورہ العادیات، سورۃ التَّکاثُر، سورۃ الھمزہ۔ (ج) حفظ و ترجمہ: سورۃ الانشراح، آیۃ الکریسی۔ **بابِ دوم: ایمانیات اور عبادات:** (الف) ایمانیات: عقیدہ آخرت اور تعمیر سیرت میں اس کا کردار۔ (ب) عبادات: روزہ: فضلیت اور معاشرتی اثرات۔ (ج) حج اور اس کی عالمگیریت۔ **بابِ سوم: سیرت طیبہ۔** ۱۔ خلقِ عظیم ۲۔ صبر و تحمل ۳۔ اخلاق و تقوی۔ ۴۔ عدل واحسان ۵۔ حسنِ معاشرت ۶۔ اندازِ گفتگو۔ ۷۔ گھریلو زندگی۔ **بابِ چہارم: اخلاق وآداب:** ۱۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ ۲ کسبِ حلال ۳۔ کاروبار میں دیانت۔ ۴۔ نظم وضبط اور قانون کا احترام ۵۔ اِتحادِ ملّی۔ **بابِ پنجم: ہدایت کے سرچشمے / مشاہیر اسلام۔** حضرت فاطمہؓ، محمد بن قاسم، بو علی ابنِ سینا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

جماعت نہم و دہم۔ بابِ اوّل: القرآن الکریم: (الف) قرآنِ مجید: تعارف اور فضائل۔ (ب) (ترجمہ و تشریح): منتخب ۲۰ آیات ضمیمہ ۱ کے مطابق۔ **بابِ دوم: الحدیث:** (الف) حدیث وسنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات: (ب) ضمیمہ ۲ میں دی گئی ۲۵ احادیث کا صرف اردو ترجمہ حوالہ جات کے ساتھ درسی کتاب کے مصنفین

موضوعاتی۔ مطالعہ کے ابواب میں مناسب جگہ پر سمو دیں۔ **بابِ سوم :موضوعاتی مطالعہ:**(ب)ایمانیات اور عبادات۔ ا۔ عقیدہ توحید (صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے) ۲۔ عقیدہ رسالت، نبوت و رسالت کا معنی و مفہوم، ضرورت نبوت و رسالت، حب رسول، اطاعت واتباع، ختم نبوت، ۳۔ عبادت کا معنی و مفہوم، اہمیت وافادیت۔ ۴۔ جہاد: تعارف، اقسام اور اہمیت۔ **(ب) سیرت طیبہ / اسوہ حسنہ۔** ا۔ بعثت نبوی ۲۔ دعوت تبلیغ۔ ۳ ہجرت مدینہ اور غزوات ۴۔ خصائل و شمائل نبوی۔ ۵۔ مناقب، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہ کرامؓ کا اجمالی تعارف **(ج) اخلاق وآداب:** ا۔ علم کی اہمیت فضیلت ۲ :اسلام میں خاندان کی اہمیت۔ ۳ :احترام انسانیت ۴ :سلام کے آداب۔ ۵ :عفت وحیا۔ **بابِ چہارم :ہدایت کے سرچشمے / مشاہیرِ اسلام:** :حضرت امام حسینؓ : حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ : جابر بن حیّان :موسیٰ بن نصیر۔

جماعت یازدہم (گیارہویں)۔ دوازدہم (بارہویں) باب اول: القرآن الکریم: تعارف قرآن مجید: مفہوم وحی اور اس کے نزول کی صورتیں، جمع و تدوین قرآن مجید۔ ترجمہ و تشریح: سورۃ البقرہ (آیات ۱ تا ۳۹)، سورۃ الانفال مکمل۔ **باب دوم: الحدیث۔** (الف) حدیث کی حفاظت، تدوین اور حجیت (ب) ضمیمہ میں مندرجہ ۱۵ احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ **باب سوم: موضوعاتی مطالعہ۔ (الف) ایمانیات:** عقیدہ توحید: تعارف وجود باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل (قرآن و سنت کی روشنی میں) عقیدہ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات۔ عقیدہ رسالت: تعارف منصب رسالت کے اوصاف، خصوصیات اور تقاضے۔ فرشتوں پر ایمان: چار فرشتوں کی ذمہ داریاں۔ عقیدہ آخرت: تعارف تصور اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات۔ الہامی کتابوں پر ایمان: تعارف قرآن مجید کی خصوصیات۔ (ب) عبادات نماز: اس کی اہمیت و فضیلت۔ زکوٰۃ: تعارف اہمیت و فضیلت، نصاب اور مصارف۔ روزہ: تعارف اہمیت و فضیلت، فضائل اور شب قدر۔ حج: تعارف اہمیت و فضیلت مناسک حج زیارت مدینہ منورہ۔ (ج) سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ، حضرت محمد ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین۔ حضرت محمد ﷺ بحیثیت معلم، منتظم، سپاہ سالار اور منصف۔ (د) اخلاق و آداب: صبر و استقلال، عفو و درگزر، عدل و انصاف، اخوت اسلامی، حقوق العباد اور حقوق نسواں۔ **باب چہارم ہدائت کے سرچشمے۔** امام جعفر صادقؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

قومی نصاب اسلامیات لازمی جماعت سوم تا دوازدہم ایک نظر میں

اس نصاب کے مطابق جماعت سوم تا ہشتم کے لیے پانچ ابواب ایک ہی نام سے معنون ہیں: ا۔ القرآن الکریم، ۲۔ ایمانیات و عبادات، ۳۔ سیرت طیبہ، ۴۔ اخلاق و اداب، ۵۔ ہدایت کے سرچشمے۔ گو کہ اس میں بتدریج وسعت دینے کی سعی عیاں ہے لیکن اس وسعت میں مزید عنوانات کا اضافہ ناگزیر لگتا ہے۔ اخلاق وآداب کے عنوان میں طلبہ میں سچائی کی قدر، سچ بولنے کی برکات، جھوٹ کی نحوست، اس کی زہریلی تباہ کاریوں سے نئی نسل کو روشناس

کرنے کے لیے جماعت سوم میں **جھوٹ** اور جماعت ہفتم میں **صداقت** کا ایک ایک لفظ بطور عنوان درج کر دیا گیا ہے جو کہ بہت ہی ناکافی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں اخلاق و آداب کو جھوٹ نے انتہائی بری طرح کچلا ہوا ہے اس کا تدارک اسی نصاب سے ممکن ہو گا۔ اسی طرح جماعت نہم تا دوازدہم نصاب میں چار ہی عنوانات درج ہیں ا۔ القرآن الکریم، ۲۔ الحدیث ۳۔ موضوعاتی مطالعہ اور ۴۔ ہدایت کے سرچشمے ہیں واضح رہے کہ موضوعاتی مطالعہ میں ایمانیات و عبادات، سیرت طیبہ، اخلاق و آداب کی تین اجزا بھی شامل ہیں۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تمام نسل کا نصاب اسلامیات ہے۔ اسلامیات ایک وسیع مضمون ہے اس میں کون کون سے علوم کی گنجائش ہے اور کن علوم کو شامل نصاب کیا گیا؟ اور یہ اسلامیات کس طرح نئی نسل کو اسلامی طرزِ زندگی دے سکتا ہے یہ ساری باتیں تعلیم کے مقاصد کے حصول کی کوشش کرنے سے با آسانی سمجھ میں آسکتی ہیں جس کے لیے آیندہ ابواب مختص ہیں۔ یہاں صرف نصاب کی اصلی حالت دکھانا مقصود ہے جس کے بغیر آیندہ ابواب میں جان دار موقف اختیار کرنا مشکل لگتا ہے۔

تجزیہ

قومی نصاب اسلامیات سے مراد وہ عوامل ہیں جن سے ایک قوم میں اسلامی زندگی کی آبیاری ہو۔ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا جو ایک لمبی اور انتہائی مشکل حالات کی تاریخ کے بعد دنیا کے نقشہ پر اپنا وجود لے کر ظاہر ہوا۔ یہ مشکلات محض اس کے حصول تک کے لیے ہر گز برداشت نہ کی گئیں تھیں بلکہ اس کا حصول اسی طرز زندگی کے لیے تھا جو طرزِ زندگی نصاب اسلامیات ہی میں مضمر ہے۔ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی بانیانِ پاکستان نے اس ملک کی قدر و قیمت کے فہم کی وجہ سے آئین سازی میں بنیادی بات اسلامی طرزِ زندگی کی کی۔ قرار دادِ مقاصد پاکستان کی پہلی آئینی دستاویز ہونے کی حیثیت میں اپنے اندر تمام طاقت اسلامی طرزِ زندگی ہی کے لیے خرچ کر رہی ہے جو آج بھی ہمارے ملک کے آئین کا حصہ ہے۔ اس کے بعد ملکی آئین میں کئی بار تبدیلی آتی رہی۔ ایک حکمران آئین کو توڑ کر نیا آئین بناتا جبکہ دوسرا حکمران پھر نیا آئین۔ بالآخر ۱۹۷۳ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مکمل آئین بنایا گیا جس میں چند ترامیم ہوئیں لیکن تا وقت یہی آئین ملک میں رائج ہے۔ اس آئین کی روح سے بھی اسلامی طرزِ زندگی کے لیے کاوشیں موجود ہیں چونکہ آئین میں اسلامی طرزِ زندگی پر بہت کچھ لکھا جا چکا تھا اس آئین میں بطورِ خاص یہ عبارت تحریر ہوئی کہ تمام طلبہ ء بی اے تک کے لیے اسلامیات اور مطالعہ ءِ پاکستان ایک لازمی مضمون کی حیثیت رکھے گا۔ قوم کو وہاں کھڑا کرنا مقصود ہے جہاں کے لیے یہ ملک بنایا گیا تھا۔

اسلامی طرزِ زندگی کیا ہے کیسے آئے گی؟ اس کے لیے ہمیں وہ سارے ذرائع بروئے کار لانے ہوں گئے جو اس کار میں کارگر ہوں۔ انسان کا عمل اس کے دماغ کے فیصلے سے ہوتا ہے۔ آج اگر جھوٹ، فراڈ رشوت اقرباء پروری، سود، شراب، جوا، اور زناکاری جیسی برائیاں ہماری زندگیوں میں ملیں تو یہ عمل درست کرنے کے لیے ہمیں

اپنا باطن درست کرنا ہو گا۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جو انسان کے دماغ کو درست سمت پر لاتا ہے۔ دماغ میں تعلیم اپنے متعلقہ مضمون کے مطابق اثر پذیر ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث جو اثر رکھتے ہیں وہ اثر کیمسٹری اور فزکس نہیں رکھتے۔ اس طرح علوم میں اگر فزکس کیمسٹری کو نکال دیا جائے تو ہمارے معاشی اور معاشرتی تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اس کا حل ماہرین تعلیم ایک جامع اور ہمہ جہت نصاب کی تدوین میں بتاتے ہیں۔ اسلامیات ایک ایسا مضمون ہے جس کی وسعت میں تمام علوم ہمہ جہت اور جامع (comprehensive and integrated) کیے جاسکتے ہیں ایسا کرنے سے ہماری قومی ضروریات پوری کی جا سکتی ہیں۔ قومی ضروریات سے بنیادی مراد اسلامی طرزِ زندگی ہے انہی ضروریات کو جب تعلیمی نقطہ ءِ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ مقاصد تعلیم کہلائیں گے۔ اس ساری بحث کے تناظر میں دیکھا جائے تو جو شخص کہ شاید نصاب اسلامیات کے مفہوم تک صحیح رسائی نہ بھی رکھتا ہو باآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مندرجہ بالا نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قوم کے لیے ایک کھلواڑ کی حیثیت رکھ رہا ہے۔ اس مبحث میں صرف نصاب اسلامیات کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ چونکہ یہ نصابات تحقیق کی مبنیٰ ہیں، انھیں ہو بہو پیش کرنے کی تحقیق متقاضی ہے:

قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے جماعت نہم تادوازدہم (اسلامیات اختیاری)

قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے نویں جماعت (۱)

باب اول: قرآن مجید: تعارف قرآن مجید: درج ذیل عنوانات کا مطالعہ۔ وحی: وحی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم۔ وحی کی اقسام۔ الہامی کتب: تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید کا تعارف۔ قرآن مجید کا خصوصی مطالعہ: نزول قرآن مجید۔ جمع، تدوین اور حفاظت قرآن مجید۔ کتابت وحی۔ جامعیت، کاملیت اورابدیت۔ تفسیر قرآن مجید: تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم، تفسیر اور تاویل، ضرورت تفسیر، اصول تفسیر، مصادر تفسیر، تفسیری ادب کی اقسام اور چند اساسی کتب کا اجمالی تعارف۔ باب دوم: عبادت۔ عبادت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم۔ قرآن مجید کا تصوّر عبادت۔ باب سوم: سیرت رسول ﷺ۔

آفاقی رسالت۔ تعظیم و تکریم۔ اخلاق۔ باب چہارم: قرآنی آیات (ترجمہ و تشریح) ا۔ سورۃ البقرۃ (آیت نمبر ۱۲۷ تا ۱۲۸) ۲۔ سوۃ آل عمران (آیت نمبر ۲۶، ۱۷، ۲۷، ۱۴۴) ۳۔ سورۃ النساء (آیت نمبر ۲۴، ۶۹۱) ۴۔ سورۃ التوبہ: (آیت نمبر ۱۲۸، ۱۲۹) ۵۔ سوۃ الفرقان: (آیت نمبر ۱، ۳۱) ۶۔ سورۃ الاحزاب: (آیت نمبر ۶، ۳۳، ۴۰، ۴۲، ۵۹)

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات (اعلیٰ) برائے جماعت نہم تا دوازدہم، شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۹۔ ص ۵ تا ۹

باب پنجم: حدیث و سنت۔ حدیث و سنت: حدیث کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم، حدیث و سنت کی عظمت و اہمیت، حدیث و سنت کی حجیت و تشریعی حیثیت۔ (ب) علوم و حدیث کا تعارف: ۱۔ اصول حدیث۔ ۲۔ حدیث کے بنیادی اجزا (سند۔ متن ۔ ماخذ) ۳۔ سند کے علوم ۴۔ متن کے علوم۔ ۵۔ اخذ حدیث کے طریقے ۶۔ کتب حدیث کی اصناف و اقسام۔ (ج) منتخب احادیث (ترجمہ و تشریح)۔ پہلی ۲۳ احادیث (ضمیمہ نمبر ۱)۔ باب ششم: اسلامی علوم اور مسلمانوں کی خدمات (ا) اصول فقہ: تعریف اور اہمیت۔ اصول فقہ اور مختصر تعارف۔ مصادر: قرآن، سنت، اجماع، قیاس / عقل ۔ سعد الدین تفتازانی، (۱) امام غزالی، امام الحرمین الجوینی (۲)، (ب) فقہ: تعریف، وسعت اور اہمیت فقہی مکاتب۔ مختصر تعارف (ج) علم منطق: ضرورت، تعریف اور اہمیت۔ مسلمانوں کی خدمات۔ محبّ اللہ بہاری (۳) کے خصوصی نظریات ۔ باب ہفتم: اسلامی تہذیب و تمدن (تعارف و اہمیت) عہد نبی کریم ﷺ: مکی زندگی ، صبر ، استقامت ، رواداری، صدق و امانت ، مکالمہ بین المذاہب۔ مدنی زندگی: اسلامی تمدن کی بنیاد مدنی معاشرے کی

---

(۱) آٹھویں صدی ہجری کے مسلمان حکماء میں علامہ تفتازانی کا نام نہایت نمایاں ہے۔ ان کا نام مسعود اور لقب سعد الدین تھا۔ وہ ۱۳۲۲ء کو تفتازان صوبہ خراسان، شمالی ایران میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۰ء کو سمرقند میں وفات پائی۔ آپ ایک ہمہ جہت تعلیم کے حامل شخصیت تھے جس کا اندازہ آپ کی کتب سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ شرح التصریف العزی۔ رسالۃ الإرشاد۔ شرح القسم الثالث في المفتاح ۔ شرح رسالہ شمسیہ، شرح شمسیہ ۔ تھذیب المنطق والکلام۔ ضابطۃ إنتاج الاشکال ۔ تھذیب المنطق والکلام۔ شرح المقاصد۔ شرح اربعین نووی کے علاوہ آپ کی بہت ساری کتب مختلف موضوعات پر پائی جاتی ہیں آپ نے ۱۶ سال کی عمر میں پہلی کتاب لکھی ۔ آپ کی کتب کی تعداد آپ کی عمر کے سالوں سے زیادہ ہے۔ (تفتازانی دائرۃ المعارف اخذ شدہ ۸ جنوری ۲۰۲۰ء۔)

(۲) ضیاء الدین، عبد الملک ، ابن یوسف الجوینی، آپ ایران کے شہر نیشاپور میں ۱۰۲۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۸۵ء کو نیشاپور میں ہی وفات پائی۔ آپ مشہور عالم دین گزرے اپنی علمیت کی بناء پر امام الحرمین کہلائے۔ اصول فقہ میں آپ کا بڑا کام ہے آپ کی کتاب شرح الورقات فی اصل فقہ بہت مشہور ہے۔ آپ کو امام غزالی جیسی شخصیت کا استاد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ (دیکھیے: سیر اعلام النبلاء ص: ۱۸ / ۴۲۸۔)

(۳) قاضی محب اللہ بہاری (متوفیٰ ۱۷۰۸ء) آپ بہار، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قطب الدین سہالوی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مغل شہنشاہ اورنگ ذیب نے آپ کو شاہی ملازمت میں لے لیا۔ لکھنؤ اور حیدر آباد میں یکے بد دیگرے قاضی شرع مقرر ہوئے۔ ازاں بعد آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز رہے اور فاضل خان کے خطاب سے نوازے گئے۔ آپ کی کتاب سلم العلوم ہمہ جہتی ہے بہر کیف آپ نے منطق میں زیادہ نام کمایا۔ ۔(محب اللہ بہاری دائرۃ المعارف اخذ شدہ ۸ جنوری ۲۰۲۰ء۔)

خصوصیات:اخوت، ، معاہدوں کی پاسداری، منصوبہ بندی، دفاعی حکمت عملی، تعلیم کا فروغ اور اہتمام۔ باب ہشتم:اسلام اور عصر حاضر اسلام میں امت کا تصور، اسلام اور تصور قومیت، اسلام میں وحدت امّت کی اہمیت۔ باب نہم: عربی زبان۔ الاسم الفعل والحرف(ا) الاسم: المعرفۃ و النکرۃ۔ اقسام المعرفۃ۔ المفرد المثنی و الجمع۔ اقسام الجمع، المذکر و المؤنث اقسام المؤنث ،اسماء الاشارہ (للقریب والبعید)۔ الاسماء الموصولۃ، الضمائر المتصلۃ ولمنفصلۃ۔(ب) الفعل: الماضی، عام استعمال کے مکمل صیغے مثلاً (سمع، نصر، ذھب، شرب، یقطع ،یبحث، یستبشر ،یُنزل، یکتب، یرفع، یأخذ)۔ فعل آمر حاضر۔ معروف کے صیغے مثلاً (افتح، اضرب، انصر، اسمع۔۔۔۔)(ج) الحرف:الحروف الجارۃ، حروف العطف، حروف النفی۔ حروف الاستفھام (ھل ،ا، من ،ما، کیف، این۔۔)

قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے دسویں جماعت(۱)

باب اوّل مضامین قرآن: توحید: ذات وصفات باری تعالیٰ، خالقیت، ربوبیت، رحمانیت، معبودیت دلائل توحید قرآنی آیات کی روشنی میں نبوت رسال: نبوت و رسالت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم، نبوت و رسالت میں فرق۔ انبیاء اور رسل پر ایمان، منصب سالت، عصمت انبیاء۔ ملائکہ کی حقیقت اور نظام کائنات میں بحیثیت کارکنان قدت اور ان کا کردار۔ ملائکہ پر ایمان۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا تعارف۔ بعث بعد الموت، حشر، حساب وکتاب، جنت و دوزخ، شفاعت۔ باب دوم: عبادات: عبادت کے نمایاں مظاہر: ارکان اسلام کا تعارف اور اہمیت۔ باب سوم: سیرت رسول ﷺ ۔ ختم نبوت محبت واتباع۔ اسوہ حسنہ۔ باب چہارم: قرآنی آیات (ترجمہ و تشریح) ا۔ سورۃ یٰسین: (آیت نمبر ۸۱،۸۲۱)۔ ۲۔ سورۃ لشوریٰ: (آیت نمبر ۲۳)۔ ۳۔ سورۃ الفتح: (آیت نمبر ۲۸، ۲۹۱) ۴۔ سورۃ الحجرات: (آیت نمبر ۱ تا ۵) ۵۔ سورۃ الحشر: (آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴)۔ ۶۔ سورۃ التغابن: (آیت نمبر ۱ تا ۴)۔ ۷۔ سورۃ اکوثر: (آیت نمبر ۱ تا ۳) باب پنجم: **حدیث و سنت:** (ا) جمع و تدوین حدیث۔ عہد نبوی میں کتابت و تدوین حدیث۔

عہد خلفاءِ راشدینؓ میں کتابت و تدوین حدیث۔ عہد تابعین میں کتابت و تدوین حدیث۔ عہد تبع تابعین میں کتابت و تدوین حدیث۔(ب) مشہور کتب حدیث اور ان کے مصنفین کا تعارف ۔ا۔ صحیح بخاری امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔ ۲۔ صحیح مسلم ،امام مسلم بن حجاج قشیریؒ۔ ۳۔ سنن ابی داؤد امام ابو داؤد سیلمان بن اشعث سجستانیؒ۔ ۴۔ جامع ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ۔ ۵۔ سنن نسائی: امام احمد بن شعیب نسائی ۶۔ ابن ماجہ: امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینیؒ ۷۔ الکافی : الشیخ محمد بن یعقوب الکلینی ۸۔ تہذیب الاحکام الشیخ محمد بن جعفر الطوسی۔(ج) اصطلاحات

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات (اعلیٰ) برائے جماعت نہم تا دوازدہم۔ ص ۱۰ تا ۱۴

حدیث:۱۔متواتر ۲۔ مشہور۔۳۔ خبر واحد۴۔ صحیح۵۔ حسن ۶۔ ضعیف ۔(د) منتخب احادیث۔(ترجمہ و تشریح)۔ آخریِ احادیث(ضمیمہ نمبر۱) باب ششم:اسلامی علوم اور مسلمانوں کی خدمات۔(۱۱)علم فلسفہ:تعریف واہمیت۔ مسلمانوں کی خدمات۔ مشہور مسلم فلاسفہ:یعقوب الکندی، الفارابی، بو علی سینا[۱] ، ملّا صدر شیرازی[۲] ۔ (ب) علم کلام: تعریف و اہمیت، مشہور مکاتب فکر: اشاعرہ، ماتریدیہ، معتزلہ، چند مشہور مسلم متکلمین: ابو الحسن الاشعری، ابو منصور ماتریدی(۳) ، نظام المعتزلی۔(ج) سائنسی علوم: تعریف اور اہمیت: سائنسی علوم کے اسلامی مآخذ، مسلمانوں کی خدمات۔ عصر حاضر میں سائنس میں مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب۔ مشہور مسلمان سائنسدان ، جابر بن حیان، ابن الہیثم ، البیرونی۔ باب ہفتم:اسلامی تہذیب و تمدن (تعارف واہمیت)۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا فروغ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں ۔ نبوی معاشرے کا تسلسل ۔ معاشرتی استحکام۔ مفتوحہ علاقوں کے جغرافیائی اور تمدنی تقاضوں کی رعایت۔ قرآن و حدیث کا فروغ۔ **باب ہشتم:** اسلام اور عہد حاضر:۱۔ مسلم ممالک کے باہمی تعلقات ۲۔ مسلم ممالک میں غیر مسلموں کے مسائل۳۔ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے مسائل ۔باب نہم:عربی

---

(۱) دیکھیے:بو علی سینا کا مکمل نام علی الحسین بن عبداللہ الحسن بن علی سینا۔(۹۸۰ء تا ۱۰۳۷ء) ہے،جو دنیائے اسلام کے ممتاز طبیب اور فلسفی ہیں جو مغرب میں Avicenna کے نام سے مشہور ہیں آپ کی فلسفہ پر ۱۵۰ کتب،ادویات پر ۴۰ کتب اس وقت دستیاب ہیں جب کہ آپ کی کل کتب ۴۵۰ بتائی جاتی ہیں۔ آپ کی کتب انگریزی زبان میں مغرب میں شائع ہوئیں جو آج کی جدید سائنس میں طب کے بنیاد مانی جاتی ہیں۔(بو علی سینا دائرہ المعارف۔ اخذ شدہ مورخہ ۳دسمبر ۲۰۱۹۔)

(۲) محمد بن ابراہیم ملقب بہ صدرالدین شیرازی ۹۸۰ھ کو شیراز میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ آپ کی مشہور کتب: شرح ہدایۃ المجتہد(نصاب درس نظامی میں شامل ہے)۔الاسفار الاربعہ۔ حاشیہ حکمت الاشراق۔ حاشیہ شرح تجدید وغیرہ ہیں۔ (المحدث: حافظ عبد الرحمان مدنی (مدیر اعلیٰ)، مجلس تحقیق اسلامی، گارڈن ٹاؤن ،لاہور، جنوری ، ۱۹۷۴ء۔ص:۴/ ۱۲)

(۳) ابو منصور ماتریدی کا پورا نام محمد بن محمد بن محمود ابو منصور ماتریدی سمرقندی حنفی ہے(متوفی ۳۳۳ھ)اسلامی فقہ قرآنی تفسیر کے ایک مشہور عالم تھے۔امام ماتریدی مذہب اہلسنت ماتریدیہ کے بانی ہیں آپ اپنے دور کے علما کرام کے درمیان ایک اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔ تفسیر قرآن اور اسلامی فقہ مہارت رکھتے۔ آپ کی ولادت عباسی خلیفہ المتوکل کے عہد میں ہوئی۔ التوحید، اوہام المعتزلہ، مآخذ الشرائع اصول الفقہ، تاویلات القرآن،(تفسیر الماتریدی) تاویلات اہل السنہ، آپ کی مشہور تالیفات ہیں۔(ماتریدی دائرہ المعارف مورخہ ۳دسمبر ۲۰۱۹۔)

(صفحہ ہذا پر موجود بقیہ اعلام الکندی کا ص ۲۷۰ پر جب کہ فارابی کا ص ۲۸۰ پر تعارف شامل مقالہ ہے)

زبان۔ المرکب۔ النقص و التام۔ المرکب الناقص: الاضافی۔ التوصیفی۔ العددی (ایک سے سو تک)۔ المرکب التام: الجملۃ الاسمیۃ۔ المبتدائ والخبر۔ الجملۃ الفعلیۃ۔ الفعل والفاعل والمفعول بہ۔

قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے گیارھویں جماعت: (۱)

باب اول: قرآن مجید۔(ا) کتابت قرآن۔ رسم الخط، رموز اوقاف۔ آداب تلاوت، سجدہ تلاوت، قرات وسماعت۔ (ب) ترجمہ و تفسیر قرآن۔ ترجمہ قرآن: ضرورت، اہمیت اور ابتداء۔ برصغیر پاک وہند میں ترجمہ قرآن کے چند مظاہر، مشہور تراجم کا اجمالی تعارف مثلاً: شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد القادرؒ، مولانا فتح محمد جالندھریؒ، علامہ علی نقی النقویؒ، مولانا احمد رضا خانؒ کے تراجم۔ (ج) قرآن مجید کے اساسی مباحث: توحید، رسالت اور آخرت کے حوالے سے منتخب آیات کا مطالعہ۔ منتخب آیات: (توحید: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۶۲، ۱۶۴۱۔ سورۃ الحجر آیت نمبر ۹۹۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۱۶۲۔ سورۃ الزخرف آیت نمبر ۸۴)۔ منتخب آیات: (رسالت: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۲۹، ۲۸۵۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۵۔ سورۃ الحشر آیت نمبر ۷۔ سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۲)۔ منتخب آیات: آخرت: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۴۸، ۱۷۷۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۸، ۱۹۔ سورۃ المومنون آیت ۳۳) ۔ انفس و آفاق کے مطالعہ کی دعوت اور تفکر و تدبر کا خصوصی پیغام۔ منتخب آیات: نفس و آفاق: سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷۵۔ سورۃ الروم آیت نمبر ۸۔ سورۃ حم السجدہ آیت نمبر ۵۳)۔ منتخب آیات: تفکر و تدبر: سورۃ النساء آیت نمبر ۸۲۔ سورۃ ص آیت نمبر ۲۹۔ سورۃ محمد آیت نمبر ۲۴)۔ معاشرتی مسائل، قرآن مجید کی روشنی میں۔ منتخب آیات: معاشرتی مسائل: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۷۵، ۲۰۵۔ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۱۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳۔ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۱، ۱۲)۔ (د) عبادات۔ عبادات کا مفہوم اور تقاضے۔ عبدیت کے اساسی مظاہر، ارکان اسلام کا خصوصی مطالعہ (سماجی حوالوں سے)۔ عبادت کی ہمہ گیریت اور تنوع، سیرت رسول ﷺ کا قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ۔ انسان کامل۔ معاشی مصلح، معاشرتی مدبر، سپہ سالار، قاضی و منصف، منتظم و حکمران۔ (و) منتخب آیات قرآن۔ ترجمہ و تفسیر۔ سورۃ البقرۃ (آیت نمبر ۲۵۵ تا ۲۶۶)۔ باب دوم: حدیث۔ روایت۔ درایت۔ نقد حدیث کے اصول اور مختلف جہتیں۔ تدوین حدیث۔ اولین مجموعے۔ منتخب احادیث کا خصوصی مطالعہ: (ترجمہ و تشریح) ایک تا پچیس احادیث (ضمیمہ نمبر ۲) ۔ باب سوم: علمی پیش رفت میں مسلمانوں کی خدمات۔ اسلام سے قبل دنیا کی علمی حالت، عمومی مطالعہ (ایشیا، یورپ اور افریقہ میں علمی حوالوں سے انسانی کاوشیں)۔ قبل از اسلام عرب معاشرے میں علم کی حیثیت۔ اسلام کا ترویج علم میں رویہ۔ رسول اکرم ﷺ اور اشاعت علم۔ خلافت راشدہ سے عصر عباسی تک مسلمانوں کی علمی خدمات کا

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات (اعلیٰ) برائے جماعت نہم تا دوازدہم۔ ص ۱۵ تا ۱۸

ایک اجمالی جائزہ باب چہارم: اسلام کا نظام حکومت و ریاست۔ عہد ریاست اور خلفائے راشدین میں نظم ریاست کے اساسی رویے۔ نظم سیاسی میں اسلام کی تعلیمات، حدود، شرائط، امتیازات اور علمی راہنمائی۔ باب پنجم: عصر حاضر اور اسلامی ریاستیں۔ موجودہ مسلمان ریاست، تشکیلی محرکات، کوائف، مسائل اور اسلامی تعلیمات۔ مسلمان امت کا سیاسی زوال، اسباب اور مستقبل کی صورت گری۔ نوٹ: ان موضوعات کو نہایت اختصار سے پیش کیا جائے اور مقصود یہ ہو کہ طلبہ کو عصر حاضر میں عالم اسلام سے متعلق ضروری معلومات سے واقفیت ہو جائے۔ باب ششم: عربی زبان و ادب۔ مہارات اربعہ (سننا، بولنا، پڑھنا، لکھنا)۔ زبان کے علوم (صرف نحو، بیان، معانی، بدیع)۔ عربی ادب کا مطالعہ۔ عربی شعر کا اجمالی تعارف۔ چند منتخب اشعار۔۔۔۔۔(صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اشعار سے انتخاب)۔

قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے بارھویں جماعت (۱)

باب اول: قرآن مجید: (۱) اعجاز القرآن، فصاحت و بلاغت، ہمہ گیریت اور تنوع، دوام دائمی ضابطہ حیات۔ (ب) ترجمہ و تفسیر قرآن۔ تفسیر قرآن کی شرائط اور حدود۔ اصول تفسیر قرآن (الفوز الکبیر سے انتخاب) تفسیری ادب اور چند مشہور تفاسیر کا اجمالی جائزہ اور درج ذیل تفاسیر کا خصوصی مطالعہ مثلاً: شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد القادر، مولانا فتح محمد جالندھری:، علامہ علی نقی النقویؒ، مولانا احمد رضا خانؒ کے تراجم۔ (ج) قرآن مجید کے اساسی مباحث۔ معاشی مسائل (قرآن مجید کی روشنی میں)۔ منتخب آیات: (معاشی مسائل: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۸۸، ۱۹۵، ۲۱۹، ۲۶۷۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۲۔ سورۃ الحشر آیت نمبر ۷۔ سورۃ المزمل آیت نمبر ۲۰۔ سورۃ المطففین آیت نمبر ۱) قصص الانبیاء۔ انداز بیان ارو مقاصد۔ (قرآن مجید کی روشنی میں)۔ منتخب آیات (قصص الانبیاء: سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۶۔ سورۃ الھود آیت نمبر ۱۲۰۔ سورۃ الیوسف آیت نمبر ۳، ۱۱۱) تزکیہ نفس، تدبر منزل اور سیاست مدنیہ۔ (قرآن مجید کی روشنی میں)۔ منتخب آیات: تزکیہ نفس: سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۳۔ سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۳۔ سورۃ الشمس آیت نمبر ۹، ۱۰)۔ منتخب آیات: (تدبیر منزل: سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۳، ۱۸۰، ۲۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳) ۔ منتخب آیات: سیاست مدینہ: سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹) ۔ (د) عبادات۔ انفاق: زکوۃ، صدقات اور خیرات، بنیادی ضابطے اور اصول، معاشرتی اہمیت، معاشی استحکام۔ فرد اور معاشرہ کی ذمہ داریاں اور ریاست کے فرائض۔ (ہ) سیرۃ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قرآن مجید کی روشنی میں مطالعہ۔ آزادی فکر، احترام آدمیت، تعلقات باہمی کی اساس۔ اولین مسلم معاشرہ کے راہنما اصول۔ (د) منتخب آیات قرآن۔ ترجمہ و تفسیر۔ سورۃ البقرۃ (آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۸۶)۔ باب دوم: حدیث۔ حدیث بطور ماخذ احکام، حدیث کی تشریعی حیثیت، حجیت حدیث۔ اصول حدیث۔ نخبۃ الفکر کے منتخب

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات (اعلیٰ) برائے جماعت نہم تا دوازدہم۔ ص ۱۸ تا ۲۱۔

مباحث کا مطالعہ۔ امام بخاری اور امام مسلم کا انتخاب حدیث میں رویہ اور نمایاں اصول۔ منتخب احادیث کا خصوصی مطالعہ ترجمہ و تشریخ: چھبیس یا پچاس احادیث (ضمیمہ نمبر ۲) باب سوم: علمی پیش رفت میں مسلمانوں کی خدمات۔ چند نمایاں علوم کا تذکرہ اور مسلمانوں کی خدمات مثلاً: دینی علوم: تفسیر، اصول تفسیر، حدیث اور اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ، تصوّف۔ معاشرتی علوم: علم الاجتماع۔ تعریف، وسعت، مقاصد، رفاہ کا تصور، حکومت اور غیر حکومتی اداروں کی خدمات۔ معاشی علوم: اسلامی معاشیات کے امتیازات اور بنیادی اصول۔ سائنسی علوم: علم کیمیا، علم طبیعات، علم النفس، علم فلکیات، علم ہندسہ، الجبر و المقابلہ، علم الحساب، علم الزراعتہ اور علم البحار میں مسلمانوں کی خدمات۔ اندلس میں علوم کی ترقی۔ دور انحطاط میں مسلم دنیا میں علم کی حالت، بے توجہی کے اسباب اور اثرات۔ عصر حاضر اور مستقبل میں علمی پیش رفت کے حوالے سے مسلمان امت کی ذمہ داریاں۔ اشاعت علم کے لیے افراد اور اجتماع کی ممکنہ کاوشیں۔ مستقبل کا نقشہ اور اُمت کا رویہ۔ باب چہارم: اسلام کا نظام حکومت و ریاست: اسلامی نظام حکومت کا تصور اور دور جدید میں اس کی ممکنہ کوششیں۔ باب پنجم: عصر حاضر اور اسلامی ریاستیں، غیر مسلم ریاستوں میں مسلمانوں کی دینی، سماجی اور ثقافتی مشکلات اور ان کا حل۔ پاکستان۔ بطور مسلم ریاست۔ تحریک، تشکیل اور سیاسی حالت۔ پاکستان بحیثیت اسلامی فلاحی ریاست۔ نوٹ: ان موضوعات کو نہایت اختصار سے پیش کیا جائے ارو مقصود یہ ہو کہ طلبہ عصر حاضر میں عالم اسلام سے متعلق ضروری معلومات سے واقفیت ہو جائے۔ باب ششم: عربی و ادب: عربی ادب کا مطالعہ، عربی ادب کے حوالے سے چند آیات کا مطالعہ، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الفجر اور سورۃ الضحیٰ کی روشنی میں۔ ادبی عظمت کے حوالے سے مطالعہ: خطبات رسول ﷺ کا مطالعہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنھم کے چند خطوط کا مطالعہ۔ فقہی عبارات و ادب صوفیانہ ادب، سائنسی کتب، معاشرتی کتب، تاریخی کتب اور جغرافیائی کتب سے چند اقتباسات کا مطالعہ، کنز الرقائق، عوارف المعارف، القانون ابن سینا، مقدمہ ابن خلدون، حجتہ اللہ البالغہ، فتوح البلدان، مروج الذھب۔

تجزیہ

اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ نصاب ہذا میں بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ مواد اسلامیات کو زیادہ سے زیادہ بچوں تک پہنچایا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس مواد کا ماحاصلات (SLOs) کیا ہیں؟ کیا ابنِ خلدون کی زندگی کے مطالعہ سے بچے ابن خلدون کی عمر بھر محنت سے فیض یاب ہو جائیں گے؟ بہت مشکل ہے۔ ابن خلدون عمرانیات کا بابا آدم کہلاتے ہیں۔ وہ ہرگز اقتباس رٹنے سے نہیں بنانہ ہی نئی نسل بن پائے گی بلکہ ان اقتباسات کا نچوڑ نئی نسل کی ضرورت ہے۔ نچوڑ ہی سے نصابات کے تدوین کرنے والے بھی نئے علوم کے بابا آدم بن سکتے ہیں جو کہ ابن خلدون کی زندگی کا اصل فیض ہے۔ کیا موجودہ سائنسی کتب کے مطالعہ سے طلبہ ء میں اخلاقی میلانات بڑھ سکتے ہیں؟ ہرگز

نہیں اس کے لیے سائنس کو اسلامی زاویہ سے دیکھنا ہو گا۔ اسلامیات کی تعلیم صرف مواد کی بھر مار ہی نہیں بلکہ اسلامی تعلیم کی طرف پیش رفت بھی اسلامیات ہی کے ذمہ ہے۔ اسلامیات کے علاوہ کوئی مضمون تعلیم اسلامی تناظر میں نہیں ہو سکتا۔ جب تعلیم اسلامی تناظر میں کی جائے گی تب سائنس سے اخلاقی اور روحانی میلانات سامنے آنا شروع ہوں گے ۔ یہ میلانات تعلیم کا بنیادی مقصد ہیں تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم ان لوگوں نے کیا جن کو ان میلانات کی فہم و قدر نہ تھی۔ اللہ تعالےٰ نے ان میلانات کی فہم و قدر کے ساتھ اسلامیات کے مواد سے اس قوم کو نوازا ہے یہ قوم صرف مواد کو لے کر از بس ہو گئی۔ کیا جابر بن حیان کی سائنسی خدمات نہیں تھیں اگر تھیں تو اس نے کون سے غیر مسلم سے تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں کی صف میں ہے۔ ضرورت ابن خلدون اور جابر بن حیان جیسی شخصیات کی ہے ۔ یہ ضرورت اس وقت پوری ہو گی جب اسلامیات کی وسعتوں سے استفادہ کیا جائے گا جیسا کہ اسلاف نے کیا۔ تعلیم سے دو رُخی کو ختم کرنا ہو گا اگر دین اور دنیا کی الگ الگ تعلیمی تعریفیں جاری رہیں تو اسلامی تعلیم کے اثرات، برکات اور ماحاصلات بہر صورت دھرے کے دھرے ہی نظر آتے رہیں گئے۔

قومی نصاب اسلامیات برائے جماعت(iii تا xii)، ضرورت و اہمیت -

یہاں تک اسلامیات لازمی و اختیاری، برائے جماعت سوم تا دوازدہم مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ نصاب وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے مرتب کیا۔ یہ نصاب ملک بھر میں تقریباً ہر طرز کے رجسٹرڈ سکول میں رائج ملتا ہے۔ یہ وہ نصاب ہے جس کی خاطر ملک کے آئین میں ایک مکمل شق شامل کی گئی جس کا مقصد ملک میں قوم کو اسلامی طرز زندگی سے سرشار کرنا ہے جس کا ذکر آیندہ ''دستور پاکستان کی روشنی میں مقاصد تعلیم'' کے عنوان میں کیا جائے گا۔ ۱۰ سالہ تعلیمی دور پر محیط اس اسلامیات کے نصاب کا تعارف اس انداز میں بھی کیا جا سکتا ہے کہ ڈگری سطح کا طالب علم جب تک اس نصاب کو پاس نہیں کرے گا وہ طالب علم ڈگری پروگرام کے لیے داخلہ کا مجاز نہیں بالفاظ دیگر ڈگری سطح کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے طالب علم یہ نصاب پڑھ کر ہی اہل متصور ہوتا ہے۔ ملک میں نصاب کی ضرورت اور اس نصاب کا موازنہ کیا جائے تو یہ نصاب ملک کی ضرورتوں کے لیے ناکافی لگتا ہے۔ مثلاً علامہ طاہر القادری اس سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

"مدرسہ کا نصاب ہو یا سکول، کالج یا یونیورسٹی کا نصاب، افسوس کسی سطح کے نصاب میں امن نام کا کوئی باب شامل نہیں ہے۔ جہاد کیا ہے اور فساد کیا ہے؟ اس پر بھی کوئی باب نہیں ہے۔ انسانیت سے محبت، عدم تشدد، اور برداشت پر کوئی باب نہیں ہے۔ جھگڑے اختلافات ہوں تو پر امن طریقے سے حل کیسے کریں؟ اس پر کوئی باب نہیں

ہے۔اسی طرح غیر مسلموں کے حقوق پر کوئی باب نہیں ہے۔ قتل وغارت گری اور دہشتگردی کی مذمت پر کوئی باب نہیں ہے"۔(۱)

طاہر القادری ایک اور جگہ نصاب پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:

"یہ تبلیغی رویے، فرسودہ نصاب تعلیم اور معاشرے کے جملہ طبقات کی علمی، فکری اور روحانی تربیت نہ ہونے کا شاخسانہ ہے۔ انسانی تربیت کے لیے اچھا لٹریچر، نصاب اور ماحول درکار ہوتا ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں امن، محبت، شفقت، آسانی، اعتدال، توازن کے حوالے سے نہ تو اچھا ادب تخلیق پاسکا اور نہ ہی ماہرین تعلیم نے فروغ امن کے لیے اچھا نصاب مرتب کیا"۔(۲)

یہ وہ نصاب ہے جس کے ذریعے پوری قوم کو یکمشت کوئی بھی پیغام دیا جاسکتا ہے۔اس پیغام ہی سے قوموں کی تقدیریں بدلی جاتی ہیں۔ لیکن یہ قوم کی تقدیر تنگ نظری کی بھینٹ چڑھی ہوئی لگتی ہے ورنہ وسعت نظر سے اس کی ضرور قدر وقیمت نظر آتی اور اس کی ضرورت واہمیت کو مد نظر رکھ کر اسے مدون کیا جاتا۔جب اس بات سے مکمل اگاہی ہو کہ قوم کی سوچ کو اسلامی طرز پر استوار کرنا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ ملک کا تعلیمی تناسب بارہویں جماعت کے بعد کتنا گر جاتا ہے اور یہ بھی علم ہے کہ بارہویں جماعت تک ہی جو پیغام دیا جاسکتا ہے وہی قوم کی سوچ بدلے گا۔ قومی سوچ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے اس وقت اسلامیات لازمی کا نصاب ایک بہترین ہتھیار ثابت کیا جاسکتا ہے۔اور ملک میں اسلامی قدروں سے عدم دلچسپی محض اسلامیات کے نصاب کی تدوین میں بہتری سے ختم کی جاسکتی ہے۔چونکہ:

"نصاب تعلیم کا صحیح ہونا کسی قوم کو تعلیمی ترقی کی اعلیٰ منازل تک لے جاسکتا ہے۔ لیکن ایک غلط نصاب تعلیم اعلیٰ قسم کے دماغوں کو منتشر اور پریشان کر دیتا ہے"۔(۳)

دکھ دہ بات یہ ہے کہ ایک نصب العین ہمارے آئین میں دیا گیا ہے۔ ملکی پالیسی بھی اس نصب العین کے مطابق مرتب ہو چکیں لیکن پھر بھی اس نصب العین سے استفادہ نہ کیا جاسکا ایک نسل کو ختم کر چکے ہیں جب کہ آئندہ آنے والی نسل بھی اس دلدل سے نکلنے میں ناکام لگ رہی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم کی کلی حیثیت کو مد نظر رکھ کر نصاب مرتب ہو۔ یہ کہہ دینا کہ یہاں سے لے کر یہاں تک مواد شامل نصاب کیا جائے اور وہی مواد اساتذہ بچوں

---

(۱) لا اکراہ فی الدین کا قرآنی فلسفہ: محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، شیخ الاسلام، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۱

(۲) قرآنی فلسفہء انقلاب: محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، شیخ الاسلام، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ج ۱ ص ۴۲۰-۴۲۱

(۳) اسلامی نظامِ تعلیم: سعید احمد رفیق، پروفیسر، انجمن پریس، لارنس روڈ کراچی، س ن۔ ص: ۲۴۹

کو نشانی لگا کر بتا دیں کہ یہ سوال یاد کرنا ہے اس چیز سے تعلیم اپنے مقاصد کو پورے نہیں کر سکتی۔ آج تک اس ملک مقاصد تعلیم اس انداز میں نظر نہیں آئے جس میں وہ اصل ہیں۔ بہر حال تعلیم کا حصول ثانوی مقاصد کے حصول کے لیے ضرور کچھ نا کچھ دکھائی دیتا ہے لیکن بنیادی مقاصد کی طرف نصاب کا جھکاو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا اور حقیقت یہ ہے کہ بنیادی مقاصد کے حصول کے بعد ہی ثانوی مقاصد کا حصول ممکن ہے ورنہ ان کا حصول محال ہے اور اسی طرح کی صورتِ حال ہی ملک میں نظر آ رہی ہے۔ اگر بنیادی مقاصد کو دیکھا جائے تو اس کا مکمل حصول اسلامیات کے ذریعے ممکن ہے۔ چونکہ اسلام میں تعلیم کے حصول کی معینات مقرر کر دی ہیں اور علم کے حصول کے مقاصد واضح کر دیے ہیں اگر درست مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم حاصل کی جائے گی تو تعلیم کا مقصد پورا ہو گا اگر مقاصد کا تعین درست نہ ہو گا تو تعلیم بجائے فائدہ مند کے نقصان دہ ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّمَ علماء مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (۱)

ترجمہ: ”جو شخص ایسا علم حاصل کرے جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہو اور اس کا مقصد اس علم کے ذریعے دنیا کا ساز و سامان سمیٹنا ہو وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا“۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں تعلیم کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ جب اللہ پاک راضی ہو تو اس کے نائب کی حیثیت اختیار کر کے اس کی نعمتوں کے طور پر اس کی کائنات کی سمجھ آ سکتی ہے ورنہ کائنات جس کو سمجھنے کے لیے آج کا انسان مختلف قسم کے اندازے لگاتا ہے کوئی اندازہ درست ہوتا ہے اور کوئی درست نہیں ہوتا، انسان اسی طرح بھٹکتا رہے گا۔

اسلامی رویے، اسلامی سوچ، اسلامی طرز زندگی، اسلامی نظام کا نفاذ، اسلام، اسلام، اسلام۔۔ یہ سارے خواب عمل کی دنیا میں لانے کے لیے یہ موقع ہے کہ پہلے ہم اسلامی ضرورتوں کا تعین کریں۔ یہ ضرورتیں تعلیم پورا کرے گی جس کے لیے سنہری موقع نصاب اسلامیات فراہم کر رہا ہے۔ اس کو زیادہ سے زیادہ سود مند بنانے کی ضرورت ہے۔ چونکہ ایک تو ملک کی بڑی کھیپ اس نصاب کو پڑھتی ہے بی ایس پروگرام میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے

---

(۱) سنن ابو داؤد :ابو داؤد سلمان بن اشعث ،المکتبہ العصریہ ،بیروت ،س ن ۔ باب فی طلب العلم ،رقم الحدیث:۳۶۶۴۔ ص: ۳۲۳/۳ ۔

دوسرے اس نصاب کو ہر طالب علم خواہ جس حلقۂ تعلیم سے متعلق ہو اس کے لیے اسلامیات لازمی مضمون ہے اس کے لزوم سے فائدہ اٹھانا ہی ملک میں اسلامی سوچ، فکر اور اسلامی طرز زندگی کا پیش خیمہ ہے۔

مبحث سوم: نصاب اسلامیات (بی ایس پروگرامز)، ضرورت واہمیت

تعارف:

جماعت دوازدھم کے بعد کالج سطح کی تعلیم مکمل ہو جاتی ہے۔ طلبہ کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لینا پڑتا ہے۔ نصاب اسلامیات کے سلسلہ میں یونیورسٹیاں بی اے اور ایم اے کے نصابات خود بناتی ہیں۔ اس طرح اجتماعی (قومی) نصاب کا فقدان ہے، البتہ ہائر ایجوکیشن کمشن نے ایک اجتماعیت بحال کرنے کی کوشش کی ہے جس کی روح سے بجائے بی اے، ایم اے کے بی ایس پروگرام شروع کیا گیا ہے جس میں طلبہ ایف اے کے بعد چار سال لگا کر مکمل کرتے ہیں۔ بی ایس پروگرام یم اے کے مساوی ہے۔ یہ پروگرام چونکہ ملک بھر میں رائج ہے اور آمدہ وقت میں بی اے، ایم اے کی جگہ مکمل بی ایس ہی ہو گا۔ اس طرح یہ نصاب بھی تقریباً قومی سطح کا(National wide)ہے۔ اس نصاب کے دو حصے ہیں ایک تمام طلبہ کے لیے لازمی ہے جبکہ دوسرا صرف وہ طلبہ پڑھتے ہیں جو اسلامیات میں بی ایس کرنا چاہتے ہیں۔ اس پروگرام کی تکمیل پر طالب علم کو تقریباً اعلیٰ تعلیم یافتہ شہری کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے وہ قوم کی خدمت کے لیے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو سکتا ہے۔ یہ طالب علم اپنی کمیونٹی کا ذمہ دار شخص (Role Model) تصور ہوتا ہے۔

نصاب سازی کے لیے مقاصد تعلیم کو ملحوظ رکھنا چاہئے، مقاصد تعلیم کے لیے علوم کا تعین کرنا پڑے گا کہ کون سے علوم اس وقت عین ضروری ہیں؟ انہی ضروری علوم کو اسلامیات لازمی میں جگہ دی جانی چاہئے اور انہی علوم سے تعلیم کے مقاصد پورے ہوں گئے۔ خواہ وہ اکتسابی علوم ہوں یا وجدانی ہوں جب ان کے ذریعے تعلیم دینے کی گنجائش موجود ہو یعنی وہ مقاصد تعلیم کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو یہ علوم ظاہر اور باطن دونوں پہلوؤں سے فرد کی نشو ونما کرتے ہوں گئے اور یہی علوم فرض کی حیثیت کے حامل ہوں گئے جو علوم صرف ظاہر کو یا صرف باطن کو ہی پروان دیں وہ تعلیم کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتے۔ اسلامیات ایک ایسا مضمون ہے جس میں انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ اسی بات کو وسیع النظری سے دیکھا جائے تو تمام علوم اسلامیات کے اندر سما جاتے ہیں۔ اس میں ہچکچاہٹ کا شکار ہونے کی بجائے ہمیں نصاب اسلامیات مرتب کرتے وقت اسلامیات کی وسعت کا اندازہ کر کے اس اسلامی سوچ سے نصاب سازی کرنی چاہیے جس سے ہماری تاریخ ہمیں پکار رہی ہے۔ جو علوم اس

سوچ پر پورا اتریں گئے وہ سب اسلامی علوم اور اسلامیات کا نصاب ہی ہیں۔ جب کہ ہائر ایجو کیشن کمشن نے درج ذیل نصابات مرتب کیے ہیں:

نصاب اسلامیات بی ایس (اسلامیات ۴ سالہ)

یہ نصاب ہائر ایجوکیشن کمشن کی طرف سے ایک پارٹ ٹائم کمیٹی نے ایک میٹنگ میں بنایا۔ جس میں ایک coordinater اور چیرمین ہائر ایجوکیشن کمشن جو کہ کمیٹی کے فل ٹائم رکن ہیں بھی شریک رہے۔ اسلامیات لازمی کا نصاب تین صفحات پر مشتمل ہے جو کہ پورا ہی مقالہ میں شامل کیا جائے گا جب کہ اسلامیات بی ایس چار سالہ کا نصاب ۱۱۷ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ سمسٹر وائز آٹھ سمسٹر ز پر مشتمل ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے پہلے تین سمسٹر ز کا اصلی عکس شامل مقالہ کیا جائے گا باقی حسب ضرورت ہی اصلی ٹیکسٹ شامل ہوں گئے جن کو ماہرینِ نصاب کی آراء کے تناظر میں تجزیہ (analyze) کرنے کی سعی کی جائے گی کہ آیا یہ نصاب عصری ضروریات کو پورا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہے اور مقاصد تعلیم کس حد تک پورے ہو رہے ہیں۔

واضح رہے کہ اس سے قبل یہ نصاب اسلامیات ۲۰۰۸ کا رائج تھا یہ حال ہی میں از سر نو مرتب کیا گیا ہے۔ اس کی کمیٹی سابقہ نصاب کی کمیٹی سے یک سر مختلف ہے۔ اس نصاب میں پہلے کی نسبت کچھ بہتریاں بھی پائی جاتی ہیں جن کا ذکر آگے ہو گا۔ اس نصاب سے یہ حوصلہ افزائی، بڑی اہمیت کے حامل ہے کہ ایچ ای سی نصاب سازی جیسے اہم کام کے لیے جمود کا شکار نہیں بلکہ متحرک ہے لیکن یہ جتنی محنت شاقہ کی طلب ہے اتنی توجہ نہ دی گئی:

سمسٹر وائز کورس بی ایس اسلامیات چار سالہ۔

پہلا سمسٹر

مضامین قرآن کا تعارف۔ مقاصد:

۱۔ قرآنی سورتوں کے اہم موضوعات کا تعارف کروانا۔ ۲۔ اہم مضامینِ قرآن سے متعلق آیات کا تعارف کروانا ۳۔ طالب علم کو اہم قرآنی موضوعات کا اس طرح احاطہ کروانا کہ وہ ان پر گفتگو کر سکے۔

موضوعات

نمبر ۱۔ اسلامی نظام عقائد: ۱۔ عقیدہ کا مفہوم ، ضرورت و اہمیت۔ ۲۔ دیگر مذاہب کے مختصر عقائد کا تعارف۔ ۶۔ اسلامی نظام عقائد سے متعلق قرآنی آیات کا مطالعہ۔

نمبر ۲ عقیدہ توحید: ۱۔ عقیدۂ توحید کا مفہوم اور اہمیت۔ ۲۔ عقیدۂ توحید کی اہمیت سے متعلق قرآنی آیات۔ ۳۔ عقیدۂ توحید کے دلائل پر قرآنی آیات۔

نمبر۳۔عقیدۂ رسالت : ا۔عقیدۂ رسالت کا مفہوم و اہمیت۔۲۔عقیدۂ رسالت کے متعلق اہم قرآنی آیات۔۳۔انبیاء و رسل خاص طور پر رسول ﷺ سے متعلق منتخب قرآنی آیات کا مطالعہ

نمبر۴۔عقیدۂ آخرت: ا۔عقیدۂ آخرت کا مفہوم اور اہمیت۔ ۲۔ عقیدۂ آخرت سے متعلق قرآنی آیات۔۳۔عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات سے متعلق قرآنی آیات

نمبر۵۔عبادات کے احکام: ا۔صوم و صلوٰۃ کا تعارف و اہمیت۔۲۔صلوٰۃ کے احکام سے متعلق قرآنی آیات۔۳۔صوم کے احکام سے متعلق قرآنی آیات۔

نمبر۶۔عبادات کے احکام حج، زکاۃ: ا۔حج اور زکاۃ کا مفہوم اور ان کی اہمیت۔۲۔احکام حج سے متعلق قرآنی آیات۔ ۳ احکام زکاۃ سے متعلق قرآنی آیات۔

نمبر۷،۸۔سیاست ، معاشرت اور معیشت: ا۔سیاست ،معاشرت اور معیشت کا مفہوم اور اہمیت۔۲۔۔ سیاست سے متعلق اہم قرآنی آیات۔۳۔معاشرت اور معیشت سے متعلق اہم قرآنی آیات۔

نمبر۹۔کائنات کی تخلیق اور نظام کائنات: ا۔ تخلیق کائنات کا قرآنی مفہوم۔۲۔ تخلیق کائنات کے متعلق قرآنی آیات ۳۔ تخلیق کائنات کے مدارج۔

نمبر۱۰ تاریخ امم و واقعات: ا۔ **قرآن پاک کا اسلوب تاریخ۔**۲۔ تاریخی شواہد کے متعلق قرآنی آیات۔۳۔ تاریخی واقعات کے متعلق قرآنی آیات۔

نمبر۱۱۔ بین المذاہب مکالمہ اور دعوت: ا۔بین المذاہب مکالمہ اور دعوت کا مفہوم اور ان کے درمیان فرق۔۲۔مکالمہ کے اساس اور اسالیب سے متعلق آیات۔۳۔دعوت کے اصول کے متعلق آیات۔

نمبر۱۲۔بنی اسرائیل اور قرآن : ا۔بنو اسرائیل (یہود) کا تعارف و اہمیت ۲۔بنی اسرائیل کے عقائد قرآن و سنّت کی روشنی میں۔(۱)

سمسٹر دوم: عربی زبان۔مقاصد :

ا۔طلباء کو عربی زبان کی علوم اسلامیہ میں اہمیت سے آگاہ کرنا۔۲۔طلباء کو علم صرف اور نحو کے بنیادی قواعد سے آگاہ کرنا تاکہ اسلامی علوم سے کما حقہ استفادہ کیا جا سکے۔ ۳۔طلباء کو علم صَرف کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کرنا۔

(1) Curriculum of Islamic Studies BS 4 years HEC Islamabad. revised 2015.P:.4

موضوعات: نمبر۱۔عربی زبان کا تعارف و اہمیت :۔عربی زبان کا آغاز و ارتقاء۔۲۔عربی زبان کی اہمیت۔۳۔علوم اسلامیہ کے فہم میں عربی زبان کا کردار۔

نمبر۲۔ماضی اور مضارع: ا۔فعل ماضی اور مضارع کا تعارف ۔۲۔فعل ماضی اور مضارع کی اقسام اور گردانیں۔۳۔فعل ماضی او رمضارع کے بنیادی صَرفی قواعد۔

نمبر۳۔فعل امرونہی:ا۔فعل امر و نہی کا تعارف۔۲۔فعل امر و نہی کی اقسام اور گردانیں۔۳۔فعل امر و نہی کے بنیادی صَرفی قواعد۔

اسماء۔ا:ا۔اسم فاعل کا تعارف اور صَرفی قواعد۔۲۔اسم مفعول کا تعارف اور صَرفی قواعد۔

اسماء۔۲۔ ا۔اسم تفضیل کا تعارف اور صَرفی قواعد۔۲۔اسم ظرف (زمان و مکان)کا تعارف اور صَرفی قواعد۔۳۔اسم آلہ کا تعارف اور صَرفی قواعد۔

اسماء۔۳۔ا۔اسم اشارہ(قریب اور بعید)۔۲۔اسم موصول اور جملہ موصولۃ کا تعارف۔

معرب ومبنی: ا۔اسم معرب کا تعارف اور اس کی اقسام۲۔اسماء مبنی کا تعارف اور ان کی اقسام۔

حروف:ا۔حروف نداء۲۔حروف نواصب مضارع۔۳۔حروف جوازم مضارع۔

ثلاثی مجرد: ا۔فعل ثلاثی مجرد کا تعارف۔۲۔فعل ثلاثی مجرد کے ابواب۔

ثلاثی مزید فیہ (ا) : ا۔فعل ثلاثی مزید فیہ کا تعارف۔۲۔فعل ثلاثی مزید فیہ کے ابواب۔**ثلاثی مزید فیہ (۲) :**ثلاثی مزید فیہ کے ابواب کا تفصیلی مطالعہ۔

ہفت اقسام (ا) : ا۔ صحیح۔۲۔مثال (واوی۔یائی)۔۳۔مضاعف۔۴۔لفیف(مفروق اور مقرون)۔**ہفت اقسام (۲):** ا۔ناقص (واوی۔یائی)۔۲۔مہموز(الفاء والعین واللام) ۳۔اجوف۔

معلم انشاءسے منتخب مطالعہ:استاد تفصیلات خود طے کرے اور ان کو پڑھانے میں اطلاقی انداز اختیار کیا جائے۔

سمسٹر نمبر۳۔علوم القرآن ۔مقاصد:

ا۔طلباء کو علوم القرآن سے اس طرح روشناس کروانا تاکہ وہ قرآن فہمی کی منازل کو آسانی سے طے کر سکیں۔۲۔طلباء کی مفاہیم قرآن کی سمجھ میں مدد کرنا۔۳۔طلباء میں ایسی مہارت ، سلیقہ اور صلاحیت پیدا کرنا جس کی مدد سے وہ دور جدید کے مسائل، قرآنی تناظر میں سمجھ سکیں۔

اس سمسٹر کے تین مقاصد مذکور ہیں۔پہلے دو مقاصد کو لفظوں کی لائن ہی جدا کرتی ہے معنی کے لحاظ سے ''قرآن فہمی'' اور ''مفاہیم قرآن''میں کوئی فرق نہیں محسوس ہو رہا۔

موضوعات:

تعارف قرآن مجید: ا۔قرآن مجید کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم۔۲۔قرآن مجید کی خصوصیات و امتیازات۔

وحی الٰہی: ا۔وحی کا مفہوم و اہمیت۔۲۔وحی کی اقسام اور کیفیات۔

تاریخ نزول قرآن: ا۔نزول قرآن کا مفہوم۔ ۲۔نزول قرآن مجید: تدریج و حکمتیں۔۳۔قرآن مجید کے خصائص۔

کتابت وحی: ا۔کتابت وحی کا تعارف۔۲۔کاتبین وحی۳۔کتابت وحی کے اسالیب

حفاظت قرآن مجید: ا۔حفاظت قرآن کا مفہوم۲۔حفاظت قرآن کے لیے اقدامات۔

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں تدوین قرآن: تدوین قرآن کی ضرورت۔۲۔تدوین قرآن کی ذمہ داری۔۳۔ حفاظت قرآن کے لیے مدنی دور کے اقدامات۔

عہد عثمانیؓ میں تدوین قرآن: ا۔عہدِ عثمانی میں تدوین قرآن کے اسباب۔۲۔عہدِ عثمانی میں تدوین قرآن کے اسالیب۔۳۔عہدِ عثمانی میں تدوین قرآن کے اثرات

قرآن پاک کی مکی سورتیں: مکی سورتوں کا تعارف اور اہمیت۔۲۔مکی سورتوں کی شان نزول۔۳۔مکی سورتوں کے اہم مضامین۔

قرآن پاک کی مدنی سورتیں: ا۔مدنی سورتوں کا تعارف و اہمیت۔۲۔مدنی سورتوں کی شان نزول۔۳۔اہم مضامین

اسباب نزول: ۔اسبابِ نزول کا تعارف و اہمیت۔۲۔قرآن فہمی اور اسبابِ نزول۔۳۔تشریحِ قرآن میں اسبابِ نزول کی حیثیت۔

ناسخ و منسوخ: ا۔ناسخ و منسوخ کا تعارف ۲۔ناسخ و منسوخ کے اسباب۔۳۔۔ناسخ و منسوخ کا قرآن فہمی اور قرآن پاک کی تشریحی حیثیت پر اثرات

تفسیر القرآن کے اہم ماخذ: ا۔تفسیر قرآن بالقرآن۲۔تفسیر قرآن بالحدیث۳۔تفسیر قرآن باقوال صحابہؓ و تابعین۴۔قدیم صحف سماوی۔۵جاہلی ادب۶۔آثار و اثریات

اسلوب القرآن:۔اسلوب القرآن کا مفہوم۔۲۔اسلوب القرآن کی اقسام۔۔اسلوب القرآن کا مفہوم۔۲۔ اسلوب القرآن کی اقسام۔۳۔ قرآن فہمی میں اسلوب القرآن کی اہمیت

قرآن مجید اور انسانی زندگی: ا۔ قرآنی مجید اور انفرادی انسانی زندگی۔۲۔ قرآن مجید اور اجتماعی انسانی زندگی ۔۳۔ قرآن مجید کے انسانی زندگی پر اثرات۔

اعجاز القرآن : ا۔اعجاز القرآن کا مفہوم و تعارف۔۲۔اعجاز القرآن کی مختلف۳۔اعجاز القرآن کے اثرات۔

قرآن مجید اور عصری مسائل: ۔ا۔ عصری مسائل اور ان کی نوعیت۔۲ عصری مسائل اور قرآن مجید کا منہج۔(۱)

یہاں تک پہلے تین سمسٹر کے نصاب کے موضوعات مکمل ہو جاتے ہیں۔ہائر ایجوکیشن کمشن نے بی ایس اسلامیات کے آٹھ سمسٹر مرتب کیے ہیں۔سارا نصاب شامل مقالہ کرنا طوالت و تکان کا سبب جانتے ہوئے بطور نمونہ ان تین سمسٹر کے عنوانات پر اتفاق کیا جات ہے تاہم پورا نصاب زیر مطالعہ رہا۔ریوائزڈ نصاب میں مزید پانچ سمسٹر میں **تاریخ تدوین حدیث، عربی زبان، تاریخ فقہ، تاریخ تفسیر، تقابل ادیان، اسلامی قانون، اسلامی معیشت اور اسلام اور سائنس** وغیرہ جیسے اہم ترین موضوعات کے عنوانات ان کی تفصیل اور نصابی کتب کے نام درج ہیں۔ان عنوات اور کتب کے نام دو تین دن کی میٹینگ میں لکھ دینا تو آسان کام ہے لیکن مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے کافی ساری محنت شاقہ درکار ہے۔سب سے پہلے ایک شہری کے معاشرتی تقاضے، قومی وبین الاقوامی تناظر میں سامنے لائے جاتے ہیں جن سے تعلیمی تقاضے سامنے آئیں گئے جنھیں مقاصد تعلیم کہا جاتا ہے جن کے حصول کے لیے نصاب سازی کی جاتی ہے۔معاشرتی تقاضے پورے کرنے کے لیے معاشرہ کی بڑی کھیپ تیار کی جاتی ہے جب کہ بی ایس چار سالہ سے ملک کی بہت کم آبادی استفادہ کرتی ہے اس کے لیے اسلامیات لازمی کے نصاب کو زیادہ سے زیادہ مؤثر کیے جانے کی ضرورت ہے جس کو ہائر ایجوکیشن کمشن اس طرح مرتب کرتا ہے:

(1) Curriculum of Islamic Studies BS 4 years HEC Islamabad. revised 2015.up to,P:9.

ISLAMIC STUDIES Compulsory (ANNEXURE - C) (1)

Objectives:

This course is aimed at:

1. To provide Basic information about Islamic Studies.

2 .To enhance understanding of the students regarding Islamic Civilization.

3. To improve Students skill to perform prayers and other worships.

4. To enhance the skill of the students for understanding of issues related to faith and religious life.

Detail of Courses: 1 Introduction to Quranic Studies. 2 Basic Concepts of Quran. 3 History of Quran. 4 Uloom-ul-Quran.

Study of Selected Text of Holy Quran: 1.Verses of Surah Al-Baqara Related to Faith (Verse No-284-286) 2. Verses of Surah Al-Hujrat Related to Adab Al-Nabi. 3. (Verse No-1-18).3 Verses of Surah Al-Mumanoon Related to Characteristics of faithful (Verse No-1-11) 4. Verses of Surah al-Furqan Related to Social Ethics (Verse No.63-77).5 Verses of Surah Al-Inam Related to Ihkam (Verse No-152-154)

Study of Selected Text of Holly Quran.6.Verses of Surah Al-Ihzab Related to Adab al-Nabi (Verse No.6, 21, 40, 56, 57, 58.).7. Verses of Surah Al-Hashar (18,19,20) Related to thinking, Day of Judgment. 8. Verses of Surah Al-Saf Related to Tafakar, Tadabar (Verse No-1,14)

Seerat of Holy Prophet (S.A.W) I

1) Life of Muhammad Bin Abdullah (Before Prophet Hood)

---

(2) Curriculum of Islamic Studies,(compulsory) BS 4 years, HEC ,Islamabad. Revised, 2015. P:xxiii,xxiv

2) Life of Holy Prophet (S.A.W) in Makkah

3) Important Lessons Derived from the life of Holy Prophet in Makkah

Seerat of Holy Prophet (S.A.W) II

1) Life of Holy Prophet (S.A.W) in Madina

2) Important Events of Life Holy Prophet in Madina

3) Important Lessons Derived from the life of Holy Prophet in Madina

Introduction to Sunnah: (1) Basic Concepts of Hadith.(2)History of Hadith. (3)Kinds of Hadith. (4)Uloom –ul-Hadith. (5)Sunnah & Hadith. (6) Legal Position of Sunnah.(7) Selected Study from Text of Hadith.(8) Introduction to Islamic Law & Jurisprudence.

Basic Concepts of Islamic Law & Jurisprudence: (1) History & Importance of Islamic Law & Jurisprudence. (2) Sources of Islamic Law & Jurisprudence.

Nature of Differences in Islamic Law: 1.Islam and Sectarianism.2. Islamic Culture & Civilization. 3. Basic Concepts of Islamic Culture & Civilization.4. Historical Development of Islamic Culture & Civilization.5. Characteristics of Islamic Culture & Civilization.

Islamic Culture & Civilization and Contemporary Issues:

Islam & Science

1) Basic Concepts of Islam & Science

2) Contributions of Muslims in the Development of Science

3) Quran & Science

Islamic Economic System

1) Basic Concepts of Islamic Economic System.

2) Means of Distribution of wealth in Islamic Economics

3) Islamic Concept of Riba

4) Islamic Ways of Trade & Commerce

Political System of Islam

(1)Basic Concepts of Islamic Political System (2) Islamic Concept of Sovereignty (3) **Basic Institutions of Govt. in Islam Islamic History**

(1)Period of Khlaft-E-Rashida (2) Period of Ummayyads (3)Period of Abbasids

Social System of Islam

(1) Basic Concepts of Social System of Islam (2)Elements of Family (3)Ethical Values of Islam

Importance of Curriculum[1] ضرورت واہمیت

This curriculum of Islamic studies (compulsory) is made by HEC for BS program. To achieve some special objectives as:

"To provide basic informations of Islamic Studies, enhance understaning; Islamic civilization,Issues related to faith and religious life. improvement of skill for worship."

An important question is here that Why the BASIC INFORMATIONS are being given in DEGREE level to students? BASIC INFORMATIONS and DEGREE LEVE I think both are unlikely to gether , basic informatios are providing in basic level of every subject. It seems that it was not pre awared or understood properly the importance of curriculum, even it wasn't given a proper place/stage to this curriculum. Other special objectives are entioned here: to understand; Islamic civilization, Issues related to faith and religious life and improvement of worship's skills. In short instead of Islamic civilization here should be Islamic waltenschauung.

Faith and religious life is stabled now please go on to globel life.

What mean to worship it seems a joke to say about improvement of worship's skills in the

(1) Some lines are given in English without urdu translation, to comment on English curriculum.

age of 25 year of Student Islamic education is not to cram the pupil's head with facts but to prpare them for a life of purity and sincerity. This total commitment to character building based on the ideals of Islamic ethics is the highest goal of Islamic education. Here he stressed on character building that needs to be moulded together in an educational curriculum which he considers as the highest objective of Islamic education.

A more comprehensive definition of Islamic education was composed at the First World Conference on Muslim Education in Makkah in 1977, the following words:

"Education should aim at the balanced growth of the total personality of man through the training of man's spirit, intellect, his rational self, feelings and bodily senses. Education should cater therefore for the growth of man in all its aspects: spiritual, intellectual, imaginative, physical, scientific, linguistic, both individually and collectively and motivate all aspects towards goodness and the attainment of perfection. The ultimate aim of Muslim education lies in the realization of complete submission to Allah on the level of the individual, the community and humanity at large".([1])

This totally submission to Allah is really sense of worship we should prepapre our nation for 24 hours of worship which lies in all aspects of our life. Unfortunately Muslim communities and Nations are far from integrated Islamic belief and injunctions into the curricula and syllabi of various disciplines for different level and types of education. The Islamic movements of this century have produced good and valuable literature. But most of it is oriented towards the urban middle class people who possess an average of above average education. For the younger age groups, for the mass of people who are fortunate to be functionally literate and high level technical and professional manpower therein next to nothing that can adequately disseminate the knowledge of Islamic belief and injunction and

---

(1) Crisis in Muslim education: syed Sajjad Hussain and Syed Ali Ashraf, Hodder and Stoughton, 1979.P4

cultivate among the learners such belief, attitude and values. No systematic efforts seem yet to have been mad or planned to meet this dire need.(1)

بی ایس پروگرام ڈگری سطح کا ہے جو کہ قومی سطح پر ملکی آبادی میں سب سے ذمہ دار کھیپ استفادہ کرتی ہے جو ملک کی عنان سنبھالتی ہے ان کی ذہن سازی کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ دراصل نصاب سازی اس تناظر میں کی جاتی ہے کہ ایک ایک فرد کی اصلاح کر کے ایک مہذب، معزز، فعال، باکردار اور بہترین تجربہ کار معاشرہ پروان چڑھ سکے یہ سارے اعلیٰ انسانی اوصاف تعلیم کے بنیادی مقاصد ہیں اور یہ اسلامی اقدار ہیں ان اقدار سے استفادہ کے تناظر میں سید قطب شہید(۲) اس طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں :

"جب معاشرے کے اندر انسان کی انسانیت ہی اعلیٰ قدر سمجھی جاتی ہو، اور انسانی خصوصیات ہی مستحق تکریم اور لائق قدر ہوں تو یہ معاشرہ مہذب معاشرہ ہوتا ہے۔ اور اگر مادیت۔۔ خواہ وہ کسی شکل و صورت میں ہو۔۔۔ قدر اعلیٰ کا درجہ رکھتی ہو، قطع نظر اس کے کہ وہ نظریہ کی صورت میں ہو، جیسے تاریخ کی مارکسی تعبیر میں قدر اعلیٰ مادہ پرستی ہے، یا مادی پیداوار کے رنگ میں ہو جیسا کہ امریکہ، یورپ اور ان تمام معاشروں کا حال ہے جو مادی پیداوار کو ہی اعلیٰ قدر قرار دیتے ہیں اور اس کی قربان گاہ پر تمام دوسری اقدار اور انسانی خصوصیات کو بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، تو یہ معاشرہ پسماندہ معاشرہ کہلائے گا یا اسلامی اصطلاح میں اسے جاہلی معاشرہ کہیں گے"(۳) ۔

---

(1) Education and Society in the Muslim world,M Wasiullah Khan, Hodder and Stoughton, 1981. P:274.(these passeges will remain without urdu transalation)

(۲) مشہور زمانہ اسلامی سکالر سید قطب کی پیدائش ۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو مصر کے ضلع اسیوط کے موشا نامی گاؤں میں ہوئی۔ سید قطب نے اعلیٰ تعلیم قاہرہ یونیورسٹی سے حاصل کی اور بعد میں یہیں پروفیسر ہو گئے اس کے بعد اخوان المسلمین سے وابستہ ہو گئے اور آخری دم تک اسی سے وابستہ رہے۔ سید قطب شہید مصری معاشرے کے اندر ایک ادیب کی حیثیت سے ابھرے۔ سیاسی اور اجتماعی نقاد کے عنوان سے انہوں نے نام پیدا کیا۔ ان کی اہم ترین تصنیف قرآن کریم کی تفسیر ہے جو "فی ظلال القرآن" کے نام سے عربی میں لکھی گئی ہے اور اس کا ترجمہ بشمول اردو کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ۲۵ اگست ۱۹۶۶ کو "معالم فی الطریق" لکھنے پر پھانسی دے دی گئی (قطب شہید ویکیپڈیا۔ اخذ شدہ محررہ ۲۵، نومبر ۲۰۱۹۔)

(۳) جادہ و منزل : سید قطب شہید، ترجمہ معالم فی الطریق (مترجم خلیل احمد حامدی) ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء۔ ص: ۱۷۵تا۱۷۷

تبصرہ:

تعلیم ساری انسانیت کی مشترکہ ضرورت ہے۔ تعلیم دیتے وقت یہ پہلو نمایاں ہونا چاہیے اور بالخصوص نصاب اسلامیات میں وضاحت کے ساتھ انسان کے اندر حیوانیت کو پروان دینے والے عوامل اور ان عوامل کا شکار انسانی تہذیبیں اور ان تہذیبوں کا مسلمانوں کے لیے پُرکشش ہونا یہ ساری باتیں نصاب اسلامیات کی بنیادی حیثیت کے حامل ہیں کیونکہ پوری دنیا میں تعلیمی نصابات رائج ہیں۔اس وقت دنیا ایک گلوبل ویلج بنی ہوئی ہے۔اسلامی تعلیمات کا دائرہ کار کسی ایک علاقہ یا زبان تک مقید نہیں ہے۔ ہمیں قومی نصاب میں اسلامیات کی تدریس کے لیے اپنی بین الاقوامی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر نصاب اسلامیات مرتب و مدون کرنا پڑتا ہے تاکہ گوبل ویلج میں پاکستانی مسلمان اپنی شخصیت کا نکھار محسوس کریں اور بجائے احساس کمتری کے احساس برتری محسوس کریں۔نظام تعلیم اسی طرح کے اہداف کے گرد گھومتا ہے۔ نظام تعلیم میں بنیادی حیثیت نصاب کو حاصل ہے۔ یہ سارے اہداف متعین کیے جانے کے بعد ان کا حصول بذریعہ نصاب عمل میں آتا ہے۔نصاب میں مواد اس طرز پر مرتب کیا جاتا ہے کہ طلبہ ءاپنی شخصیت کو عصری معاشرہ میں ایڈجسٹ کر کے ایک ذمہ دار اور فعال معاشرتی رکن بن سکیں۔بی ایس اسلامیات کے نصاب اسلامیات میں صرف متون کی بھرمار طلبہ ء کو اس قابل شاید نہ کر سکے جس کی ضرورت عصری معاشرہ میں محسوس ہو رہی ہے۔یہ ضرورت تعلیم کا بنیادی مقصد ہے اس کے بغیر تعلیم لاحاصل ہے اور ہم اسی طرح کی کیفیت کا شکار ہیں۔بے شک ہمارے قومی نصاب میں اور بالخصوص بی ایس اسلامیات کے نصاب میں زیادہ سے زیادہ مواد گھسیٹرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس نصاب میں جہاد، قتال اور عصر حاضر میں اس پر عمل کی اسلامی تصور کشی سے بی ایس کا نصاب اسلامیات نالاں ملتا ہے۔ بہرکیف اس نصاب میں موضوعات کی بھرمار اسلامی تعلیم کا حق ادا کرنے کی کوشش ہو سکتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی تعلیم کو اسلامی نظر سے نہ دیکھا گیا جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔ گو کہ بی ایس اسلامیات ۴ سالہ کورس کو اس کاوش سے مبراء کر بھی دیا جائے لیکن اسلامیات لازمی میں اگر یہ رشتہ نہ ذکر کیا جائے تو اس کے لزوم کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔اسی طرح اسلامیات لازمی کا مواد اور اس کے کریڈٹ آورز بھی قابل رحم ہیں۔ اس کا مواد انتہائی مختصر اور غیر تسلی بخش ہے۔ چند نظاموں کے اسماء ذکر کر دینے سے مقاصد تعلیم پورے نہیں ہو سکتے اس کے لیے تمام نظاموں کی گہرائی میں جا کر ان نظاموں کی اسلامی تشکیل دینے والا نصاب مدون و مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے لیے بی ایس پروگرام کا نصاب اسلامیات لازمی بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ تمام مضامین میں اسلامیات لازمی کا نصاب بطور لازمی مضمون پڑھایا جارہا ہے لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ ہم اس کو اس کی ضرورت و اہمیت کا ادراک نہ کرتے ہوئے سعیءلاحاصل کر رہے ہیں، ہمیں تمام بی ایس پروگرامز کے ہر مضمون کے ہر عنوان تک نصاب اسلامیات کی رسائی یقینی بنانا ہو گی جس کا نصاب

اسلامیات متقاضی ہے۔ اس وقت کا نصاب اسلامیات لازمی، اگر یہ کہہ دیا جائے کہ یہ ایک مذاق ہے تو مبالغہ آرائی نہ ہو گی۔ البتہ بی ایس اسلامیات میں عنوانات کی بھرمار ضرور ہے لیکن صرف روایتی انداز میں عنوانات درج ہیں ۔ جدت کی قدر نہ کی گئی مثلاً نصاب بی ایس اسلامیات کے صفحہ نمبر ۷۵ تا ۷۷ سمسٹر نمبر ۷، پر "**فقہ المالیات**" کے لیے عنوانات دیے گے ہیں لیکن ان میں لفظ "سود" ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملا۔ سمسٹر نمبر ۸ صفحہ ۸۵ پر بلا سود بنکاری کا عنوان درج ہے لیکن سود کی تباکاری سے پردہ بھرپور پردہ اٹھتا نظر نہ آسکا۔ وہ کیا اسلامی معاشی فکر ہو گی جس میں بچے کو سود کی تباہ کاریوں کا اندازہ نہ ہو سکے ؟ اسی طرح " تقابل ادیان" میں مذہب کا سب سے مخالف سیکولرازم کا نام تک صفحہ ۵۵،۵۶ میں ذکر نہیں۔۔ شاید یہ سمجھ کر کہ یہ کوئی مذہب ہے ہی نہیں، یہ ایک الگ بحث ہے کہ یہ مذہب ہے کے نہیں ؟ لیکن اس وقت انسانیت کو اس کی تباکاریوں نے نسبتاً زیادہ لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ مذہبی اقدار کے فروغ میں پہلا دشمن سیکولرازم ہے نئی نسل کو مذہب کی قدر و قیمت سیکولرازم کے موازنے سے نسبتاً بہتر سمجھائی جا سکتی ہے۔

ہائر ایجوکیشن کمشن کا یہ عمل قابل تعریف ہے کہ باحث کی تحقیق کے دوران ایک نیا نصاب اسلامیات بھی سامنے آگیا ہے اس سے اس طرف کافی حوصلہ افزائی ہوئی کہ کمشن نصاب میں جدت کے لیے کوشاں ہے۔ نصاب کی تشکیل نو یا ریوائز Rewise کرنے سے کافی بہتری بھی ملتی ہے مثلاً سابقہ نصاب میں **اسلامائزیشن آف نالج**۔ کے عنوان میں یوں تھا: ۱۔ قرار داد مقاصد ۲۔ دستور پاکستان ۱۹۷۳ اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ کا تعارف۔ یہ عنوانات برائے اقتباسی مطالعہ، قانون کے طلبہ ء کی تو بطور خاص ضرورت تھی جو اب قانون کے ہی باب میں ملتے ہیں (۱) خوف طوالت کی وجہ سے یہ صرف مثال دی گئی ہے اسی طرح کی مزید بہتری بھی ملی ہے جیسے:

Course Description

Title	Description
سائنس کا تعارف	۱۔ سائنس کا معنٰی و مفہوم
	۲۔ سائنس کی ضرورت و اہمیت
	۳۔ سائنس سے متعلق سابقہ ادیان کا نقطہ ء نظر
	۴۔ اسلام اور سائنس
سائنسی طریق کار	۱۔ مشاہدہ، تجربہ اور مفروضہ کی حقیقت اور ان کا استعمال

(۱)Islamic curriculum of Islamic StudiesBS 4 years HEC Islamabad. revised 2015.P:,22

۲۔سائنسی قوانین کی تشکیل
۳۔تجربہ و مشاہدہ قرآن مجید کی روشنی میں
۴۔سائنسی طریقہ کار اور مسلمان سائنسدان (ابن الہیثم ، رازی، جابر بن حیان)
۵۔ استقرائی اور استخراجی طریقہ (Inductive and Deductive Methods)
۶۔استقرائی اور استخراجی طریقے قرآن کی روشنی میں

تخلیق کائنات کا سائنسی و قرآنی تصور

۱۔ تخلیق کائنات کے سائنسی نظریات
۲۔ تخلیق کائنات اور قرآن
۳۔وجودِ باری تعالیٰ پر کائناتی دلائل

حیات کا سائنسی و قرآنی تصور

۱۔حیات کی تعریف
۲۔نفس، روح اور حیات۔قرآن و حدیث کی روشنی میں
۳۔حیات کی اقسام (یک خلیاتی موجودات، جانُور اور پودے)
۴۔زندہ اجسام کی خصوصیات (حیاتیات و قرآن کی روشنی میں)

تخلیق حیات کے نظریات قرآن اور سائنس کی روشنی میں

۱۔ تخلیق حیات کے حیاتیاتی نظریات
الف۔حیات از حیات(Biogenesis)
ب۔حیات از بے جان(Abiogenesis)
۲۔حیات کی تخلیق کے بارے میں دونوں نظریات قرآن حکیم کی روشنی میں
۳۔ارتقاء کا تصور
۴۔ارتقاء قرآن و حدیث کی روشنی میں

تخلیق انسانی کا قرآنی تصور	۱۔قرآن مجید میں بیان کردہ انسانی تخلیق کے مراحل (تراب ، طین ، طین لازب، صلصال من حماء مسنون، صلصال کا لفخار، نفخ روح بشر) ۲۔انسانی تخلیق کے مراحل کی ممکنہ سائنسی توجیہ
قرآن مجید کا علمی اعجاز:حیاتیاتی علوم (Holy Quran and Biological Sciences)	۳۔قرآن مجید اور حیوانیات (Zoology) ۴۔قرآن مجید اور نباتیات(Botany) ۵۔قرآن مجید اور نفسیات(Psychology) ۶۔قرآن مجید اور طب(Medicine)
قرآن مجید کا علمی اعجاز: طبعی علوم	۱۔قرآن مجیدا ور طبعیات(Physics) ۲۔قرآن مجید اور کیمیا(Chemistry) ۳۔قرآن مجیدا ور فلکیات(Astonomy) ۴۔قرآن مجید اور ارضیات(Geology) ۵۔قرآن مجید اور جغرافیہ(Geography)
کائنات کا خاتمہ اسلام اور سائنس کی روشنی میں (The Holy Quran and Physical Sceience)	۱۔کائنات کے اختتام سے متعلق سائنسی نظریات ۲۔کائنات کا خاتمہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ۳۔حیات بعد الموت
اہم مسلمان سائنسدان کی سائنسی خدمات	۱۔جابر بن حیان ۲۔ شیخ بو علی سینا(علی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا) ۳۔محمد بن موسیٰ الخوارزمی ۴۔ابوالقاسم الزاہراوی ۵۔ضیاء الدین ابن بیطار

حیاتیاتی علوم میں مسلمانوں کی خدمات	ا۔طب (حفظان صحت، معالجات، ادویہ سازی، جراحت، مسلمانوں کے قائم کردہ ہسپتال ۲۔حیوانیات ۳۔نباتات ۴ ۔زراعت
طبعی علوم میں مسلمانوں کی خدمات۔	ا۔علم کیمیا۲۔طبیعیات ۳۔فلکیات ۴۔ارضیات
طبی علوم میں مسلمانوں کی خدمات۔	ا۔جغرافیہ ۲۔ریاضیات ۳۔علم ہیئت
ٹیکنالوجی کے شعبے میں مسلمانوں کی خدمات	ا۔مسلمانوں کی اہم ایجادات(کیمرہ، دوربین ، گھڑی، وغیرہ) ۲۔اسلحہ سازی ۳۔فن تعمیر ۴۔جہاز رانی
مسلم دنیا میں سائنسی ترقی	ا۔اسلامی دنیا میں سائنسی ترقی: ماضی اور حال ۲۔مسلمانوں میں سائنسی تحقیق کے زوال کے اسباب ۳۔اسلامی دنیا میں سائنس کے احیاء کے لیے تجاویز ۴۔موجودہ دور کے مسلمان سائنسدان(1)

اسلامیات کے نصاب میں ایک اہم پیش رفت اسلامیات اور دیگر علوم کا ربط ملحوظ رکھ کر بات پورے ملک میں نصاب اسلامیات پہلی بار دیکھنے میں آئی جو کے اسلامیات لازمی کی بنیاد ہونی چاہیے وہ دیگر علوم کو اسلامی تناظر میں دیکھنا ہے لیکن یہ بات صرف ایک نام کے طور نظر آئی اس کو کس طرح اس منزل تک پہنچایا جائے کہ تمام تعلیم میں تمام اسباق اسلامی نقطہ ٔ نظر سے لیے جائیں یہ راہیں بنانا محض اسلامی سکالر ہی کے ذمہ ہے اور اس کے لیے بنیادی ہتھیار قومی نصاب اسلامیات ہے۔یہ وہ قدم ہے جو اسلامیات کو زمانے سے ہم آہنگ کر سکتا ہے یہ ان طلبہ ء کے

---

(1) curriculum of Islamic StudiesBS 4 years HEC Islamabad. revised 2015. P106

لیے کار گر ہے جو دیگر علوم کے طلبہ ہیں جیسے بایالوجی، فزکس، کیمسٹری وغیرہ کے تمام اسباق کو قرآنی آیات واحادیث رسول ﷺ میں تلاش کرنا ہے۔ یہ کام کس طرح بہتر انداز میں کیا جا سکتا ہے اس کے لیے آگے اسلامائزیشن آف نالج کی مبحث میں بحث ہو گی یہاں نصاب کی ضرورت واہمیت کے تناظر میں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اس باب کی انتہائی اہم ضرورت نصاب برائے اسلامیات لازمی میں ہے۔ چونکہ "اسلامی تعلیم" ہی اسلامیات نہیں بلکہ "تعلیم اسلامی تناظر میں بھی اسلامیات ہی ہے۔ لیکن اسلامیات میں ان عنوانات کی روح سے ہمیں جس سمت زندگی کو لے جانا ہے ان سمتوں کی راہیں ہموار کرنی ہیں۔ اس کے لیے مادہ اور روح کے باہم تعلق اور ان کے درجہ فوقیت کے ساتھ ساتھ انسانیت میں ان کے کردار جیسے عنوانات مادی، روحانی، دینی اور دنیوی تعلیمی دھڑے بندی کو مٹانے کے قابل ہو سکتے ہیں اور تعلیم کو بامقصد بنا سکتے ہیں۔۔ماہرین تعلیم اس نصاب کو اس طرح دیکھتے ہیں:

"ہمارے نظام تعلیم کی سب سے بڑی خرابی یا خامی یہ ہے کہ اگرچہ یہ طالب علم کو معلومات بھی دیتا ہے بعض اوقات علم بھی دیتا ہے، بے شمار صورتوں میں پیشہ وارانہ مہارت بھی، لیکن اگر نہیں دیتا تو طالب علم کو اس کا ذاتی اور قومی تشخص نہیں دیتا"۔(١)

یہی وجہ ہے کہ جب ہم ملک میں اہم عہدوں پر فائز افراد کی اخلاقی صورت حال دیکھتے ہیں تو وہ افراد انسانی ہمدردی سے ہٹے محسوس ہوتے ہیں جیسے اگر ایک ڈاکٹر صاحب اپنی فیلڈ میں بہت ماہر ہوں گئے لیکن ان کی مہارت چند روپوں کی فیس کے بغیر کسی غریب کے کام کی نہیں رہتی۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے جو مواد سیکھ کر ڈگری لی اس مواد (نصاب) میں اسلامیات کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ وہ اسلام اور طب کو علیحدہ خانوں میں سمجھ رہے ہوتے ہیں جیسے:

"ہمارے ہاں مغربی طرز کے تعلیمی ادارے اور قدیم طرز کے اسلامی مدارس اس تفریق اور دوئیت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ایک طرف مادی ماحول کے تقاضوں کی پاسداری کا اہتمام ہے اور دوسری طرف اپنے بنیادی نظریہ حیات کو محدود کرتے ہوئے ایسی نصابی قدغنیں لگا دی گئی ہیں جو مدرسے کے نظام تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہونے دیتیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں طرح کے نظام ہائے تعلیم کی فیکٹریوں سے نکلنے والے افراد میں کسی طرح کی کوئی ذہنی وفکری ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی بلکہ یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ دونوں کے فکر و نظر میں تضاد پیدا ہوا اور دونوں طبقے ایک دوسرے کے حریف ٹھہرے"۔(٢)

اسی طرح بنیادی مقاصد تعلیم سے پہلو تہی ایک بڑی خرابی کی وجہ بن رہی ہے:

---

(١) اسلام پاکستان میں، محمد عثمان ، پروفیسر، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ۱۹۴۹۔ ص ۱۰۸

(٢) تعلیم و تدریس، مشتاق الرحمان صدیقی، ڈاکٹر: نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء۔ ص ۸۳، ۸۴

"ہمارا مروجہ نصاب تعلیم ہماری موجودہ زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کا بالکل اہل نہیں ہے کیوں کہ اس کے غرض وغایت ہمارے سرکاری دفاتر کے لیے اہل کار اور مختلف محکموں کے لیے عہدے دار تیار کرنا ہے اور بس"۔(۱)

دین ودنیا کی تقسیم سے پاکستانی قوم انتہائی دشواری کا شکار ہے جیسے:

"مروجہ نصاب کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ نصاب کی تعلیم اور عمل زندگی کے دو الگ الگ خانے ہیں۔ جو آپس میں بے ربط اور بے آہنگ ہیں"۔(۲)

"ہمارے مروجہ نصاب میں تین بڑی خامیاں ہیں: ۱۔ اس کی روح سے نظریہ اور عمل دو الگ الگ حیثیتیں ہیں۔ ۲۔ مختلف تعلیمی سطحوں کے نصاب میں باہمی ربط نہیں۔ ۳۔ مواد کا نصاب تسلی بخش نہیں"۔(۳)

نصاب اسلامیات کی وسعت سے استفادہ کیے بغیر پاکستانی قوم بنیادی مقاصد تعلیم کے حصول میں ناکام رہے گی:

"اسلامیات کے نصاب میں چند قرآنی آیات، چند احادیث اور اخلاق حسنہ اور سیرت رسول ﷺ کے چند واقعات و بیانات ہیں جن سے اسلام کی جامع تصویر تیار نہیں ہو سکتی بلکہ اصل روح اسلام سے بے بہرہ ہونے کے سبب وہ نصاب زندگی سے غیر متعلق اور غیر ضروری سا لگتا ہے۔ موجودہ مطالعہ پاکستان اور شہریت پڑھنے کے بعد بھی نہ نظریہ پاکستان کے لیے کوئی جذباتی کشش پیدا ہوتی ہے اور نہ اسلامی معاشرے کا واضح تصور ابھرتا ہے"۔(۴)

"ہمارے نظام تعلیم میں اس بات کی بہت ہی کم گنجائش ہے کہ ایک اوسط درجے کا پاکستانی طالب علم اسلامی تاریخ سے، پاکستان کی تحریک سے، تحریک پاکستان کے راہنماؤں کی جدوجہد ان کی مشکلوں، ان کی الجھنوں اور کامیابیوں سے سے واقف ہو سکے۔ تحریک پاکستان کے حقیقی مقاصد کو سمجھ اور اپنا سکے۔ اور اس کے حوالے سے موجودہ معاشرے کا جائزہ لے کر اپنے آپ کو جان سکے اور انفرادی اور اجتماعی کارگزاری کی راہ میں اپنی منزل کو اور مقام کو متعین کر سکے۔" (۵)

---

(۱) پاکستان میں تعلیم تحقیقی جائزہ، انجم رحمانی، ڈاکٹر، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۶ء۔ ص ۵۸۹

(۲) پاکستان میں تعلیم تحقیقی جائزہ، ص ۵۶۲

(۳) مسلمانوں کا نظام تعلیم: احمد رفیق سعید، پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ۱۹۶۲

(۴) تعلیم اسلامی تناظر میں، خالد، سلیم، منصور، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۸۔ ص ۱۵۶

(۵) اسلام پاکستان میں، ص ۱۰۸، ۱۰۹

خلاصہ بحث:

ماہرین تعلیم کی آراء نصاب سازی کے لیے بنیادی حیثیت کے حامل ہوتی ہیں۔اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ ماہرین کی آراء کے بعد بھی نصاب کی بہتری کی کاوشیں جاری رہنی چاہیے لیکن جو سوچ و فکر قوم کی زادِ راہ تھی اس کو اپنایا نہیں جا رہا۔ ماہرین اس طرف بھرپور انداز میں توجہ مبذول کرا رہے ہیں کہ شخصیت اور معاشرہ کی تعمیر تعلیم کا بنیادی کام ہے اور نصاب اس تعمیر میں فعال بقول ماہرین نہیں ہے۔اس سے بڑھ کر کون سا اہم کام باقی رہتا ہے جس کی طرف نصاب ساز اپنی توانائیاں خرچ کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔دراصل نصاب سازی ایک عملِ پیہم ،ایک مسلسل جدوجہد اور بڑا ہی جان جوکھا کام ہے۔اس سے اقوام تعمیر ہوتی ہیں۔جس طرح گزشتہ صفحہ میں نصاب کے موضوعات اسلام اور سائنس مذکور ہے سوال یہ کہ کیا اسلام سائنس نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر یہ روایتی بات سے اکتاہٹ آرہی ہے۔سائنس اور اسلام کے درمیان خلا کو پُر کرنے کے جیسے عنوانات دیے جانے چاہیے جیسے "روح اور مادہ" ، "انسان، کائینات اور توحید" اسی تناظر میں سائنس کو دیکھا جائے۔ایک اصطلاح انگلش میں بڑی اچھی ہے Quranic science اس قرآنی سائنس کو وسیع کرنے کے لیے جتنی توانائیاں خرچ کی جائیں کم ہیں اس کی گہرائی میں تمام عقلی علوم کو جگہ دی جاسکتی ہے جو علوم جگہ لینے کے اہل نہ ہوں وہ واقعی انسانیت کی خیر خواہی اور ترقی کا باعث نہیں بن سکتے۔ مبحوثہ نصاب میں **اہم مسلمان سائنسدان کی خدمات۔حیاتیاتی، طبی و طبعی علوم اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں مسلمانوں کی خدمات**،ضرور الگ الگ عنوان کی شکل میں ملتے ہیں لیکن یہ خدمات پڑھنے سے آج کی سائنس مسلمان نہیں ہو سکتی نصاب سازی میں اپنے مشاہیر کی خدمات کا حق اس وقت ادا ہو گا جب سائنس کو اس طرح لیا جائے کہ جس طرح اس سائنس کے بانی مسلمانوں نے قرآنی تناظر میں پیش کیا تھا۔ آج بھی اسلامیات کی نصاب سازی اسی تناظر کی متقاضی ہے اس سے ہٹ کر اسلامیات پڑھنے پڑھانے سے زمانے سے ہم قدم نہیں رہ سکتے اور اسی ہم قدمی کو ایک مقصدِ انسان، مقصدِ پاکستان اور مقصدِ تعلیم بھی کہا جاسکتا ہے۔

استاد کو معمار قوم کہا جاتا ہے۔اگر ایک عمارت کی تعمیر میں ہر قسم کی دستیاب مواد سے استفادہ میں ہرگز لاپرواہی نہیں کرسکتے تو پھر قوم و ملت کی تعمیر میں دستیاب مواد ان ماہرین کی آراء ہیں۔ان سے غفلت اور لاپرواہی کرکے قوم کی تعمیر ناممکن ہو گی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نصاب کوئی بھی حرف آخر نہیں بن سکتا۔نصاب آئے روز نت نئی احتیاج کا محتاج رہتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی اقوام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت، آیندہ زندگی کا نصب العین للاجتماع اور انسانی معاشرے میں اپنے مقام کا تعین،ان کاموں سے قوم کا سرشار نہ ہونا،یہ کسی قوم کی واضح تعلیمی ناکامی ہے جس کی بنیادی کمزوری نصاب تعلیم کے سر ٹھہرتی ہے۔جب تک نصاب اسلامیات یہ ذمہ داری نبھانے کے حامل نہیں ہوتا ماہرین تو دور عام شہری بھی اس نصاب پر انگلی اٹھانے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے۔ایک انتہائی آسان

نقطہ کہ جس ملک کو جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا آج ہر شہری یہ سوال اٹھا رہا ہے کہ وہ نظریہ ٔپاکستان کہاں ہے ؟ کیا ملکی آیئن میں اس کی موجودگی ہے ؟ وہاں اپنی آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ پھر شہریوں کی زندگیوں میں کیوں نہیں؟ یہ زندگیاں بنانا کس کا کام ہے سوائے تعلیم کے ؟ کیا تعلیمی پالیسیوں میں نظریہ پاکستان ہذف ہے ؟ ایسی صورتحال بھی نہیں۔ بالآخر بات تعلیم اور پھر نصاب اور نصاب اسلامیات جو نظریہ پاکستان کی روح کا حقیقی پاسبان ہے اس میں جتنی محنت ہوگی اتنی ہی اسلامی اقدار کو فرغ ملے گا اس فروغ سے نظریہ پاکستان کی آبیاری ہوگی۔ اس صورتحال میں نصاب کی اہمیت اور ضرورت انتہائی آسانی سے واضح ہو جاتی ہے۔ نصاب سازی میں کسی نظریہ کو عملی شکل دینے کے لیے بنیادی رکاوٹ اس ملک کی ملکی پالیسی بن سکتی ہے جیسا کہ تاریخ میں مسلمانوں کے ساتھ سقوط بغداد کے بعد ایسے حالات رونما ہوئے کہ انھیں مجبور و مقہور ہو کر رہنا پڑا بالآخر مسلمانوں کو دین و دنیا کی دوئیت کا سامنا آج تک کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن سقوط بغداد سے قبل اسلامی ادب مکمل مروج ہو چکا تھا جس کے اثرات اتنے دور پاء ثابت ہوئے کہ کئی ایک زوردار مخالفانہ سازشوں کے باوجود مسلمان اپنی بنیادی حیثیت کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔ اب مخالفانہ سازشوں میں وہ جان نہیں۔ اب ایسے حالات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ تعلیمی معیار اور فہمِ اسلام اس وقت اللہ نہ کرے اگر ایک اور واقعہ سقوط بغداد جیسا واقع ہو جائے تو اسلامی سوچ ایک سال کے لیے بھی اپنی حیثیت بحال رکھنے کی سکت نہیں رکھتی۔ عصر حاضر مسلمانوں کو پکار رہا ہے کہ قرآن و حدیث کے وسیع تر معنوں سے استفادہ کیا جائے۔ اختلاف نہیں اتفاق کی ضرورت ہے صبر اور برداشت اور ایک دوسرے سے استفادہ کی ضرورت ہے۔ کائنات کو سمجھنے کی ضرورت کائنات کی اشیاء سے استفادہ صرف مادہ ہی کی نہیں اس مادہ کے اندر ایک روح بھی موجود ہے جس کا انکشاف صدیوں پہلے اسلامی تعلیمات نے کیا تھا جو کہ مادہ کی اصلیت ہے اس سے استفادہ کی ضرورت ہے۔ اس طرز پر قوم کی سوچ کو موڑنے کے لیے صوفیاء کرام کی تعلیمات سے استفادہ کی ضرورت جس کی کوشش نصاب متذکرہ میں معقول انداز میں نہ مل سکی۔ اسی سلسلہ میں آئندہ صفحات میں قدیم نصاب، جدید نصاب اور صوفیانہ نصاب پر بحث کی جائے گی۔

فصل دوم: نصاب اسلامیات کا تاریخی پس منظر

مبحث اول: قدیم نصاب اسلامیات (سقوط بغداد سے قبل)

مبحث دوم: جدید نصاب اسلامیات

مبحث سوم: صوفیانہ نصاب تعلیم و تربیت

مبحث اول: قدیم نصاب اسلامیات (سقوط بغداد سے قبل)

نصاب اسلامیات صرف عبادات اور معملات ہی نہیں بلکہ اس میں تکوینیات بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں جس میں تخلیق انسان و کاینات اور رموز فطرت کا بڑا عمل دخل ہے۔ قدیم نصاب اسلامیات ایک جامعیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس نصاب میں انسان اور کاینات کی ہر شے زیر غور رہی کوئی بھی ایسا موضوع جو انسان کی بھلائی کے حامل ہو اس نصاب سے خارج از بحث نہیں ملتا۔ جو چیز خشکی میں ہے یا تری میں اس کی وضاحت شروع دن سے ہی اسلامی تعلیمات میں موجود رہی۔ انبیاؑ کا سلسلہ مکمل ہونے کے بعد خلفائے راشدینؓ کا دور رہا پھر بنو امیہ کا دور خلافت رہا اس کے بعد عباسی دور خلافت تک نصاب اسلامیات میں جامعیت رہی اس کی جامعیت آئے روز کم ہوتی گئی۔ اس جامعیت کے ٹوٹنے میں کلیدی مرحلہ سقوط بغداد کا واقعہ ہے جس کے بعد نصاب اسلامیات اپنی اصلی حیثیت کھونا شروع ہوا بالآخر اسلامیات کو نو آبادیاتی سلسلہ میں عصری تعلیم سے ہی الگ کر دیا گیا۔ تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک دینی اور دوسرا دنیوی۔ نصاب اسلامیات کی جامعیت کے دور کو قدیم نصاب اور اس کے تقسیم شدہ دور کو جدید نصاب کی اصطلاح کے طور پر فصل ہذا دو مبحث میں تقسیم کی گئی ہے۔

سابقہ انبیاؑ کا نظام تعلیم آج کے دور کے نظام تعلیم جیسا نہ تھا لیکن سابقہ انبیاؑ تعلیم و تعلم سے برائے راست مصروف عمل رہے ہیں اور ان کا نصاب آسمانی کتب رہیں جو الہامی کتب آج بھی مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہیں۔ قرآن مجید ان انبیاؑ کی تعلیمات سے ہمیں بھرپور مستفید کرتا ہے۔ دنیا کے تمام علوم کے چشمے اس قرآن مجید سے نکلتے ہیں اور یہی قرآن مجید قیامت تک انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے اور یہی نصاب اسلامیات ہے۔ اس تناظر میں قدیم نصاب کو ان پانچ ادوار کے عنوانات سے معنون کیا جاتا ہے:

۱۔ سابقہ انبیاؑ کا نصاب تعلیم۔ ۲۔ عہد نبوی میں نصاب تعلیم ۔ ۳۔ عہد خلفاءِ راشدین کا نصاب تعلیم۔ ۴۔ عہد بنو امیہ کا نصاب تعلیم۔ ۵۔ عہد بنو عباس کا نصاب تعلیم

۱۔ سابقہ انبیاؑ کا نصاب تعلیم

یہ ایک طویل نصاب ہے جس کو مکمل بیان کرنا ہمارے مقالے کے بس سے باہر ہے۔ نصاب اسلامیات تاریخی پس منظر حضرت آدمؑ سے شروع کرتا ہے نمونہ کے طور پر چند سابقہ انبیاؑ کی تعلیم کا جامع نصاب دکھانے کی کوشش مقصود ہے جو ارتقائی منازل طے کرتا ہو آج تک پہنچا چونکہ اسلامیات ایک جامع مضمون ہے جب تک اس کی جامعیت سے استفادہ نہ ہو گا بحثیت مجموعی تعلیم اپنے بنیادی مقاصد کے حصول میں ناکام رہے گی۔

اسلامی تعلیمات کا آغاز جو ہبوط آدم سے شروع ہوتا ہے۔شروع سے ہی انسانیت کے مقام و مرتبہ کی بلندی کا نصاب (علم) ملتا ہے۔حضرت آدم علیہ اسلام کا قصہ قرآن پاک میں کچھ یوں بیان ہوا ہے:

﴿ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾ (۱)

ترجمہ: اور آدمؑ کو تمام نام سکھائے گئے پھر فرشتوں سے پوچھا ان چیزوں کے نام بتائیں اگر آپ سچے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کی ابن کثیر اس طرح تفسیر کرتے ہیں:

(هذا مقام ذكر الله تعالى فيه شرف آدم على الملائكة) (۲)

ترجمہ: یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر انسانوں کی برتری ذکر فرمائی۔

انسانیت کی برتری علم میں ظاہر ہوئی جب حضرت آدمؑ پیدا ہوئے تو وہ چونکہ پہلے انسان تھے باقی مخلوقات میں فرشتے افضل تھے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ موازنہ فرماتے ہوئے انسان کو علم کے معیار پر پرکھتے ہوئے اشرف المخلوقات قرار دیا۔ قرآن کا یہ درس آج بھی ہمیں علم کی اہمیت بالکل اسی انداز میں ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اُس وقت تھی۔لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کا آغاز ہی انسانی مقام مرتبے کی معینات ہے۔عصر حاضر میں انسان اپنے مقام کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہے۔اس وقت انسان حیوانی خصوصیات کو اپنانے میں عار محسوس نہیں کر رہا، اسی لیے مضطرب و بے چین زندگی کا شکار لگ رہا ہے۔تاریخ اسلام میں اسلامی تعلیمات اپنے ادوار کے نت نئے علوم سے مزیّن ملتی ہیں۔اور انسان کی ہر لحاظ سے تشفی مہیا کرتی ہے۔حضرت آدمؑ زمین پر پہلے انسان اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذہنی، جسمانی اور روحانی ہر طرح کی ضرورت پوری کرنے والا نصاب بھی نازل فرمایا اس نصاب کی حالت القائی تھی تمام باتیں آپؑ کو القاء کر دی گئی تھیں۔ آپؑ کی شخصیت کی مکمل تعمیر فرمادی گئی اور اس مکمل شخصیت کو مکمل انسان قرار دیا گیا اور جب انسان مکمل ہوتا ہے تو اللہ کی نیابت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی شخصی تعمیر کے لیے نصاب بھی مختلف اوقات میں مختلف انداز میں بھیجے چنانچہ کم و بیش سوا لاکھ انبیاءؑ اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل، ہمہ جہت نصاب لے کر اس دنیا میں مبعوث ہوئے۔

الٰہیاتی تصور کائنات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبث خلق نہیں فرمایا بلکہ ایک اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے پیدا کیا اور اس مقصد تک پہنچانے کے لیے انسان کو ارتقاو تکامل کے طویل مراحل سے گزارنا بھی سنت الٰہیہ رہی

---

(۱) البقرہ۲ / ۳۱

(۲) تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن عمر، دار الطیبہ والتوزیع، المدینۃ المنورہ ۱۴۲۰ھ۔ج ۱، باب ۳ص ۲۲۲

ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ یوم میں خلق فرمایا اور چار یوم میں اس نے زمین کو انسان کے لیے قابل سکونت بنایا اور وسائل حیات پیدا کیے۔

﴿وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ﴾۰(١)

اور اسی نے چار دنوں میں حاجت مندوں کی ضروریات کے مطابق زمین میں سامان خوراک مقرر کیا۔

یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے یوم ہمارے دنوں سے مختلف ہیں:

﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ-﴾(٢)

ترجمہ :اور آپ کے پروردگار کے ہاں کا ایک دن تمہارے شمار کے مطابق یقیناً ہزار برس کی طرح ہے۔

ہر چند اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو دفعتاً درجہ کمال تک پہنچا سکتا ہے لیکن حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہے کہ ارتقاء و تکامل کا یہ عمل تدریجاً ہو۔ چنانچہ زمین کو چار مرحلوں میں قابل سکونت بنایا گیا۔

جب تکامل و ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزر کر انسان کی مادی ترقی احسن تقویم کی منزل تک پہنچ گئی تو اگلے مرحلے میں:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي---﴾(٣)

سے انسان کا فکری ارتقا شروع ہوا۔ چنانچہ ابو البشر حضرت آدمؑ کی خلقت کے ساتھ ہی اولاد آدمؑ کی تعلیم و تربیت کے لیے ابتدائی درسگاہ کھول دی گئی اور نظام حیات کی ابجد سے درس شروع ہو گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پہلی بار شریعت کی تدوین ہوئی۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا-- ﴾(٤)

ترجمہ :اس نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔

پھر عصر خلیل علیہ السلام میں ملت اسلامیہ کی داغ بیل ڈالی گئی:

---

(١) حم السجدۃ ۴۱/۱۰

(٢) الحج ۲۲/۴۷

(٣) البقرہ ۲/ ۳۱

(٤) الشوریٰ ۴۲/۱۳

﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ- ﴾.(۱)

ترجمہ: یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

عصر کلیم علیہ السلام میں انسانیت نے ایک اور اہم ارتقائی مرحلہ طے کیا اور امت کلیمی پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پوری ہو گئیں۔

﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَي الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا --﴾.(۲)

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تا کہ نیکی کرنے والے پر اپنی نعمت پوری کر دیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل بیان ہو اور ہدایت اور رحمت (کا باعث) ہو۔

لیکن عصر کلیمؑ کے انسان میں شعور و ادراک کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک بچھڑے کو خدا ماننے پر آمادہ تھا۔ عصر مسیح علیہ السلام میں انسانیت کی اس تربیت گاہ کو خداوند عالم نے شریعت عیسوی کے ذریعے مزید وسعت دی اور انسانی ترقی کے نصاب میں انجیل کا اضافہ کر کے رحمت و شفقت اور انسان دوستی کی تربیت دی گئی۔

﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً--﴾ (۳)

ترجمہ: اور ان سب کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں ہم نے انجیل دی اور جنہوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم ڈال دی۔

ان ادوار میں انسان ابھی عہد طفولیت میں تھا، لہٰذا اس کی تربیت و تعلیم کے لیے سمعی وبصری ذرائع سے کام لیا گیا اور انہیں ایسے معجزات دکھائے گئے جو محسوسات ومشاہدات سے متعلق تھے۔

جب انسان عقل و شعور کے لحاظ سے بلوغت کی منزل کو پہنچ گیا تو اسے محسوس معجزات کی جگہ معقول معجزہ (قرآن) دیا گیا کیونکہ انسان اس قابل ہو گیا تھا کہ اسے ایک جامع "ضابطۂ حیات" اور ایک ابدی "دستور زندگی کا امین بنایا جائے۔ چنانچہ قرآن جیسا معجزہ عنایت فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس امّت کو اس قابل بنایا کہ وہ اس

---

(۱) الحج۲۲/ ۷۸

(۲) الانعام۶/ ۱۵۴

(۳) الحدید۵۷/ ۲۷

سرمدی امانت کی حامل بن جائے۔ اس نعمت الٰہی کی معرفت اور اس کی قدردانی کی واحد صورت یہ ہے کہ کلام اللہ کو حتی الامکان سمجھا اور سمجھایا جائے۔(۱)

سابقہ انبیاؑ نے اپنے وقت اور اپنے علاقائی ضروریات کے مطابق تمام لوازمات کو پورا کرنے والی تعلیم سے اپنی امم کو سرشار فرمایا۔ کوئی موضوع یا مضمون جو ان انبیاؑ کی امم کی دنیاوی یا اخروی سہولیات سے متعلق تھا آپؑ اپنی تعلیمات میں شامل رکھا۔ آج بھی ہمیں اس طرح کے نصاب کی ضرورت ہے جس کی ترتیب پر تفصیلی بحث باب پنجم میں کی جائے گی۔

۲۔ عہدِ نبوی میں نصابِ تعلیم

جب انبیاءؑ کا سلسلہ مکمل ہوا اور ختم الرسل حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ کو ایک ایسا نصاب دیا گیا جو قیامت تک کے انسانوں کی ہر لحاظ سے شخصی تعمیر کرتا رہے گا۔ اور قیامت تک یہ نصاب جسے **"قرآن مجید"** کہا جاتا ہے کی حفاظت اللہ پاک نے خود اپنے ذمہ لے رکھی ہے جس کے سمجھنے کے لیے آپ ﷺ کی احادیث اور سنن لازم ٹھہریں۔ عہد نبوی ﷺ میں قرآن کے اصل مفہوم کو بآسانی سمجھ لیا جاتا تھا کیوں کہ اس وقت معلم خود آپ ﷺ کی ذات تھی۔ قرآنی تعلیمات سے اس وقت کے مسلمان جنھیں صحابہؓ کے نام سے تا قیامت یاد رکھا جائے گا کی زندگیاں پوری طرح مزّین تھیں۔ عہد نبوی میں نصاب سازی دور جدید کی طرح نہ تھی تاہم اس کی چند بنیادی شکلیں اس طرح کی ملتی ہیں:

"مخصوص نصابی سرگرمیوں میں مسلمانوں کے لیے قرآن وحدیث کی تعلیم، تجوید القرآن، فقہ، علم ہیت اور علم الانساب شامل تھے۔ جب اسلامی ریاست کے سفارتی امور نپٹانے کی ضرورت پڑی تو آنحضرت ﷺ نے غیر ملکی زبانیں بھی سیکھنے کا حکم دیا تھا"(۲)۔

عہد نبوی کا معاشرہ ایک ترقی پذیر معاشرہ تھا۔ جس میں آئے دن اللہ رب العزّت کی طرف سے بھیجی گئی رہنمائی میں نئے نئے تقاضوں سے نپٹنے کے لیے تجربات ہو رہے تھے۔ جس کا مقصد رہتی دنیا تک انسانیت کو ایک مکمل ضابطہ ء حیات دینا تھا۔ اس لیے عہد نبوی ﷺ کے مروجہ نظام تعلیم میں کسی مخصوص عمر درجہ یا گروہ کے لیے نصاب مقرر نہیں تھا بلکہ ان سرگرمیوں میں ہر عمر اور قسم کے مسلمان شامل تھے تاہم تعلیم و تدریس کے عمل میں نفسیاتی پہلو کو

---

(۱) دیکھئے: بلاغ القرآن (مقدمہ): محسن علی نجفی، دار القرآن الکریم جامعہ کوثر، اسلام آباد، ۱۴۳۶ھ۔

(۲) اسلامی تعلیم: آل پاکستان ایجوکیشنل کانگرس، لاہور، ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۲ء۔ ص: ۳۷

ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ عہد نبوی ﷺ میں عسکری تربیت اور لکھائی پر بھی زور دیا جاتا تھا جو کہ اس وقت کی انتہائی جدید تعلیم متصور ہوتی تھی۔

"خوش نویسی بھی مسلمانوں کے نصاب میں شامل تھی حضرت سعید بن العاصؓ بڑے خوش نویس تھے۔ اصحاب صفّہ کو جو تعلیم دی جاتی تھی اس میں لکھنا بھی شامل تھا۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ قرآن مجید کے ساتھ لکھنے کی تعلیم بھی دیتے تھے"(۱)۔

قرآن مجید کے مطالعہ کی گہرائی اس وقت اس قدر تھی کہ نظام زندگی میں ضروری تمام علوم جیسے فقہ، حدیث اور علم ہیت وغیرہ کے علوم قرآن مجید ہی سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے نمایاں ترین نصاب تعلیم صرف قرآن مقدس ہی دکھائی دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کے فہم میں دقتیں آتی گئیں جن کو ہمارے اسلاف نے بخوبی بھانپ لیا اور عہد خلافت بنو امیہ اور بنو عباس میں فہم قرآن وحدیث انتہائی آسان ہوتی گئیں جو کہ عہد نبوی کے نصاب کا تسلسل تھا یہ تسلسل سقوط بغداد کے وقت ٹوٹ گیا جس کے بعد فہم قرآن وحدیث میں دقتیں بڑھتی گئیں جن پر اس طرح کا کام جاری نہ رہ سکا جیسا کہ سقوط بغداد سے قبل تھا۔ چنانچہ یہی قرآن وحدیث انسانیت کے نصاب کی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی آج ہمارے ہاتھوں کو نصیب ہوئیں اور یہی نصاب اسلامیات اپنے مصدر کے لحاظ سے آج بھی وہی ہے جو عہد نبوی میں تھا۔ اس میں تمام ضروریاتِ زندگی ملحوظ ہیں۔ یہ ایک ہمہ جہت نصاب تعلیم ہے اس میں کائنات کی ہر شےء کے بارے میں ہدایات موجود ہیں جو ایک کیٹلاگ کی حیثیت رکھتی ہیں اس کیٹیلاگ کو آج کے دور میں ایک پاس ورڈ (Password) کی حیثیت سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ہم جس علاقہ ٔ تعلیم میں بھی جائیں اس کا پاسورڈ اس نصاب اسلامیات میں موجود ہے۔ جس کے ذریعے ہی کسی علم کی اصلی حیثیت سامنے آتی ہے۔ اس کے بغیر مقدر سے کچھ اصل بھی مل سکتا ہے لیکن زیادہ تر اندھیرے میں ٹکروں کے مصداق ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی تمام جہتوں سے استفادہ کیا جائے صرف اقتباساتی مطالعہ سے کام مکمل ہونا مشکل ہے کیوں کہ اقتباسات کے نظریہ اور روح کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگیاں ڈھالنے سے ہی اسلامی تعلیمات سے استفادہ اپنا بہتر اثر دکھا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے استفادہ کی ضرورت ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾(۲)

ترجمہ: "ہم نفس اور آفاق میں ایسی نشانیاں دکھائیں گئے یہاں تک کہ حق ان پر ظاہر ہو جائے گا"۔

---

(۱) سیرت النبی ﷺ: علامہ شبلی نعمانی، محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب قرآن محل، کراچی، (س ن) ج:۲ ص:۹۱

(۲) حم السجدۃ ۴۱/ ۵۳

مادہ کی جتنی تحقیق کی جائے اسلام اس کی حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ راہنمائی بھی فراہم کرتا ہے کہ اس مادے کی تخلیق کا اصل یہ ہے کہ حق صرف اس مادے کا خالق ہے جس نے یہ سارا جہاں بنایا۔ اور اس تناظر میں ہی مادہ کی بہترین تصویر و منظر کشی کی جاسکتی ہے۔ عہدِ نبوی میں یہ بصیرت اتنی زیادہ تھی کہ قیامت تک کی انسانیت اس سے استفادہ کرتی رہے گی۔ یہ کام آج بذریعہ نصاب اسلامیات ملک کے اندر رائج کیا جاسکتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا اُسوہءِ حسنہ بنایا جو کے ہر لحاظ سے قیامت تک کے انسانوں کے لیے نعمت عظیم ہے۔ رشد و ہدایت اللہ کی طرف سے انعام کے طور پر حاصل ہوا۔ انسان جب تک آپ ﷺ کی تعلیمات کو سینے سے لگائے رکھے گا وہ کامیاب زندگی گزارے گا اور جوں اس سے دُوری اختیار کرے گا، وہ ناکامی کی طرف ڈھلکتا لٹکتا رہے گا۔ آپ ﷺ کی قربت آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل سے ملتی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاءِ راشدین نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو پھیلایا، ان کی زندگیوں سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے اپنے سینوں کو تعلیمات نبوی سے مُنور کیا ہوا تھا۔ اور ان کے سینے کے نُور میں ایسی طاقت تھی کہ ان سے غلطی کا سرزد ہونا ایک مشکل عمل تھا۔ جوں جوں خلفائے راشدین کے بعد کا دور آتا گیا دراصل اس بنیادی چیز نُور سے اس طرح استفادہ نہ ہو سکا جو اس کا حق تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بعد وہ جھلک جو ان خلفاءِ راشدین رضوان اللہ نے دکھائی وہ پھر اس دھرتی پر نہ مل سکی۔ البتہ ایک سلگتی شمع کی مانند اسلامی تعلیمات تا قیامت سلگتی رہے گی اس سے جس قدر استفادہ کیا جائے اتنی ہی انسانیت کو روشنی بخشتی رہے گی۔ نصاب اسلامیات اس وقت اس شمع کو اپنے شاندار ماضی کی روشنی میں روشن کر سکتا ہے۔ چنانچہ ماضی میں وہ کیا بنیادی قدریں تھیں جو آج نہیں؟ کیا تاریخ اسلام میں جو علوم رائج ملتے ہیں وہ صرف اسلاف ہی کے تھے یا پوری دنیا ان کو مانتی تھی اگر دنیا مانتی تھی تو وہ کیا قدریں تھیں جن کی بنا پر ساری دنیا مانتی تھی آج کیا وجہ ہے کہ اسلام وہی ہے لیکن تعلیمات سے دنیا مانوس نہیں ہو رہی۔ انہی قدروں میں ایک بڑی قدر تعلیم کی جامعیت تھی جس سے آج مسلمان محروم ہیں۔

۲۔ عہدِ خلفاءِ راشدین میں نصاب اسلامیات۔

اس عہد کو نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے عہد کی ہی توسیع کہا جاسکتا ہے۔ اس عہد نے انسانی تاریخ میں انسانیت کو عروج دکھایا۔ اسی عہد میں اسلامی تعلیمات کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور ان جڑوں میں ایسی طاقت آئی کہ قیامت تک کے لیے اسلامی تعلیمات انسانیت کے لیے کافی ہو گئیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس عہد اور عصر حاضر کو ایک ساتھ دیکھنے کی بھی ہمت نہیں آرہی حالانکہ وہی قرآن، توحید و رسالت آج بھی ہے جو اُس وقت بھی تھی۔ آج اگر کوئی بڑا فرق ہے تو معلم کا ہے آج وہ معلم حضرت محمد ﷺ براہِ راست نہیں ہیں۔ آج ہمارے پاس علم کی کمی نہیں تعلیم کی کمی ہے۔ وہ نظام تعلیم ہم گنوا بیٹھے ہیں جو ہمارا اثاثہ تھا۔ آج ہم وہ سوچ تعمیر کرنے میں ناکام ہیں۔ جب

اسلامی سوچ و فکر پروان چڑھ جائے تو تمام مسائل جو معاشرتی اختلافات اور طبقاتی نظام جو ملک میں دین و دنیا کو تقسیم کر رہا ہے کا مثبت حل نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہمیں صحابہ کرام کی سوچ و فکر کو فروغ دینا ہے اور یہ سوچ بذریعہ نصاب اسلامیات ممکن ہے۔ چونکہ نصاب کا مقصد فکر و سوچ کی تعمیر ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی سوچ کو پروان چڑھادینا ہی خلفاءِ راشدین کے مطالعہ کا مقصد ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے پاس کون سا نصاب تھا جو آج ہمارے پاس نہیں۔ انھوں نے تو اپنی زندگیاں وقف کر کے اپنا مکمل نصاب رہتی دنیا تک پہنچا دیا ہے فرق اس سے استفادہ میں آرہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب قلم کی بجائے زبان سے ہی تعلیم دی جاتی تھی لحاظہ آج یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ اس دور میں explicit(١) کی بجائے Hidden curriculum (٢) رائج تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عہد اور نصاب اسلامیات

حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام کے پہلے امام ہیں۔ ان کا دور خلافت عہد نبوت سے ملا ہوا ہے جو خیر القرون تھا۔ ان کے معاصر وہ بزرگوارؓ تھے جنھوں نے برسوں سے رسول اللہ ﷺ سے فیض صحبت اٹھایا تھا۔ اکابر صحابہؓ جو اسلام کے روح رواں تھے تقریباً سب زندہ تھے۔ ان حالات میں عہد صدیقی کی فضا نُورانیت اور روحانیت میں عہد نبوی سے بالکل ملتی جلتی تھی۔ ان کی حکومت کا منشا قرآن مجید کے مطابق تھا۔ ان کے زمانے میں فوج کو اخلاقی تربیت اس طرح دی جاتی تھی کہ فوج للٰہیت اور اعلاءِ کلمہ کے لیے میدان میں جائے۔ وہ اخلاقی رفعت میں تمام دنیا کی فوج میں ممتاز ہو۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت زید کا لشکر روانہ کرتے وقت امیر لشکر کو نصیحتیں کیں:

"خیانت نہ کرنا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، مُردوں کے کان ناک نہ کاٹنا، چھوٹے بچوں ہے بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، نخلستان کو نہ کاٹنا نہ جلانا، پھلدار درخت نہ کاٹنا، کھانے کے سوا بکری گائے اور اونٹ کو ذبح نہ کرنا، تم کو ایسے لوگ ملیں گئے جو طرح طرح کے تمھیں کھانے پیش کریں گئے جو عبادت خانوں کی نذر ہو گئے ہیں انھیں چھوڑ دینا۔ پھر تم ایسے لوگ پاوگئے جو تمھیں طرح طرح کے کھانے پیش کریں گئے تو جب تم کھانا تو اللہ کا نام لے کر کھانا"۔(٣)

---

(١) یہ نصاب کی وہ قسم ہے جس میں نصاب باضابطہ لکھا ہوا ایک کتاب یا کتابچے یا کئی کتب پر مشتمل بھی ہو سکتا ہے۔ یہ رسمی تعلیم میں بنیادی طور پر موجود پایا جاتا ہے۔

(٢) یہ نصاب کی وہ قسم ہے جس میں نصاب باضابطہ لکھا ہوا نہیں پایا جاتا بلکہ ایک خاص ماحول پر مشتمل ہوتا ہے جیسے غیر رسمی تعلیم میں اس نصاب کی شکل موجود ہوتی ہے۔ قدیم نصاب میں یہی قسم رائج ملتی ہے۔

(٣) اردو دائرہ معارف اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب، لاہور، ٢٠٠٢۔ ج ا ص: ٣٢٥، ٣٢٦

آپؓ نے آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ کی رحلت کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کا مفہوم اس طرح ہے:

"محمد ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں جن کے بارہ میں قرآن مجید نے پہلے ہمیں اشارہ دے دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اگر رسول قتل ہو جائیں تو کیا تم پچھلے پاؤں پھر جاؤ گئے؟ اور جو پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا، پس جو محمد ﷺ کو پوجتا تھا تو محمد ﷺ رحلت فرما چکے ہیں اور جو اکیلے خدا کو پوجتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ اور قائم ہے۔ میں تمھیں اللہ سے ڈرنے، نبی ﷺ کے لائے ہوئے نُور اور اللہ کی رحمت سے حصہ لینے، اسلام کی ہدایت اختیار کرنے اور دین الٰہی کو مضبوط رسی سے پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس کو اللہ نے ہدائت نہ کی وہ گمراہ ہوا اور جس کو اللہ نے عافیت عنایت نہ کی وہ دنیا و آخرت کی مصیبت میں گرفتار ہوا"۔(۱)

آپؓ نے اپنے دور خلافت میں کوئی ایسا کام کرنے کی سعی نہ فرمائی جو کام عہد نبوی میں رائج نہ تھا۔ چونکہ اس وقت اسلام ایک نازک کونپلی کی طرح تھا جس کی آبیاری کا اعزاز آپؓ کو حاصل ہوا۔ ازاں بعد یہ ایک درخت کی طرح طاقتور شکل میں ہوا پھر اس کی شاخیں ساری دنیا میں پھوٹیں۔

"سیدنا حضرت ابو بکرؓ منصب خلافت سنبھالتے ہی لشکر اسامہ کو روانہ فرماتے ہوئے صاف فرما دیا تھا کہ جو کام نبی کریم ﷺ کی ہدایات پر مشتمل ہیں انھیں کسی مصلحت کا شکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا نصب العین فرمودات رسول ﷺ ہیں"۔(۲)

یہ وہ بنیادی درس تھا جس پر خلفاءِ راشدین نے امت کی سوچ کو تعمیر کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے وصیت نامے تمام عرب قبائل کو بھیجا کرتے تھے ان کی حیثیت ایک تعلیمی نصاب کی سی ہو جاتی ہے جو کس شان سے قوم کی سوچ کو تعمیر کر رہا ہے۔ اس پیغام کی خاص بات کہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے نُور اور اللہ کی رحمت سے حصہ لینے کی وصیت ہے۔ پس ہمارا مقصد زندگی کہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے نُور اور اللہ کی رحمت کا حصول بن جائے تب ہی ہم صحابہؓ کرام کے سچے پیروکار بن سکتے ہیں جس کے متعلق قرآن پاک میں کئی بار واضح ارشادات بھی موجود ہیں جیسے:

﴿ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُور وَكِتَابٌ مُبِينٌ -﴾ -(۳)

ترجمہ: بے شک آپ کو پہنچی اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب

---

(۱) تاریخ ابن خلدون: علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون (مترجم حکیم احمد حسین)، نفیس اکیڈمی، کراچی۔ ج ا، ص ۱۷۰۔

(۲) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطی، (مترجم شمس بریلوی) پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور، ستمبر ۱۹۱۲۔ ص ۲۰۸

(۳) المائدہ ۱۵/۵

﴿ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُور ﴾(١)

ترجمہ: اور نکالتا ہے تمھیں اندھیرے سے روشنی کی طرف۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُور ا مُبِينًا﴾(٢)

ترجمہ: اے لوگو بے شک آپ کو پہنچ چکی واضح دلیل اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی نے نازل فرمایا تم پر واضح نور

ان آیات کی روشنی میں علم کو نُور سے تشبیح دی گئی ہے۔ اس نُور کا حصول قوت ایمانی کے بغیر ممکن نہیں۔

﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُور ا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (٣)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف بھیجی بصورت وحی اپنے فرمان کی ایک روح، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کس کا نام ہے؟ مگر ہم نے اسے ایک نُور بنایا ہے جس سے ہم ہدایت کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور بلاشبہ آپ رہنمائی کرتے ہیں سیدھے راستے کی طرف۔

قرآنی تعلیم جسے اسلامیات کہا جاسکتا ہے اس کا سیکھنے سکھانے کا عمل ایمان، صراط مستقیم سے جڑتا ہے جسے نُور کہا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں اس طرح کی سوچ اور رویے اسلامی معاشرے میں اس وقت جنم لیں گئے جب علم کے اصل ذرائع قرآن وحدیث کی روح تک رسائی حاصل کی جائے گی۔ جس کی رسائی مسلمانوں نے تاریخ حاصل کر رکھی تھی۔ جو مندرجہ بالا جیسی آیات مبارکہ کے مبارک اثرات سے لیث تھے۔ لیکن بد قسمتی سے آج کے دور میں اس ایمانی قوت کے بغیر ہی علم حاصل کرنے اور آگے پھیلانے کی ناکام کاوشیں ہو رہی ہیں۔ سوٴر کھا کر شراب پی کر حاصل ہونے والا علم کبھی انسانیت کی بھلائی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ علم نور بن سکتا ہے۔ آج علوم کے جو شاہکار بنے ہوئے ہیں یہ ان کے عقل کی اختراعات نہیں ہیں بلکہ نُور کو چورا کر اس کی شکل بگاڑے ہوئے ہیں۔ نُور کے حصول کے لیے ان علوم کو واپس نتھارنا پڑے گا جو کہ اس حالت میں ہوں گئے جو عہد صحابہ کے دور میں تھے۔ یہی وہ نُور ہے جس کے بارہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پہلا خطبہ فرمایا جس کا ذکر گزشتہ صفحہ میں گزرا۔

---

(١) المائدہ۵/ ١٦

(٢) النساء۴/ ١٧۴

(٣) الشوریٰ۴٢/۵٢

حضرت عمر فاروقؓ کا عہد

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں جو تعلیمات رائج کیں وہ جہاں دیگر شعبہ جات میں اپنی مثال آپ ہیں وہاں نصاب سازی کا عمل بھی اپنی مثال آپ ہے۔ جیسا کہ آپؓ کا دور اسلام کی بنیاد تعمیر ہونے کا دور ہے جب اسلام کا پودا ابھی تن آور درخت بن رہا تھا آپؓ جیسی ہستی ہی نے اس درخت کی بہترین آبیاری کی اور اسلامی تعلیمات کو اس قابل کیا کہ پوری دنیا اس سے استفادہ کرے۔ یہاں تک کہ آپ کے دور میں انسان ہی نہیں بلکہ دوسری مخلوقات بھی امیر المومنینؓ کی مطیع و فرمانبردار پائی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ ان بنیادی تعلیمات سے بہترین استفادہ تھا جو علمی نُور کے متلاشی تھے جو ہر قدم پھونک کر رکھتے تھے کہ کہیں ہمارے دل سے اس نُور میں کمی نہ آ جائے اور ان کے اس عمل سے ان کا نُور بڑھتا ہی رہا۔ اسلام کسی لیبارٹری میں تجربہ کرنے والا علم نہیں ہے جسے آج ہم نئی نسل کو اسی طرح کی تعلیم کی طرف لے جارہے ہیں اسلام زندگی کے ہر قدم پر احتیاط چاہتا ہے تب نُور سے منور ہوا جاتا ہے جیسا کہ تاریخ میں ہوا۔

حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے ربیع الاول ۱۶ھ میں سن ہجری کا آغاز ہجرت مدینہ سے شروع کیا۔ جنھوں نے شراب پینے والے کو اسی کوڑے لگائے۔۔ آپ نے جزیہ مقرر کرتے وقت عوام کو تین حصوں امیر متوسط اور غریب میں تقسیم کر کے اسی شرح سے جزیہ لاگو کیا۔ ہر شہر میں قاضی مقرر کیے۔ صحابہ کرام میں اہل بدر کو فوقیت دی اور امہات المومنینؓ کو اہل بدر پر بھی ترجیح دی۔ آپؓ وہ پہلے شخص تھے کہ جنھوں نے تمام عاملوں کے اثاثے عامل مقرر کرتے وقت ریکارڈ رکھتے اور ایک سو کے لگ بھگ عاملین کو معزول کرتے وقت ان کے اضافی اثاثے بیت المال میں جمع کیے۔ آپؓ نے اکابر صحابہء کرامؓ کو عامل بنانے سے گریز کیا اور فرمایا میں انھیں عمل میں آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔([1])

ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کس طرح زمانے کے ساتھ ہم قدم کی جاتی رہیں۔ چونکہ اسلامی تعلیمات قیامت تک کی انسانیت کے لیے مکمل راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں خلفائے راشدین کے دور میں یہ کام احسن طریقے سے ہوتا رہا جس کی وجہ سے یہ دور ہماری ماضی کا درخشاں دور کہلاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور کو دیکھا جائے تو باوجود اندرونی سیاسی مشکلات کے اسلامی نظریات کو بھرپور انداز میں زمانے کے گزرتے وقت کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا رہا۔

([1]) تاریخ اسلام : نجیب آبادی، مولانا، مورخ اسلام:، آر آر انٹر اپرئزر، لاہور، ۲۰۱۱ء ج ا ص ۸۸۔۱۸۹

حضرت عثمان غنیؓ کا عہد

چونکہ یہ وہ دور تھا کہ مسلمانوں کے پاس قرآن وحدیث کے علاوہ خلیفہ کے خطابات اور مراسلات کو پورے ملک میں رائج کیا جاتا تھا۔ ان مراسلات کو آج کے دور کے نصاب کی جگہ دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے چیدہ چیدہ خطوط کا تذکرہ کیا جاتا ہے

گورنروں کے نام

دنیا میں تمام حکومتیں اپنا عنان حکومت سنبھالتے ہی اپنے قومی وملی نظریات رائج کرنے کے لیے کوشاں ہو جاتی ہیں اسلامی حکومت بھی اسلامی نظریات کا پرچار اپنی اولین ترجیحات میں شامل کرتی ہیں چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے وقت میں قوم کی فکری تطہیر کے لیے تمام گورنروں کو خطوط لکھے۔

کسی بھی ملک یا ریاست کی اصلاح اس ریاست کے حکمران کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی ریاست کی اصلاح کے لیے تمام گورنروں کو مخاطب فرمایا اگر گورنر اپنے صوبہ میں درست سمت پر روانہ ہوں تو ملک کی اکائی میں کبھی خطرہ نہیں رہتا۔

واضح ہو کہ خدا نے حکام اعلیٰ کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کریں اور اس بات کی تاکید کی کہ رعایا سے ٹیکس وصول کریں مسلمانوں کے اولین حاکم رعایا کے خادم تھے محض ٹیکس وصول کرنے والے نہ تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حکام اعلیٰ خدمت رعایا کے صحیح منصب سے ہٹ کر ٹیکس وخراج وصول کرنے کی تگ ودو میں لگ جائیں گے، اگر ایسا ہوا تو حیاء ایمانداری اور ایفائے عہد سب رخصت ہو جائیں گے، یاد رکھیئے سب سے زیادہ صحیح طرز عمل ہے کہ آپ مسلمانوں کے مفاد اور معاملات سے دلچسپی لیں۔ اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے اُن کو بہرہ ور کریں اور اسلام کے جو حقوق ان پر ہیں وہ اُن سے وصول کریں، مسلمانوں کے بعد ذمیوں کے معاملات و مفاد سے آپ کو دلچسپی چاہئے، آپ کے ذمے ذمیوں کے جو حقوق ہیں وہ ان کو دیجئے اور اُن کے ذمہ آپ کے جو حقوق ہیں وہ اُن سے لیجئے ذمیوں کے بعد دشمنوں سے آپ کا طرز عمل درست ہونا چاہیے، ایمانداری اور وفائے عہد کے ذریعہ اُن پر فتح حاصل کیجئے۔(۱)

۲۔ سرحدی کمانڈروں کے نام

---

(۱) دیکھیے: تاریخ الملوک والامم، طبری، ابو جعفر محمد ابن جریر، مترجم، نفیس اکیڈمی، کراچی۔ ج۴ ص ۳۹۶ س ن۔

واضح ہو کہ آپ مسلمانوں کے نگہبان و محافظ ہیں، حضرت عمرؓ نے آپ کے لیے جو ضابطہ سیرت مقرر کیا تھا، اس سے ہم واقف ہیں بلکہ ہمارے مشورہ ہی سے اس کو مقرر کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ آپ کی کسی بد عنوانی کی شکایت میرے پاس نہ آئے۔ اگر ایسا ہوا تو آپ کا منصب چھن جائے گا اور آپ سے بہتر لوگوں کو آپ کی جگہ مقرر کیا جائے گا۔ اپنی سیرت پر نظر احتساب رکھئے مجھ پر بحیثیت خلیفہ جو ذمہ داریاں ہیں میں اُن کو ضرور انجام دوں گا۔(۱)

۳۔ خراج وصول کرے والے افسروں کے نام

معیشت کسی بھی ملک کی ریڑھ کی ہڈی گنی جاتی جب معیشت اسلامی طرز کی رائج کی جائے تو تو ملک کی آمدنی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ حکومت و رعایا خوشحال ہوتی ہے۔اس کام کے لیے ذہن سازی جو اُس وقت حضرت عثمانؓ نے بذریعہ خطوط کی آج ہم یہ ذہن سازی بذریعہ تعلیم ہی کر سکتے ہیں۔

واضح ہو کہ خدا نے مخلوق کو حق و انصاف کے ساتھ پیدا کیا ہے اس لیے وہ بس حق و انصاف ہی قبول کر سکتا ہے۔ لہٰذا جب آپ خراج وصول کریں تو حق وا انصاف سے کام لیں اور جب دوسروں کے حقوق ادا کریں تو حق و انصاف سے ادا کریں۔ میری طرف سے دیانتداری کی سخت تاکید ہے، اس پر ثابت قدمی سے قائم رہئے۔ ایسا نہ ہو کہ دیانت کا دامن سب سے پہلے آپ ہی کے ہاتھ سے چھوٹے اور اگلی نسلوں کے بد دیانتوں میں آپ کو بھی شریک کیا جائے، امانت و دیانت کے ساتھ ضروری ہے کہ آپ اپنے عہد و پیمان پر بھی قائم رہیں۔ کسی یتیم کا حق نہ مارئیے اور نہ کسی معاہد کے ساتھ زیادتی کیجئے کیونکہ ان کے ساتھ زیادتی کرنے والے سے خدا مواخذہ کرے گا(۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں جن دنوں حضرت عثمانؓ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے کہا آپ تمام لوگوں کے امام ہیں۔ اور یہ مصیبت جو آپ پر آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے سے آپ جو نسی چاہیں اختیار فرمالیں یا تو آپ گھر سے باہر آکر ان باغیوں سے جنگ کریں کیونکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور بہت زیادہ قوت ہے۔ اور پھر آپ حق پر ہیں اور یہ باغی لوگ باطل پر ہیں یا آپ اپنے اس گھر سے باہر نکلنے کے لیے پیچھے کی طرف ایک نیا دروازہ کھول لیں کیونکہ پرانے دروازے پر تو یہ باغی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس نئے دروازے سے (چپکے سے) باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ کیونکہ یہ باغی لوگ مکہ میں آپ کا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے۔ یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے ایک بھی تجویز قبول نہ فرمائی اور فرمایا:

---

(۱) دیکھیے: تاریخ الملوک والامم، طبری ج۴ص:۳۹۷

(۲) دیکھیے: ایضاً۔ ج۴ص:۲۴۵

((أَمَّا أَنْ أَخْرُجَ فَأُقَاتِلَ، فَلَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ خَلَفَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي أُمَّتِهِ بِسَفْكِ الدِّمَاءِ، وَأَمَّا أَنْ أَخْرُجَ إِلَى مَكَّةَ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَسْتَحِلُّونِي بِهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: " يُلْحِدُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ، يَكُونُ عَلَيْهِ نِصْفُ عَذَابِ الْعَالَمِ " فَلَنْ أَكُونَ أَنَا إِيَّاهُ، وَأَمَّا أَنْ أَلْحَقَ بِالشَّامِ فَإِنَّهُمْ أَهْلُ الشَّامِ، وَفِيهِمْ مُعَاوِيَةُ، فَلَنْ أُفَارِقَ دَارَ هِجْرَتِي، وَمُجَاوَرَةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ)) (1)

مفہوم: میں گھر سے باہر نکل کر ان باغیوں سے جنگ کروں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمت میں سب سے پہلے (مسلمانوں کا) خون بہانے والا میں بنوں باقی رہی تجویز کہ میں مکہ چلا جاوں۔ وہاں یہ باغی میرا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے تو میں اسے بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں بے دینی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے گا۔ اس لیے اس ساری دنیا کا آدھا عذاب ہو گا میں نہیں چاہتا کہ میں وہ آدمی بنوں۔ اور تیسری تجویز کہ میں ملک شام چلا جاوں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہ ؓ بھی ہیں سو میں اپنے دار ہجرت (مدینہ منورہ) اور حضور ﷺ کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

عبداللہ بن ساعدہ سے مروی ہے، سعید بن العاص ؓ، حضرت عثمان ؓ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین ؓ کب تک آپ ہمارے ہاتھوں کو روکے رکھیں گئے ہم لوگوں کو کہا جارہا ہے یہ وہ قوم ہے کہ ان میں ایسے بھی ہیں جنھوں نے ہم پر تیر برسائے۔ آپ ؓ نے جواب دیا واللہ میں ان سے قتال نہیں چاہتا اگر میں قتال چاہتا تو مجھے امید تھی میں ان سے محفوظ ہو جاتا لیکن میں انھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں عنقریب ہم سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گئے۔ اور رہا قتال تو میں ہرگز قتال کا حکم نہیں دوں گا۔ اور میں رسول کریم ﷺ کا نائب ہوں۔ کوئی امت بغیر سردار کے ترقی نہیں کر سکتی اور اگر کوئی امام نہ ہو تو جماعت کا تمام کام خراب و برباد ہو جائے گا۔ یہ لوگ امت اسلامیہ کو تباہ و

---

(۱) مسند ،امام احمدابن حنبل،(مترجم محمد ظفر اقبال)مکتبہ رحمانیہ،اردو بازار ،لاہور۔رقم الحدیث ۴۸۱ ۔ ص: ۱/ ۲۸۱،۲۸۰
إسناده ضعيف لانقطاعه، محمد بن عبد الملك بن مروان قتل سنة ١٣٢ هـ، والمغيرة بن شعبة مات سنة ٥٠ هـ فيبعد أن يسمع منه، ثم يعيش بعده ٨٢ سنة، ولذا قال الحافظ في " تعجيل المنفعة " ص ٣٧١: وما أظن أن روايته عن المغيرة إلا مرسلة، قال الهيثمي في " المجمع " ٣ / ٢٧٠ بعد أن نسبه لأحمد: ورجاله ثقات إلا أن محمد بن عبد الملك بن مروان لم أجد له سماعاً من المغيرة. وأخرجه ابن شبة في " تاريخ المدينة " ٤ / ١٢١٣عن هارون بن عمر، عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد. وأخرجه أيضاً ٤ / ١٢١٢ من طريق هقل بن زياد، عن الأوزاعي، به. وأخرجه البخاري في " التاريخ الكبير " ١ / ١٦٣ فقال: وقال لنا مسدد: حدثنا عيسى بن يونس قال: حدثني الأوزاعي، به. وانظر (٤٦١) . (١) قوله: " يُلحد "كذا وقع في الأصول التي بين أيدينا، وفي النسخ المطبوعة من " المسند "، ويترجح لدينا أن الصواب: " يلحق "كما جاءت في المطبوع من " مسند عبد الله بن المبارك " برقم (٢٤٦) .(مسند أحمد ،تحقيق: شعيب الأرنؤوط وآخرون ، مؤسسة الرسالة ،٢٠٠١م، ص:٥١٩/١)

برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہیں۔ کیونکہ میں نے ان کی بات کو قبول کر لیا تھا اور والیوں کے بدلنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ مگر انھوں نے اس پر بھی شرارت نہ چھوڑی۔ اب یہ تین باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ جن لوگوں کو میرے عہد میں سزا ملی ہے اُن سب کا قصاص مجھ سے لیا جائے۔ اگر یہ مجھے منظور نہ ہو تو پھر خلافت کو چھوڑ دوں اور یہ لوگ میری جگہ کسی اور کو مقرر کر دیں۔ یہ بھی نہ مانوں تو پھر یہ لوگ دھمکی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے تمام ہم خیال لوگوں کو پیغام بھیجیں گے کہ وہ میری اطاعت سے باہر ہو جائیں۔ پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاء بھی کبھی فیصلوں میں غلطی کرتے تھے مگر اُن کو کبھی سزا نہیں دی گئی اور اس قدر سزائیں مجھ پر حاوی کرنے کا مطلب سوائے مجھے مارنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ خلافت سے معزول ہونے کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ میری بوٹیاں کر دیں تو یہ مجھے منظور، مگر خلافت سے میں جدا نہیں ہو سکتا۔ باقی رہی تیسری بات کہ پھر یہ لوگ اپنے آدمی چاروں طرف بھیجیں گے کہ کوئی میری بات نہ مانے۔ سو میں خدا کی طرف سے ذمہ دار نہیں ہوں۔ اگر یہ لوگ ایک امر خلاف شریعت کرنا چاہتے ہیں تو کریں پہلے بھی جب انھوں نے میری بیعت کی تھی تو میں نے ان پر جبر نہیں کیا تھا۔ جو شخص عہد توڑنا چاہتا ہے میں اس کے اس فعل پر راضی نہیں نہ خدا تعالیٰ راضی ہے۔ ہاں وہ اپنی طرف سے جو چاہے کرے۔ (۱)

حضرت علیؓ کا عہد

اگر حضرت علیؓ اور نصاب اسلامیات کے تناظر میں لکھنا شروع کیا جائے تو اس موضوع پر پورا مقالہ بھی ناکافی ہوگا۔ آپؓ کو باب العلم کہا گیا یہی وہ دروازہ ہے جس سے گزرے بغیر علم نُور نہیں بن سکتا یہ ماحول اس وقت بنتا ہے جب اس دنیا و مافیہا کو حضرت علیؓ کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

"حضرت علیؓ کو دیکھا جائے آپؓ داماد رسول ﷺ تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد آپؓ، آپ ﷺ کی سیاسی، مالی ہر لحاظ سے جائداد کے جائز وارث تھے لیکن حضرت علیؓ نے اسلام کی اور نبی ﷺ کی تعلیمات کی حفاظت کو ترجیح دے کر کبھی بھی کسی جائیداد کے حصول کی تحریک نہ کی۔ آپ نے اسلام سلامتی اور امن سکون کو پسند فرماتے ہوئے اپنے پیشرو تینوں خلفا کرام کے ہاتھ پر بیعت کیا"۔ (۲)

حضرت علیؓ کو بحیثیت علوم کا دروازہ اور بحیثیت دامادِ رسول ﷺ دیکھنے سے احساس کیا جا سکتا ہے کہ علم کے حصول میں پہلا قدم دنیاوی لالچ اور حرص سے پاک رہنا ہے۔

---

(۱) دیکھیے: طبقاۃ الکبریٰ، محمد بن سعد (مترجم علامہ عبداللہ العمادی) نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی س ن۔ ج ۳، ص ۵۰۔

(۲) سیدنا حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہ، ڈاکٹر طٰہٰ حسین (مترجم انجم سلطان شہباز) بک کارنر، جہلم پاکستان (س ن) ص:۱۔

خلاصہ بحث

صحابہ کرام ہماری زندگیوں کے لیے نمونہ ہیں۔ان کی زندگیاں ایک خاص تعلیم سے مزیّن تھیں۔ آج بھی اسلاف کی قربانیوں اور اس تعلیم کی برکات سے یہ تعلیم اصل حالت میں موجود ہے بلکہ زمانے کے ساتھ چلنے والی تعلیم جو اس دنیا ہی کو نہیں بلکہ اس کے بعد آنے والے زمانے کو بھی ملحوظ رکھے ہوئے ہے۔اس تعلیم ہی سے علم میں نُورانیت آئے گی۔اس نُورانیت کے بغیر انسان نامکمل اور ادھوری تعلیم سے دوچار رہے گا۔اس وقت بھی صحابہ کرامؓ کی جیسی تعلیم سے پاکستانی شہریوں کی زندگیاں مزیّن ہوں یہ ہر مسلمان کی خواہش ہے، لیکن ہو کیسے؟اس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔اس کے لیے بنیادی چیز تعلیم کی بنیاد نصاب تعلیم ہے۔نصاب اسلامیات وہ نصاب ہے جو ساری تعلیم کو بابرکت اور پُرنُور کر سکتا ہے یعنی یہ تعلیم کو اس وقت کی مادیت کے چنگل سے نکال سکتا ہے،اس لیے نصاب اسلامیات کی قدر کرتے ہوئے مرتب و مدون کرنے کی اہم ضرورت ہے۔

۳۔اموی دورِ حکومت میں نصاب اسلامیات

بنو امیہ کا دور جس کا آغاز امیر معاویہؓ کی سلطنت سے ۴۱ھ (۶۶۱) عیسوی میں ہوا اور جس کا اختتام مروان ثانی متوفیٰ ۱۳۳ھ پر ہوا گویا یہ دور ۹۱ سال کی مدت پر محیط ہے۔یہ وہ وقت تھا جب حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت ختم ہوئی تو ملک میں خون خرابہ اتنا عروج پر رہا کہ سبط رسول ﷺ جیسی ہستیاں تہ تیغ ہوئیں۔جہاں خانہ کعبہ اور مدینۃ الرسول بھی نشانہ بنے۔علمی لحاظ سے اس وقت مسلمانوں کے پاس مذہبی علم ہی ان کی تمام ضرورتیں پوری کرتا تھا۔اس وقت تک تحریر کے بجائے حافظے سے کام لیا جاتا تھا۔یہ وہ وقت تھا کہ تحریری حالت میں مسلمانوں کے پاس صرف قرآن پاک موجود تھا۔زمانے کی کروٹ، تحریر، حافظے پر حاوی ہو رہی تھی۔جس کا احساس اس وقت کے مسلمان جو رتبے کے لحاظ سے صحابہؓ اور تابعین تھے انھوں نے اپنی شان کے مطابق محسوس کیا اور قرآن پاک کی تفاسیر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا رہتی دنیا تک کا خزانہ "حدیث" کو مدون کرنا شروع کیا۔اس دور میں حدیث کے اساتذہ گزرے جن کے شاگردوں اور ان کے شاگردوں نے صحاح ستہ جیسی احادیث کی کتب تحریر کیں۔اس دور میں اسلام عرب سے نکل کر عجم کو پہنچا چنانچہ زمانے کی ضرورتوں کے مطابق اس دور میں قرآن پاک میں اعراب کا اضافہ ہوا۔اس دور میں تفسیر سے بڑھ کر حدیث پر کام ہوا۔شروع میں حدیث کے لکھنے میں ہچکچاہٹ رہی لیکن ازاں بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (۱۰۱ھ) نے عامل مدینہ کو تحریر کیا" تم کو رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی احادیث ملیں ان کو قلم بند کر لو کیونکہ مجھے شک ہے کہ علماء کے اٹھ جانے کے باعث کہیں علم دین مٹ نہ جائے اور ہاں یہ خیال رہے کہ صرف رسول خدا

کی حدیث کو ہی قبول کرنا" اس دور کے سب سے مشہور محدث محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری (۱) ہیں۔(۲)
اس دور سے آج یہ سبق مل رہا ہے کہ سیاسی بحران عروج پر ہونے کے باوجود اس وقت کے مسلم سکالرز نے اسلام کی بنیادیں مضبوط کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی وہ اس لیے کہ اسلامی تعلیمات سے لگن اور عشق اتنا تھا کہ اسلامی تعلیمات سے نظریں نہ اٹھائی جا سکیں آج اس لگن اور عشق کی کمی ہے۔

"تدوین حدیث کے زور شور کے ساتھ آغاز کی وجہ سے بہت سارے دوسرے اسلامی علوم، تفسیر، فقہ، تاریخ، لغت وغیرہ کی تدوین ہونے لگی، گویا کہ اس بابرکت عمل نے دوسرے علوم پر مثبت اثر چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کو بھی خوب پذیرائی ملنے لگی"۔(۳)

اموی دور میں تدوین حدیث کا کام تاریخ اسلام میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ محدثین کی خدمات کے ضمن میں چند اقوال درج ذیل ہیں:

سُفْيَان الثَّوْرِيّ: الْمَلَائِكَة حراس السَّمَاء وَأَصْحَاب الحَدِيث حراس الأَرْض، وَقَالَ يزِيد بن زُرَيْع: لكل دين فرسَان وفرسان هَذَا الدّين أَصْحَاب الْأَسَانِيد (٤)

ترجمہ: سُفْيَان الثَّوْرِيّ کہتے ہیں: "ملائکہ آسمان کے نگہبان ہیں اور محدثین زمین کے نگہبان ہیں" يزِيد بن زُرَيْع کہتے ہیں: "ہر دین کے شاہسوار ہوتے ہیں اور اس دین (اسلام) کے شاہسوار اصحابِ اسانید ہیں"۔

---

(۱) آپ کا نام محمد بن مسلم، کنیت ابو بکر اور لقب اعلم الحفاظ ہے۔ پورا نسب یوں ہے: ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب الزہری آپ کے والد کا نام مسلم تھا مگر آپ اپنے دادا شہاب بن حارث کی نسبت سے ابن شہاب مشہور ہوئے۔ آپ قریش کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کو حافظ حدیث کا لقب حاصل ہے۔ حدیث کی سند بیان کرنے والے پہلے اور کبائر تابعین سے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں انس بن مالک جبکہ شاگردوں میں امام اوزاعی کا شمار ہوتا ہے۔ صحاح کی تمام کتب میں آپ سے مروی احادیث موجود ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق آپ سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو ہے۔ مزید تفصیل دیکھیے: سیر اعلام النبلا: ص۵ / ۳۳۴، ۳۳۳

(۲) دیکھیے: تاریخ الخلفاء، جلال الدین سیوطی، (مترجم شمس بریلوی) پروگریسو بکس، لاہور، ۲۰۱۲ء۔ ص ۶۲ تا ۷۱

(۳) عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات فنی فکری تحقیقی مطالعہ: ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری، میٹرو پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۰ء ص: ۴۱۳

(۴) تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة ، نور الدين، علي بن محمد ، تحقیق: عبد الوهاب عبد اللطيف , عبد الله محمد الصديق الغماري، دار الكتب العلمية – بيروت، ١٣٩٩هـ، ج١ص١٦

وَقَالَ ابْن قُتَيْبَة :التمسوا الْحق من وجهته وتتبعوه من مظانه، وتقربوا إِلَى الله باتبَاعهمْ سنَن رَسُول الله وطلبهم لأخباره برا وبحرا وشرقا وغربا، وَلم يزَالُوا فِي التنقير عَنْهَا والبحث لَهَا حَتَّى عرفُوا صحيحها وسقيمها، وناسخها ومنسوخها، وَعرفُوا من خالفها إِلَى الرَّأْي، فنبهوا على ذَلِك حَتَّى نجم الْحق بعد أَن كَانَ عافيا، وبسق بعد أَن كَانَ دارسا، وَاجْتمعَ بعد أَن كَانَ مُتَفَرقًا، وانقاد للسّنة من كَانَ عَنْهَا معرضًا، وتنبه عَلَيْهَا من كَانَ غافلا، وَقد يعيبهم الطاعنون بحملهم الضَّعِيف وطلبهم الْغَرِيب وَفِي الغرائب الدَّاء، وَلم يحملوا الضَّعِيف والغريب لأَنهم رأوهما حَقًا، بل جمعُوا الغث والسمين وَالصَّحِيح والسقيم ليميزوا بَينهمَا ويدلوا عَلَيْهِمَا، وَقد فعلوا ذَلِك فَقَالُوا فِي الحَدِيث الْمَرْفُوع " (۱)

ترجمہ: ابْن قُتَيْبَة کہتے ہیں: انھوں (محدثین) نے حق کو اس کے متوقع مواضع سے تلاش کیا اور سنن رسول ﷺ کی اتباع اور مشرق و مغرب، خشکی و تری وغیرہ میں ان اخبار (احادیث) کو طلب کر کے وہ تقرب الٰہی کے حقدار ٹھہرے اور وہ ان (احادیث) کی کھوج اور بحث و تمحیص میں لگے رہے یہاں تک کہ انھوں نے صحیح و کمزور، ناسخ و منسوخ روایات کو پہچان لیا اور انھوں نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی صحیح راہ کی طرف نشاندہی کی یہاں تک کہ حق جو پہلے چھپا ہوا اور مٹا ہوا تھا اب بالکل واضح ہو گیا اور جو پہلے متفرق تھا وہ اکٹھا ہو چکا تھا اس کے نتیجے میں جو لوگ اس (سنت) سے منہ پھیرے ہوئے اور غافل تھے وہ مطیع اور بیدار ہو گئے۔ اور طعنہ دینے والوں نے ضعیف اور غریب (حدیث) لینے پر انھیں موردالزام ٹھہرایا کیونکہ کمزور روایات میں بیماری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے کمزور اور غریب روایات کو حق سمجھتے ہوئے نہیں لیا تھا بلکہ انھوں نے کمزور اور قوی، صحیح اور ضعیف روایات کو اس لیے جمع کیا تھا تا کہ ان کے مابین خط امتیاز کھینچ سکیں اور ان کے بارے میں بتا سکیں۔

علمائے اُمت نے حدیث نبوی کی حفاظت اور موضوع حدیث کے سدباب کے لیے درج ذیل اسلوب اختیار کیے:

۱۔ روایت میں احتیاط و تثبت ۲۔ علم الاسناد ۳۔ علم الجرح والتعدیل کا ظہور۔

یہ وہ علوم ہیں جو تاریخ اسلام کا ہر دو لحاظ سے سرمایہ ہیں ایک یہ کہ حدیث شریف پر قیامت تک کے مسلمان آنکھیں بند کر کے اپنی زندگیاں استوار کریں یعنی حدیث شریف کی سند پر اٹھنے والے اعتراضات کا مکمل جواب ملا۔ دوسرا تمام علوم کو اسلامائیز کرنے کرنے اور نئے علوم کی ایجاد کی جوازئیت اور طرز ملی جس سے استفادہ کے لیے وقت پکار رہا ہے۔

---

(۱) تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ: ج ۱ ص ۱۶۔

خلاصہ بحث

عہد بنو امیہ ۹۱ سال پر محیط ہے اس دور میں اسلامی سوچ اور عربی کلچر کے درمیان ایک کھنچاتانی ملتی ہے ۔۔ جس کا اندازہ اس وقت کے ادب کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت کا بڑا میڈیا شعراء کی شکل میں تھا، عربی ادب کے اس دور کے بڑے شعراء، اخطل(۱) فرزدق (۲) جریر(۳) وغیرہ کی شاعری سے ہوتا ہے۔(۴) اس کے باوجود اس دور کی تعلیمات بہت وسیع ہیں سائنس، جغرافیہ، طب غرضیکہ ایک ہمہ جہت دور تھا اس کی شاعری سے بھی اس دور کی اصلی شکل کی جھلک مل سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس دور میں سب سے زیادہ حدیث شریف پر کام ہوا اس لیے اپنے موضوع کے دامن کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف محدثین کی خدمات سے استفادہ کرنے کی حقیر سی کوشش کی گئی ۔ مقصود صرف اتنا ہے کہ کس طرح زمانے کے ساتھ ہم آہنگی محدثین کی محنتوں سے ہوئی آج بھی قرآن و حدیث سے استفادہ کرنے کے لیے زمانے کے اتار وچڑھاؤ کو ملحوظ رکھ کر نئی نسل کو تعلیم سے سرشار کرنا چاہیے۔ اس دور میں تدوین حدیث صرف حدیث مبارکہ کا ذخیرہ کرنے کے مقصد کے لیے نہیں ہوا بلکہ عملی زندگی کے نظم وضبط کے لیے حدیث مبارکہ جمع کی گئیں۔ اس کے لیے نئے نئے علوم بھی وجود میں آئے۔ اور نت نئے مسائل سے نمٹنے کے لیے حدیث مبارکہ کی روح سے استفادہ کیا جاتا رہا۔ آج بھی اسلامیات کے نصاب کے لیے قرآن وحدیث کے مطالعہ کی گہرائی کی ضرورت ہے اور نئے نئے علوم تخلیق کرنے کی ضرورت ہے، جن کا منبع قرآن وحدیث ہی ہوں اور

---

(۱) غیاث بن غوث، اخطل(۶۴۰ء تا ۷۱۰ء) یہ عیسائی ادیب اور بنو امیہ کا شاعر تھا۔ جس نے اپنی شاعری کی ابتدا ہجو گوئی کے ذریعہ کی۔ کم سنی میں اس نے اپنے باپ کی ہجو کی جوان ہو کر تغلبی شاعر کعب بن جعیل کی ہجو میں شعر کہے اور اسے بے آبرو کیا جس کی وجہ اسے "اخطل" یعنی احمق کا خطاب مل گیا تھا۔ (تاریخ ادب عربی، ص:۱۸۲، ۲۵۷)

(۲) ابو فراس ہمام بن غالب تمیمی فرزدق (متوفی ۱۱۰ھ) بصرہ میں پیدا ہوا۔ کم عمری سے ہی عمدہ شاعری کے فخر میں محو فرزدق کا والد جنگ جمل کے بعد اسے حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گیا۔ آپؓ نے اس سے کہا کہ اسے قرآن پاک سیکھاؤ، اس بات کا فرزدق پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے پاؤں میں بیڑی ڈال لی اور قسم کھائی کہ قرآن حفظ کر کے بیڑی کھولے گا چنانچہ کافی بڑی عمر میں اس نے حافظ قرآن ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ازاں بعد کوفہ وبصرہ کے والیوں سے ملا ان کی مدح اور ہجو میں شاعری کرتا رہا۔ (تاریخ ادب عربی، ص:۲۶۰)

(۳) جریر بن عطیہ، خطفی، تمیمی (۶۵۰ء تا ۷۲۸ء) نے بھی اپنے دونوں دوستوں کی طرح ہجو میں شاعری شروع کر دی تھی۔ اور ان دونوں کی طرح ہجویہ شاعری کی۔ اس کا تعلق ایک پست خاندان سے تھا جو خود بھی چرواہا رہا لیکن شاعری میں اپنا نام کمایا۔ (تاریخ ادب عربی، ص:۲۶۵، ۱۸۴)

(۴) اخطل، فرزدق، جریر۔ یہ اموی دور کے مشہور شعراء ہیں۔ دیکھیے: تاریخ الخلفاء، ص ۳۷

عصر حاضر کے تمام مسائل کا حل پیش کر رہے ہوں۔ علوم کی تخلیق ایک جان جوکھا کام ہے لیکن علوم جب معرض وجود میں آجائے تو اس کی سمجھ کے لیے بڑی توانائی اور بڑے دماغ کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ بچوں کی سطح سے ہی اس پر عمل اور سمجھ تک بہ آسانی رسائی بذریعہ نصاب اسلامیات ہو سکتی ہے۔ نصاب ساز ادارہ کو اپنے اندر اسلام کی خدمت کے لیے وہ جذبہ بیدار کرنے کی ضرورت ہے جس جذبہ سے دور بنو امیہ میں تدوین حدیث ہوئی ہے۔ اس لیے یہ بات کہہ دینا کہ نصاب اسلامیات بہتر ہے قوم کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہے۔ آج اسلام کو عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کے ساتھ منسلک کیا جانا چاہیے۔ جس طرح تاریخ اسلام سے راہنمائی ملتی ہے۔

۴۔ عباسی دور خلافت میں نصاب اسلامیات۔

مسلمانان عہد ابتدائی کی ذہنی سرگرمیاں دو عنوانات کے تحت تقسیم کی گئی ہیں۔ پہلی وہ ہیں جو عربی مزاج اور میلان سے پیدا ہوئیں یعنی دینیات فقہ، فلسفہ اور تاریخ اور دوسری وہ ہیں جو انسانی طبیعت سے اس فطری تقاضے سے پیدا ہوئیں کہ علم حاصل کیا جائے۔ ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے: فلسفہ، ہیئت، نجوم، طب، ریاضی طبعیات، ادب اور جغرافیہ۔ مسلمانوں کو اس کی فوری ضرورت تھی کہ قرآن اور حدیث کے اصولوں کے مطابق دنیائے اسلام کے لیے ایک عظیم معاشرتی سیاسی نظام مرتب کریں۔ اسی مقصد سے مسلمان علماء ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے جو پہلے عنوان کے تحت ہیں اور ان میں انہوں نے امتیازی عظمت حاصل کی۔ لیکن بغداد کی بے اندازہ دولت کے ساتھ تفریح کا ذوق بھی پیدا ہوا۔ فی الحقیقت مسلمانوں کے لیے ہر علم متبرک ہے۔ اللہ کا عطیہ اور اس میں کوئی چیز ناپاک نہیں ہے۔ یہ اسلام کی امتیازی شان ہے کہ اس نے دوسری فہرست کے علوم کو نہ ذلیل سمجھا اور نہ نظر انداز کیا۔ اسلام نے جس گھر میں دینیات کو جگہ دی اس میں ان علوم کو بھی رکھا اور وہ گھر مسجد تھی۔ اسی سے اس نظام تعلیم کی طرف ہماری رہنمائی ہوتی ہے جو عباسی عہد حکومت میں قائم تھا۔

”خلفاءِراشدین کے عہد میں عرب کے مختلف حصوں اور مفتوحہ صوبوں میں قرآن کی تعلیم کے مدرسے قائم کئے گیے جن کے نصاب تعلیم میں ازاں بعد میں صرف و نحو بھی داخل کی گئی۔ عہد عباسیہ میں یہ ابتدائی مدرسے عموماً بڑی مسجدوں میں ہوتے تھے اور خلافت کے تمام طول و عرض میں ان کا جال بچھا ہوا تھا علم کی طلب اس قدر عام تھی کہ بغیر حکومت کی طرف سے کسی اقدام کے ایک جبری نظام مدارس پیدا ہو گیا“۔(۱)

---

(۱) مسلم تنصیبات ان کی بنیادیں اور نشو و نما، ڈاکٹر امین حسن صدیقی (مترجم: سید حسن ریاض) نشریات جمیت الفلاح کراچی، س ن ص ۲۱۵

معمولاً چھ سال کی عمر میں لڑکے اور لڑکیاں مدرسوں میں داخل ہو جاتے تھے، اور اُستادوں کی تنخواہیں مسلمان اجتماعی طور پر دیتے تھے۔ ابتدائی مدرسہ اگر بالکل ہی مسجد میں نہیں تو مسجد سے متعلق اور متصل کسی عمارت میں ہوتا تھا۔ مدرسہ کے نصاب تعلیم کا مرکز قرآن ہوتا تھا۔ پڑھنے کے ساتھ لکھنا بھی سکھاتے تھے۔ دوسری چیزیں یہ تھیں: عربی صرف و نحو، قصص الانبیاء خصوصاً وہ حدیثیں جو رسول ﷺ کے متعلق ہیں، ریاضی کے ابتدائی اصول، نظمیں مگر عشقیہ ہرگز نہیں۔ پوری نصاب تعلیم میں حافظے پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ امراء کی تعلیم میں کیا پسند کیا جاتا تھا؟ اس کا اندازہ ہارون الرشید کی ان ہدایات سے ہو سکتا ہے جو اس نے اپنے بیٹے امین کے اُستاد کو دیں۔ اس کے ساتھ نہ اتنی سختی کرنا کہ اس کی طبعی صلاحیتیں ماری جائیں اور نہ اتنی نرمی کہ یہ کاہل ہو جائے اور اس کی عادتیں شفقت اور نرمی سے تو اس کو جتنا سیدھا کر سکے کر لیکن اگر یہ توجہ نہ کرے تو سختی اور زور سے بھی باز نہ رہ۔(۱)

اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا سب سے پہلا ادارہ بیت الحکمت تھا جو مامون نے (۸۳۰ء) اپنے دار الخلافت بغداد میں قائم کیا۔ اس میں ایک ترجمے کا شعبہ تھا، عام کتب خانہ تھا اور رصد گاہ تھی۔ رصد گاہ میں جو اس زمانے میں بہت قائم ہو گئیں تھیں نجوم کی تعلیم کے ایسے ہی مدرسے تھے جیسے وہ شفاخانے طب کی تعلیم کے، اسی زمانے میں زیادہ قائم ہوئے لیکن وہ پہلا دار العلوم جس نے طلباء کی جملہ ضروریات مہیا کیں اور بعد میں اعلیٰ تعلیم کے اداروں کے لیے نمونہ بنا نظامیہ تھا۔ نظامیہ کی توجہ کا مرکز دینیات تھا اور اس میں خصوصیت سے فقہ شافعی رائج تھا۔ قرآن اور عہد جاہلیت کی شاعری نظامیہ میں علم و ادب کی جان تھی۔ اس دار العلوم میں طلبہ کو کھانا دیا جاتا تھا اور بہت سوں کو وظائف بھی دیے جاتے تھے۔ نظامیہ وہ دینی دارالعلوم تھا جس کو حکومت تسلیم کرتی تھی۔ اسی نظامیہ میں غزالی نے چار سال درس دیا۔ امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب العلم میں جس سے انہوں نے اس کتاب کا آغاز کیا ہے اس خیال کی سخت مخالفت کی ہے کہ تعلیم کا مقصد علم سکھانا ہے اور اس ضرورت پر زور دیا ہے کہ طالب علم کے اخلاقی نظام کے ساتھ مسئلہ تعلیم کا وہ تعلق پیدا کر دیا جائے جو جسم اور اعضاء کے درمیان ہوتا ہے۔ نظامیہ بعد میں مستنصریہ کے ساتھ ضم ہو گیا۔ یہ خلیفہ مستنصر کے نام پر تھا جس نے ۱۲۳۲ء میں یہ فقہ کے چاروں اماموں کے مذاہب کی تعلیم کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ مستنصریہ کی عمارت کے دروازے پر گھڑی لگی ہوئی تھی۔ اس میں کتب خانہ تھا، باورچی خانے اور شفاء خانے تھے۔ ان ذہنی سرگرمیوں کی ترقی کے ساتھ سلطنت ایسے بڑے شہروں میں کئی یونیورسٹیاں پیدا ہو گئی تھیں جیسے بصرہ، کوفہ، دمشق، بغداد، نیشاپور وغیرہ۔ ”دینیات کی اعلیٰ تعلیم کے ان اداروں میں نصاب تعلیم کی بنیاد فن حدیث پر ہوتی

---

(۱) مزید دیکھیے: مسلم تنصیبات ان کی بنیادیں اور نشوونما، ص ۲۱۰ تا ۲۱۵۔

تھی اور حفظ پر خصوصیت سے بڑا زور تھا۔ حافظے کی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ امام غزالی کو تین لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ امام احمد ابن حمبل کو دس لاکھ۔(1)

آج بھی وہی علوم موجود ہیں جو عباسی دور میں تھے بلکہ آج بہتر حالت میں ملتے ہیں صرف زاویہ نگاہ بدلا ہوا ہے۔ سیرت النبی ﷺ ایک ایسا نمونہ ہے جس پر انسانیت کی کامیابی کا مدار ہے یہ صرف عشق نبی ﷺ ایسا ہوش وحواس کا عشق ہے جس سے ساری کائنات تسخیر کی جا سکتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے چونکہ سیرت اصلاً حدیث کی ایک وسیع ترشاخ رہی ہے اس لیے یہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اندلس کی فتح اسلامی کے ساتھ جب وہاں اسلامی علوم وفنون کا آغاز ہوا تو مطالعہ سیرت کی بھی بنا پڑی۔ یہ حقیقت تسلیم کی جانی چاہیے کہ مسلم بچوں کی تعلیم وتدریس میں سیرتی ادب کا کافی حصہ ہمیشہ شامل رہا ہے اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں رہا ہے۔ آج اس سے اس طرح استفادہ نہیں ہو رہا جس طرح کہ ماضی میں تھا۔ علمائے اسلام کے مختلف طبقات میں سیرت نبوی ﷺ کی امہات کتب کی تعلیم وتدریس بھی شامل رہی ہے، نجی اور شخصی مطالعہ بھی۔ اندلس کی تاریخ وتہذیب کے مختلف مصادر و ماخذ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مطالعہ سیرت کی روایت از آغاز تا انجام جاری رہی، اگرچہ کسی حتمی اور قطعی نقطہ آغاز کی صحیح تعین کرنی مشکل ہے۔ ابن خیر کی مشہور زمانہ فہرست (۲) مختلف نسلوں کے مطالعات وسماعات کی ایک مسلسل زنجیر پیش کرتی ہے۔ اس کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اصل مصنف کتاب تک ابن خیر کے مطالعات کی ان کے اساتذہ اور شیوخ کے ذریعہ تاریخ کو مسند کرتی ہے۔ انہوں نے متعدد سیرتی امہات کتب کے اپنے مطالعہ کی جو زنجیر پیش کی ہے اس میں سر فہرست موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ / ۷۸۵ء) کی کتاب (مغازی رسول اللہ ﷺ) ہے۔ اس کے دو سلسلہ سماعت و قرآءت بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ آٹھ واسطوں سے اس کتاب سیرت کا علم ابن خیر

---

(1) مزید دیکھیے: ایضاً: ص:۲۱۸ تا ۲۲۷

(۲) فہرست ماروراہ عن شیوخہ من الدواوین المصنفہ فی ضروب العلم وانواع المعارف، ابن خیر الاشبیلی، ابو بکر محمد الاموی، مکتبہ المثنی، بغداد، ۱۹۶۳ء

اشبیلی کو ملا۔ دوسرے سلسلے میں بھی اتنے ہی واسطے ہیں۔ البتہ اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ ابن خیر کہ استاد شیخ ابو محمد بن عتاب نے اس کی سماعت مشہور محدث اور عالم سیرت واخبار حافظ ابن عبد البر (۱) سے کی تھی۔(۲)

اندلس میں سیرتی ادب کی ارتقاء کے اس مختصر اور ناقص جائزے سے بعض اہم نکات اہل علم و نظر کے غور و فکر کے لیے سامنے آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اندلسی سیرتی ادب کا ارتقاء دو ہم آہنگ خطوط پر ہوتا رہا: ایک سیرت نبوی کے مطالعہ کی روایت کے ذریعہ اندلسی اہل علم سیرت کی کتابوں کی سماعت و روایت اور قرآءت و کتابت کرتے رہے، دوسرے بہت سے اندلسی علماء مولفین نے سیرت نگاری کے ذریعہ اپنے سیرتی ادب کو مالا مال کیا۔ مطالعہ کی روایت اسلامی کے ضمن میں یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ طالبان سیرت نے صرف اندلسی مراکز علم و فن میں ہی اندلسی علماء و شیوخ سے تعلیم نہیں حاصل کی بلکہ دور دراز کے سفر کر کے افریقہ اور ایشاء بالخصوص مشرق کے اصل اسلامی مراکز میں بھی نامور شیوخ و اساتذہ سے تحصیل فن کیا۔ اس ضمن میں دوسری اہم حقیقت یہ ہے کہ سیرت نبوی کے اعلیٰ درجہ کے طالب علموں نے اندلسی مراکز علم و فضل میں نامور مولفین کتب سیرت نگاروں کی کتابوں کو بالمشافہ ان کی جناب عالی میں حاضر ہو کر پڑھا یا ان کے شاگردوں کے سلسلہ زریں سے ارتباط قائم کر کے حاصل کیا۔ اخذ و استفادہ اور افادہ و افاضہ کی یہی روایت مسلسل سیرت نگاری کے میدان میں جاری رہی۔(۳)

---

(۱) محمد بن عبد البر بن عاصم النمری، الاندلسی، القرطبی، المالکی، (متوفیٰ ۴۶۳ھ) نے قرآن و سنت، سیر و تاریخ، اور دیگر علوم و فنون کی خدمت میں بھرپور زندگی گزاری، فقہ و معانی حدیث میں بصیرت کے ساتھ ساتھ علم الانساب وغیرہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مختلف علوم و فنون میں آپ کی تصنیفات و تالیفات کی لمبی چوڑی فہرست ہے، جن میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں، موطا کی شرح التمہید، الاستذکار لمذاہب علماء الأمصار، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب۔ آپ کے تلامذہ میں ابن حزم (۴۵۶ھ)، أبو عبد اللہ الحمیدی (۴۷۳ھ)، أبو علی الغسانی (۴۹۸ھ) جیسے جلیل القدر نام شامل ہیں۔ (سیر أعلام النبلاء: محمد بن أحمد بن عثمان، الذھبی (المتوفی: ۷۴۸ھ۔) (محقق، شیخ شعیب الأرناؤوط)، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ ھ۔(ص: ۱۸ / ۱۵۳، ۱۵۸، ۱۵۹)۔

(۲) دیکھیے: مقالات سیرت: صدیقی، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۵۔ ص: ۳۱۷۔

(۳) دیکھیے: مقالاتِ سیرت، ص ۳۱۸

اندلسی سیرت نگاروں سے مشرقی سیرت نگاروں کے کام پر قابل قدر گراں بہا اضافے کئے، ایسے شاندار مستحکم اور موئثر اضافے کہ ان کا لوہا مشرقی اساتذہ و شیوخ نے بھی مانا۔ جس طرح اندلسی سیرت نگاروں نے ابن اسحاق۔(۱) و ابن ہشام۔(۲) کی سیرت نبوی، امام ترمذی کی شمائل نبوی، واقدی وابن سعد(۳) کی مغازی وغیرہ امہات الکتب کی شرح و تلخیص کی، اسی طرح مشرقی سیرت نگاروں کو ان کے کارناموں نے اتنا متاثر کیا کہ ان کو اپنے کاموں کی تلخیص و تشریح پر مجبور کر دیا۔(۴)

سیرت ابن ہشام، نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مبارک موضوع پر لکھی جانے والی ابتدائی کتب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیرت ابن ہشام کو جو پذیرائی اور شرف قبولیت بخشی اس کے اندازے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ہر دور کے سیرت طیبہ کے مصنفین کے لیے یہ کتاب بنیادی اہمیت کے حامل رہی ہے۔ اور اسے تاریخ اور سیرت کے ابتدائی ماخذ و مصادر میں قلیدی اہمیت حاصل ہے(۵)۔

عباسی دور میں مسلمانوں کے پاس وہ تعلیم تھی جو ساری انسانیت کی امامت کر رہی تھی اس میں بحیثیت مجموعی ایک ہمہ جہت نصاب اسلامیات کارفرما تھا جو انسانوں کی تمام قسم کی تعلیمی ضرورتیں پوری کر کے مقاصد تعلیم کا حصول آسانی

---

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار المدنی ۷۰۴ھ تا ۷۶۷ ھ آٹھویں صدی کے قدیم ترین سیرت نگار ہیں جن کی مشہور کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ کتاب اب ناپید ہو چکی ہے مگر اس کتاب کا نثری حصہ سیرت ابن ہشام میں لیا گیا ہے۔(سیرت النبی ﷺ کامل ابن ہشام ص:۱/۲۱)

(۲) ابن ہشام کا پورا نام، ابو محمد عبد لملک بن ہشام، بن ایوب ہے سیرت پر ان کی کتاب سیرت ابن ہشام کے نام سے سیرت کی بنیادی کتب میں شمار ہوتی ہے، ان کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے عمر کا بیشتر حصہ مصر میں گزارا۔ ۲۱۸ھ میں وفات پائی فسطاط میں مدفون ہیں۔(سیرت النبی ﷺ کامل ابن ہشام ص:۱/۲۱)

(۳) ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی، الواقدی کے نام سے مشہور ہیں۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے قریب رہے اکابر مورخین میں سے ہیں ۱۳۰ھ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ابن سعد ان کے شاگرد ہیں۔(طبقات الکبریٰ، ج،۵ ص:۳۲۲)۔ واقدی کی تصانیف ۳۰ بتائی جاتی ہیں جن کا ذکر ابن ندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے اسی طرح ابن سعد نے بھی آپ کی کتب کا حوالہ دیا ہے لیکن اس وقت آپ کی صرف ایک ہی مشہور کتاب "المغازی" دستیاب ہے۔ محدثین نے آپ پر تنقید کی ہے جب کہ مورخین نے آپ کو امام قرار دیا ہے۔ آپ ۷۴۷ء کو مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۸۲۳ء میں بغداد میں وفات پائی۔(الواقدی دائرۃ المعارف، ۳ جنوری ۲۰۲۰ء)

(۴) دیکھیے: مقالات سیرت، ص:۳۷۲

(۵) سیرت النبی ﷺ کامل: محمد بن اسحاق بن یسار ابو محمد بن ہشام، (مترجم: سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی)، ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۴ء۔ ج ا ص ۲۱

سے کر رہا تھا۔ لیکن سقوط بغداد کے بعد یہ نصاب اپنی اصلی شکل بر قرار نہ رکھ سکا۔ اس سلسلہ میں ایک مسلمان ماہر تعلیم اس طرح کی لفاظی استعمال کرتے ہیں:

"اس نصاب میں فرد کی زندگی کے تین بڑے پہلو: جسمانی، ذہنی اور روحانی کی نشوو نما اور بالیدگی کو مقدم رکھا گیا تھا۔ عرصہ دراز تک یہ نصاب مسلم دنیا میں رائج رہا لیکن مسلمانوں کے زوال مغربی اقوام کے غلبہ اور دوسری استعماری قوتوں کے سبب یہ نظام بر قرار نہ رہ سکا اور استعماری ملکوں نے جو نظام تعلیم رائج کیا اس میں فرد کی جسمانی اور ذہنی پہلوؤں پر توجہ دی گئی لیکن روحانی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کیا گیا حالانکہ یہ سب سے اہم تھا"۔(۱)

نصاب اسلامیات کی تاریخ دیکھنے سے احساس کیا جاتا ہے کہ نصاب اسلامیات ایک ہمہ جہت نصابِ تعلیم ہے تمام علوم وفنون کا سرچشمہ و منبع کا مالک یہ نصاب عہد بنو عباس میں اپنی جولانی میں ملتا ہے۔ اس نصاب کی وجہ سے ہی مسلمانوں کی رسائی کائنات کے ذرائع تک آسان ہوئی اور پوری نسل انسانی میں مسلمان اس وقت تک نمایاں رہے جب تک یہ نصاب رائج رہا۔

"یہ دور اسلامی شان و شوکت اور اس کے سطوت و عروج کا دور ہے جس میں علوم وفنون کا دور دورہ ہے، ایک طرف جہاد کی تیاریاں ہیں دوسری طرف علماء و محدثین احادیث کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں، بدعتیں مٹ چکی ہیں، حق کا غلغلہ ہر طرف بلند ہے، عابدوں اور زاہدوں کی کثرت سے لوگ امن وامان اور خوشحالی میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اسلامی فوجیں فتوحات کرتی ہوئی بڑھتی جارہی ہیں۔ اقصائے مغرب سے اور سرزمین اندلس سے چین کی سرحدوں کو جو ہندوستان کے بعض علاقے کے قریب پہنچ گئی ہیں اور حبشہ تک پھیل گئی ہیں اور یہ سب کچھ ہے اس وقت کے خلیفہ ابو جعفر منصور(۲) کے تدبر کا جو اگرچہ ظالم تھا لیکن کمال عقل و دانش میں اور علم و ادب میں اپنا جواب نہیں رکھتا"۔(۳)

---

(۱) تعلیم کا مسلہ: ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷۔ ص ۵۵

(۲) ابو جعفر، عبداللہ ابن محمد، المنصور، دوسرا عباسی حکمران رہا۔ (پیدائش ۷۱۴ء، وفات ۷۷۵ء) منصور خود صاحب علم و فضل تھا جس کی وجہ سے اس کے عہد حکمرانی میں بڑا اعلیٰ علمی و ادبی کام ہوا۔ اس کے دور میں عصری علوم کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈالنے کے لیے سریانی، یونانی اور سنسکرت میں لکھی گئی کتب کا عرب اور فارسی میں تراجم کیے گئے۔ بڑے علماءِ و محدثین کا تعلق اسی دور سے ہے جنھوں نے اسلامی تعلیمات کی بنیادوں کی تکمیل کی۔ منصور نے فلسفہ کے علوم کو رواج دیا اس نے قیصر روم کو خط لکھ کر اقلیدس اور طبعیات کی کتب منگوا کر ان کے تراجم کیے۔ (اس عمل کو آج اسلامائزیشن آف نالج کی اصطلاح میں لیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل دیکھیے: ابو جعفر المنصور۔ آزاد دائرۃ لمعارف۔ مورخہ ۸ جنوری ۲۰۲۰)

(۳) تاریخ الخلفاء، ص: ۷۸

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح کی خاطر نبی پاک ﷺ کو اس جہان میں مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو قیامت تک کی انسانیت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔ آپ ﷺ کی سیرت صرف تشریعی امور کی حد تک ہم نے مقید کی ہوئی ہے جب کہ اس کی راہنمائی تکوینی امور کے لیے بھی اتنی ہی کارگر ہے جتنی کہ تشریعی امور کے لیے۔ سیرت النبی ﷺ کو جس انداز سے ہمارے اکابرین لیتے تھے آج اس گہری نظر کی گہرائی کی کمی ہے ورنہ سیرت پر جتنا آج مواد مل سکتا ہے شاید عہد عباسی میں نہ ہوا ہو گا۔ آج انسان جو معقولات کو لے کر دنیا کے خزانے کا استعمال کرتا ہے اس کی بجائے سیرت النبی ﷺ کے ذریعے دنیا کے خزانے کا استعمال کئی گنا بہتر ہو سکتا ہے۔ خلفائے راشدین کے دور سے ہوتے ہوئے عباسی دور میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تکوینی امور کے استعمال کی وجہ سے دنیا کے خزانے کا استعمال بہترین اثر دکھا تا رہا ہے لیکن سقوط بغداد کے بعد معقولات (Rational knowledge) نے سیرت کو محدود کرنے کی کامیاب کوشش کی جس کے نتیجے میں سیرت النبی ﷺ سے استفادہ عبادات اور معاملات تک کر دیا گیا Cosmic affairs کو سیرت کی نظر سے دیکھنا ہی مشکل بنتا گیا۔ اس وقت دین اور دنیا دو علیحدہ چیزیں گنی جا رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چونکہ کائنات کو سمجھنے کی کوشش تعلیم کا بنیادی کام اور مقصد ہے اس لیے کائنات کو سمجھنے کے لیے سیرت النبی ﷺ لازمی طور پر تکوینی امور پر محیط کرنا پڑے گی تب تعلیم کا مقصد پورا ہو گا ورنہ کتابیں صرف شریعت پر ہی لکھتے رہنے اور بچوں کو رٹاتے رہنے سے دنیا کا خزانہ ہاتھ نہیں آ سکتا نہ ہی تعلیم کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور سیرت النبی ﷺ کے عاشق دنیا کی رونقوں اور آسائشوں کے بجائے مجاہدے پر ہی گزارا کر سکتے ہیں۔ خلافت عباسیہ کے علوم وفنون کا تذکرہ ہمارے دامن میں جگہ نہیں اس لیے صرف سیرت طیبہ کی چند مثالیں دی گئیں جس کا مطلب اس وقت کے علوم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جانا تھا۔ دراصل انسان کی بھلائی اس میں ہے کہ وہ اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزارے اور فطرت بروئے قرآن اللہ کا دین ہی انسان کی فطرت ہے۔

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: پس تم اپنا رُخ دین حنیف کی طرف سیدھا رکھو، اللہ نے جس فطرت پر انسان کو بنایا ہے وہ یہ سیدھا دین ہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فطرت کی بحث کرنے سے بالاخر اس نتیجہ پر پہنچا جاتا ہے کہ انسان کی جو فطری ضرورتیں ہیں وہ انسان خود بھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ قرآن مجید سے راہنمائی نہ لی جائے۔ جب انسان خود سمجھ سکنے کے قابل بھی نہ ہو تو ان ضرورتوں

---

(۱) سورۃ الروم ۳۰/۳۰

کو پورا کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ المختصر قرآنی تعلیمات میں تمام طرز کی تعلیمات جو انسان کی ضرورت ہے بہترین انداز میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے اسلاف نے یہاں سے ہی اپنی تمام ضروریاتِ زندگی کو پُورا کیا۔ چونکہ قرآن مجید فطری کتاب ہے جس کے مطابق آدمؑ سے لے کر قیامت تک جتنے انسان ہوں گئے فطرتاً ایک جیسے ہی انسان ہوں گے۔ لہذا یہ کہنا کہ قرآن وحدیث دور جدید میں نعوذ باللہ ضرورتیں پوری نہیں کر رہیں یا پھر قرآن مجید کو چھوڑ کر زمانے کے دیگر علوم کو من وعن لے لینا یہ قرآن مجید پر ایمان لانے کی کمزوری ظاہر ہو رہی ہے اور امتِ مسلمہ اسی طرح کی غلط روشوں کو اس دور میں اپنائے ہوئے ہے۔ جس کی مثال تاریخ اسلام اور بالخصوص اسلامی تاریخ کے سنہرے دور میں نہیں ملتی۔

نصاب تعلیم چونکہ نظریہ حیات کے تابع ہوتا ہے، اس لیے اسلامی نصاب تعلیم نے اسلامی نظریہ زندگی کے تمام عناصر کو اپنے دامن میں سمیٹا۔ اسلام کی عالمگیریت نے نصاب تعلیم کو کائناتی وسعت کا حامل اور ہمہ جہت بنایا۔ اسلام کی دور بینی نے نصاب میں مذہب اور سائنس دونوں کو شامل کیا۔ اسلام کی عاقبت اندیشی نے نصاب میں دینی اور اخلاقی مضامین کو شامل کیا۔ غرض اسلام نے نصاب سازی کے لیے جو اصول فراہم کیے اور ان اصول کے تحت جن علوم کی تفصیل کی تاکید کی گئی، ان میں روح ومادہ، دین ودنیا، انفرادیت واجتماعیت، ماضی وحال، حال ومستقبل کا فطری توازن اور اعتدال موجود تھا۔ اسلام نے ایسا نصاب دیا جو تعلیم کو صحیح معنی میں مسلمان بنادے اور مسلمان کو اس قابل بنادے کہ وہ خود شناسی، خدا شناسی اور کائنات شناسی کے اوصاف سے متصف ہو۔

”مسلمانوں کے درسی نصاب کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا نقطہ نظر ہمہ جہتی تھا، یک طرفہ نہ تھا۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کہ اسلام کا تصورذات خدا، عین مقتضائے فطرت کے مطابق تھا۔ یہ تصور نہ تو دیومالا کا واہمہ تھا، نہ اصول منطق کا کوئی استحالہ۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام نے ایک ایسے خالق حقیقی کی حیثیت سے دیکھا، جس کا فرمان عالم عقلی اور عالم اخلاقی دونوں میں یکساں جاری وساری تھا۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کے تعلیمی نصاب میں کوئی رخنہ، کوئی تناقص نہ تھا۔ اسلام نے عقل وایمان کو ایک ہی حقیقت کے دورخ قرار دیا جن کے باہمی تنافر کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکتا تھا۔ اس لیے اسلامی نصاب درس، دینی اور عقلی علوم کا جامع تھا۔ یہ نصاب ایک ہی کائناتی کل کا جزو تھا۔ اس کے گوشے خالق کائنات کے نُور سے متجلی تھے اور اس کا مزاج بیک وقت دینوی اور اُخروی معنویت سے ممیز تھا“[1]

قومی نصاب اسلامیات میں وہ سکت ڈالی جاسکتی ہے کہ اس سے ہمہ جہت نصاب کے تحت پورا نظام تعلیم اسلامی سمت پر چلایا جاسکتا ہے جو کہ اسلامی طرزِ زندگی کے لیے ماحول ساز گار کرسکتا ہے۔

---

(۱) تعلیم وتہذیب: خان، حمید احمد، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۵ء۔ ص:۳۲۶

"اسلامی نظام تعلیم میں زندگی کبھی دو یا زیادہ حصوں میں بٹی نہیں رہی بلکہ یہ ہمیشہ ایک وحدت رہی۔ روح، فکر، اخلاق، عمل، ٹیکنالوجی سب تفرقے کے بجائے ایک مرکز کے گرد ایک رشتہ وحدت میں منسلک رہے۔ اس طرح اس میں کبھی دین اور دنیا کی تفریق بھی نہیں رہی۔ روح اور اخلاقی اقدار کی بالادستی کے باوجود تسخیر کائنات اور کار دنیا بہترین طریقے سے انجام دینے کی اقدار بھی پوری شدت کے ساتھ فکر و مزاج کا حصہ رہی ہیں"۔(۱)

پروفیسر خورشید احمد (۲)، اسلامی نصاب تعلیم کو تاریخی تناظر میں دیکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گو دینی تعلیم، پورے نظام کا مرکز و محور تھی لیکن دوسری ضرورتوں سے کسی زمانے میں بھی اور کسی سطح پر بھی صرف نظر نہیں کیا گیا۔ نظام تعلیم میں اگر ایک طرف قرآن، فقہ، منطق اور کلام کو اہمیت دی گئی تھی تو دوسری طرف تاریخ اور طبعیات اور علم ہندسہ اور جغرافیہ کو ایک بنیادی مقام دیا گیا تھا۔ مسلمان اپنے نظام تعلیم کے مسائل پر جس ذہن سے غور کرتے تھے، اس میں جہاں فکر تھی کہ ہر چیز دین کے رنگ میں رنگین ہو وہاں انہیں اس کا بھی خیال تھا کہ اپنے زمانے کے تقاضوں کو وہ پورا کر رہی ہو اور جس کام کے لیے جو علم و مہارت درکار ہے، وہ فراہم کر رہی ہو"(۳)

جب انسانیت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو انسانی تہذیبوں کے اسلامی دور کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس میں اسلامی تہذیب ایک وحدت کی حامل تھی جس کے گھیرے میں سارے علوم و فنون آتے تھے۔ مذہب اور سائنس دونوں کی راہیں ایک دوسرے سے گریز نہیں کرتیں تھیں بلکہ برابر کی پٹریوں پر گامزن ہیں، جو ابدیت کی آخری حدوں پر پہنچ کر مل جاتی ہیں۔ اسلامی نصاب تعلیم کی اساسیات کے تعین کے بعد تعلیم کا سرسری جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں عربی زبان اور قرآن مجید نصاب کا حصہ تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں تفسیر و حدیث، علم الانساب، اسماء الرجال، قواعد زبان، عربی محاورات اور جغرافیہ شامل نصاب تھے۔ عباسی دور

---

(۱) احیاءِ اسلام اور معلم: خرم جاہ مراد، ادارہ تعلیم و تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، ۱۹۸۱۔ ص:۳۶

(۲) پروفیسر خورشید احمد ۱۹۳۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اسلام، تعلیم، عالمی اقتصادیات اور مجموعی اسلامی معاشرے کے حوالے سے بہت کام کیا۔ اور اسی وجہ سے انہیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ 1978ء میں وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی رہے ہیں۔ آپ نامور اسلامی مصنف و محقق ہیں، آپ کی کتب کی تعداد ۷۰، ہے۔ آپ دو ادارے؛ آئی پی ایس اسلام آباد اور لیسٹر برمنگھم کے بانی چیئرمین ہیں۔ (اللہ پاک پروفیسر صاحب کو تندرستی صحت عطا فرمائے۔) (آمین) (خورشید احمد دائرۃ المعارف جماعت اسلامی۔ محررہ ۲۴ نومبر ۱۹)

(۳) اسلامی نظریہ حیات، احمد خورشید، شعبہ تصنیف، تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی، ص ۴۳۸

تک پہنچتے پہنچتے نصاب تعلیم میں قرآن قراءت و تفسیر، حدیث، فقہ، خطاطی، ریاضی، جغرافیہ، تاریخ علم نجوم، نظم، گرائمر، کیمیا، فن تعمیر، سنگ تراشی، عسکری فنون اور فن خطابت شامل ہوگئے۔ برصغیر پاک وہند کے اسلامی مدارس میں تفسیر، حدیث، تصوّف، کلام، منطق، فلسفہ، علم نحو، ادب، اصول فقہ، ہیت، ریاضی، طب، اخلاقیات، زراعت اور دوسرے فنی علوم نصاب کا حصہ تھے۔ مضامین کی اس فہرست سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مدارس میں دینی اور دنیاوی، عقلی اور اخلاقی سبھی قسم کے مضامین باقاعدہ پڑھائے جاتے رہے اور یہ بات اسلامی تصور نصاب کے عین مطابق تھی۔ آغازِ اسلام میں نصاب تعلیم (تحریری) میں زیادہ وسعت نہ تھی۔ قرآن و حدیث، فقہ، ہیت، علم الانساب، خوشنویسی وغیرہ شامل نصاب تھے۔ اسلامی فتوحات کے ساتھ ہی جب علماء مرکز اسلام سے نکل کر مختلف شہروں میں منتقل ہوئے تو طالبان علم تعلیمی سفر کے وسیلے سے مختلف علماء سے مختلف مضامین کی تحصیل کرتے اور نصاب تعلیم کو مکمل کرتے رہتے تھے۔ آغاز اسلام میں نصاب کے تصور اور نوعیت کے بارے میں نصاب کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں پوری صحت کے ساتھ بیان کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ہمارے پاس جو مختلف اور محدود مواد ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی جگہ معینہ معلم کے پاس لوگ جاتے تھے اور وہ جو کچھ پڑھا سکتا، اس سے پڑھتے، یہ حالت زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ حدود سلطنت وسیع ہوئیں۔ مسجدوں کی جگہ مکاتب نے لے لی۔ سرکاری نجی تعلیمی ادارے کھل گئے۔ (۱)

خلاصہ بحث

خلافت عباسیہ میں بھی آج کی طرح کے سیاسی اور سماجی مسائل درپیش رہے لیکن ان کا حل فطری تقاضوں کے مطابق ہوتا تھا۔ آج کا انسان فطری تقاضوں کو بروئے کار لائے بغیر مسائل کا حل تلاش کرتا ہے جس کی وجہ سے مسائل سلجھنے کی بجائے الجھتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسایت کی فطری ضرورتوں کے مطابق دین بھیجا اور اس دین کی بہترین عملی شکل میں اپنے حبیب ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آج فطرت کی طرف رجوع کی بنیادی ضرورت ہے مثلاً رحمت، برکت، طہارت، بخشش، احسان وغیرہ ایسی اصطلاحات ہیں کہ دنیا کے کسی اور لٹریچر میں ان کی تشریحات، تفہیمات اور افادیات کی ضرورت نہیں محسوس کی جارہی جن کا بنیادی منبع سیرت النبی ﷺ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کی سیرت تمام مسائل کے لیے اکسیر ہے۔ نصاب اسلامیات میں بنیادی کلاسز سے ہی بتدریج ان اصطلاحات کو جو کہ مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہیں، وسعت پذیری کے ساتھ شامل نصاب کیا جانا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے لیکن انھیں صوفیاء کرام ہی کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی تصوف ایسے

---

(۱) دیکھیے: نظریہ وفلسفہ تعلیمِ اسلامی: محمد سعید، حکیم، (مرتب) ہمدرد فاونڈیشن، کراچی، ۱۹۸۵۔ ج ۲ ص: ۹۵۔۹۶

نشیب و فراز کا شکار رہا کہ اسلامی شریعت کے مقابلہ کرتے بھی ملتا ہے لیکن جب ہم کائنات کو سمجھنے اس کو تسخیر کرنے کے درپہ ہوں گئے ہمیں اس کائنات کے بنانے والے کی قربت درکار ہو گی یہ قربت پانے کی منازل تصوّف کے ذریعہ سے ہوں گی واضح رہے کہ کائنات کو سمجھنا بنیادی مقصدِ تعلیم ہے۔

نصاب اپنی تاریخ میں ایک ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آج جدید حالت میں ملتا ہے۔ سقوط بغداد سے قبل نصاب کی شکل ایک استاد کی شخصیت ملتی ہے استاد میں جتنی صلاحیت ہوتی تھی وہ ساری آگے منتقل کر دیتا تھا۔ استاد بیک وقت قرآن و حدیث کے اقتباسات کے ساتھ ساتھ زمانے کی تمام ضرورتوں کو بھی پورے کرتا تھا جیسے آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو جامع تعلیم فرمائی۔ صحابہؓ سے یہی سلسلہ تابعینؒ پھر تبع تابعین کے دور تک نصاب اسلامیات ایک شخصیت کے دروس میں مضمر ملتا ہے جو تصوف، سائنس ،سیاست، معاشرت ،معیشت الغرض ایک ہمہ جہت اور جامعیت کے حامل تھا۔ جب نصاب میں تنوع آنا شروع ہوا انسانیت ایک دوسرے کے قریب تر ہونا شروع ہوئی تو انسانیت کا جھکاؤ جو کہ مادہ کی طرف بڑھ رہا تھا، دوسری طرف جن علاقوں میں اسلام نہیں پھیل سکا تھا وہاں مادیت کی اصلی حالت بتانے والا مذہب نہ ہونے کی وجہ سے مادہ پرست قوت نے بحثیت مجموعی تعلیم پر اپنی چھاپ قائم کر دی اور سقوط بغداد کی وجہ سے اسلامی تعلیم کا پرچار بھی اس قابل نہ رہ سکا کہ دنیا پر اسلامی تعلیمات کا سکّہ منوایا جاسکے۔ اس طرح نصاب اسلامیات کو دینی علوم تک الگ کر کے پڑھایا جانا شروع کر دیا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامیات کا اصل مقام ہی کم ہو رہا ہے اور آج صوفیاء کی تعلیمات ایک نئی چیز لگنے لگیں مزید بر آں سائنسی علوم کو اسلامی تناظر میں دیکھنا بھی مشکل لگنا شروع ہو گیا۔

فصل ہذا میں نصاب کے تاریخی پس منظر کی تقسیم صرف تاریخی پیرائے میں قدیم نصاب اور جدید نصاب کے نام استعمال کیے گئے ہیں سقوط بغداد تک کے نصاب کو قدیم نصاب اور اس کے بعد کے نصاب کو جدید نصاب قرار دیا گیا ہے۔ پیڈاگوجیکلی (pedagogically) شاید جدید اور قدیم کے مفہوم اور بھی ہو سکتے ہیں۔

قدیم نصاب: سقوط بغداد سے قبل ایک غیر رسمی تعلیم کا دور سمجھا جاسکتا ہے۔ اس دور میں تعلیم اپنے آب و تاب میں ملتی ہے۔ اسلامی تعلیم کا یہ وہ دور ہے جس میں اسلامی لٹریچر کی بنیادیں تعمیر ہو رہی تھیں جس طرح درخت کا تنا اور پھر شاخیں نکلتی ہیں اس طرح اس دور تک اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسلامیات کا نصاب اپنے ارتقائی عمل سے گزر کر اس کا تنا مکمل ہوا تو یہ غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ نصاب چونکہ بحثیت مجموعی غیر رسمی تعلیم پر محیط تھا اس لیے آج کے دور کی طرح کا نصاب نہیں تھا۔ اس دور میں کہیں گھروں میں کہیں مساجد میں کہیں محاذِ جنگ میں، کہیں مختلف اجتماع میں اسلامی تعلیمات پھیلتیں رہئیں۔ اس دور کے آخری حصہ میں ہمیں باقاعدہ مدارس کی شکل میں بھی تعلیمی ادارے ملتے ہیں جن کا ذکر انتہائی اختصار سے شامل تحریر رہا۔ ہمارا مقصود اس دور میں نصاب کو دیکھنا تھا جو کہ ہمیں جامع، ہمہ جہت

اور دین و دنیا کی تقسیم کے بغیر ملتا ہے۔ جس میں اسلامی تعلیم کے بجائے تعلیم اسلامی تناظر میں ملتی ہے۔ اسی انداز تعلیم سے مسلمانوں کی تقریباً سارے گلوب پر حکمرانی بھی ملتی ہے۔ اس سارے نظام کو سقوط بغداد نے یکسر بدل دیا مسلمانوں کی جہاں سیاسی اور فوجی طاقت کا استحصال ہوا وہاں تعلیمی سرمایہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اب دنیا پر امت مسلمہ نے سیاسی اور دفاعی حالت بہتر کر دی لیکن تعلیمی حالت تاحال جوں کی توں ہے۔ اس حالت کو بہتر کرنے کے لیے ہمیں اپنے اسلاف کے بنیادی اصولوں کو اپنانا ہو گا جس کے مطابق نصابِ تعلیم کی جامعیت اور ہمہ جہتی از بس ضروری ہے

مبحث دوم: جدید نصاب اسلامیات

سقوط بغداد تک اسلامی تعلیمات پوری دنیا میں رہبر و راہنمائی کرتی ملتی ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی زندگیاں بحیثیت مجموعی مفلوج الحال ہو جاتی ہیں۔ طاغوت کی یلغار نے قرطبہ، سپین جیسے علمی علاقوں کو تاحال اسلامی تعلیمات سے دور کر دیا۔ برصغیر میں بھی اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی تاہم یہاں کے علماء کی محنت سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اپنی مدد آپ کے تحت مدارس قائم کیے جو بتدریج اپنی محنت سے آج تک اسلامی تعلیمات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہی ادارے یونیورسٹیوں کی شکل میں بھی قائم ہوتے گئے اور آج تک کا نظام تعلیم انہی کی پیداوار ہے جس میں پھر وقت کے ساتھ ہم قدمی میں مشکلات کی وجہ سے لارڈ میکالے جیسے لوگوں نے ان میں بہت منفی اثرات مرتب کیے۔ ان اثرات سے چھٹکارہ مقاصد تعلیم پر توجہ مرتکز کرنے سے پایا جا سکتا ہے۔ مقاصد تعلیم کے تعین کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان مقاصد کا حصول کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ تکمیل مقاصد کے لیے سب سے پہلا وسیلہ موزوں نصاب تعلیم کی تدوین و ترتیب ہے۔ منہاج تعلیم پر چل کر ہی طالب علم اور معلم کو منزل ملتی ہے۔ دورِ جدید میں علوم کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ بڑے بڑے کتب خانے قائم ہوئے۔ اب مدارس کو تدوین نصاب کا مسئلہ در پیش تھا۔ مختلف ادارے اپنی فضیلت اور تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے اعلیٰ تر اور کامل و اکمل نصاب بنانے اور اسے پڑھانے کا اہتمام کرنے لگے۔ اس طرح اسلامی نصاب تعلیم کے مختلف ماڈلز وجود میں آئے۔ ہر ماڈل اپنے دور کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا دعویٰ رکھتا تھا۔ تاہم نصاب تعلیم میں اجتہادی کوششوں کے نتیجے میں تعلیم پر کھل کر تنقید بھی کرتے رہے اور اور موزوں تبدیلی اور تجدید کے لیے تجاویز بھی پیش کرتے رہے۔ اکثر ماہرین نے تو باقاعدہ متبادل نصاب بھی پیش کئے۔ امام غزالی پہلے مسلمان مفکر تھے، جنھوں نے نصاب تعلیم کو لازمی مضامین اور اختیاری مضامین کے تصور سے آشنا کیا۔ اسی طرح انہوں نے علوم شریعیہ کے ساتھ علوم دنیویہ کو شامل

نصاب کر کے پہلی بار اسلامی مدارس میں دنیوی تعلیم، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو با قاعدہ رواج دیا۔ اور اس طرح دین اور دنیا، روح اور مادہ کے تناقض کو دور کیا۔ (۱)

اسی طرح انہوں نے اختصاص کے تصور کو بھی زیادہ واضح اور جاندار انداز میں پیش کیا۔ بابائے عمرانیات ابن خلدون نے علوم کی دو بڑی قسمیں کیں۔ پہلے طبعی علوم یا علوم عقلیہ جن کی، افادیت کے لحاظ سے ترتیب یہ ہے: منطق، حساب، ہندسہ، ہیئت، موسیقی، طبیعیات، الٰہیات دوسرے تقلیدی علوم یا علوم نقلیہ، جن میں دینی اور شرعی علوم شامل ہیں۔ تفسیر، قرات، حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، لغت، صرف و نحو اور ادب۔ ابن خلدون نے سحر و طلسمات، فلسفہ، نجوم اور کیمیا کو مشروط طور پر غیر مفید علوم کے خانے میں رکھا۔ انہوں نے نصاب کے لیے پیشہ ورانہ علوم مثلاً موسیقی، مصوری، نقاشی، فن حرب و غیرہ بھی تجویز کئے۔ ابن خلدون نے علوم یا مضامین کی تدریس کے لیے ترجیحی اعتبار سے درجہ بندی اس طرح کی۔۔۔ مادری زبان، حساب، قرآن، اصول فقہ، حدیث، بحث و مناظرہ، فن شعر۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے زمانے کے مروجہ نصاب کے عدم تناسب اور بوجھل پن کو دیکھتے ہوئے آسان اور مختصر ترین نصابی ماڈل پیش کیا۔ (۲)

ایک اور مسلم مفکر تعلیم اس ماڈل کو یوں پیش کرتے ہیں۔

پہلے صرف و نحو کے تین تین یا چار چار مختصر رسالے پڑھائے جائیں۔ دینی نصاب میں تاریخ کی کوئی کتاب پڑھائی جائے، اس سے عربی رواں پڑھنے کی مشق بھی ہو جائے گی۔ حدیث: موطا امام مالک پڑھائی جائے، قرآن مجید: صرف رواں ترجمہ پڑھادیا جائے، تفسیر: جلالین پڑھائی جائے، حدیث: صحیحین میں سے ایک کتاب رواں پڑھائی جائے، فقہ: عقائد اور تصوّف پر متوسط کتابیں پڑھائی جائیں۔ معقولات: کتب دانش مندی جیسے شرح ملا جامی، قطبی وغیرہ پڑھائی جائیں، ایک روز مشکوٰۃ اور دوسرے روز اس کی شرح پڑھائی جائے۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکومت تک، بر صغیر پاک و ہند میں فارسی سرکاری زبان رہی۔ ایران کے بعد ہندوستان کو فارسی کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ فارسی کا نصاب تعلیم کو مختصر کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) فقہ: آسان فارسی زبان میں فقہ کے مختصر رسالے پڑھانا اور یاد کروانا۔

(۲) اخلاق: اخلاقیات، اقتصادیات، سیاسیات، شہریت، کی کتابیں جیسے اخلاق ناصر، اخلاق جلالی، اخلاق محسنی

---

(۱) دیکھیے: عہد نبوی کا نظام تعلیم، ص۷۸،۷۹

(۲) دیکھیے: ہندو پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، محمد، سلیم سید، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔ ص ۹۳

(۳) تاریخ: تاریخی کتب اور کتب قصص۔ (۴) ادب: فارسی نظم و نثر۔ (۵) رقعات: موجود مجموعہ خطوط کے نمونے پر خطوط نویس، سرکاری مراسلت، عدالتی اور قانونی دستاویزات بنانا۔

(۶) طومار خونائی: مختلف کاتبوں کی تحریروں کو پڑھنے کی اہلیت اور مشق۔

(۷) علم الحساب: حساب، ہندسہ، مساحت، دفتری حسابات، خانگی حسابات۔

(۸) خوش نویسی: تختی پر مفرد حروف اور مرکبات لکھنا، آخر میں طغریٰ نویسی کی مشق۔ (۱)

سہالی ضلع سلطان پور (اودھ) کے رہنے والے ملا قطب الدین (۲) نے نیا نصاب تشکیل دیا۔ نصاب میں ہر مضمون کی ایک ایک کتاب شامل تھی۔ ان کے بیٹے ملا نظام الدین نے اس نصاب کی تعمیر نو کی اور یہ نصابی ماڈل، درس نظامی کہلایا۔ درس نظامی میں شامل مضامین اور کتب کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔

۱) صرف (میزان، منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدہ، فصول اکبری، شافیہ)

۲) نحو (نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، کافیہ، شرح جامی)

۳) منطق و فلسفہ (صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی مع میر، مسلم العلوم)

۴) حکمت (صدرا، شمس بازغہ)

۵) ریاضی (خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس و مقالہ اولیٰ، تشریح الافلاک۔

۶) فقہ (شرح وقایہ (اولین) ہدایہ (آخرین)

۷) اصول فقہ (نُور الانوار۔ توضیح تلویح، مسلم الثبوت)

۸) کلام (شرح عقائد، نسفی، شرح عقائد جلالی، میز ارماحد، شرح مواقف)

---

(۱) دیکھیے: ہندو پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۹۴، ۹۵

(۲) ملا قطب الدین (متوفی ۱۱۰۳ھ) درس نظامی کے بانی ملا نظام الدین کے والد گرامی تھے۔ ملا قطب الدین بہت بڑے مستند عالم تھے اور ان کا حلقۂ درس تمام مشرق ممالک کا قبلہ گاہ تھا۔ چونکہ وہ بے گناہ قتل کیے گئے تھے، قوم نے ان کو شہید کا لقب دیا۔ ملا قطب الدین صاحب کے چار فرزند تھے۔ بڑے صاحب زادے اس وقت دلی میں عالمگیر بادشاہ کے دربار سے تعلق رکھتے۔ ملا قطب الدین کی شہادت کے بعد یہ لوگ بے کسی کی وجہ سے سہالی سے نکل کر لکھنؤ چلے گئے، لیکن یہاں رہنے کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ سلطنت تیموریہ کے زمانہ میں فرمان صادر ہوا کہ ملا صاحب کے صاحب زادوں کو فرنگی محل کے محلہ میں ایک قطعہ مکان مع عمارات متعلقہ عنایت کیا جائے چنانچہ یہ خاندان یہیں آباد رہا۔
www.al-mawrid.org/index.php/articles_urdu/view/mulla-nizam-u-din-alaihi rehmat

۹) تفسیر (جلالین، بیضاوی (سورۃ بقرہ)

۱۰) حدیث (مشکٰوۃ المصابیح) ([1])

سر سید احمد خان نے "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان کے اوّل سیکرٹری کی حیثیت سے جو رپورٹ پیش کی، اس میں اسلامی اداروں کے لیے تعلیم عام اور تعلیم خاص کی شکل میں باقاعدہ نصاب بھی مدون کیا۔ اس متوازن اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نصابی ماڈل کو مختصر کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) دنیات (فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، علم سیر، علم عقائد)

(۲) علم ادب (زبان دانی اور انشائی پردازی، اُردو، فارسی، انگریزی، لاطینی۔) تاریخ جغرافیہ، علم اخلاق، علم قوائے انسانی، منطق، فلسفہ، سیاست مدن، علم انتظام)

(۳) علم ریاضی (حساب، جبر و مقابلہ، ہندسہ)

(۴) طبعیات (علم سکون، حرکت، آب ہوا، مناظر، برق، ہیت، آواز، حرارت، نیچر، فلاسفی)

تعلیم خاص کے لیے انجینئرینگ، علم حیوانات، اناٹومی، ذوالوجی، باٹنی، جیالوجی، کیمسٹری شامل نصاب ہوں گے۔ ان کی تفریق اور ان کی مقدار کا تعین ہر ایک درجہ تعلیم کے لیے جدا جدا ہو گا۔ ([2])

علامہ اقبالؒ بھی نصاب تعلیم میں دین و دنیا اور انفس و آفاق کو مناسب توازن کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے ۱۹۱۰ء میں خطبہ علی گڑھ میں مثالی دار العلوم کا جو خاکہ پیش کیا، اس میں متوازن نصاب کی جھلک ملتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اسلام میں دین و دنیا کی کوئی تفریق نہیں۔ آیات الٰہیہ کا ظہور جس طرح انفس میں ہو رہا ہے، اسی طرح آفاق میں بھی ہے۔ اس لیے ان سے متعلق علوم کی علیحدہ علیحدہ تعلیم دینے کا کوئی جواز نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دونوں علوم کی مربوط اور منظم تعلیم کا انتظام ایک ہی ادارے میں کیا جائے" ([3])

اصول کُلیت پر عمل کرتے ہوئے اقبال نے فلسفیانہ مضامین، ادبی و فنی مضامین، تجرباتی و سائنسی مضامین، میٹا فزکس اور تاریخ کو نصاب میں خاص اہمیت دی۔

([1]) دیکھیے: ہندو پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ص: ۱۱۵، ۱۱۴۔

([2]) دیکھیے: مقالاتِ سرسید، محمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ (مرتب) حصہ ہشتم ص ۸۰، ۷۹

([3]) اقبال بحثیت مفکر تعلیم: بختیار حسین صدیقی، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۸۳۔ ص: ۵۶، ۵۵

ان نصابی ماڈلز کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تقابلی جائزہ سے نصاب کے ارتقاء کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہر ماڈل کے قوی اور ضعیف عناصر کا ادراک کیا جاسکے۔ آج کل جو نصاب ہمارے دینی مدارس میں رائج ہے، اس کے معقولات کے حصے کو یقیناً دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید بنانے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو موجودہ دور کے علماء حکماء نے محسوس کیا ہے اور اس نصاب میں دوررس تبدیلیاں بھی تجویز کی ہیں۔ ابو الکلام آزاد کہتے ہیں:

"ہم معقولات کی تعلیم میں ساری دنیا سے ڈیڑھ سو برس پیچھے ہمیں زمانہ کی رفتار کو پیش نظر رکھنا ہی پڑے گا۔ زمانہ سے قدامت پرستی ہمیشہ لڑتی رہی ہے۔ قدامت پرستی نے جب ہتھیار اُٹھایا، کشمکش تو ضرور ہوئی، مگر قدامت پرستی ہاری اور وقت جیتا، ہم وقت سے لڑ نہیں سکتے"(۱)

جمال الدین افغانی(۲)، درس نظامیہ کے نصاب کو جب عصر تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں دیکھتے، تو طنزیہ انداز میں فرماتے ہیں:

"عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے علماء "صدریٰ" اور "شمس بازغہ" پڑھ کر اپنے آپ کو فخریہ طور پر حکیم کہتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ وہ اپنے سیدھے اور بائیں ہاتھ میں تمیز نہیں کرسکتے اور نہ یہ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا ہیں، کیوں ہیں، ہم کو کیا ہونا چاہیے اور کرنا چاہیے؟ عجب تر بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامنے لیمپ رکھ کر اوّل شب سے لے کر مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ بھی غور نہیں کرتے کہ لیمپ کی چمنی نکالی جائے تو وہ دھواں زیادہ کیوں دیتا ہے اور اس پر رکھ دی جائے تو وہ دھواں کیوں نہیں دیتا۔ پتھر پڑیں ایسے حکیم پر اور ایسی حکمت پر"(۳)

(الف) تخفیف۔ یعنی نصاب مختصر ہو، جس کی فراغت وحصول میں بہت زیادہ عرصے کی ضرورت نہ ہو۔

ب) تیسیر۔ یعنی نصاب میں مندرجہ کتابیں سہل وسلیس زبان میں ہوں۔ پیچیدہ اور دقیق نہ ہوں۔

ج) محمود اثبات یا اصلاح وترمیم۔ یعنی بعض غیر اہم فنون کو ساقط کرکے جدید مفید علوم کا اضافہ کیا جائے۔(۴)

---

(۱) تعلیم اور معاشرتی تبدیلی: ایم اے عزیز، ڈاکٹر، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۸۳ء۔ ص:۲۹۱

(۲) پورا نام سید محمد جمال الدین افغانی۔ والد کا نام سید صفدر خان۔ مشرقی افغانستان کے صوبے کے اسعد آباد میں ۱۸۳۷ء پیدا ہوئے۔ سید جمال الدین افغانی بین الاقوامی مسلم راہنما تھے جنھوں نے مسلم دنیا کے مسائل حل کرنے کے لیے اپنی ساری عمر صرف کی، تحریک پاکستان میں بھی ان کا اہم کردار ہے آپ نے ۱۸۹۷ء میں وفات پائی۔ (تاریخ ادب عربی: احمد حسن زیارت، مترجم (عبد الرحمٰن طاہر سورتی) شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۱ء۔ ص:۵۵۷)

(۳) تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، ص ۲۹۲

(۴) دیکھیے: ایضاً، ص ۲۹۲

(الف) ہر قسم کے مضامین، جن کا تعلق معقولات سے ہو اور طالب علم، مقررہ حدود کے اندر، اپنی مرضی سے ان کا انتخاب کر سکے۔

(ب) اعلیٰ مدارج میں وہ انہی میں سے کسی ایک میدان کار میں اختصاص لیے کام کر سکتا ہے۔(۱)

جائزہ، جدید و قدیم نصابات

یہاں تک(۲) پہنچ کر نصاب اسلامیات اپنے تغیراتی عمل میں اپنی اس اصل سے ہٹتا محسوس ہونے لگتا ہے جو مجموعی تعلیم پر گرفت اور اسلامیات کو زمانے کے ساتھ ہم قدم رکھنا ہے۔ اس مجموعی تعلیم سے دوری کی وجہ انگریز حکومت ہی کے بہر حال اثرات کہے جاسکتے ہیں۔ چونکہ اس کے لیے ایک تعلیمی دنیا اور بالخصوص اسلامیات کی نصاب سازی میں ایک سعیءِ پیہم درکار تھی لیکن مسلمانوں کی سیاسی کمزوری کی وجہ سے اپنی نظریاتی زندگی کی بقا کی خاطر یہ سعی دفاعی رہی جب کہ نصاب اسلامیات کے لیے اقدامی سعی کی بھی ضرورت تھی جو انگریز دور میں مفلوج ہو گئی تھی۔ تاریخ اسلام میں مسلم سکالر کا بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے نصاب اسلامیات کے دفاع میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات میں کسی قسم کا حرف نہ آنے دیا۔ لیکن اب انگریز حکومت یہاں نہ رہی پھر بھی پاکستانی قوم ہنوز وہاں ہی کھڑے ہیں۔ اب پاس تھوڑے اوقات میں بہت زیادہ کام کرنے کا دور ہے تاکہ اسلامیات کو زمانے کے ساتھ ہم قدم کیا جاسکے کیونکہ اب دفاع سے اقدام کی طرف بڑھنے کا بہترین موقع میسر ہے۔

جدید اور قدیم نصاب میں ایک بڑا فرق دکھائی دیتا ہے کیونکہ قدیم نصاب اسلامیات ساری دنیا کے لیے باعث ترقی و کامرانی تھا اور اس نصاب کے مالک اس کی ہی وجہ سے دنیا میں حکمرانی کرتے رہے لیکن اس کے خلاف ایک بڑا واقعہ اس دنیا کے نقشہ پر واقع ہوا جسے سقوط بغداد کہا جاتا ہے بظاہر یہ ایک ریاستی اور سیاسی جنگ تھی لیکن باریک بین سمجھتے ہیں کہ اس واقع کے بعد مسلمانوں کا اصل ہتھیار جس کے ذریعے وہ دنیا کے حکمران تھے وہ علم تھا جو مسلمانوں سے چھینا گیا۔ اس کی جگہ عقلی علوم نے لینی شروع کر دی۔ عقلی علوم کے پجاری اسلامی علوم کو مٹانے میں تو ناکام رہے لیکن انھوں نے اس کی حیثیت کھوکھلی کر دی اور اسلامی تعلیمات کو اس دنیا کے کام کی چیز نہیں سمجھا جانے لگا بلکہ یہ صرف محض طفل تسلی جیسی چیز متعارف ہونے لگی۔ یہ ایک ایسی روایت ہے کہ تاحال ہم اس کے اثرات سے متاثر ہیں۔ اس وقت قدیم نصاب کی روایات کو رائج کرنے کی ضرورت ہے جو دین و دنیا کی اکائی کا قائل تھا۔ جب قدیم و جدید نظام

---

(۱) تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، ص ۱۰۳

(۲) اس وقت نصاب اسلامیات مجموعی طور پر تحقیقی مطالعہ کی بجائے اقتباساتی مطالعہ کی حیثیت کے لیے مل رہا ہے جو کہ ارتقائی طور پر سقوط بغداد کے بعد سے اپنی اس حیثیت کو اپناتے ہوئے محسوس ہوا۔ باحث

تعلیم کی ہم آہنگی کی بات کرتے ہیں تو بنیادی طور پر ہمارے پیش نظر ان دو نظام ہائے تعلیم میں ہم آہنگی پیدا کرنا اور ان دونوں سے فارغ التحصیل ہونے والے اہل علم کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرنا ہوتا ہے، جو آج دینی مدارس اور جدید تعلیم گاہوں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ اس ساری صورتحال سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ قدیم نصاب کی ٹرانزیشن کے دوران نصاب اسلامیات ایسے ماحول سے دوچار تھا کہ یہ اپنی اصلی حالت سے تھوڑا ہٹتا چلا گیا۔ جیسے مصر، الجزائر، شام، عراق، تیونس اور عرب دنیا کے دوسرے کئی ممالک میں تعلیم کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ایک بات واضح طور پر سامنے آئے گی کہ اس ٹرانزیشن کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال نے وہاں اسلامی نظام تعلیم بلکہ اسلامی علوم وفنون اور مسلمانوں کی قدیم تعلیمی روایت کو اس طرح کمزور بلکہ گم کر دیا کہ اس کے بقایاجات و اثرات معلوم کرنا چاہیں تو ان کو تلاش کرنا بھی بڑا مشکل ہے۔

"الجزائر میں فرانسیسی استعمار سے پہلے وہاں جو بھی نظام تعلیم موجود تھا، جو روایات بھی موجود تھیں، فرانسیسی استعمار کے آنے کے بعد وہ روایات اتنی تیزی سے ختم ہوگئیں کہ فرانسیسی استعمار کے جانے کے بعد جب الجزائر آزاد ہوا تو وہاں ایسے اہل علم انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے جو عربی زبان میں اپنا مافی الضمیر بیان کرسکتے ہوں اور عربی زبان میں اظہار خیال کرسکتے ہوں۔ دو سو سال کے اس طویل عرصے میں فرانسیسی استعمار نے موثر نظام تعلیم کے ذریعے سے نہ صرف عربی زبان، بلکہ مسلمانوں کی پوری تعلیمی روایت اور اسلامی علوم وفنون اور مسلمانوں کی تمدن و ثقافت کے اثرات سے ان ممالک کے تعلیمی نظام کو بالکل صاف کر دیا اور جب الجزائر آزاد ہوا تو آزاد الجزائر کی وارث ایک ایسی الجیرین قوم قرار پائی جو فرانسیسی زبان بولتی تھی یہی صورت حال تیونس وغیرہ کی بھی رہی"۔(۱)

اس کے برعکس برصغیر کی مثال لیں کہ برصغیر کے اہل علم، علماءِ کرام اور دینی مدارس نے قدیم تعلیمی روایت کے بہت سے پہلوؤں کو تحفظ فراہم کیا اور ان کو باقی رکھا۔ اس باب میں ان کی لازوال اور عظیم الشان خدمات ہیں، جن سے انکار ممکن نہیں۔ ان حضرات نے تمام تر مصائب اور مشکلات کے باوجود اس روایت کو قائم رکھا۔ اسلامی علوم و فنون کی جس حد تک ممکن تھا، حفاظت کی۔ مسلمانوں کی تعلیمی روایت کے تسلسل کو باقی رکھا۔ اس کے بعد جب اقتدار کی منتقلی کا آخری مرحلہ شروع ہوا، جب استعمار یہاں سے گیا اور مقامی لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار آیا تو اس منتقلی کے وہ خطرناک اور منفی نتائج یہاں پیدا نہیں ہوئے، جو کئی دوسرے مسلم ممالک میں پیدا ہوئے۔

---

(۱) محاضرات تعلیم: غازی، ڈاکٹر، محمود احمد ، (ترتیب وتدوین سید عزیز الرحمٰن)، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی (طبع دوم) ۲۰۱۴ ۔ ص:۹۷۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ذرا شروع سے جائزہ لے کر یہ دیکھا جائے کہ یہ روایت جس نے دینی مدارس کو جنم دیا اور وہ دینی مدارس جو آج کل سامنے موجود ہیں، وہ کس روایت کے نتیجے میں یہاں تک پہنچے۔

برصغیر میں ۹۲ ہجری میں اسلام آیا اور برصغیر کے شمال مغربی یعنی موجودہ پاکستان کے بڑے حصے پر، بلکہ کہنا چاہیے کہ موجودہ پاکستان کے دو تہائی علاقے پر براہ راست اس دور میں اسلامی حکومت قائم ہوئی، جب معدودے چند صحابہ کرامؓ بہ قیدِ حیات تھے، جن میں چند نفوس قدسیہ نے برصغیر کو بھی اپنے وجود سے منوّر فرمایا اور بلوچستان اور جنوبی خراسان وغیرہ کے اس حصے میں آکر آباد ہوئے جو آج پاکستان کا حصہ ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر کا سب سے پہلا تعلیمی رشتہ جب اسلامی روایت سے استوار ہوا تو براہ راست صحابہ کرام اور ان کی تربیت یافتہ نسل کے زمانے میں قائم ہوا۔ اس کے بعد ایک طویل عرصے تک برصغیر میں مسلمان آتے رہے اور وقتاً فوقتاً مختلف علاقے اسلامی سلطنت کا حصہ بنتے رہے، لیکن ایک بات نہایت عجیب ہے کہ وہ علاقہ جو صحابہ کرامؓ کے زمانے میں فتح ہوا تھا (اور صحابہ کرام کا بابرکت دور محدثین کے مطابق سن ۱۱۰ھ تک ہے) وہ آج بھی پاکستان میں شامل ہے۔ ۹۲ھ میں پاکستان کا علاقہ فتح ہوا۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ علاقہ صحابہ کرامؓ کے زمانے کا مفتوحہ علاقہ ہے اور آج تک پاکستان کا جزو ہے اور مسلمانوں کے اقتدار میں ہے، لیکن جو علاقے صحابہ کرامؓ کے دور کے بعد اسلامی سلطنت کے اجزا بنے، وہ ایک ایک کرکے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں۔ برصغیر میں بھی ہمیں یہ نقشہ نظر آتا ہے اور برصغیر کے باہر بھی اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ یہ وہ دور ہے، جس زمانے میں ایک ایسے نظام تعلیم کی بنیاد رکھی گئی کہ جس نے بارہ سو برس تک برصغیر میں مسلم کمیونٹی کو تحفظ اور تسلسل عطا کیا۔ یہ مسلم کمیونٹی جو عددی اعتبار سے اقلیت میں تھی، جو عسکری اعتبار سے دوسری غیر اسلامی قوتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ کمزور تھی، جو تہذیب و تمدن سے یہاں کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، لیکن صرف اور صرف تعلیم اور تربیت کے اس نظام کو ۹۲ھ کے آغاز میں مسلمانوں نے قائم کیا تھا جو کہ بارہ سو برس تک باقی رہا۔ (۱)

اس کے بعد ایک طویل مسافت کے بعد اورنگ زیب کے دور تک برصغیر میں مسلمانوں کا زوال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اورنگ زیب (۲) کی شخصیت نے اپنے کردار کی قوت سے، اپنے عزم، ذہانت اور قربانیوں سے اس زوال کو طویل عرصے تک روکے رکھا۔ اورنگ زیب عالم گیر کے بعد جب مسلمانوں میں ہمہ گیر انتشار کا دور شروع ہوا (تعلیمی انتشار

---

(۱) دیکھیے: محاضرات تعلیم، ص: ۹۸ تا ۱۰۰

(۲) اورنگ زیب عالم گیر مغل فرمانروا جس نے اسلامی نظام کی بہتری کی کاوشیں کیں اور اپنے وقت میں دنیا کی سب سے مضبوط اسلامی ریاست کی حیثیت سے کم و بیش پچاس سال تک حکمرانی کی۔ ۱۶۱۸ء کو پیدا ہوئے اور ۱۷۰۷ء کو وفات پائی۔ (اورنگ زیب آزاد دائرۃ المعارف۔ ۲۵ نومبر ۲۰۱۹)

بھی، تمدنی انتشار بھی) تو شاہ ولی اللہ نے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور فرمایا کہ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ جو علوم اب تیار ہوں، وہ سارے کے سارے اس تعلیمی ورثے کے حامل بن جائیں، جو برصغیر میں مختلف ذرائع سے آیا ہے، جس میں عرب سے آنے والا ورثہ بھی شامل ہے، جس میں علوم حدیث اور علوم نبوت کا ورثہ بھی شامل ہے، جس میں ایران سے آنے والی عقلیات کا ورثہ بھی شامل ہے اور سینٹرل ایشیاء اور افغانستان سے آنے والی روایت بھی۔ ان ساری چیزوں کو مولانا نظام الدینؒ نے ایک ایسے جامع نصاب کی شکل میں تشکیل دیا کہ جو اپنے وقت میں ایک مکمل مربوط، ہمہ جہت اور جامع نصاب تھا لیکن ازاں بعد اس میں وہ بہتریاں لائی جا سکیں تاہم دو سو، سوا دو سو برس سے اس پورے خطے میں مقبول ہے۔ مولانا نظام الدین سہالویؒ نے ایک نظام تعلیم وضع کیا جو ان کے نام کی نسبت سے درس نظامی کہلاتا ہے۔

اس کے بعد اہل علم کو یہ محسوس ہوا کہ جن ضروریات کے لیے دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، وہ پوری نہیں ہو رہی ہیں۔ دور جدید میں جس انداز سے اسلام پر اعتراضات ہو رہے ہیں، سائنس، فلسفہ، مغرب، جدید نظریات و تصورات معاشیات، سیاسیات کے میدانوں سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، ان چیزوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نہ تو طلبہ کو عقلی و فکری طور پر ان کے جوابات دینے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور نہ ان کے لیے ایسا کرنا ممکن ہے۔ ان کی تربیت ان اعتراضات کا جواب دینے کے لیے تو درست اور کافی تھی جو قدیم یونانی فلسفے کے انداز پر کئے جاتے تھے یا جو قدیم منطقیوں کی طرف سے کئے گئے، لیکن اکثر و بیشتر میدانوں میں ان کی تربیت دور جدید کی کسی عقلی و فکری ضرورت کے اعتبار سے نہیں ہوئی تھی۔ اس مقصد کے لیے ایک نئے ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ نیا ادارہ ندوۃ العلماء کے نام سے قائم کیا گیا، جس میں ادب اور تاریخ پر زیادہ زور دیا گیا۔ انگریزی زبان اور چند جدید علوم بھی بہ قدر ضرورت شامل کئے گیے جس کی وضاحت جدید نصاب کی مبحث میں کی جائے گی۔ یہی بات قدیم نصاب میں دینیات کے مضامین (قرآن، حدیث، فقہ) کو محوری اور اساسی مضمون قرار دے کر درس کے لیے ہر مضمون کی ایک ایک ٹھوس جامع، حاوی، مختصر کتاب کا انتخاب کر کے دینیات کے لیے پورے نصاب میں تین کتابوں کو کافی قرار پایا گیا۔ اور اس کے بعد پڑھنے والوں کے لیے ایک وسیع میدان چھوڑ دیا گیا، جس میں جب ضرورت تھی تو فارسی نظم و نثر کی بیسیوں کتابوں کی مکتبی زندگی میں منطق، فلسفہ، ریاضی، ہندسہ، اصول کلام، ادب عربی کی تقریباً ساٹھ ستر کتابوں کی اعلیٰ عربی تعلیم میں کافی گنجائش نکل آئی۔ پھر جب تک موقع تھا غیر دینیاتی مضامین کی حیثیت اختیاری مضامین کی رہی اور جیسے جیسے زمانہ کا مطالبہ بڑھتا گیا۔ ان مضامین میں سے جن کو لازم قرار دینے کی حاجت

ہوئی۔ انہیں لازم قرار دیا گیا اور یوں ہی مسلمانوں کے اس واحد تعلیمی نظام سے منطقی مُلا، فلسفی مُلا، مہندس مُلا، ادیب مُلا، شاعر مُلا، الغرض باوجود مُلا ہونے کے جس جس چیز کی ضرورت تھی، وہی بن بن کر نکلتے رہے۔([1])

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامیات کی تعلیم کا کوئی ایسا نظام مرتب کریں کہ جس میں دو ضروریات کی تکمیل کا سامان پایا جاتا ہو۔ ایک تو مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تعلیمی روایت کا تحفظ اور تسلسل، جس میں برصغیر کے مسلمانوں نے بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ جس میں یہ صلاحیت بھی موجود ہے کہ اسلامی ثقافتی اقدار کے تہذیبی و فکری وجود کو پوری طرح جلا بخشے اور اس کے ساتھ ساتھ اگر کوئی نئی چیز ملے تو اس کو اپنے مزاج کے مطابق اپنے نظام میں سمولے۔ آج وسعت ظرفی کی اس روایت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے اختصاص اور تعمق ضروری اور لازمی شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسری چیز جو ضروری ہے، وہ دور جدید کے تقاضوں کا صحیح اور متوازن احساس وادراک اور اسکا مناسب جواب ہے۔ دور جدید کے جو تقاضے ہیں، دور جدید میں اسلام کو ایک کار فرما قوت بنانے کی جو مہم ہے، اس میں جہاں جہاں فکری صلاحیت اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے، وہ اس نئے مجوزہ اور منتظر نظام کے فارغ التحصیل حضرات میں ہونی چاہیے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ہاں ایسے ماہرین معاشیات پیدا ہوں، جو دور جدید کے معاشی نظام کو اسلامی اُصولوں کے مطابق استوار کر سکیں۔ ہمیں آج یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ ایسے ماہرین ہمارے ہاں موجود نہیں ہیں۔ ہمیں ایسے قاضیوں اور ماہرین قانون کی ضرورت ہے جو اسلامی فقہ میں گہری بصیرت کے ساتھ ساتھ جدید قانونی نزاکتوں اور آئینی پیچیدگیوں کو بھی خوب سمجھتے ہوں۔ آج ہمارے ہاں ہزاروں ایسے ماہرین پاکستان میں موجود ہیں، جو موجودہ نظام کو چلا رہے ہیں، ان کے مقابلے میں شاید چند ماہرین قانون بھی ایسے نہیں ہیں، جو ایک طرف فکر اسلامی اور فقہ اسلامی میں کماحقہ تعمق رکھتے ہوں اور دوسری طرف دور جدید کے تقاضوں کو بھی بہ خوبی سمجھتے ہوں۔

ان سارے شعبوں میں، ان سارے کاموں کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک نئے نظام کو وضع کریں اور وہ نیا نظام اساتذہ کرام بھی وضع کر سکتے ہیں، علماء بھی وضع کر سکتے ہیں۔ میری دُعا ہے، مجھے اُمید ہے کہ جس طرح تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابرین سے کام لیا اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم میں سے کسی ایک کو نہیں، سینکڑوں ہزاروں کو اس کام کے لیے کھڑا کر دے اور ہم ان نئی ذمے داریوں کا جواب دینے کا اپنے آپ کو اہل ثابت کر سکیں۔

([1]) اس ہمہ جہت نصاب تعلیم کی مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے: مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت: مناظر حسن، گیلانی، سید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸۔ ص: ۲۶۴ تا ۲۶۶

حکومت اور سوسائٹی دونوں میں صرف ان علوم وفنون کی وقعت ہے، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی حالت میں بہ آسانی بجائے اس علمی فتنے کے جس کا تماشا دور حاضر میں ہم کر رہے ہیں کہ تعلیم کے دو مستقل سلسلے ایک ساتھ ملک میں جاری ہیں۔ ایک طرف جوامع وکلیات یونیورسٹیوں اور کالجوں کی تعلیم اور ان کے تعلیم یافتہ حضرات ہیں اور دوسری طرف دینی مدارس ومکاتب اور ان کے پڑھے ہوئے علماء وفضلاء ہیں۔ ہر ایک دوسرے کے علم دوسرے کے نقطہ ءنظر سے ناواقف ہے اور ان کو ناواقف بنا کر رکھا ہے لیکن اسی کے ساتھ علم کا دعویٰ دونوں کو ہے۔ عوام ان کے ہاتھوں میں گیند بنی ہے۔ ایک نہ ختم ہونے والی کشمکش ہے جو جاری ہے۔ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے، جس کے مفاسد دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان ہی خانہ جنگیوں میں مسلمانوں کا دین بھی برباد ہو رہا ہے اور دنیا بھی۔ عوام پریشان ہیں کہ وہ کس کا ساتھ دیں، کس کی بتائی ہوئی راہوں پر چلیں۔ مولوی جب ان کے پاس آتے ہیں تو تعلیم یافتوں کی مغرب زدگیوں، دینی بے باکیوں، غلامانہ ذہنیتوں کا ماتم کرتے ہیں۔ ان کی مُنڈھی ہوئی ڈاڑھیوں، بود وباش کے یوروپین طریقوں کو شہادت میں پیش کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے دلوں میں ان کی نفرت کا بیج بوتے ہیں۔ ان کا مذاق اُڑاتے ہیں، بھری مجلسوں میں انہیں منبر ومحراب سے رسوا کرتے ہیں اور یہی حال تعلیم یافتوں کا ہے کہ مولویوں کی قدامت پرستیوں، تنگ نظروں، غربت کی وجہ سے ان کی پست زندگی کے نمونوں پر فقرے کستے ہیں۔ ان پر چھچھوری حرکتوں کا الزام لگاتے ہیں۔ مسلمانوں کو معمولی معمولی جزئی غیر منصوص مسائل پر طیش دلا دلا کر لڑانے کا انہیں مجرم ٹھہراتے ہیں۔ ایک طبقہ عوام کی گردنیں پکڑ کر آگے کی طرف دھکیل رہا ہے، دوسرا ان ہی بیچاروں کا دامن پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹ رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ علم کے دونوں نمائندے گھر کی اس منحوس لڑائی میں ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں، نہ ان کا اثر قائم ہوتا ہے، نہ ان کی بات چلتی ہے۔ مسلمانوں کو نہ دین پر عمل کرنے کا موقع ملتا ہے، نہ دنیا میں آگے بڑھنے کی توفیق میسر آتی ہے(۱)

باب ہذا کی فصول میں تاریخ کی روشنی میں نصاب اسلامیات دیکھنے سے احساس ہوتا ہے کہ قدیم نصاب اسلامیات ایک غیر رسمی شکل میں تھا لیکن جامع اور ہمہ جہت تھا۔ جدید دور میں ایک رسمی شکل میں غیر جامعیت اور غیر ہمہ جہتی(un integration)کا شکار ہے۔

اسی طرح جب پاکستان بنا تو یہاں ۱۹۴۷ء میں کوئی ایسی دینی تعلیمی درس گاہ موجود نہیں تھی کہ جس کی قدیم روایات نہ ہوں، جس میں اسلامی علوم میں تخصص کا خاطر خواہ انتظام بھی موجود ہو، جس کا رشتہ مسلمانوں کی قدیم تعلیمی روایات

---

(۱) یہ سارا مسئلہ نصاب اسلامیات کی غیر جامعیت کی وجہ سے ہے مزید تفصیل دیکھیے :مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت ص ۲۶۳

سے بھی ملتا ہو اور دور جدید کے تقاضوں پر پوری اُترتی ہو۔ ہمارے پاس چند جدید ادارے اور جامعات تھیں، پنجاب یونیورسٹی اور دوسرے چند ادارے کام کر رہے تھے، لیکن وہاں عربی ادب اور عربی زبان کے قدیم مخطوطات پر تحقیق کا انتظام تو موجود تھا، لیکن خود اسلامی علوم، تفسیر، حدیث اور فقہ پر ماہرانہ بصیرت پیدا کرنے کا کوئی انتظام موجود نہ تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں بالآخر اسلامیات کا ایک شعبہ قائم ہوا، لیکن فوری طور پر جن حضرات نے یہ ذمے داری سنبھالی، وہ اس قدیم روایت کے نمائندے نہیں تھے، جس کے نمائندگان کو وہاں لانے کی ضرورت تھی۔ پھر بعد میں پاکستان کی دوسری یونیورسٹیوں میں اسلامیات کی تعلیم و تدریس کا وہ نظام جوں کا توں اپنا لیا گیا، جو پنجاب یونیورسٹی میں اختیار کیا گیا تھا۔ اس لیے ضرورت کے ساتھ اس کی اہمیت میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آج جو کیفیت ہے، وہ اسلامیات کے طلبہ اور اساتذہ سے مخفی نہیں ہے۔(۱)

خلاصہ بحث

دور حاضر میں اسلامیات کے نصاب میں وہ تاریخی اصول وضوابط جن کی رو سے اس نصاب کا سارے جہان میں ایک مقام تھا ان اصولوں سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے۔ وہ اصول اسلام کی جامعیت اور ہمہ جہتی کے تناظر میں مرتب ہوتے ہیں۔ اسلامیات کو دیگر علوم سے الگ کر کے پیش کرنے سے اس کے اصل مقام کو ٹھیس پہنچانے کے مترادف ہے۔ اسلامیات کی نصاب سازی کے دوران عصری علوم سے شناسائی حاصل کیے بغیر موجودہ دور کا نصاب ہماری ملّی ضروریات کو پورا نہیں کر پارہا۔ یہ ملّی ضرورتیں دراصل تعلیمی ضرورتیں (مقاصد تعلیم) ہیں ملک کے تمام اداروں میں تعلیمی ادارے ماں کی حیثیت رکھتے ہیں جو تمام اداروں کی مضبوطی کو جنم دیتے ہیں۔ یہ ملّی ضرورتیں دورِ حاضر میں عصری و عقلی علوم پورے کرنے کا کردار ادا کر رہے ہیں ان علوم کو اسلامی تناظر میں لینے سے مجموعی طور پر تعلیم میں بہت بڑی بہتری کے امکانات روشن ہوں گئے جیسا کہ سقوط بغداد تک کی اسلامیات میں واضح ہیں۔ اس وقت نصاب سازی میں اسلامی تصوّر زندگی اور اسلامی تصوّر تعلیم کو اپنانا ہماری نشاۃ ثانیہ کا مرجع ثابت ہو سکتا ہے۔ اسلامی طرزِ زندگی اسلامی تصوّر زندگی سے آئے گا اور اسلامی تصوّر زندگی، اسلامی تصوّرِ تعلیم سے آئے گی جب کہ اسلامی تصوّر تعلیم اسلامی طرزِ تعلیم ہی سے ممکن ہو سکتی ہے اسلامی طرزِ تعلیم ہی اسلامی سوچ و عمل کے شہری پیدا کر سکتی ہے جس سے اسلامی نشاۃ ثانیہ کے امکانات روشن ہوں گئے۔ یہ سارا کام ایک جامع نصاب اسلامیات سے عمل کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

---

(۱) جدید نصاب کی ہیئت درس نظامی کی طرز پر ہے۔ مزید موجودہ پاکستانی نصاب اسلامیات ایک جمود کا شکار رہا اس میں ایک انقلابی طرز کی تبدیلی کی ضرورت ہے مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محاضرات تعلیم ص: ۱۰۷ سے آگے۔

مبحث سوم: صوفیانہ نصاب تعلیم و تربیت

نصاب اسلامیات پر سائنسی علوم جو تجربہ اور مشاہدہ سے ہٹ کر کسی بات پر یقین نہیں رکھتے کا اثر ہی کہا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے روحانی علوم کو کوئی مناسب جگہ نہ دی گئی اس وقت گلوب پر رائج علوم کی گرفت درکار ہے۔ گلوبل علوم یا عصری علوم کا نظریہ علم (Epistemology) مبنی بر مادہ ہے۔ اسلامیات Epistemologically مبنی بر روح ہے ان روحانی اقدار کو سمجھنے سمجھانے کے لیے صوفیانہ نصاب تعلیم کو اختیار کرنا ناگزیر محسوس ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے عصری علوم کو Epistemologically اسلامیانے سے طالب علم کی اسلامی تربیت کی راہیں ہموار ہوں گی۔

نصاب اسلامیات کو مرتب و مدوّن کرتے ہوئے جہاں انسان کے ظاہر کو مدنظر رکھا جاتا ہے وہاں دین انسان کے باطنی امور میں بھی داخل ہے۔ اس کے بغیر دین کی اصل روح تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بہت ناممکن ہے یہ باطنی امور تصوف میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ صوفیانہ نصاب سے مراد تصوّف ہی ہے جو طالب علم کی تعلیم و تربیت کے لیے ازحد ضروری ہے۔

تصوّف کے چند تاریخی مراحل ہیں جس سے فہم تصوّف گزر کر ہم تک پہنچا۔ تصوّف کے فہم میں بہت ساری مشکلات رہیں۔ اس علم میں جہاں خاص علماء حق بھی تھے وہاں کم علم لوگوں نے بھی اس میں اپنے نظریات شامل کیے جس سے اس کی اصل شکل ہی مسخ ہونے کے قریب ہوگئی تھی۔ اس کی اس مسخ شدہ شکل سے اکتا کر کئی مسلمانوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ ایسے حالات سے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو جب واسطہ پڑا تو انھوں نے جہاں دیگر علوم کی اصلاح کی وہاں تصوّف کی ایسی اصلاح فرمائی کہ غیر مسلموں کے چنگل سے یہ علم آزاد کرایا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ نے اس علم پر بہت محنت کی اور اس کو زمانے سے ہم آہنگ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت تصوّف کی امہات کتب مثلاً رسالہ قشیریہ، کتاب اللمع فی التصوّف اور کشف المحجوب وغیرہ موجود ہیں۔ اسی طرح علوم کی تجدید کے لیے مثنوی رومی بہت اہم مقام رکھتی ہے جس کا ایک شعر اس طرح ہے کہ

علم کز تو ترا نہ بستاند   جہل زاں علم بہ بود بسیار [1]

جو علم تجھ سے تجھے نہ لے لے   اس علم سے جہالت بہتر ہے

---

(۱) مثنوی معنوی مولوی: جلال الدین رومی، (مترجم سجاد حسین) حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار لاہور، س ن۔ ج ا ص ۳

لیکن اپنے موضوع کو سمیٹنے کے لیے باحث شریعی نصوص کے علاوہ حضرت شاولی اللہؒ ہی کی کتب سے زیادہ استفادہ کرنا چاہار رہاہے جنھوں نے دورِ جدید کے ساتھ تصوّف کو ہم آہنگ کیا،چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

”دین کے باطنی اُمور سے مطلع ہونے کا نام ”تصوّف“ ہے۔اور اس کا مطمع نظر عبادت اور اطاعت کے اثرات سے حاصل شدہ روشنی (نُور) کی تحصیل ہے۔اس کا معراج مقام احسان کا پالیناہے۔اور یہ دین کی باطنی حیثیت کا نچوڑ ہے۔دور حاضر کی اصطلاح میں معرفت اور طریقت کا دوسرا نام ”احسان “ہی ہے۔(۱)

ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

((قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ)) (۲)

ترجمہ: فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک تصوف کو دین کی نئی اختراع سمجھنا اور ایک محدود معنی میں لینا نامناسب عمل ہے کیوں کہ:

”جہاں تک تصوّف کی اساسی روح کا تعلق ہے تو یہ کہنا کافی ہو گا وہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے زمانے میں بھی موجود تھی، لیکن ذرا قدرِ مختلف شکل میں اور موجودہ نام سے ابھی موسوم نہیں ہوئی تھی“۔(۳)

”حیات انسانی میں جو اہم مقام تصوّف کو حاصل ہے وہ تو ہے ہی لیکن اس سے قطع نظر منجملہ دیگر فوائد کے ،اس کا ایک بڑا افائدہ یہ ہے کہ اس کی حیات مابعد الموت یا آخرت پر ایمان پختہ ہوتا ہے اور قرآن پاک کی روشنی میں اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آخرت پہ ایمان مستحکم نہیں تو یہ ایمان کسی بھی حالت میں قابل قبول نہیں۔ پس ظاہر ہوا، تصوّف اجزاءِ اسلامی کا ایک جزءِ لاینفک ہے۔ گویا یہ بالفاظ دیگر مشیت یزدی کی دلیلِ قاطع ہے“۔(۴)

---

(۱) فیوض الحرمین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (مترجم پروفیسر محمد سرور) ، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۴۱۴ھ، ص:۲۷

(۲) صحیح بخاری، بخاری، محمد بن اسماعیل، (المحقق محمد زہیر بن ناصر) مطبعۃ الامیریۃ، القاہرہ، ۱۲۸۶ھ ،،باب سوال الجبرائیل، رقم الحدیث ۵۰ ،ص:۱/۱۹۔

(۳) القول الجمیل، فی بیان سواء السبیل، شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی ،شاہ ولی اللہ اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۴، ص ۹۴

(۴) الجزء اللطیف، شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی (مترجم عبید اللہ سندھی) علی گڑھ یونیورسٹی، ۱۹۵۰، ص ۵۹

"حقیقت تو یہ ہے کہ ایک صوفی کی زندگی ایسے حقائق سے دوچار ہوتی ہے جس کے ادراک سے ایک پختہ کار فلسفی، ایک عالم عاجز رہتا ہے یا اگر کبھی ان حقائق کو پالیتا ہے تو ایک مدت تک سرگرداں و آشفتہ سر رہنے کے بعد ہی انہیں حاصل کرتا ہے"۔(۱)

شاہ صاحب کا ماننا ہے کہ تصوف مختلف ادوار سے متاثر ہوتا رہا اور اس کو سمجھنے میں مشکلات بھی رہیں:

"خلفاءِ راشدین کے بعد بیعت کے سلسلے کو اس خوف سے ترک کر دیا گیا کہ کہیں بیعت لینے والے کے متعلق خلافت کی تحصیل کا گمان نہ کیا جانے لگے اور مبادا کہیں یہ فعل فتنہ و فساد قتل و غارت گری پر آکر ختم نہ ہو۔ خرقہ کی رسم حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے میں جاری ہوئی۔ بہر حال صوفیائے کرام کے یہاں یہ رسم ایک عرصہ سے چلی آرہی ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو ٹوپی، صافہ، قمیض، چادر وغیرہ بطور خرقہ پہناتے ہیں۔ خرقہ کی اصل کا پتہ حضور اکرم ﷺ کے اس عمل سے ملتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو لشکر کا امیر مقرر کیا تو ان کے سر پر صافہ بھی باندھا تھا"۔(۲)

یہاں یہ امر خصوصی توجہ کا مستحق ہے کہ شاہ صاحب تصوّف کو مروجہ علوم سے اس کی تشریح کرنے سے مطمئن ہر گز نہ تھے۔ وہ معرفت و تحقیق کے سلسلہ میں، جو علوم تصوّف کے ذیل میں مدون تھے ان کو عالم آفاق کو سمجھنے سمجھانے کے لیے زیر کار لانا چاہتے تھے۔ (یہی مقصد تعلیم ہے) یہ ان کا ادھورہ کام ہے جس کو مکمل کرنے کے لیے تصوّف کی بنیادی تعلیمات کو اصل حالت میں عام کرنے کی ضرورت ہے جس کے لیے ہم علوم میں اصلاح کرتے جاتے تو آج ہم زندہ اور زندگی بخش افکار کے مالک ہوتے۔ اور ہم اس جمود کا شکار نہ ہوئے کہ نئے علوم کی ایجاد ہی ایک انجانی چیز ہے۔(۳)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کے اس اتفاق کی کوئی نہ کوئی اصل اور بنا ضرور ہوگی، میری نظر میں اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ وجدانی علوم اس حقیقت کے مظہر ہیں کہ حضرت علیؓ اور صوفیائے کرام کی باطنی نسبت آپس میں کافی مشابہ ہے۔ اور اس نسبت (طریقت) کے فاتح اوّل حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے قلوب اس نسبت کے باعث بیدار ہو کر اسی مشرب سے متعلق ہو گئے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی جانب منتسب ہوتے ہیں۔ پس اس شکل میں یہ انتساب حضرت بصریؒ کی جانب سے کیا جائے یا کسی اور

---

(۱) التفہیمات الالٰہیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مطبع سجاد، لاہور، ۱۹۶۰، ج ا، ص ۱۵

(۲) القول الجمیل ص:۹۵۔

(۳) دیکھیے: ہمعات: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، (مترجم محمد سرور) سندھ ساگر اکادمی لاہور، ۱۹۴۶۔ ص: ۱۳

کی جانب سے، اختلاف اور تفرقہ کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اس تمہید کی روشنی میں ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب صوفیاء کو حسن بصری ؒ کا حضرت علیؓ سے اتصال روحانی کا معمولی سا ثبوت ہاتھ آ لگا تو ان کے قلوب پر غیر معمولی اثرات پیدا ہوئے جو انجام کار متاثرین کے اتفاق کا باعث بنے۔(۱)

جھوٹے مدعیان تصوّف جنہیں صوفیاء کے اخلاقی محاسن سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ عوام کی سادہ لوحی اور جہل سے فائدہ اُٹھا کر عجیب وغریب باتیں اپنی جانب منسوب کر چکے تھے۔ یہ لوگ اکثر حصول دنیا کی خاطر دین کو سر بازار نیلام کرنے میں بھی کوئی عار نہیں محسوس کرتے تھے، ستم بالائے ستم ان میں سے بعض تو الحاد اور زندقہ کا بھی شکار ہو گئے۔ اگرچہ صوفیائے کرام کے اخلاقی محاسن کا تتبع بلا شبہ ایک نعمت ہے۔ تاہم ان کی رسومات کارآمد نہیں۔ ایسے صوفی جنہیں قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے کوئی علاقہ نہیں۔ حقیقتاً دین کے چور اور ڈاکو ہیں۔ ایک جگہ شاہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں، میرا اہل ایمان سے اس معاملے میں اختلاف ہے کہ صوفیوں کے بیان کے مطابق زندگی میں مرکزی حیثیت فنا وبقاء، استہلاک وانسلاخ کو ہی حاصل ہے اور یہی فی الواقع اس کے اصل مطلوب ہیں۔ شریعت میں جو رعایتیں اور بدنی عبادات رکھی گئی ہیں وہ محض اس لیے ہیں کہ ہر آدمی کے بس میں نہیں کہ وہ اصل یعنی فنا وبقا کے تعلق کو ادا کر سکے۔ اس لیے اگر کل نہ حاصل ہو سکے تو اس کا جزو کیوں ہاتھ سے جاتا رہے۔ دوسری جانب متکلمین کا خیال ہے جو بات شریعت میں مذکور ہے وہی اصل مطلوب ہے وبس۔ ہمارا (شاہ صاحب) یہ کہنا ہے کہ عمومی طور پر انسانیت کے لیے شریعت ہی زندگی کا گوہر مقصود اور اس کی اصل ہے۔ نیز انسان کے تقاضہ نوعی (فطرت) کا یہی نام ہے۔(۲)

حقیقت تو یہ ہے کہ بنی آدم نفس امارۃ کے شکنجے میں کچھ اس طرح کسا ہوا ہے کہ اگر اسی حالت میں وہ جاں بحق ہو تو وہ قبر اور قیامت کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اس ہلاکت اور مصیبت سے بچانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم کے لیے اپنی خاص مہربانی اور عنایت کا اظہار فرمایا، جسے ہم شریعت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اول نوع انسانی کی تخلیق کچھ اس طرح عمل میں آئی ہے کہ اس میں دو متضاد قوتیں (قوت ملکوتی اور قوت بہیمی) مجتمع ہو کر رہ گئی ہیں۔ نوع انسانی کی تمام تر سعادت کا دارومدار قوت ملکوتی کے مضبوط کرنے اور اسے برابر تقویت پہنچانے میں مرتکز ہے، جب کہ اس کی شقاوت مکملاً اس بہیمی قوت کو تقویت پہنچانے پر منحصر ہے۔ چنانچہ

---

(۱) دیکھیے: قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ لاہور۔ س ن ص: ۳۰۸۔

(۲) دیکھیے: التفہیمات الالٰہیہ ج ۱، ص ۲۰۸

اس پر لازم ہے بلکہ فرض ہے کہ وہ ایسے اُمور کی جانب ملتفت ہو جو اس کی قوت ملکوتی کی تقویت کا باعث بن سکیں۔ نیز قوت بہیمی اپنی تمام تر تندی اور شدت ترک کرکے اس کی تابع فرمان بن جائے۔

دوم یہ کہ انسان کی تخلیق میں ان اخلاق اور اعمال کے رنگ کی پوری صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جن کو اس کا نفس بھرپور ارادے اور قوت کے ساتھ برتتا ہے۔ مزید براں وہ انہیں کچھ اس ثابت قدمی سے قبول کرتا ہے کہ موت کے بعد بھی یہ اس سے وابستہ اور پیوستہ رہتے ہیں۔ اس ضمن میں حیوانات کی حالت مختلف ہے۔ وہ تمام اعمال جن کا صدور ان کے ذریعہ ہوتا ہے وہ ان کے نفوس کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتے۔ نیز ان کے اثرات ہنگامی ہوا کرتے ہیں جو گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ زائل ہوتے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے انسانی اعمال کے اثرات اس کی روح سے متعلق ہو کر اس کی موت کے بعد بھی قائم و دائم رہتے ہیں۔ پھر یہی آگے چل کر اس کی جزاوسزا کے تعین میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی مثال خود انسان کا اپنا بدن ہے جو غذا کی تمام کیفیات کو قبول کرکے اپنے میں اس طور پر جذب کرلیتا ہے کہ وہ کسی لمحہ میں بھی بدن سے علیحدہ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اس کے اثرات سے کبھی تو وہ بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی بدہضمی میں۔ (۱)

انسان کی تخلیق واقعی کچھ اس طرز پر معرض وجود میں آئی ہے کہ وہ حظیرۃ القدس سے مل کر الہام واحکام حاصل کر سکتا ہے۔ جسمانی موت کے بعد اگر وہ اپنے قابل ستائش اعمال کے سبب) ملائکہ (حظیرہ القدس) سے مناسبت اور ہم آہنگی رکھتا ہو گا تو اسے ہمہ اقسام کے الطاف اور مسرتیں حاصل ہوں گی۔ اس کے برعکس اگر (اپنی ملکوتی قوت کے فقدان یا کمزوری کے باعث) ان کے واسطے مخالفت اور منافرت کا حامل ہو گا تو وہ خود میں ایک عجیب تنگی اور بیگانگی محسوس کرے گا۔(۲)

چونکہ نوع انسان کی پیدائش اس طور ہوئی ہے کہ اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس کے بیشتر افراد گوناگوں نفسیاتی امراض کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت نیز فضل وکرم کے باعث ان کی طرف اپنا دست عنایت و عانت بڑھایا اور وہ اس شکل میں کہ تمام مترجمین غیب (انبیاء علیم السلام) کو ان کی جانب اس لیے مبعوث فرمایا کہ نسل آدمی پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے اور وہ ربوبیت جو ان کی تخلیق کی متقاضی تھی وہی ان کی از

---

(۱) دیکھیے :الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس: شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم (مترجم)، گوجرانوالہ، صفحہ ۸۹،۹۰

(۲) مزید تفصیل دیکھیے : حجتہ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ ، مترجم (خلیل احمد بن مولانا سراج احمد) ، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س ن۔ ص۴۹، ۵۰

سر نو دستگیری کرے۔ علاوہ ازیں وہ علاج عطا فرمائے جو انہیں مرض اور مصیبت سے شفا دے اور ان کی دونوں دنیاوں کو سنوارے۔ دینی اصطلاح میں اسی کا نام شریعت ہے۔ چونکہ شریعت کا تقاضا نوع انسانی نے اپنی فلاح و بہبود کے لیے خود کیا تھا اس لیے اس کا تتبع تو تمام افراد نوع کے لیے لازم ٹھہرا۔ کیوں کہ نوعی احکام کے اعتبار سے وہ یکساں ہیں۔ چند افراد کی انفرادی خصوصیات ظاہر ہے اس کلیہ سے مستثنیٰ قرار دی جائیں گی اور انہیں کوئی عمل دخل نہ ہو گا۔ رہا فنا و بقا اور استہلاک وغیرہ کا مسئلہ تو ان کے طلب گار کچھ انفرادی خصائص رکھنے والے چند مخصوص لوگ ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ نہایت علو اور تجرد میں پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی انہیں توفیق عطا فرماتا ہے۔ لیکن یہ طرز حیات کوئی حکم شرعی ہر گز نہیں۔ خود شارع (ﷺ) کا کلام اس ذیل میں اصالتاً یا بالواسطہ کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شارع علیہ السلام نے ان اسرار و رموز کے منکشف کرنے سے اس لیے دانستہ گریز کیا کہ جو شخص لائق و فائق ہو گا وہ خود بخود ان کی تذکیر کو پا ہی لے گا اور نہ ہو گا وہ کم از کم اپنی سادہ لوحی پر قائم رہ کر جہل مرکب میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گا۔ بعض افراد نے شارع علیہ السلام کے کلام سے چند مطالب اخذ کئے ہیں۔ جن کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی قصہ لیلیٰ و مجنوں سُن کر اسے اپنے سرگزشت خیال کرے۔ اسے عرف میں "اعتبار" کہا جاتا ہے۔(۱)

"صوفیاء کے رسائل و کتب بلاشبہ مخصوص افراد کے لیے کیمیا کا کام دیتے ہیں اور عجیب تاثیر رکھتے ہیں"۔ (۲)

"باقی رہے وہ لوگ جو عقائد کے معاملے میں پیغمبروں کی مقرر کردہ راہ سے اعراض اور گریز کر کے فلسفیوں کے حلیف بنتے ہیں وہ کتوں سے بھی گئے گزرے ہیں"۔ (۳)

موجودہ زمانے میں اکثر صوفیوں کی کرامات محض ڈھونگ اور شعبدہ بازی بن کر رہ گئی ہیں۔ اس لیے ان کی کرامات کو دیکھ کر قطعاً مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ان کے معتقدین کی کثرت کو کوئی اہمیت دینی چاہیے کیوں کہ عام طور پر یہ لوگ رسومات کے شکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مدعیان تصوّف کی طرف اعانت کے لیے ہاتھ ہر گز نہ پھیلایا جائے۔ اس گمراہی سے اجتناب کی صورت یہ ہے کہ انسان کتب احادیث (یعنی بخاری، مسلم، ابو داود اور ترمذی) نیز حنفی اور شافعی فقہ کا مطالعہ برابر جاری رکھے اور سنت رسول پر صدق دل سے عمل پیرا ہو۔ پھر اگر حق سبحانہ اس کے قلب میں ذوق صحیح پیدا کر دے اور راہِ تصوّف پر جادہ پیمائی کا جوش غلبہ پائے تو اس وقت سلوک میں

---

(۱) تفصیل دیکھیے: الطاف القدس ص:۹۰۔

(۲) ایضاً ص:۹۲

(۳) ایضاً ص: ۹۵

"عوارف" کا مطالبہ کے جس میں صوم وصلوٰۃ اور ذکر کے آداب کا بیان ہے۔ ساتھ ہی نقشبندی سلسلے کے مسائل کا مطالعہ بھی جاری رکھے جن میں یادداشت کو قائم کے طریقے سمجھائے گئے ہیں۔(۱)

یہ صحیح ہے، اکثر موقعوں پر بعض صالحین نیک نیتی سے کوئی تعجب خیز کارنامہ کر دکھاتے ہیں، لیکن وہ خود کبھی اپنے ان کارناموں کو کرامات میں نہیں شمار کرتے، مگر ان کے سادہ لوح معتقدین ان افعال کو اپنے شیخ سے صادر ہوتا دیکھ کر عین کرامات سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اس نیک مرشد کے لیے شاہ صاحب چند نشانیاں بھی ذکر کرتے ہیں:

"وہ اس ذکر کو اپنائے جو شریعت کے عین حسب حال ہو۔ وہ لباس زیب تن کرے جو عام لوگوں جیسا ہو اور کسب معاش بھی عوام جیسا ہو"۔(۲)

ذیل میں درج حقائق خصوصی توجہ کے مستحق ہیں:

اولیائے کرام میں بعض ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو الہام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرعی پابندیوں سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے اور یہ اب ان کے اختیار میں ہے کہ وہ عبادت کریں یا نہ کریں۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ایک بار ایسا الہام میرے والد اور چچا کو بھی ہوا تھا۔ ایک طرف تو شاہ صاحبؒ اس الہام کے وقوع پذیر ہونے کا سو فیصد یقین رکھتے ہیں لیکن دوسری طرف نہایت شد و مد کے ساتھ اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ کسی بھی عاقل و بالغ سے شرعی پابندی نہیں ہٹائی جا سکتی۔ اس تضاد کو رفع فرماتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

"میرے نزدیک اس الہام کی حقیقت یہ ہے کہ شرعی قوانین کی پیروی کے ضمن میں جب کوئی شخص ایمان بالغیب کے ذریعے مدارج ترقی طے کرتے کرتے اس مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں واضح اور روشن دلائل سے ان چیزوں کا مکمل ایمان حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔ وہ شریعی قیود کو کسی کی جانب سے اپنے اوپر کوئی عائد شدہ چیز نہیں سمجھتا بلکہ وہ اطاعت اور عبادت کی ان پابندیوں کو بعینہ اسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح کوئی شخص بھوک اور پیاس کو محسوس کرتا ہے۔ اس وقت تو ترک عبادت و اطاعت کی اس میں قدرت ہی نہیں باقی رہتی"۔(۳)

یعنی شاہ ولی اللہ شریعت کو صوفی کے رگ و خوں میں دیکھنے کے خواہاں ہیں۔

---

(۱) مجموعہ ء رسائل امام شاہ ولی اللہؒ: شاہ ولی اللہ (تحقیق و تخریج مفتی عطاء الرحمٰن) شاہ ولی اللہ انسٹیٹیوٹ دہلی، س ن۔ ج ۲، " رسالہ وصیت نامہ"، ص: ۵۲۹

(۲) ہمعات، ص:۱۵

(۳) فیوض الحرمین ص: صفحہ ۹۶

"ابتدا میں صوفی نفس، عقل اور قلب کی تہذیب اور ان کی جملہ خوبیوں کو معتبر سمجھتے تھے اور ان کی ریاضت کو مقدم وہ دوام عبودیت کو اس ریاضت کی تکمیل اور حاصل قرار دیتے تھے۔ لیکن بعد میں آنے والے صوفی ماسوا عبودیت کے کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ ان کا یہ عمل بالکل صحیح و درست تھا اگر کسی کو دائمی عبودیت کا درجہ حاصل ہو جائے اور چند امور پھر بھی منکشف نہ ہوں تو اس سے کوئی بڑا فرق نہیں پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ بایزید بسطامیؒ نے اس شخص کو سلطان ذاکرین کہا ہے جس نے دوام عبودیت کی مشق کی لیکن بعد ازاں بہر حال تمام لطائف (نفس، عقل اور قلب) کی تہذیب بالآخر مقام عبودیت پر ہی آکر منتج ہوتی ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو یاد الٰہی سے ہمیشہ معمور رکھے تا کہ اس کا ہر عضو اس یاد، ذکر اور عبودیت سے اپنا حصہ حاصل کر سکے"۔(۱)

"مقام" وہ صفت محمود ہے جسے ایک صوفی کو راہِ خدا میں سفر سلوک طے کر کے حاصل کرنا چاہیے تا کہ اس کا سفر ایک حسین منزل پر آکر ختم ہو وہ کشادہ حد ہے جو باجود اوقات، احوال اور استعداد کے اختلاف کے، اپنے میں کافی گنجائش رکھتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو لوگوں کو مختلف طرح سے حاصل ہوتا ہے " حال" اور اصل "مقام" کے ثمرہ کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ لیا جائے یہ "مقام" کی اس خاص صورت کا نام ہے جو ایک خاص شخص میں ایک مخصوص وقت پر اس کی مخصوص استعداد کے مطابق ظاہر ہوتی ہے"۔(۲)

چنانچہ "مقام" کو "مکتسب" اور "حال" کو "موہبت" کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیا جائے کہ خواہشات نفسانی کو ترک کرنا ایک "مقام" ہے اور اس کا حاصل، مآل یا ثمرہ "نُورانیت" یا وہ "کیفیت لطیف" ہے جو انجام کار روح کو حاصل ہوتی ہے۔(گویا یہ ثمرہ "حال" ہوا)(۳)

یہاں اس حقیقت کی طرف نشان دہی کرنا ایک امر واجب ہے کہ "حال" بذات خود ایک وقتی کیفیت (یا چیز) ہے جسے دوام حاصل نہیں۔ آپ ﷺ کے ارشاد مبارک کی روشنی میں:

((قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قَالَ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا

---

(۱) دیکھیے: الطاف القدس ص:۵۰

(۲) الطاف القدس :۴۴

(۳) حجۃ اللہ البالغہ، ص:۲۰۷

بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))(۱)

ترجمہ: ایک مرتبہ جب حضرت ابو بکرؓ نے ایک صحابیؓ (حضرت حنظلہؓ) کی خیریت دریافت کی تو (صحابیؓ) فرمانے لگے: میں منافق ہو گیا ہوں، یہ اس لیے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ان سے جنت اور دوزخ کا حال سنتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے میں اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن جب گھر لوٹتا ہوں اور اپنے اہل عیال مال و متاع پر نظر پڑتی ہے انہیں بھول جاتا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: کچھ یہی حالت میری بھی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ دونوں حضرات نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت بیان فرمائی، جسے سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ کیفیت تم لوگوں کے سامنے ہمیشہ قائم رہتی تو ملائکہ تمام اطراف سے تم سے مصافحہ کرتے نظر آتے۔ لیکن یہ کیفیت وقت، وقت کی بات ہے۔ (بعض اوقات ہی ہوا کرتی ہے)

اللہ والوں کے حالات اور مقامات میں اکثر جو اختلاف نظر آتا ہے وہ درحقیقت ان کی استعداد اور صلاحیت کے سبب ہوا کرتا ہے۔ حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق: اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے منحرف ہے تو یقین کر لو لیکن اگر کسی آدمی کے متعلق یہ سنو کہ وہ اپنی جبلت و خصلت ترک کر بیٹھا ہے تو اس پر یقین مت کرو کیونکہ ہر انسان اپنی سرشت کی طرف ہی لوٹتا ہے یہاں جبلت سے مراد آدمی کی استعداد ہے (۲)

"اب ہم ان لطائف کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو انسان کو حاصل ہیں۔ انسانی جسم کے اعضاء رئیسہ تین ہیں، جن سے وہ اپنی نوعی ضرورت اور تقاضے پورے کرتا ہے۔ مثلاً قوت ادراک کے لیے دماغ موجود ہے اور غم و غصہ، اور پھر ان تمام اشیاء کی طلب کے لیے جن کا معدوم ہونا جسم انسانی کے قیام و ثبات کی سر تا سر نفی ہے (مثلاً: کھانا پینا، سونا وغیرہ) جگر جیسی بیش بہا دولت ہے۔ یہ اعضاء اپنی مذکورہ بدیہی قوتوں کے ساتھ ساتھ صوفیوں کے یہاں کچھ باطنی خصائص بھی رکھتے ہیں، جنہیں اصطلاحاً "لطائف" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، نیز یہ اعضاء لطیفہ عقل، لطیفہ قلب اور لطیفہ نفس کے ناموں سے مشہور ہیں"۔ (۳)

---

(۱) صحیح مسلم ،امام مسلم بن حجاج نیشا پوری،(محقق محمد فوادعبدالباقی)، دار إحياء التراث العربي بيروت -(س ن) بَابُ فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ --رقم الحديث ۱۲، ص:۴/ ۲۱۰۶-

(۲) دیکھیے: حجۃ اللہ البالغہ، ص:۹۴، ۹۵

(۳) ہمعات، ص:۵۹

شاہ صاحبؒ منجملہ ان کے ایک چوتھے لطیفہ کے بھی قائل ہیں جسے آپ "لطیفہ جوارح" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور آپ کے حسب ارشاد شریعت کے احکام کا تعلق دراصل اسی لطیفہ سے ہے۔ نیز شریعت کی جانب سے اعمال کا مطالبہ بھی اسی لطیفہ سے ہوگا۔ اس کی تحقیق یوں ہے:۔

جب قلب، عقل اور نفس کی تمام تر قوتیں جوارح کی حرکات اور اعمال کا مدار بن جاتی ہیں تو جوارح کے کام ان کے باعث شرمندہ تکمیل ہوتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیا جائے جب قلب، عقل اور نفس کے تمام موثرات اور حرکات جوارح کے اعمال میں مقام فنا کو جا چھوتے ہیں، تو اس صفت کو "لطیفہ جوارح" کہا جاتا ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس لطیفہ کو سمجھانے کے لیے مجھے ایک اونٹ دکھایا گیا جو اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا۔ میں نے دیکھا اس کے تینوں لطائف بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ یہ اُونٹوں کی ایک لمبی قطار میں چل رہا تھا۔ بجز چلنے اس کے اس میں کوئی اور طاقت نہ تھی۔ وہ دم نکلنے تک چلتا ہی رہا اور یوں ہی چلتے چلتے یکلخت گر کر مر گیا۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا یہ اُونٹ لطیفہ جوارح کے مقام فنا میں تھا۔ بعینہ اسی طرح شریعت کی جانب سے اعمال کا احتساب اور گرفت بھی اسی لطیفے پر منحصر ہے۔ نیز شریعت میں اکثر یہ بحث و تمحیص کا مرکز رہا ہے۔(۱)

شاہ صاحبؒ کی تحقیق اس بات پر منتج ہوتی ہے کہ لطیفہ جوارح اور دیگر تینوں متذکرہ بالا لطائف میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا جدا حکم رکھتا ہے۔ لیکن جب یہ دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہوتے ہیں تو دو حالتوں سے خالی نہیں رہتے۔ یا تو یہ آپس میں کچھ اس طرح شیر و شکر ہو جاتے ہیں جیسے سیماب میں چاندی اور پانی ملے رہتے ہیں یا پھر ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنے مخصوص عمل پر رہتے ہوئے ترکیب بدنی میں حسب ضرورت دوسرے کی اعانت کرتا رہتا ہے۔ پہلی حالت غلب، سکر، محو اور وجد کے حصول پر مختتم ہوتی ہے اور دوسری تمکین اور استقامت کی تحصیل پر۔ کامل صوفی وہ ہے جو تمکین صرف رکھتا ہے ہو، نیز اس کا ہر لطیفہ اپنی جگہ پر اپنے حکم میں مستقل ہو(۲)۔

خواہش کا غلبہ جو قلب میں نور ایمان کے داخل ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ ہر چند کہ وہ خواہش شرعی مقاصد کے مخالف ہو یا موافق۔ کیونکہ شرع بے شمار مقاصد پر مشتمل ہوتی ہے اور مومن کا قلب ان سب کے احاطے سے عاجز رہتا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات اس کا قلب رحمت کی جانب مائل و ملتفت ہوتا ہے جب کہ شرع ایسے موقعوں پر مظاہرہ ہائے رحمت سے باز رکھتی ہے۔ سکر کا منشا بجز اس کے کچھ نہیں کہ نُور ایمانی قلب و ذہن کو کچھ اس درجہ مغلوب و متاثر کرے کہ بندہ مصالح دینوی سے گریزاں ہو کر ان چیزوں کو پسند کرے جو بالعموم نہیں پسند کی جاتیں۔ مثلاً: اپنے ربّ

(۱) حجتہ اللہ البالغہ، ص۹۰

(۲) ایضاً، ص۹۰

کے دیدار کا شوق مجھے موت کی پسندیگی پر مائل کرتا ہے اور علالت چونکہ گناہوں کا کفارہ ہے اس لیے میں اس مستحسن سمجھتا ہوں۔ محو (یعنی فنا) کی مثال یوں ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ جب طواف کعبہ میں مشغول تھے تو ایک شخص نے آپ کو سلام کیا جس کا جواب نہ مل سکا۔ جب اس نے آپ سے اس کی شکایت کی تو حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی سے بہرہ اندوز تھا اور ساری کائنات میری نظروں سے او جھل تھی۔(۱)

خلاصہ بحث

بنیادی مقاصدِ تعلیم جیسے طلبہ کو اللہ سے جوڑنا، کاینات کو سمجھنے کی کوشش کرنا، جسمانی و روحانی نشوونما وغیرہ کا براہِ راست تعلق تصوّف سے ہے۔ آج انسانیت جس اضطراب میں مبتلا ہے اس کا بنیادی اور اولین سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے خدا سے اس کی دُوری و بغاوت اور اس کی وجہ انسان کے باطن اور پھر صوفیاء کرام کی وضع کردا تعلیمات جو باطن کو آسان کر کے لطائف کی شکل میں پیش کرتے ہیں، جن سے انسان کی عدم دلچسپی ہے۔ دور جدید کے انسان نے جو مادی ترقی کی ہے، کیا ترقی کے لیے کفر ضروری ہے اور کیا اس کے اخلاقی اقدار کو پامال کرنا ناگزیر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی ترقی روحانیت کے تحت ہی ہو سکتی ہے۔ جس میں روح کو بھی سکون ملے۔ اور جسم کو بھی چین نصیب ہو۔ کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ پورے اعتماد اور پورے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس حقیقی ترقی کا سرچشمہ اسلامی تہذیب و تمدن (Islamic Culture & Civilization) ہے۔ جب تک یہ تہذیب غالب و کارفرما رہی مسلم اُمت صحیح راستے پر چلتی رہی اور مسلمانوں نے اپنے آپ کو خدا کا غلام بنایا اور وہ دولت اور حکومت کے غلام نہ بنے۔ اس وقت تک ترقی اُن کے قدم چومتی رہی یہ کائنات کی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ خدا کی غلامی اختیار کرلی جائے تو آدمی آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہوتا ہے، حقیقی آزادی خدا کی اطاعت میں ہے۔ جو خدا کا مطیع ہوگا وہ خدا کے سوا کسی کے سامنے جھک نہیں سکتا اور جب ایک بندہ صرف خدا کے سامنے جھک جائے تو زمانے کے خود ساختہ تمام خدا اس بندہ خدا کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ یہ ایک خوش آیند بات ہے کہ چودھویں صدی ہجری میں زوال پذیر اُمت مسلمہ کو خدا نے کچھ سہارے دیئے جن سے انہیں خواب غفلت سے جاگنے کا شعور ملا، یہ شعور مسلم رہنماوں نے عطا کیا۔ انھوں نے جہاں دینی جذبے اور ولولے دیے، وہیں انھوں نے عقل کو بھی دلائل کی دولت سے نوازا۔ انھوں نے اپنے استدلال کے زور سے مغربی تہذیب کے سیلاب کو روک دیا۔ مغربی تہذیب کا سارے کا سارا طمطراق ان مجددوں کی تحریروں اور تقریروں اور عمل کی مشعلوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور انشاء اللہ سسکتی ہوئی انسانیت کو اسلامی نشاۃ ثانیہ (Islamic Resurgence) کی تحریکات امن و آشتی کا راستہ دکھائیں گی، اس تحریک

(۱) حجتہ اللہ البالغہ، ص ۹۱ تا ۹۴۔

کا ہر اول دستہ نوجوان طلبہ ہیں۔ جن کو نہ گولی مسخر کر سکتی ہے، نہ زنجیریں قید کر سکتی ہیں، جن کے مجاہدانہ جذبوں کے سامنے سامراج اور طاغوت کے تمام وسائل اور ان کے تمام ایجنٹ مٹی کے حقیر پتلوں کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ چاہے وہ بیرونی ہوں یا اپنی ملت کے غداروں کی صورت میں ہوں(۱)۔

انسان کے قوائے جوارح اس کے قوائے فکر کے تابع ہیں اور قوائے فکر کی بہترین نشوونما نئی نسل میں بذریعہ صوفیانہ نصاب تعلیم کی جاسکتی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ہماری آج کی نسل اسلام اور اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ تصور ہے کہ اسلام صرف مسجد کے اندر محصور ہے اور چند عبادات ادا کرنے کا نام ہے۔ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ صرف نماز ادا کر لینے سے، رمضان کے روزے رکھ لینے سے، زکوۃ ادا کر لینے سے، بیت اللہ کا حج کر لینے اور اس قسم کے دوسرے فرائض ادا کر لینے سے، اسلام کے تمام مطالبات پورے ہو گئے اور اب اس کے سامنے اسلام کا کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک مسلمان زبان سے لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھے اور اپنے فیصلے غیر اللہ کے پاس لے جائے۔ اور وہ اپنے دل میں کوئی خلش محسوس نہ کرے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان زبان سے لا الہ الا اللہ بھی پڑھے اور اپنے عملی امور، سود کی بنیاد پر چلائے اور اس میں کوئی حرج محسوس نہ کرے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان لا الہ الا اللہ بھی پڑھے اور اپنے ہمہ جہتی تعلقات غیر اسلامی بنیادوں پر استوار کرے اور اپنے دل میں کوئی کسک محسوس نہ کرے۔ اسی طرح آج جب مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ اسلام سیاسیات، اقتصادیات، رہن سہن اور مالی امور کی انجام دہی کی بہترین ہدایات دیتا ہے تو وہ ان باتوں پر یقین کامل اس لیے نہیں رکھ رہے چونکہ ان کا ظاہر تو کسی حد تک درست ہوتا ہے لیکن باطن اسلامی علوم سے قدرے زیادہ دوری پر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان ظاہری علوم کی باطنیت سے نئی نسل مکمل کٹ چکی ہے۔ یہ باطنیت تصوّف میں مضمر ہے۔ مثلاً ایک ڈاکٹر بیماری کا علاج دوا سے کرتا ہے، انجینئر بھی اپنے کام میں ظاہری علم ہی سے مدد لیتا ہے۔ لیکن جب ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ کو اپنے کام کی فیض وبرکات اس کا روحانی مقام نظر آئے گا تب اس کا کام بہترین حالت میں مکمل ہو گا اور وہ خود بھی ایک مکمل شخصیت کے حامل ہو گا۔ اس لیے انسان کے باطن کو سنوارنے سے ہی اسلامی تعلیمات اپنا رسوخ قائم رکھیں گی۔ اور اس کام کے لیے تعلیم میں باطنی امور جن کو صوفیائے کرام کی صوفیانہ تعلیمات سے استفادہ از بس ضروری امر ہے جو بہر صورت شامل نصاب ہونی چاہیے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ نے جن مختلف لطائف کا ذکر کیا ہے۔ ان لطائف کے ساتھ ساتھ صوفیاء کرام کی اصطلاحات جیسے مقام، حال وغیرہ کو پرائمری سطح سے ہی

---

(۱) مزید تفصیل دیکھیے: محمد قطب، سید: تعلیمی مباحث اسلامی تناظر میں، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء۔ ص ۵۱، ۵۲

شامل نصاب کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ آج اوکسفورڈ کے نصاب کی مشکل ترین چیزیں پڑھانے میں بچوں کی ذہنی استعداد کو بالمقابل دیکھا جائے تو یہ اصطلاحات بہت آسان ہیں۔ ان تعلیمات کو اسلامی نصاب تعلیم کے سانچے میں ڈالے بغیر ایک مکمل روحانی معاشرہ کی تشکیل نامکمل رہے گی اور جب تک ان باطنی امور کو بالتفصیل شامل نصاب نہ کیا جائے گا سوسائٹی کے لیے اسلامی طرزِ زندگی کا اختیار کرنا دشواری کا شکار رہے گا۔

باب دوم: مقاصدِ تعلیم کا تعارف پاکستان کے تناظر میں

فصل اول: دستور پاکستان کی روشنی میں مقاصدِ تعلیم

فصل دوم: قومی تعلیمی پالیسیوں کی روشنی میں مقاصدِ تعلیم

فصل سوم: ماہرینِ تعلیم کی نظر میں مقاصدِ تعلیم

فصل اول: دستور پاکستان کی روشنی میں مقاصدِ تعلیم

مقاصد تعلیم کا تعارف

کوئی بھی کام اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ ایک خاص مقصد کے حصول کے تحت سر انجام نہ دیا جائے۔ اسی طرح تعلیم بھی اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے مقاصد کا تعین بہترین انداز میں نہ ہو سکے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ہی تعلیم نہ دی جائے۔ مقاصد تعلیم سے مراد یہ ہے کہ ہم تعلیم کیوں حاصل کرتے ہیں؟ تعلیم حاصل کر کے ہم کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں وغیرہ ان مقاصد کے حصول کے لیے ایک ترتیب مرتب کی جاتی ہے ایک اصولی اور جامع میکانکی طریقہ کار بنایا جاتا ہے جس کا نام نصاب ہے جس کے تعین کے لیے ہمیں ادراک ہونا چاہیے کہ تعلیم ہے کیا چیز؟ جب تعلیم کی اصلی شکل سے واقفیت حاصل کر لیں گے تب ہی اس کے مقاصد کا تعین و حصول بہتر ہو سکے گا جس کے حصول کے لیے نصاب سازی کی جاتی ہے۔

"تعلیم معلومات کے استعمال میں لانے کے فن کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ وہ فن ہے جس کا بتانا بہت مشکل ہے۔ جب کبھی بھی نصاب کی کوئی ایسی کتاب لکھی جاتی ہے جو واقعتاً حقیقی قیمت کی حامل ہوتی ہے تو آپ یقین رکھیں کہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئی تبصرہ نگار یہ ضرور لکھے گا کہ اس کتاب کے ذریعہ پڑھانا بڑا مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ پڑھانا بڑا مشکل ہو گا کیونکہ اگر پڑھانا آسان ہو تو پھر ایسی کتاب کو تو نذرِ آتش کر دینا چاہیے کیونکہ اس قسم کی کتاب تو تعلیمی ہو گی ہی نہیں دوسرے شعبہ جات کی طرح تعلیم میں بھی پھولوں سے بھرا راستہ گندی جگہ پہنچا سکتا ہے۔ اس برے راستہ کی نمائندگی کوئی ایک کتاب یا خطبات کا وہ مجموعہ کرتا ہے جس کا مطالعہ عملاً کسی طالب علم کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ ان تمام سوالات کو حفظ کر لے جس کا آئندہ امتحان میں آجانا ممکن ہے۔"۔(۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امتحان پاس کرنے کے لیے تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ تعلیم کے خاص مقصد کے حصول کو جھانچنے کے لیے امتحانات لیے جاتے ہیں کیوں کہ تعلیم حاصل شدہ معلومات پر ایک اثر مرتب کرتی ہے جو طالب علم کے اندر ایک تبدیلی کا باعث بنتی ہے جسے "تعلم" کہا جاتا ہے۔ اس تعلم کا اثر معاشرہ میں دکھائی دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے تہذیب و ثقافت اچھی یا بری بنتی ہے جتنی تعلیم اچھی ہو گی تہذیب و ثقافت بھی اچھی ہو گی۔

"ثقافت" فکر کے عمل اور حسن سے متاثر ہونے نیز بشریت نواز احساسات کے قبول کرنے کی صلاحیت کا نام ہے۔ معلوماتی رڈی کے پرندوں کا ثقافت سے کوئی تعلق نہیں ہے ایک صرف معلومات رکھنے والا آدمی سب سے زیادہ بے سود قسم کا تھکا دینے والا شخص ہے جو خدا کی اس سرزمین پر پایا جاتا ہے۔ ہمیں جس قسم کے آدمیوں کو پیدا

---

(۱) مقاصدِ تعلیم: اے این وائیٹ ہیڈ(مترجم سید محمد تقی)اکیڈمی آف ایجو کیشنل ریسرچ، ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس، کراچی، طبع دوم ۱۹۸۶ ۔ص ۴۱

کرنے کا مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہیں وہ ایسے آدمی ہیں جو ثقافت کے حامل ہونے کے ساتھ ہی کسی خاص شعبہ میں ماہرانہ معلومات بھی رکھتے ہوں۔ ان کی ماہرانہ لیاقت اس کے لیے وہ اساس مہیا کردے گی جس سے وہ آغاز کرسکیں گے اور ان کی ثقافت انہیں اتنی گہرائیوں میں پہنچانے کا سبب بنے گی جتنا فلسفہ گہرا ہوتا ہے اور اتنی بلندیوں پر انہیں لے جائے گی جتنا آرٹ بلند ہوتا ہے۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قابل قدر فکری ارتقاء سے مراد نفس کا ارتقاء ہے اور یہ ارتقاء عام طور پر سولہ اور تیس سال کی عمر کے درمیان ہوا کرتا ہے۔(۱)

انسان بنیادی طور پر تبدیلی اور نئے نئے اختراعات کا قائل ہے۔ انسان کے اندر تھکاوٹ کسی ایک جہد مسلسل سے آتی ہے۔ جب جہد میں تبدیلی واقع ہو تو انسان تازہ ہو جاتا ہے۔ تعلیم بھی ایک نئی روش، نئے انداز اور نئی سے نئی معلومات کا تقاضا کرتی ہے۔

بچہ کو فکری عمل کی تربیت دینے کے دوران وہ سب سے اہم چیز جس کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے وہ ہے جسے "جامد تصورات" کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ تصورات جو ذہن میں تو آتے ہیں مگر نہ استعمال میں آتے ہیں اور نہ نئے فکری مرکبات میں شامل کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کی تاریخ میں سب سے اہم مظہر تحصیل علم کے وہ مدارس ہیں جو کسی ایک وقت تو دانشوری سے بھرپور ہوتے ہیں اور ٹھیک اس کے بعد کی نسل میں محض ادعائے علم اور معمولی علمی صلاحیت کا مرکز بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جامد تصورات سے بوجھل ہو جاتے ہیں ان جامد تصورات کے ذریعہ تعلیم نہ صرف بے نتیجہ ہوتی ہے بلکہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مضر اور نقصان رساں بھی ہوتی ہے۔ اچھوں کا بگڑ جانا سب سے بڑا عذاب ہے۔ چند نادر وقفوں کے علاوہ جب کہ فکری جوش پایا جاتا تھا مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو ماضی میں تعلیم جامد تصورات سے شدت کے ساتھ متاثر تھی۔ یہی سبب ہے کہ غیر تعلیم یافتہ مگر ہوشیار عورتیں جنہوں نے بہت کچھ دنیا دیکھی ہے ادھیڑ عمر میں اپنے گروہ کا سب سے زیادہ مہذب طبقہ ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ یہ ان جامد تصورات کے دہشتناک بوجھ سے آزاد رہتی ہیں۔ ہر وہ فکری انقلاب جو کبھی کبھی انسانیت کو حرکت میں لانے کا سبب بنا ہے وہ انقلاب ہوتا ہے جو ان جامد تصورات کے خلاف پر جوش احتجاج کی حیثیت رکھتا ہے۔(۲)

جامد تصورات مصنف نے جمود کے تصور میں لیے ہیں۔ ہمارے تعلیمی نظام میں نصاب سازی جمود کا شکار ہے اسلامیات لازمی برائے جماعت سوم تا دوازدہم کا نصاب ۲۰۰۶ میں بنایا گیا تھا جس پر تا حال مزید کوئی پیش رفت نہ ہو

---

(۱) مقاصدِ تعلیم، ص ۳۶

(۲) دیکھئے: مقاصدِ تعلیم۔ ص ۳۷، ۳۸

سکی۔ ایسی صورتحال میں تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں ناکامی کا شکار رہتی ہے۔ جمود واقعی ایک انقلاب کی رکاوٹ ہے لیکن پرانے تصورات اور روایات بھی ایک اپنی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں جن کو خود مصنف ''اسلوب'' کے نام سے اس طرح بیان کرتا ہے:

تعلیم کی افادیت، اسلوب اپنے سب سے زیادہ بہترین مفہوم میں وہ آخری خوبی ہوتی ہے جو ایک تعلیم یافتہ دماغ حاصل کرتا ہے اور یہ ساتھ ہی سب سے مفید خوبی بھی ہوتی ہے۔ یہ فرد کی ساری زندگی میں سرایت کر جاتی ہے وہ منتظم امور جو اپنے فن میں اسلوب حاصل کرلیتا ہے صناع کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ انجینئر جس میں اسلوب کا احساس پیدا ہو جاتا ہے کم سے کم مواد سے کام کرنے لگتا ہے۔ وہ صناع جو اسلوب پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اچھا کام کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلوب ذہن کی انتہائی، اخلاقی قدروں میں شامل ہے۔ لیکن اسلوب سے بلند اور علم سے بھی بلند ایک چیز ہے۔ ایک مبہم سی شکل والی چیز جو قسمت کی طرح ہے۔ اس قسمت کی طرح جو یونانی دیوتاؤں سے بھی بلند تھی یہ چیز قوت ہے۔ اسلوب، قوت کو تشکیل دینے والا۔ اسے روکنے والا ہوتا ہے لیکن بہر حال مقصد کے حصول کی قوت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ آپ اس مقصد تک پہنچ جائیں۔ اسلوب کے ذریعہ آپ اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں اور اپنے مقصد کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں کرتے۔ اسلوب کے ہونے کی صورت میں آپ کی سرگرمیوں کا اثر جانچا جاسکتا ہے اور پیش بینی تو وہ آخری عطیہ ہے جو خدا نے بندے کو دیا ہے۔ اسلوب کے ذریعہ آپ کی قوت بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ اس طرح آپ کا ذہن غیر متعلق چیزوں سے بہکتا نہیں ہے اور اس بات کا قوی امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ اپنا مقصد حاصل کرلیں۔ اسلوب ایک ماہر کی ایسی خوبی ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہوتا آپ ہی بتائیے کبھی آپ نے سنا ہے کہ کسی نو آموز مصور یا نئے شاعر کا بھی کوئی اسلوب ہوا ہے۔ اسلوب تو ہمیشہ اختصاصی مطالعہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے یہ اختصاصیت کا وہ خاص کارنامہ ہے جو اس نے ثقافت کے ارتقاء میں انجام دیا ہے۔(۱)

المختصر تعلیم میں اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے زمانے کے ہم قدم رکھنا، نصاب تعلیم کا کردار ہے زمانے میں مقاصد حیات کو لیناہی کامیابی کا ذینہ ہے لوازمات حیات نمبر دو پر ہیں اس وقت دنیا کا رجحان لوازمات حیات کی طرف ہے اس لیے ناکامیاں ہیں۔ مقاصد حیات صرف اسلام دے رہا ہے اور انہی کے تناظر میں مقاصد تعلیم بھی متعین ہوتے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: مقاصدِ تعلیم: ص۵۸،۵۷

تعلیم ملک میں شہری کے بنیادی حقوق میں شمار ہوتی ہے۔ چونکہ تعلیم کے مقاصد کا حصول ریاستی سطح پر ہوتا ہے اس لیے سب سے پہلے ریاست کے آئین کی چند دفعات دیکھی جائیں گی جو مقاصد تعلیم کو تعین کرتی ہیں جن کی روشنی میں نصاب سازی عمل میں آتی ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر شہری پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کوشاں رہے۔ اس کے بعد قومی تعلیمی پالیسیاں زیر غور لائی جائیں گی جن پر عمل دراصل آئین پر عمل ہے اس کے لیے مقاصد تعلیم معین کیے ہوتے ہیں۔ پھر ان پالیسیوں پر عمل درآمد کے لیے جو کوشیں کی گئی ہیں کیا یہ کاوشیں مکمل ہیں یا مزید بہتری کی ضرورت ہے اس کے لیے ماہرین تعلیم کی آراء سے استفادہ کیا جائے گا۔

دستور پاکستان کی روشنی میں مقاصدِ تعلیم

ملکی آئین کسی بھی ملک کی ایک مقدس اور معتبر ترین دستاویز کا نام ہوتا ہے۔ ہر شہری کے لیے اس کی اتباع لازم قرار دی جاتی ہے۔ اس میں موجود صرف ایک شق اپنے اندر ایک پورا نظام زندگی رکھ رہی ہوتی ہے۔ کسی بڑے سے بڑے ملکی قضیے کو سلجھانے کے لیے آئین کا ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ ملک میں آئین ۱۹۷۳ء، وقت کے ساتھ ساتھ کی گئی چند ترامیم کے ساتھ رائج ہے۔ آئین پاکستان کی درج ذیل دفعات نشاندہی کرتی ہیں کہ:

"پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کئے جائیں گے۔ جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں"۔(۱)

پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل کوشش کرے گی۔

الف: " قرآن پاک اور اسلامیات کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من وعن طباعت اور اشاعت کرنا"۔

(ب)"اتحاد اور اسلامی واخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا"۔(۲)

(الف) مملکت:"پسماندہ طبقات یا علاقوں کی تعلیمی اور معاشی مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دے گی"۔

(ب)"کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور مفت اور لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرے گی"

---

(۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور: محمود سلیم محمود، سیکڑی قومی اسمبلی پاکستان،(تیسری اشاعت معہ جملہ ترامیم) اسلام آباد ۳۱جولائی ۲۰۰۴ء۔ شق ۳۱ (I)

(۲) دستور پاکستان، شق ۳۱ (۲)

(ج) ” فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلیٰ تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لیے مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی“۔

(د) ”مختلف علاقوں کے افراد کو، تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت شامل ہے پورا پورا حصہ لے گی“۔(۱)

اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہوگا، قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہوگی۔(۲)

ضمیمہ میں نقل کردہ قرار مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو بذریعہ ھذا دستور کا حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بعین ہی مؤثر ہوں گئے۔(۳)

قرارداد مقاصد

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیر حاکم مطلق ہے، اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے، اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمایندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے، کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔ جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمایندوں کے ذریعے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت و حریت، مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔(۴)

”جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے، کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں“۔

”جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے، کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں، اور ان پر عمل کر سکیں، اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں“۔

---

(۱) دستور پاکستان، شق ۳۷

(۲) ایضاً: شق ۲(الف)

(۳) ایضاً: شق: ۲(ب)

(٤) ضمیمہ شق ۲

”جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں، اور ایسے دیگر علاقے جو آیندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں“۔

”جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے، اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط میل جول اور باہمی تعلق کی آزادی شامل ہو“۔

”جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو“۔(۱)

قرارداد کی تمہید میں صاف اور صریح الفاظ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے، کہ تمام اختیار اور اقتدار کا ذات الٰہی کے تابع ہونا لازمی ہے۔

یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ انسانی زندگی کی روحانی قدروں کو نظر انداز نہ کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر اس کا ایمان کمزور نہ کیا جائے گا۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ وجود باری تعالیٰ کا احساس ہی انسانیت کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ انسان کو جو قوتیں حاصل ہیں، ان سب کو ایسے اخلاقی معیارات کے مطابق استعمال کرنا لازمی ہے، جو وحی الٰہی سے فیض یاب ہونے والے ان معلّموں نے متعین کر دیے ہیں، جنھیں ہم جلیل القدر پیغمبر مانتے ہیں۔ پاکستانی اس بات پر شرمندہ نہیں ہیں کہ ان کی غالب اکثریت مسلمان ہے، اور ان کا اعتقاد ہے کہ وہ اپنے ایمان اور نصب العین پر قائم رہ کر ہی دنیا کے فوز و فلاح میں حقیقی اضافہ کر سکتے ہیں۔ اسلام ایک ایسے معاشرے کے قیام کا حامی ہے، جس میں سماجی عدل کا تصور ہو۔ اسلام جو سماجی عدل قائم کرنا چاہتا ہے، وہ ان بنیادی ضابطوں اور تصوارت پر مبنی ہے، جو انسان کی زندگی کو دوسروں کی محتاجی سے پاک رکھنے کے ضامن ہیں، اور جو آزادی و حریت کی دولت سے مالا مال ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (قرارداد میں) جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی عدل کی ایسی تعریف کی گئی ہے، جس کی وجہ سے ان الفاظ کے عام معانی کی بہ نسبت زیادہ گہرے اور وسیع تر معانی پیدا ہو گئے ہیں۔ قرارداد مقاصد کا درس یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔ یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان اس قابل بنائے جائیں کہ وہ اپنی زندگی دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسر کریں۔ مسلمانوں کو اس

---

(۱) ضمیمہ شق ۲ (تمہید قرارداد مقاصد)

مملکت میں صرف اپنے دین (مذہب) کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہو ورنہ حکومت کے اس طرز عمل سے ان مقاصد کی صریحاً خلاف ورزی ہو گی، جو مطالبہ پاکستان کے بنیادی محرک تھے۔ حالانکہ یہی مقاصد تو اس مملکت کا سنگ بنیاد ہونے چاہییں، جسے پاکستانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مملکت ایک ایسا ماحول پیدا کرے گی، جو ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تعمیر میں مدو معاون ثابت ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سماجی اخلاق کے متعلق معاشرے کے طرز عمل کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام محض ذاتی عقائد اور انفرادی اخلاق کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے ماننے والوں سے توقع کرتا ہے کہ وہ ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کریں، جس کا مقصد حیات صالح ہو۔ اہل یونان کے برعکس اسلام نے صالح زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے، اس کی بنیاد لازمی طور پر روحانی قدروں پہ قائم ہے۔ ان اقدار کو اہمیت دینے اور انھیں نافذ کرنے کے لیے ایک ایسا نیا سماجی نظام قائم ہونا چاہیے جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہو۔ ایک ایسا سماجی نظام کہ جس میں جمہوریت، حریت، رواداری اور سماجی عدل شامل ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات جو قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ پر مشتمل ہیں، محض اسی بات پر ختم نہیں ہو جاتیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو سکتا جس کا اس پر ایمان نہ ہو کہ کلام اللہ اور اسوۂ رسول ﷺ ہی اس کے روحانی فیضان کے بنیادی سرچشمے ہیں۔ ان سرچشموں کے متعلق مسلمانوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے اور اسلام کا کوئی ایسا مکتب فکر نہیں، جو ان کے وجود کو تسلیم نہ کرتا ہو صرف ان کو اگاہی فراہم ہونی چاہیے اور یہ اگاہی ایسی ہو کہ پاکستانی شہریوں کی زندگیاں متذکرہ صفات سے سرشار ہوں اور یہی کام تعلیم کو سرانجام دینے ہیں اور یہی مقاصد تعلیم کے تعین میں بہترین راہنمائی کرتے ہیں۔ انہیں مقاصد کے حصول کے لیے معقولات کو اسلامی سانچے سے گزارنا پڑھتا ہے۔ اسی سانچے کا نام نصاب ہے۔

خلاصہ بحث

دستور پاکستان، شق:۳۱ (۲)(الف) کے تحت ملک میں اسلامیات کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ "قرار داد مقاصد" سے فلسفہ حیات کا پتا چلتا ہے کہ پاکستانی شہری کو زندگی کس طرح سے گزارنی چاہیے؟ اس سوال کا بروئے آئین ایک ہی جواب ہے کہ "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں"۔ اب ان تعلیمات کو کس طرح زندگیوں میں رچایا بسایا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب متذکرہ شق سے ملتا ہے جو کہ اسلامیات کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کا لزوم ایک پوری فلاسفی ہے۔ اس فلاسفی سے مراد پاکستانی شہری کی زندگی کو اسلام کے رنگ سے رنگنا ہے۔ یہی نظریہ پاکستان ہے اور اسی کو مقصد حصول پاکستان بھی کہا جا سکتا ہے۔ اب ایسے حالات ہیں کہ اصل مقصد کو ہی بھلا دیا گیا کہ یہ ملک کیوں حاصل کیا گیا تھا۔ اگر وہی طرز زندگی جو ہندھ میں ہے یا جو انگریز اختیار کیے ہوئے ہیں اگر اسی طرح کی زندگی پسند تھی تو پاکستان کس لیے بنایا گیا؟ یہ ایک لمبی بحث بن جاتی ہے۔ مقصود مقاصد تعلیم ہیں جو مقاصد زندگی سے متصل ہیں۔ مقصد زندگی کا تعین اسلام کرتا ہے اور اسی لیے اسلامیات لازمی ہوئی کہ معقولات کو بذریعہ اسلامیات اسلامائز کیا جائے جو

ہر شہری کے لیے لازمی ہو کہ وہ عقلی علوم سے اس طرح استفادہ کرے کہ اس میں روحانیت بھی جھلک رہی ہو تب تعلیم اپنا مقصد پورا کر پائے گی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامیات کا نصاب بہترین ہتھیار ہے۔ چونکہ نصاب کا منشاہی زندگیوں کو بنانا سنوارنا ہے اور اگر درست نہ ہو تو بگاڑنا بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ ملک کا ۱۷ سالہ تعلیمی دور ایسا ہے کہ جس میں ہر مسلمان اسلامیات کو لازماً پڑھتا ہے اس کو ایسا مواد دیا جانا چاہیے جو اس کی زندگی کی روحانی قدروں کو مکمل پروان دے۔ جو اس کی زندگی کے مقصد کو ملحوظ رکھے۔ اور جو تعلیم کے مقاصد کے عین مطابق ہو۔ جس کا تقاضا مندرجہ بالا شق کر رہی ہے۔ المختصر آئین پاکستان کی روح سے مقاصد تعلیم کے معینات اور حصول کی بہترین راہنمائی ملتی ہے۔ دستور کے مطابق مقاصدِ تعلیم کے تعین اور حصول میں کوئی ایسی رکاوٹ نہیں جس کی وجہ سے ہم اپنے ملک میں ان سے سرشار نہیں ہو پا رہے۔ دستور پاکستان کے ساتھ ہماری طرف سے زیادتی ہے کہ ہم اس کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی طرز حیات نہ درست کر سکے۔

ایک حل: طرزِ حیات کی درستگی کے لیے کافی محنت درکار ہے لیکن اس کی طرف شاید ناممکن سمجھ کر، توجہ نہیں دے رہے حالانکہ کام ایک بنیادی قدم سے بہت ہموار لگنا شروع ہو جائے گا اور وہ بنیادی قدم تعلیم کی د وئی کا خاتمہ ہے جب تک یہ دوراہی تعلیم اپنے وجود میں ہے تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام رہے گی۔ جو لوگ اسلامی تعلیم سے ناواقف ہیں وہ اس تعلیم کے مخالف ہیں اور یہ کہہ کر بری ہو جاتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم اور دینی تعلیم دو الگ ہیں اس طرح وہ دینی تعلیم سے یک سر نظر چرا لیتے ہیں اور اس وقت کے تمام مسائل در اصل تعلیم کے مسئلے کی ذیلی شاخیں ہیں جو دینی تعلیم اصل مقام سے دور ہے۔ جب تعلیم درست ہو گی تو مسائل کا خود بخود خاتمہ ہو جائیں گئے اور تعلیم اس وقت درست ہو گی جب اس کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے حاصل کیا جائے گا۔ آئین پاکستان کے مطابق نصاب سازی اس انداز سے بنتی ہے کہ اسلامی نظریات کے مطابق پاکستانی قوم کی زندگیاں گزریں۔ ضروریاتِ زندگی دو طرح کی ہیں ایک روحانی اور دوسری جسمانی، نصاب اسلامیات بیک وقت دونوں طرح کی تعلیم کا مرقع ہے۔ جب ہم لفظ "تعلیم" کی گہرائی میں جاتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ تعلیم اس وقت اپنے مکمل معنی پر پورا اترتی ہے جب یہ انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ دستور پاکستان کے مطابق وہی تعلیم مقصود ہے جو اپنی اصلی حیثیت کے حامل ہو۔ یہ اصلی حیثیت وحالت تعلیم اس وقت تک بر قرار نہیں رکھ سکتی جب تک کہ ہمہ جہت نصاب مرتب نہ کیا جائے نصاب سازی میں تعلیم کی دھڑے بندی کو مٹانے کی کوشش نہ کرنا اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے اور یہ ہمہ جہت تعلیم کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ہمہ جہتی ہی تعلیم کے مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے اور انتہائی اہم بات کے اس ہمہ جہتی کی دعویدار صرف اسلامی تعلیمات ہیں جو اپنے دعوے میں مکمل ثبوتی مواد سے لیث ہیں اسی لیے یہ کہنا بجا ہے کہ مقاصد تعلیم نصاب اسلامیات میں پنہاں ہیں اس سے استفادہ

پوری انسانیت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔اس استفادہ کے لیے ایک بڑی ضرورت آئینی منظوری ہے جو کہ ملک میں موجود ہے۔اب ستم بالا ستم ہے کہ اس سے استفادہ نہیں ہو رہا قومی طرزِ حیات جو قومی آئین میں مطلوب ہے محض قومی نصاب اسلامیات میں پنہاں ہے جب کہ نصاب اسلامیات اس وقت مواد کو اکٹھا کرنے کا دوسرا نام بنا ہوا ہے جو کہ اسلامی لٹریچر کے ساتھ ایک مذاق کے مصداق ہے کیونکہ اسلام ایک طرزِ زندگی اور ایک تصوّرِ کائینات دیتا ہے اگر مسلمان اسلامی تصور کاینات سے ہی واقف نہ ہو اور اسلامی طرزِ زندگی سے سرشار نہ ہو تو اسلامی تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام ٹھہرتی ہے۔پاکستان کے قیام کا مقصد اسلامی طرزِ زندگی ہے جس کی ملکی آئین میں بھرپور تاکید و راہنمائی موجود ہے لیکن ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ درست نہیں اس لیے ساری قوم ہی بے راہ روی کا شکار ہے کیونکہ قوائے عمل قوائے فکر کے تابع ہوتا ہے۔اگر عمل میں سقم ہے تو اصل بیماری فکر ہی میں ملے گی۔نصاب کا کام فکر کی تعمیر کرنا ہے اس لیے اس میں کوئی دورائی نہیں پائی جاتی کہ ہمارے مسائل کے حل کا پہلا قدم نصاب سازی میں بہتری کرنا ہے ایسی بہتری کہ جس بہتری کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔المختصر مقاصد تعلیم مقاصد زندگی سے ماخوذ ہوتے ہیں اور انہی کے حصول کے لیے نصاب سازی ہوتی ہے۔اب یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ پاکستان کا حصول نصاب اسلامیات ہی سے ممکن ہے جو کہ ”اسلامی طرزِ زندگی“ ہے۔

فصل دوم: قومی تعلیمی پالیسیوں کی روشنی میں مقاصد تعلیم

تعلیمی پالیسیوں کا تاریخی پس منظر

ملکِ پاکستان میں مقاصد تعلیم ہر طبقہ اپنے نقطہ نظر سے تعین کرتا ہے مثلاً اوسط والدین بچوں کو تعلیم اس لیے دلواتے ہیں کہ وہ پڑھ کر اچھا روزگار حاصل کر سکیں۔ اساتذہ اور طلبہ کا مقصد امتحان میں اچھے نمبرات کا حصول رہتا ہے۔ طلبہ نمبرات کے حصول کو تعلیم کا مقصد سمجھتے ہیں۔ نصاب ساز ادارہ جات بھی اس اہم سوال کو پذیرائی نہیں دیتے، جبکہ ماہرین تعلیم کے نزدیک کسی نظام تعلیم میں سب سے بڑی کمزوری اس کے تعلیمی مقاصد کا درست تعین نہ ہونا ہوتا ہے اور جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کسی معاشرے میں تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ تو اس سے مراد اس معاشرہ کا مقصد حیات جاننا ہوتا ہے۔یعنی جو مقصد حیات معاشرہ کا ہو گا وہی مقصد تعلیم بھی ہوتا ہے۔ قومی سطح پر مقاصد تعلیم کا مطلب یہ ہو گا کہ پالیسی ساز تعلیمی عمل کے ذریعے بچوں کو کیا بنانا چاہتا ہے؟ مقاصد تعلیم کے بغیر کوئی بھی پالیسی مکمل نہیں ہوسکتی۔ پاکستان کے نظریاتی وجود کے باعث تحریک پاکستان چلانے والوں کو شروع دن سے یہ احساس تھا کہ نئی مملکت میں تعلیمی شعبہ کے لیے ایسی پالیسی واضح کرنے کی ضرورت ہے جو قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کو ممکن بنا سکے۔اس کے لیے ضروری تھا کہ پاکستانی قوم کی روحانی اور مادی بالیدگی کا اہتمام کر سکے۔نئے تعلیمی نظام کے لیے لازمی تھا کہ اس کے واضح خدوحال کے ساتھ ساتھ اسلا می روح جھلکتی نظر آنی چاہیے۔ چنانچہ قیام پاکستان سے لے کر اب تک کئی دستاویزات کے ذریعے نظام تعلیم کو استوار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان دستاویزات کو تعلیمی پالیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ان پالیسیوں میں قرآن مجید اور حدیث شریف کی تعلیم و تدریس کے ذریعے تعلیم کو با مقصد کرنے کے اقدامات کیے گئے ہیں۔ چونکہ پاکستان کے نظریاتی وجود کے باعث پاکستان کو شروع دن سے یہ احساس تھا کہ نئی مملکت میں شعبہء تعلیم کے لیے ایسی پالیسیاں وضع کرنے کی ضرورت ہے جو قیام پاکستان کے مقاصد کے حصول کو ممکن بنا سکے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ پاکستانی قوم کی روحانی اور مادی بالیدگی کا اہتمام کر سکے۔نئے تعلیمی نظام کے لیے لازمی تھا کہ اس کے واضح خدوحال کے ساتھ ساتھ اسلامی روح جھلکتی نظر آنی چاہیے۔ تعلیمی پالیسیاں بحثیت مجموعی اپنے مقاصد کے حصول میں ناکام لگ رہی ہیں جن کی وجہء ناکامی تعلیمی نصاب بن رہا ہے۔ چونکہ نصاب ہی وہ آلہء کار ہے جو تعلیمی پالیسیوں کو عملی جامعہ پہنانے کا کردار ادا کرتا ہے فصل ہذا میں تعلیمی پالیسیوں کے تناظر میں نصاب اسلامیات کا جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ واضح رہے کہ ہمارا اسلوب پالیسیوں کو درست تسلیم کرتے ہوئے ان کی عملی شکل میں ناکامی کی وجوہات کا جائزہ لینا ہی در پیش رہے گا۔ چنانچہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک درجن تعلیمی پالیسیاں اور ماموریہ رپورٹ پیش کی گئی ہیں۔ان کا مختصر تعارف اس طرح ہے:

۱: پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۴۷ء

مملکت خداداد پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے چند ماہ بعد ایک قومی کمشن کانفرنس کا انعقاد کرایا گیا جو پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۴۷ کہلائی۔ تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کے حوالے سے یہ کانفرنس اپنی طرز کی پہلی کوشش تھی۔ یہ کانفرنس قائداعظم کے حکم پر طلب کی گئی تھی۔ اس کا مقصد نظریاتی و اسلامی اساس کے حامل پالیسی وضع کرنا تھا۔ یہ ستائیس نومبر تا یکم دسمبر تک کراچی میں جاری رہی۔ اس کی صدارت اس وقت کے وزیر تعلیم فضل الرحمٰن نے کی۔ قائد اعظم خود اس میں حاضر نہ ہوسکے تھے البتہ ان کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ جس میں ملکی ضرورتوں کے پیش نظر کچھ بنیادی اصول و اہداف متعین تھے۔ اس کے بعد یہ کانفرنس ۱۹۵۱ء میں منعقد ہوئی ان کانفرنسوں میں پاکستان کے نظریاتی احساس اور ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تعلیم کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی ترویج کو بہتر بنانے کی کوشش جھلک رہی تھی، جو چند تجاویز کی شکل میں تھی۔ اس کے علاوہ ۱۹۵۲ء میں تعلیمی ترقی کے لیے چھ سالہ منصوبے کا اعلان ہوا جس میں تعلیم و ترقی کا جامع انداز میں جائزہ لیا گیا۔ نظام تعلیم میں اصلاحات کے لیے ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۴۷ء کو سنگ میل کا درجہ حاصل ہے۔(۱)

۲: قومی تعلیمی ماموریہ (کمیشن) ۱۹۵۸ء المعروف شریف کمیشن رپورٹ:

حکومت پاکستان کی تیس دسمبر ۱۹۵۸ء کو منظور کی گئی قرار داد کے مطابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اپنے معتمد تعلیم ایس ایم شریف کی سربراہی میں قومی تعلیمی کمشن قائم کیا اس کا افتتاح صدر پاکستان نے پانچ جنوری ۱۹۵۸ کو سابقہ تعلیمی پالیسی کا عرق ریزی سے جائزہ لیا۔ ساتھ ہی ماہرین تعلیم سے بھی بھر پُور استفادہ کیا گیا اور ٹھوس تجاویز مرتب کیں۔ یہ تجاویز و سفارشات تعلیمی پالیسی ۱۹۵۹ یا شریف کمیشن کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

۳۔ ماموریہ بسلسلہ مسائل و بہبود طلبہء ۱۹۶۶ء (حمود الرحمٰن کمیشن)

شریف کمیشن کی سفارشات پر عدم نفاذ سے طلبہء میں بے چینی اور اضطراب نے جنم لیا۔ جس کے باعث ہنگاموں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ حالات کی نزاکت جانتے ہوئے صدر پاکستان ایوب خان نے تعلیمی اداروں میں ہونے والے ان ہنگاموں کے اسباب و علل معلوم کرنے اور ان وجوہات کا ازالہ کرنے کے لیے ۱۹۶۶ء

---

(۱) قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ: نیاز عرفان، پروفیسر، آئی، پی، ایس، ۱۹۹۴۔ ص ۹

میں یہ کمشن قائم کیا۔اس کا کام ان ہنگامو ں کا تدارک کرنا تھا۔اور طلبہ کی بے چینی کے خاتمہ کے لیے فلاح و بہبود کے اقدامات تجویز کر نا تھا۔طلبہ کی شکایات کا کھوج لگانے کے لیے کمیشن نے ملک کے دونوں حصوں میں اجلاس منعقد کیے تاکہ ملک کے تمام تعلیمی اداروں کے طلبہ کے موقف سے آگاہی حاصل ہو اور بے چینی کا باعث بننے والے عوامل کی نہ صرف صحیح معنوں میں تشخیص کی جاسکے بلکہ ان کے ازالہ و تدراک کے لیے درست سفارشات مرتب کی جاسکیں۔جسٹس حمود الر حمٰن(۱) کی سربراہی میں کمیشن نے ابتدائی و اعلی تعلیم کی اصلاح کے لیے دورس اقدامات تجویزکیے۔ان سفارشات نے تعلیمی پالیسی ۱۹۶۶ء حیثیت اختیار کر لی اور حمود الرحمن کمیشن رپورٹ سے معروف ہیں۔۔(۲)

۴۔نئ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۶۹ء (المعروف نو ر خان کی تعلیمی پالیسی)

ایوب حکومت کے خاتمہ میں طلبہ کی مزاحمتی تحریک کا بڑا حصہ تھا۔لیکن ان ہنگاموں کے باعث تعلیمی اداروں کا نظم و نسق بری طرح متاثر ہوا۔طلبہ کا سیاست میں عمل دخل کئ منفی اثرات کے ہمراہ نمودار ہو ا جس کا قلع قمع فوری توجہ کا متقاضی تھا۔چنانچہ جنزل آغا محمد یحیٰ خان نے صدارت کا منصب سنبھالتے ہی ڈپٹی چیف مارشل لا ء ایڈ منسٹریٹر و فاقی وزیر تعلیم ائر مارشل نُور خان کو تعلیمی شعبے کی حالت زار کو بہتر بنانے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر تجاویزو سفارشات مرتب کرانے کا حکم جاری کیا۔وزیر موصوف نے ماہرین تعلیم، اساتذہ، طلبہ اور عوام الناس کی آراء و تجاویز کی روشنی میں جولائی ۱۹۶۹ میں اپنی سفارشات بعنوان "تجاویز برائے نئ تعلیمی پالیسی"مرتب کر کے نافذ کردیں۔اس پالیسی میں سارے نظام تعلیم کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اسکی اصلاح و ترقی کے اقدامات تجویز کیے گئے۔خاص کر مدارس کے حوالے سے یہ سفارت اپنی نوعیت کی حامل تھیں۔یہ مسودہ نئ تعلیمی پالیسی یا نُور خان کی تعلیمی پالیسی سے معروف ہے۔

---

(۱) پاکستانی ماہر قانون ۱۹۳۷ء کو پٹنہ میں پیدا ہوئے ۱۹۸۱ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔آپ نے لندن سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۰ء ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔اور نومبر ۱۹۶۸ء میں چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں سقوط ڈھاکہ کے اسباب کی چھان بین کے لیے جو کمیشن قائم کیا گیا، مسٹر جسٹس حمودالرحمان اس کے چیئرمین مقرر ہوئے۔انھوں نے اس سلسلے میں حمودالرحمان کمیشن رپورٹ تیار کی جس کو ۳۰سال خفیہ رکھنے کے بعد حکومت نے ۲۰۰۳ء میں کچھ حصہ عام عوام کے سامنے کھول دیا۔یکم اکتوبر ۱۹۷۵ء کو ریٹائر ہوئے۔(حمودالرحمن آزاد دائرۃ المعارف۔ ۹جنوری ۲۰۲۰)

(۲) قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ: ص:۱۰

۵۔ قومی تعلیمی پالیسی ۸۰۔۱۹۷۲ء (عوامی حکومت / پیپلز پارٹی کی پہلی تعلیمی پالیسی)

پاک بھارت جنگ کے باعث دسمبر ۱۹۷۱ء میں سانحہ سقوط ڈھاکہ کے بعد مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے صدر یحییٰ خان کو اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئر مین جناب ذوالفقار علی بھٹو کو بطور سول چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کے منتقل کرنا پڑا، جس کی جماعت ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں موجود پاکستان میں واحد اکثریتی جماعت کے طور ابھر کر سامنے آئی تھی۔ اس پارٹی کا منشور اسلامی سوشلزم تھا۔ پیپلز پارٹی کی قیادت نے اقتدار میں آتے ہی اپنے منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اصلاحات کے ذریعے قومی زندگی کے مختلف شعبہ جات کی تشکیل نو پر کام شروع کر دیا۔ تعلیمی پالیسی ۱۹۷۲ء، ۱۹۸۰ء بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ پارٹی منشور کو مد نظر رکھتے ہوئے اس تعلیمی پالیسی میں پہلی مرتبہ کچھ انتہائی دوررس اثرات اہمیت کے حامل بنیادی نوعیت کے اقدامات اٹھائے گئے جن میں نجی تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لینا، طلبہ کو سہولتیں دینا، تعلیم کا مفت کیا جانا اور مقاصد تعلیم کا تعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱)

۶۔ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۷۹ء (ضیاء الحق کی تعلیمی پالیسی)

۱۹۷۹ء کے انتخابات کے بعد پاکستان قومی اتحاد کی تحریک نفاذ نظام مصطفی، مارشل لاء کے ذریعے بھٹو حکومت کے خاتمہ پر منتج ہوئی۔ حالات کی کروٹ کو بھانپتے ہوئے چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے اکتوبر ۱۹۷۷ء میں قومی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں ملک کے طول و عرض سے ماہرین تعلیم، اساتذہ، طلبہ اور دانشوروں کو دعوت دی گئی۔ صدر مجلس جنرل محمد ضیاء الحق نے کانفرنس سے خطاب کرتے وقت نئی تعلیمی پالیسی وضع کرنے کے لیے شرکاء کانفرنس کو کچھ راہنما اصول بھی دیئے۔ کانفرنس نے سیر حاصل مباحث کے بعد پورے نظام تعلیم کی تشکیل نو ضروری قرار دی۔ نئے نظام تعلیم کے قیام کے لیے سفارشات مرتب کرنے کا کام اکتوبر ۱۹۷۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ان پر وفاقی وزارت تعلیم نے نہایت عرق ریزی سے غور و حوض کے بعد نفاذ کا لائحہ عمل تیار کر کے تعلیمی سال 1979 کے آغاز پر نافذ کر دیا۔ علاوہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طلبہ کی کردار سازی اور اردو زبان کو ذریعہ تعلیم کے طور رائج کرنا بھی اس کی امتیازی خوبیاں ہیں۔ اس کی ایک اور خصوصیت ابتدائی سے اعلیٰ درجے کی تعلیم تک تمام جماعتوں کے نصاب سے نظریہ پاکستان اور اسلام سے عدم مطابقت والے ہر قسم کے مواد کا اخراج بھی

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ۔ ص:۱۰۔

ہے۔اس پالیسی میں پہلی مرتبہ مقاصد تعلیم کے لیے ایک باب مختص کیا گیا گویا اس پالیسی کی روح رواں اس کی مقصدیت تھی۔(۱)

۷۔ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۰ء(بے نظیر کی تعلیمی پالیسی)

۱۷،اگست۱۹۸۸ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی سانحہ بہاولپور میں اچانک المناک وفات کے بعد چیئر مین سینٹ غلام اسحاق خان قائم مقام صدر بنے،جنہوں نے سپریم کورٹ کے حکم پر اکتوبر۱۹۸۸ء میں جماعتی بنیادوں پر انتخابات کروا کر اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن محترمہ بے نظیر بھٹو کو منتقل کر دیا۔پیپلز پارٹی نے دوبارہ اقتدار میں آتے ہی اپنے منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مارچ ۱۹۸۹ء میں ایک تعلیمی کانفرنس اسلام آباد میں منعقد کرائی۔کانفرنس نے نظام تعلیم کا از سر نو جائزہ لینے کے بعد اپنی سفارشات حکومت کو پیش کر دیں۔کانفرنس کی سفارشات اور پارٹی منشور کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے نئی پالیسی کی منظوری دے دی۔لیکن عوام الناس کے اعتراضات کے باعث ان سفارشات کو متعدد بار تبدیلیوں کی وجہ سے تاخیر کا سامنا کرنا پڑا اور ۱۹۹۰ء کے وسط تک بمشکل اس کا حتمی مسودہ تیار ہو سکا مگر اس کے عملی نفاذ سے پہلے غلام اسحاق خان نے اگست ۱۹۹۰ء میں بے نظیر حکومت کا خاتمہ کر دیا۔پالیسی کا اگرچہ مکمل نفاذ تو نہ ہو سکا لیکن حکومت نے اس کی کئی سفارشات نافذ کر دی تھیں اور یہ بے نظیر تعلیمی پالیسی یا پیپلز پارٹی کی دوسری تعلیمی پالیسی کہلاتی ہے۔(۲)

۸۔ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء(نواز شریف کی پہلی تعلیمی پالیسی)

۱۹۹۰ء کے اواخر میں ہونے والے انتخابات کے بعد صدر غلام اسحاق خان نے اقتدار اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہ میاں محمد نواز شریف کے حوالے کر دیا جنہوں نے ۱۹۹۰ء کی تعلیمی پالیسی منسوخ کر کے پارٹی ترجیحات کے مطابق نئی پالیسی وضع کرنے کا حکم دیا۔وزارت تعلیم نے بڑی تن فشانی سے ماہرین تعلیم، معاشرے کے تمام طبقات کی آراء اور حکومتی اہداف کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مسودہ تیار کیا جس کا باقاعدہ اعلان ۲۰ دسمبر ۱۹۹۲ء کو کیا گیا جو اخبارات میں شائع بھی ہوا۔اس پالیسی کے اعلان

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی۱۹۷۹ وزارت تعلیم، حکومت پاکستان ۔(مخلصاً)

(۲) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۰،وزارت تعلیم، حکومت پاکستان (مخلصاً)

کے چند ماہ بعد ہی غلام اسحاق نے نواز حکومت کا خاتمہ کر دیا اور یوں یہ پالیسی بھی بن کھلے مرجھا گئی اس لیے کہ نئے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کی بے نظیر وزیر اعظم اور فاروق لغاری صد بن گئے۔(۱)

قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸۔۲۰۱۰ء (نواز شریف کی دوسری تعلیمی پالیسی)

۱۹۹۷ء میں ہونے والے انتخابات میں مسلم لیگ دو تہائی سے زیادہ اکثریت سے پارلیمنٹ میں براجمان ہوئی۔ میاں نواز شریف نے وزارت عظمی کا قلمدان سنبھالتے ہی وزارت تعلیم کو ایسی تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کی ہدایت کی جو نہ صرف پارٹی منشور کی عکاس ہو بلکہ اس کے ذریعے پاکستانی معاشرے کی اسلامی نظریاتی بنیادوں پر تشکیل نو بھی کی جا سکے۔ وزارت تعلیم نے معاشرے کے تمام طبقات کی آراء اور حکومتی اہداف کی روشنی میں پالیسی کا جو مسودہ تیار کیا وہ کابینہ کے اجلاس منعقدہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۸ء میں جائزہ لینے کے بعد حتمی شکل دیئے جانے کے لیے بین الوزارتی ذیلی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کمیٹی کی تجاویز کابینہ کے اجلاس منعقدہ ۲۱ فروری ۱۹۹۸ء میں منظوری کے بعد عوام الناس کا رد عمل جاننے کے لیے ۱۵ مارچ ۱۹۹۸ء کو اخبارات میں مشتہر کر دی گئیں۔ بین الوزارتی ذیلی کمیٹی نے ۱۸، مارچ ۱۹۹۸ء محصول شدہ عوامی آراء کا جائزہ لیا اور ان آراء کی روشنی میں حتمی تجاویز مرتب کر کے پالیسی کو سرسید احمد خان کے سویں یوم وفات مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۹۸ء سے نافذ کر دیا۔ لیکن ۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء کے فوجی انقلاب میں جنرل پرویز مشرف نے نواز حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ نئی فوجی حکومت نے سابقہ حکومت کی اکثر بیشتر پالیسیوں کو جاری رکھا اور اس طرح تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ء کا تسلسل بھی بر قرار رہا۔(۲)

۱۰ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ء

تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸۔۲۰۱۰ء کے بعد اس بات پر تقریبا اتفاق ملتا ہے کہ ملکی تعلیمی پالیسی ایک مکمل دستاویز ہے لیکن اس بات کا شدت سے احساس کیا جانے لگا کہ ملکی تعلیمی میدان جوں کا توں ہی ہے، چنانچہ ۲۰۰۵ سے اس پر کام شروع ہوا کہ پالیسی پر عمل درآمد کو یقینی بنائے جانے پر کام کیا جائے چنانچہ ۲۰۰۹

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ وزارت تعلیم، حکومت پاکستان ۔(مخلصاً)

(۲) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸۔۲۰۱۰ وزارت تعلیم، حکومت پاکستان ۔(مخلصاً)

میں ایک اور دستاویز وزارت تعلیم، حکومت پاکستان نے شائع کی جو قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ کے نام سے جانی جاتی ہے۔(۱)

۱۱ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۷ء تا ۲۰۲۵ء

یہ پالیسی وزارت فیڈرل ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ٹریننگ حکومت پاکستان نے اس طرح پیش کی:۔(۲)

اس پالیسی کے ۲۲، ابواب ہیں۔ جن میں پہلے چار تعارفی و توصیفی ہیں جب کہ آخری باب میں کمیٹی اور نظر ثانی کرنے والے افراد کی لسٹ ہے۔ بقیہ ۱۷، ابواب عناوین اس طرح ملتے ہیں:

۱۔ مقاصد پالیسی۔ ۲۔ اسلامی تعلیمات ۳۔Early childhood care ۔۴۔ پرائمری ایجوکیشن ۵۔ سیکنڈری ایجوکیشن۔۶۔ ٹیچر ایجوکیشن۔۷۔ لائبریری اینڈ ڈاکومنٹیشن سروسز۔۸۔ ٹیکنیکل اینڈ ووکیشنل ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ۔۹۔ انفارمیشن ٹیکنیکل۔۱۰۔ فیزیکل ایجوکیشن۔۱۱۔ ہائر ایجوکیشن۔۱۲۔ پرائیویٹ سیکٹر ایجوکیشن۔۱۳۔ سپیشل ایجوکیشن۔۱۴۔ دینی مدارس۔۱۵۔ امتحانی طریقہ کار۔۱۶۔ سکاؤٹ کونسلینگ اینڈ کریکٹر بلڈنگ۔۱۷۔ فائنانسنگ ایجوکیشن۔۔(۳)

پانچواں باب: مقاصد پالیسی : ۱: کردار سازی: الف۔ تعلیم۔ ب۔ تربیت۔ ج۔ اخلاقیات۔ ۲۔ عالمی اسلامی اقدار انسانی اقدار سے ہم ربط شہری پیدا کرنا۔

۲: علم، صلاحیت اور اقدار کے تقاضے: ایسے ہمہ جہت شہری بنانا جو تعلیمی، معاشرتی، معاشی، ثقافتی اور روحانی صلاحیتوں کے حامل ہوں۔ ۳: پاکستانی قومیت اور یکجا قوم: اتحاد، تنظیم، نظم وضبط، امن، برداشت، عزت اور بین القوامی انسانی اقدار کے تحت تمام قوم کی یکجا سوچ پیدا کرنا۔ ۴: شہری کے تعلیمی حقوق۔ ۵: معیار تعلیم۔ ۶: تعلیمی بجٹ اضافہ کر کے ۴ فیصد۔ ۷: سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔ ۸۔ نصاب کو معیاری بنانا: الف؛ موجودہ نظام تعلیم کو معیاری بنانا۔ ب IPEMC ۲۰۱۶ کے مطابق نصاب سازی کرنا۔ ج۔ تعلیمی نظام میں موجود تمام دھڑے بندیاں بشمول خصوصی، علاقائی، جنسی وغیرہ ختم کرنا۔۔(۴)

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹، وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان، ص i (دیباچہ)

(۲) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۸ء، وزارت فیڈرل ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ٹریننگ حکومت پاکستان ۔

(۳) اس پالیسی میں موجود متعلقہ ابواب پر، مقالہ کا باب: مقاصد تعلیم اور نصاب وفاق المدارس، میں مزید بحث کی جائے گی۔۔

(۴) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۸ء، ص: ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

اس پالیسی میں مقاصد تعلیم کے لیے خاص باب مقرر نہ ہے البتہ مقاصد پالیسی کے ذیل میں مقاصد تعلیم موجود ہیں۔ یہ پالیسی سابقہ تمام پالیسیوں سے استفادہ کرتے ہوئے سابقہ پالیسیوں کے تجربات کو مزید بڑھوتری دینے کے درپہ ہے تاہم مقاصد تعلیم کے حوالہ سے ایک خاص عبارت بھی موجود ہے:

"Literate, knowledgeable and knowledge-based society focusing on holistic development of humans, catering to their educational, social, economic, cultural and spiritual needs".(1)

پاکستانی شہری کی زندگی قرآن وحدیث کے مطابق ڈالنا ہی ہمارا قومی مقصد تعلیم ہے جس کے متعلق پالیسیاں بھرپور زور دیتی ہیں۔

اس تعلیمی پالیسی کے علاوہ ۲۰۰۹ء کی پالیسی میں مقاصد تعلیم اس طرح ملتے ہیں:

AIMS AND OBJECTIVES

1. To revitalize the existing education system with a view to cater to social, political and spiritual needs of individuals and society.
2. To play a fundamental role in the preservation of the ideals, which lead to the creation of Pakistan and strengthen the concept of the basic ideology within the Islamic ethos enshrined in the 1973 Constitution of Islamic Republic of Pakistan.
3. To create a sense of unity and nationhood and promote the desire to create welfare State for the people of Pakistan
4. To promote national cohesion by respecting each others faith and religion and cultural and ethnic diversity.
5. To promote social and cultural harmony through the conscious use of the educational process.

---

(1) National Education Policy 2017: Ministry of federal education and training , Government of Pakistan.P:8.

6. To provide and ensure equal educational opportunities to all the citizens of Pakistan and to provide minorities with adequate facilities for their cultural and religious development, enabling them to participate effectively in the overall national effort.

7. To develop a self reliant individual, capable of analytical and original thinking, a responsible member of society and a global citizen.

8. To aim at nurturing the total personality of the individual, dynamic, creative and capable of facing the truth as it emerges from the objective study of reality.

9. To raise individuals committed to democratic and moral values, aware of fundamental human rights, open to new ideas, having a sense of personal responsibility and participation in the productive activities in the society for the common good.

10. To revive confidence in public sector education system by raising the quality of education provided in government owned institutions through setting standards for educational inputs, processes and outputs and institutionalizing the process of monitoring and evaluation from the lowest to the highest levels.

11. To improve service delivery through political commitment and strengthening education governance and management.

12. To develop a whole of sector view through development of a policy and planning process that captures the linkages across various sub sectors of the education system.

13. To enable Pakistan to fulfill its commitments to achieve Dakar Framework of Action EFA Goals and Millennium Development Goals relating to education.

14. To widen access to education for all and to improve the quality of education, particularly in its dimension of being relevant to the needs of the economy.

15. To equalize access to education through provision of special facilities for girls and boys alike, under-privileged/marginalized groups and handicapped children and adults.

16. To eradicate illiteracy within the shortest possible time through universalizing of quality elementary education coupled with institutionalized adult literacy programmes.

17. To enable an individual to earn honestly his/her livelihood through skills that contribute to the national economy and enables them to make informed choices in life.

18. To lay emphasis on diversification from general to tertiary education so as to transform the education system from supply-oriented to demand-oriented and preparing the students for the world of work.

19. To encourage research in higher education institutions that will contribute to accelerated economic growth of the country.

20. To organize a national process for educational development that will reduce disparities across provinces and areas and support coordination and sharing of experiences.(1)

اردو مفہوم

- فرد اور سوسائٹی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی بقا کی جائے۔
- نظریہ پاکستان اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل اسلامی اقدار کے تحفظ میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرے۔
- پاکستان کو متحد، فلاحی ریاست بنانے والی سوچ جنم دی جائے۔
- ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی و ثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔
- تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔
- تعلیم تمام پاکستانی شہریوں کے لیے مساوی ہو، اقلیتوں کو ان کی مذہبی سوچ کے مطابق ملکی معاملاتمیں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کے قابل کیا جائے۔
- خوددار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔

---

(1) National Education policy 2009, Ministery of Education, Government of Pakistan, revised aug,2009.p: 17

- فرد اور سوسائٹی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی بقا کی جائے۔
- نظریہ پاکستان اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل اسلامی اقدار کے تحفظ میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرے۔
- پاکستان کو متحد، فلاحی ریاست بنانے والی سوچ جنم دی جائے۔
- ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی و ثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔
- تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔
- تعلیم تمام پاکستانی شہریوں کے لیے مساوی ہو، اقلیتوں کو ان کی مذہبی سوچ کے مطابق ملکی معاملات میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کے قابل کیا جائے۔
- شہریوں کو جمہوری اور اخلاقی اقدار، بنیادی انسانی حقوق سے آگاہی، نئے کھلے خیالات کے لیے مصروف عمل افراد کو بلند کرنے کے لیے ایسی سرگرمیاں کی جائیں گی جو سارے معاشرہ کے لیے بہتری لائیں گی۔
- خوددار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی اور ہمہ جہتی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔
- افراد کی شخصیت کی ایسی پرورش کی جائے تاکہ تمام مسائل کا حل حقائق اور سچائی کی بنیاد پر کر سکیں

قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء میں مقاصد تعلیم کچھ اس طرح ملتے ہیں:

پاکستان میں غالب مسلم اکثریت کے وجود اور معاشرے میں نظام اسلام کے نفاذ کے بارے میں حکومت کے عزم سے تعلیمی نظام اسلامی معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظام کی تعمیر کرنے میں سب سے اہم نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ موجودہ پالیسی میں اس مسلے کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے ایک ایسا لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے جس سے طلبہ قرآن مجید کے پیغام کو سمجھنے اور اسلام کی روح کو ذہن نشین کرنے اور نئی نئی سائنسی اور تکنیکی ترقی کی روشنی میں اسلامی نظریہ کائنات کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں امید کی جاتی ہے کہ اسلامی اقدار کو ذہن نشین کرنے کے لیے نیا جوش و جذبہ ان اصولوں کے نفاذ کی راہ ہموار کر دے گا۔ جس کی اسلامی معاشرے کی فلاح اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے تعلیم دیتا ہے۔(۱)

پاکستان قومی تعلیمی کانفرنس ۱۹۴۷ء جس کی رپورٹ کو قومی تعلیمی پالیسی کی اولین دستاویز کی حیثیت حاصل ہے کی ایک قرداد میں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ پاکستان میں نظام تعلیم اسلامی نظریہ پر مبنی ہو گا۔

---

(۱) قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان۔ باب: پالیسی کا تصوراتی ڈھانچہ

قومی تعلیمی ماموریہ ۱۹۵۹ء کی رپورٹ میں مقاصد تعلیم ان الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں:افراد کو بار آور معاشرتی زندگی اور بھرپور ذاتی زندگی گزارنے کے قابل بنانا۔ذہین لوگوں کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی دینا۔ قائدانہ صلاحیت کے لوگوں کی تربیت کرنا۔ترقی پسند معاشرے کی تخلیق کے لیے ضروری حرفتی قابلیتوں کو ترقی دینا۔ تخلیق پاکستان کی بنیاد بننے والے اساسی نظریے کی حفاظت کرنا اور قومی یکجہتی پیدا کرنا۔

مجموعی پالیسیوں میں مقاصد تعلیم

مقاصد تعلیم کی بات کرتے وقت یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ قومی تعلیمی پالیسیوں میں مقاصد تعلیم کو کسی خاص پیرائے میں نہیں رکھا گیا۔ محض مختصر طور پر بالواسطہ طور پر مقاصد تعلیم کا ذکر ملتا ہے۔ بعض پالیسیوں میں تعلیمی پالیسی کے مقاصد کا ذکر ملتا ہے جس میں اساتذہ کی مراعات اور عمارات کی بہتری زیر بحث ہے جو کے ہمارے موضوع سے جدا ہے۔البتہ ۱۹۷۹ء کی تعلیمی پالیسی میں مقاصد تعلیم پوری آب و تاب سے ملتے ہیں پھر ۲۰۰۹ء کی پالیسی میں بھی تعلیمی مقاصد کی وضاحت نسبتاً بہتر ہے۔۱۹۷۹ء کی پالیسی کا پہلا باب ہی ”قومی مقاصدِ تعلیم اور ان کا حصول“ سے معنون ہے۔اس میں درج ذیل مقاصد تعلیم کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

ا۔ بالعموم عوام الناس اور بالخصوص طلبہ کے قلب و ذہن میں اسلام اور پاکستان کے ساتھ گہری اور دیرپا وفاداری اور وابستگی اپنی روحانی اور نظریاتی شناخت کا زندہ شعور پیدا کر کے عدل و انصاف کی بنیاد پر پاکستان کی عوام کے نقطہ نظر کی وحدت کو تقویت دینا۔

ب۔ ہر طالب علم میں اگاہی پیدا کرنا کہ وہ پاکستانی قوم کا رکن ہونے کے ناطے عالم گیر اسلامی امہ کا رکن بھی ہے۔اور یہ کہ ایک طرف تو کُورہ ارض پر بسنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کی فلاح و بہبود میں اپنا حصہ ادا کرنے اور دوسری طرف دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پہنچانے میں ممد و معاون ثابت ہونے کے قابل ہوں۔

ج۔ایسے شہری پیدا کرنا جو تحریک پاکستان ،اس کی نظریاتی بنیادوں ،اس کی تاریخ و ثقافت سے بھی اگاہی رکھتے ہوں۔ تاکہ وہ اپنی میراث پر فخر کر سکیں اور اسلامی ریاست کی شکل میں اپنے مک کے مستقبل پر پختہ ایمان کا مظاہرہ کر سکیں۔

د۔ قرآن و سنت کی روشنی میں طلبہ میں ایسی سیرت ،ایسا کردار اور تحریک پیدا کرنا جس کی ایک سچے مسلمان سے توقع کی جانی چاہیے۔۔(۱)

---

(۱) قومی تعلیمی پالیسی۲۰۰۹ ،وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان۔باب مقاصد تعلیم۔

قومی تعلیمی پالیسیوں کے اثرات

مثبت اثرات:

اثرات کسی کام کے مکمل ہونے کے بعد اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں جیسے زخم لگنے کے بعد جسم پر کچھ اثرات نظر آتے ہیں، اسی طرح تعلیمی پالیسی کے اثرات ان پر عمل پیرا ہونے کے بعد ہی دیکھے جاسکتے ہیں، جب کہ قومی پالیسیاں، ایک بن کر ابھی فیلڈ میں پہنچتی ہی نہیں کہ اوپر سے دوسری آجاتی رہی ، جس کی تفصیلی بحث گزر چکی تاہم ہمارا موضوع تعلیمی پالیسی کی کل سے نہیں بلکہ جزو سے متعلق ہے جس میں ان پالیسیوں میں موجود صرف مقاصد تعلیم کو مسلّم مان کر ان مقاصد کے حصول کے لیے تحقیق مقصود نظر ہے، چونکہ تعلیمی پالیسیاں تعلیم کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں جن کے حصول کا میکانکی طریقہ نصاب کہلاتا ہے اس لیے ایک ایسے نصاب کے لیے راہیں ہموار کرنا، تحقیق کا مقصود نظر ہے جو بنیادی مقاصد تعلیم کے حصول کا بہترین ذریعہ بن سکے۔ نصاب تعلیم وہ تدریسی اور تربیتی محدودات (Outlines) ہوتی ہیں، جن کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے تعلیمی ادارے نئی نسل کو ذہنی، فکری، علمی اور عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔ نصاب تعلیم کا انحصار ریاست کی قومی تعلیمی پالیسی پر ہوتا ہے، جس میں مستقبل کے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے جو مقاصد تعلیم کہلاتے ہیں۔ وقت اور حالات کے تحت جہاں دیگر ریاستی امور و معاملات تبدیلیوں اور تغیرات سے گزرتے ہیں، وہیں تعلیمی اہداف بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں چونکہ نصاب تعلیم قومی اہداف سے مشروط ہوتا ہے، اس لیے اس میں بھی وقتاً فوقتاً تبدیلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ترقی دوست ریاست میں رونما ہونے والے اندرونی و بیرونی تغیرات کا ادراک کرتے ہوئے اپنی دیگر پالیسیوں کے ساتھ تعلیمی نظام کی فعالیت کو برقرار رکھنے کی خاطر اس میں بھی حسب ضرورت ترامیم و اضافہ کرتی رہتی ہے۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں گو کہ مختلف ادوار میں تبدیلیاں ضرور لائی گئیں، لیکن یہ تبدیلیاں حقیقت پسندی کا مظہر نہ ہونے کی وجہ سے نظام تعلیم معاشرے پر خاطر خواہ مثبت اثرات مرتب کرنے میں ناکام ہے۔ پاکستان کا المیہ یہ رہا ہے کہ کوئی پالیسی بھی کامیاب ترین کہلانے کے قابل نہیں ہے۔ ایک پالیسی کے اوپر دوسری پالیسی بنتی رہی جیسے:

قیام پاکستان کے فوراً بعد یعنی اسی برس قومی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، لیکن ماہرین کی کمیابی اور وسائل کی عدم دستیابی کے سبب تمام سطحوں پر برطانوی دور کے نصاب کو جاری رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ 1951 میں ہونے والی تعلیمی کانفرنس میں پہلی بار اہداف کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی اور ایک ٦ سالہ منصوبہ (۱۹۵۱-۵۷) ترتیب دیا گیا۔ اسی دوران پہلا پنج سالہ منصوبہ (۱۹۵۵-۶۰) پیش کیا گیا، ایسے ہی ایوب خان کا دور حکومت گو کہ خاصا بہتر کہلاتا ہے، لیکن انھی کے دور میں ۱۹۵۹ء میں انھوں نے ایک نیا تعلیمی کمیشن قائم کیا جس میں

نصاب کو مکمل طور پر تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیااس زمانے میں نصاب کی تیاری کا کام وفاقی وزارت تعلیم کی ایک برانچ جو Curriculum Wing کیا کرتی تھی جسے ملک کے دونوں صوبوں کے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا تھا۔ بنگلہ دیش کی آزادی کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت نے ۱۹۷۲ میں نئی تعلیمی پالیسی ترتیب دی۔ اس پالیسی میں اس تعلیم کے بارے میں پیپلز پارٹی کے اہداف کو شامل کیا گیا تھا۔ اس پالیسی کے تحت اسکولوں اور کالجوں کو قومیائے جانے کے ساتھ نصاب کی تیاری کے لیے قومی ادارہ نصاب و نصابی کتب National Bureau of Curriculum & textbooks قائم کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہر صوبے میں صوبائی ادارہ نصاب وتوسیع تعلیم Bureau of curriculum & extension wing اور ٹیکسٹ بک بورڈز قائم کیے گئے۔ لیکن ۱۹۷۷ میں ضیاء الحق کے مارشل لاء نے ۱۹۷۲ کی تعلیمی پالیسی کو اہداف کی تکمیل سے پہلے ہی غیر فعال کر دیا۔ ۱۹۷۹ میں اس حکومت نے ایک نئی تعلیمی پالیسی دی جس میں دینیات کا نام تبدیل کر کے اسے اسلامیات کیا گیا تھا۔ شیعہ اور سنی طلبہ کے لیے اسلامیات کی الگ کتب لائی گئیں اور امتحانی بورڈز نے اسلامیات کے پرچے میں شیعہ اور سنی طلبہ کے لیے الگ حصے مختص کیے۔ اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کی تدریس کو انٹر میڈیٹ تک لازمی کرنے کے علاوہ پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں بھی شامل کر دیا گیا۔ بھٹو کے دور تک چھٹی سے آٹھویں جماعت تک طلبہ کو فارسی یا عربی میں سے کوئی ایک اختیاری مضمون پڑھنا ہوتا تھا لیکن ۱۹۷۹ کی پالیسی میں عربی کو لازمی مضمون قرار دیا گیا۔ میاں نواز شریف نے اپنے دونوں ادوار میں تعلیمی پالیسیاں دیں، پہلی ۱۹۹۲ اور دوسری ۱۹۹۸ میں جنرل پرویز مشرف نے ۲۰۰۱ میں تعلیم کو عالمی معیار کے مطابق جدید خطوط پر استوار کرنے کے کوشاں رہے مگر خاطر خواہ نتائج کے حصول میں اتنے کامیاب نہ ہو سکے۔

دراصل تعلیمی پالیسی اس لیے بنائی جاتی ہے تاکہ اس کے مطابق معاشرتی زندگیوں کو سرشار کیا جائے، جبکہ معاشرتی زندگیاں جوں کی توں دکھائی دے رہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو پالیسی سازی کی گئی ہے، اس میں کوئی خامی نہ ہو لیکن سوال یہ ہے کہ جو پالیسی بنی اس نے اثرات کتنے مرتب کیے۔ یہ ہمارے موضوع سے متعلق بات ہے۔ محض پالیسی سازی کی خامیاں گننا نامناسب عمل ہے چونکہ ہمارا موضوع پالیسی کی عملیت کے متعلق ہے اس کے علاوہ ملکی پالیسی ایک آئینی حیثیت کے حامل ہے اس موقع پر پالیسیوں کی خامیاں (جو باحث کے نزدیک خوبیوں سے بہت کم ہیں) بیان کرنا غیر تحقیقی اور غیر قانونی عمل محسوس ہوتا ہے تاہم تعلیمی پایسیوں میں قرآن وحدیث کو کتنی اہمیت دی گئی ہے یہ جاننا ہمارے فرائض میں شامل ہے جس سے پالیسیوں کے اثرات کی بھی پرکھ کی جاسکتی ہے۔ اس وقت ملک میں موجود اسلامی رویے، اسلامی سوچ اور اسلامی نظام کی تڑپ کا سہرا اس ملک کی تعلیم ہی کے سر لگتا ہے جو ہماری تعلیمی پالیسی کے مثبت اثرات ہیں۔ ان پالیسیوں میں موجود وہ بنیادی نکات جن کا محور ومرکز قرآن وحدیث رہا

انہی کی وجہ سے الحمد للہ آج اسلامی جمہوریہ پاکستان تمام اسلامی ممالک کی نمائندگی کی طرف بڑھ رہا ہے اس سلسلہ میں تعلیمی پالیسیوں میں شامل قرآن وحدیث پر ایک مختصر نظر ڈالی جاتی ہے:

پالیسیاں اور قرآن و حدیث:

پاکستان کی تمام تعلیمی پالیسیوں میں عمومی تعلیم کے اداروں میں قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کے فروغ کے لیے ضروری اقدامات کیے گئے۔پاکستان ایجوکیشن کانفرنس ۱۹۴۷ء میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے تجویز کیے گئے اقدامات کے لیے الگ سے کوئی باب یا آرٹیکل مختص نہیں۔کانفرنس کی ذیلی ایجنڈا انظام تعلیم و تدریس میں قرآن اور سنت کی برتری اور اسے دینی رنگ میں ڈھالنے کے اعتبار سے خصوصیت کا حامل ہے۔(۱)

قومی تعلیمی کمیشن ۱۹۵۹ء کی رپورٹ میں نواں باب بعنوان مذہبی تعلیم، قرآن وسنت کے فروغ سے متعلق اقدامات اور سفارشات پر مشتمل ہے۔(۲)

ماموریہ بہ سلسلہ مسائل و بہبود طلبہ ۱۹۶۶ء کی رپورٹ کے باب اول بعنوان پس منظر، میں مذہبی تعلیم سے متعلق اقدامات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کہا گیا کہ شریف کمیشن کے مذہبی تعلیم کے اقدامات طلبہ کے ہر درجہ کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کافی تھے۔تعلیمی پالیسی ۱۹۶۹ء میں مذہبی تعلیم کے فروغ اور اصلاح و ترقی کے لیے کچھ اقدامات تجویز کیے گئے جو آرٹیکل نمبر ۸ میں درج ہیں۔قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۷۲ء کے آرٹیکل نمبر ۱میں قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے بارے اٹھائے گئے اقدامات و سفارشات کاتذکرہ ہے۔تعلیمی پالیسی ۷۹-۱۹۷۸ء میں تعلیم و تدریس قرآن مجید اور اسلامی و نظریاتی اساس کا فروغ اس کی بنیاد رہا اور اس کا باب بعنوان اسلامیات اور عربی، شامل کیا گیا ہے جو مذہبی تعلیم سے متعلق تفصیلات پر مبنی ہے۔تعلیمی پالیسی ۱۹۹۰ء نافذ نہ ہوسکی۔اس میں قرآن وحدیث اور اسلامیات کے فروغ کے لیے اقدامات کوئی باب مختص نہیں البتہ باب نمبر ۳بعنوان پرائمری تعلیم اور باب نمبر ۵ بعنوان "پبلک انسٹرکشن" میں انہیں ضمناً درج کیا گیا ہے۔قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء کے آرٹیکل ۳، ۴، ۲، اور ۱۰ میں مذہبی تعلیم سے متعلقہ اقدامات و سفارشات ہیں۔قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ء کے باب نمبر ۳بعنوان اسلامی تعلیم اپنے عنوان کے اعتبار سے تمام پالیسیوں میں انفرادیت کا حامل ہے ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان

---

(۱) دیکھیے پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، 27نومبر تا یکم دسمبر 1947ء، حکومت پاکستان، وزارت داخلہ۔

(۲) دیکھیے رپورٹ: شریف کمیشن 1959ء، حکومت پاکستان، وزارت داخلہ (Education Division): باب: نہم

کے ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر۳۱ /۲ میں ریاستی سطح پر نظام تعلیم کو صرف اسلامی نظریہ کے تحت چلانے کا وعدہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ قرآن مجید کی تعلیم و تدریس سے متعلق بہترین اقدامات کے ذریعے مملکت خداداد کی اسلامی و نظریاتی اساس کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے کی امید بھی پیدا کی گئی ہے۔ مسودے میں اس پر اظہار افسوس بھی کیا گیا ہے کہ سابقہ تعلیمی پالیسیوں میں اسلامی نظریہ حیات کی نظام تعلیم میں منتقلی کا طریقہ کار تجویز نہیں کیا گیا، چنانچہ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اسلامی نظریہ حیات کی ترویج اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے فروغ و تحفظ کو قابل عمل اور یقینی بنایا جائے گا، کیونکہ یہ زندگی کے ہر پہلو پہ راہنمائی مہیا کرتا ہے۔(۱)

علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگرچہ مغربی سیکولر نظام تعلیم میں مذہبی و اخلاقی تعلیم کی گنجائش تو ہے لیکن محدودِ چند اس لیے کہ یہ اس کے سیکولر تشخص کو بالکل متاثر نہیں ہونے دیتی۔ چنانچہ سیکولر نظام تعلیم مکمل یا جزوی تبدیلیوں کیساتھ وطن عزیز پاکستان کی اسلامی و نظریاتی اساس کی پاسداری نہیں کر سکتا۔ اس سے بڑھ کر بد قسمتی کیا ہو گی کہ باوجود اس کے کہ پاکستان سیکولر مملکت نہیں لیکن نصف صدی سے ہم سیکولر تعلیمی تصورات سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکے اس لیے اب فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ تعلیم کی مذہبی سمت کو ہر حال نظر انداز نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہم اسلامی اور نظریاتی تعلیم سے ہی ان مادر پدر آزاد تصورات کو ناکام بناسکتے ہیں۔ تعجب تو اس پر ہے کہ ہم نصف صدی سے باہم مختلف و مخالف نظریات کے اپنے نظام تعلیم میں کیونکر داخل کرتے چلے آرہے ہیں کہ جن کے باعث ہم ایک ایسی قوم کی تعمیر و تشکیل میں ناکام رہے ہیں جس کا اپنا جامع و کامل وژن ہو اور جس کی اپنے شاندار و تابناک مستقبل کے لیے واضح سمت بھی ہو اس لیے وقت آگیا ہے۔ کہ ہم ایک ایسا جامع و اکمل نظام تعلیم وجود میں لائیں جو اسلامی اقدار، اصولوں اور مقاصد کو ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات میں منعکس کرنے میں معاون و مدد گار ہو۔(۲)

بحیثیت قوم یہ بات بھی مد نظر رکھی جائے کہ ایک معتدل معاشرے کو وجود میں لانے کے لیے اسلامی تعلیمات کا احیاء ضروری ہے اس لیے کہ صرف اسلام سے ہی برداشت اور پرامن بقائے باہمی کی سوچ پیدا کی جاسکتی ہے ورنہ سیکولر نظام تعلیم کے زندگی کے بارے دوہرے وژن نے مذہب و سیاست

---

(۱) مخلصاً: تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸: پیرا نمبر ۱، ۲، ۳۔

(۲) مخلصاً: تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸: پیرا نمبر ۱، ۳، ۷، مزید دیکھیے: پالیسی ۲۰۱۸ء، ص: ۲۰۔

کے علوم کے درمیان دین و دنیا کی حد فاصل کھینچ دی ہے جس کے باعث مذہبی سائنسز کے علماء صرف عقائد کی تشریح و توضیح کرتے ہیں جبکہ علوم عصریہ کے حاملین ہماری مادی ضروریات کی تشفی کرتے ہیں چنانچہ اس تعلیمی پالیسی سے فرد اور معاشرے کی سطح پر ایسی تبدیلیاں لائی جائیں گی جن سے معاشی، سیاسی اور ثقافتی جہتوں کی اسلام کی معروف بنیادوں پر تجدید نو کی جاسکے گی۔(۱)

تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ء میں بھی قرآن و حدیث کی ترویج پر توانائیاں خرچ کی گئی ہیں۔ قرارداد مقاصد ۱۹۴۹ء کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے اور وضاحت کی گئی ہے کہ قرار داد مقاصد کے مطابق ملک میں اسلامی روح کو پروان دیا جائے۔

چونکہ ملکی آئین میں قرآن وحدیث کو سب سے پہلے رکھا گیا ہے اس لیے تعلیمی پالیسیاں آئین کی پاسداری میں کافی حد تک کامیاب تصوّر کی جاتی ہیں۔ تعلیمی پالیسی کی عملیت کے لیے نصاب سازی کو بہتر شکل دینا مقصود ہے اور نصاب اس وقت تک بہتر قرار نہیں پاتا جب تک کہ نصاب سازی بنیادی اور ثانوی مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے نہ کی جائے۔

منفی اثرات: موجود تعلیمی نظام اور تعلیم کے ذریعے ہونے والی معاشرتی تبدیلی سے پالیسی کے اثرات اس طرح کے نہیں مل رہے جس کی جھلک پالیسیوں کی عبارات میں موجود ہے۔ چونکہ جدید دنیا میں تعلیم کے شعبے کو ایک صنعت کا درجہ دے دیا گیا ہے کیونکہ یہ شعبہ ملک کی سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ریاستوں نے اس شعبے پر بھرپور توجہ دے کر سو فیصد شرح خواندگی حاصل کرلی ہے۔ ان کے مقابلے میں پاکستان کی کارکردگی بہت ناقص رہی ہے۔ اس وقت پاکستان کی شرح خواندگی کئی ہمسایہ ممالک مثلاً بنگلہ دیش، سری لنکا اور ایران وغیرہ کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک حکومت پاکستان نے کئی تعلیمی پالیسیاں نافذ کیں جن میں قومی تعلیمی کمیشن ۱۹۵۹ء تعلیمی پالیسی ۱۹۷۲-۸۰ء تعلیمی پالیسی ۱۹۷۸ء اور قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸-۲۰۱۰ء نمایاں تھیں۔ تاہم تعلیمی پالیسیوں پر مکمل عملدرآمد نہ ہونے کے باعث تعلیمی شعبے کی کارکردگی ناقص رہی ہے۔ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ء کے اہداف میں یقیناً کچھ انقلابی جذبہ کارفرما ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان پر عمل درآمد کہاں تک کیا جاتا ہے اور آنے والی نسلوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ جہاں تک تعلیم کی افادیت کا تعلق ہے۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے جبکہ شہری مسلمان ہو کر تعلیمی شعبے میں مغربی ممالک سے پیچھے ہیں۔ جب کہ تعلیم کے بغیر ترقی ممکن نہیں ہے۔ اب اس میں وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے پالیسیوں سے وہ اثرات مرتب نہ ہو سکے جن

---

(۱) مخلصاً: تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ء: پیرا نمبر ۸۔

کی ضرورت تھی؟اس سلسلہ میں سب سے پہلے نصاب تعلیم میں کمی و کوتاہی پالیسی کی عملی شکل مرتب کرنے میں ناکامی کی وجہ بن رہا ہے۔اس نصاب میں اور ہماری قوم کی سوچ میں وہ قدر مشترک غائب ہے جس کی قوت سے تعلیم معاشرتی مطابقت پیدا کر سکے۔وہ پہلو اسلامی سوچ اور اسلامی فکر ہے جس کو پروان نصاب دیتا ہے آج ملک میں اسلامیات ، پالیسی کے مطابق بطور لازمی ہے جبکہ قومی تعلیم کی مجموعی شکل غیر اسلامی ہے۔اس طرح غیر اسلامی تعلیم،اسلامی ملک کی تعلیمی پالیسی کا منفی اثر مانا جاسکتا ہے جس کا سدباب بذریعہ نصاب اسلامیات ہی ممکن ہے جو اپنی بہترین شکل سے تعلیم کو اسلامی تناظر میں کرنے کی سکت رکھتا ہے۔یہ کہنا درست ہے کہ تعلیمی پالیسی بنانے میں پہلا قدم مقاصد تعلیم کی معینات ہیں جن کے حصول کے لیے ساری پالیسی کوشاں ہونی چاہیے جیسا کہ ۱۹۷۹ کی تعلیمی پالیسی ہے۔۲۰۱۷ تا ۲۰۲۵ کی پالیسی میں بھی تعلیمی مقاصد کی بجائے پالیسی مقاصد زیادہ وضاحت سے ملتے ہیں۔ جس سے یہ تاثر قائم کیا جاسکتا ہے کہ تعلیم، پالیسی کے مقاصد کا حصہ ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ پالیسی مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے بنائی جاتی ہے۔

خلاصہ بحث

قومی تعلیمی پالیسیوں میں مقاصد تعلیم کو متعین کر دینے کے بعد ملکی پالیسی منظور کرنے والے (حکمران) اپنے کام سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ان تعلیمی پالیسیوں کو عملی جامعہ پہنانے کے لیے تعلیم کا ذیلی ادارہ قومی نصاب ساز ادارہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے اور نصاب سازی کا عمل کرتا ہے۔قومی تعلیمی پالیسی کے عملیاتی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے نصاب اور درس و تدریس کا جائزہ لیا جاتا ہے جس سے پالیسیوں اور نصاب سازی کا عملی تعلق واضح ہوتا ہے۔ یعنی تعلیمی پالیسی کو عملی جامعہ بذریعہ نصاب پہنایا جاتا ہے۔تعلیمی پالیسیاں اس وقت پائیدار اثرات مرتب کرتی ہیں جب نصاب سازی میں پائیداری ہوتی ہے ۔ قومی نصاب اسلامیات قومی پالیسیوں کے عین مطابق نہ ہونے کی وجہ سے ملک میں طرزِ زندگی اسلامی نہیں نظر آرہی۔بحیثیت مجموعی نصاب اسلامیات میں وہ چیزیں جو بروئے پالیسی درکا رہیں، ناپید ہیں۔اس کے لیے تعلیمی پالیسیوں کے مطابق قوم کی علمی پیاس بجھانے کی بجائے اسلامی تعلیم کو اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے والے اقدامات کرنا ہوں گئے۔اسلامی تعلیم نہیں بلکہ کلی طور پر تعلیم اسلامی کرنی ہو گی۔قوم کی بھوک ختم کرنے کے لیے مچھلی نہیں کھلانی بلکہ مچھلی کے شکار کا طریقہ قوم کو سکھانا ہو گا تاکہ وہ خود اپنی بھوک مٹانے کے قابل ہو سکیں۔واضح رہے کہ اسلوبِ تحقیق میں قومی تعلیمی پالیسی کی مسّلم حیثیت ہے تاہم جہاں دنیا کا ہر نظام و قانون ارتقائی منازل طے کرتا ہے وہاں ہماری قومی پالیسیاں بھی وقت کے ساتھ ساتھ اپنی جدت کا تقاضا کرتی ہیں جس کا احساس تقریباً تمام حکومتوں میں محسوس کیا جاتا رہا۔تاہم مقاصدِ تعلیم کے تعین میں بنیادی کردار انہی پالیسیوں کا ہوتا ہے اس لیے جہاں ماضی میں اس کمی کو پوری کرنے کی کوشش کی گئی اب وقت جس تیزی سے گزر رہا

ہے پالیسیاں اس رفتار سے پیچھے رہتی محسوس ہو رہی ہیں۔ جس کا احساس ۲۰۱۸ کی تعلیمی پالیسی میں بھی تعلیم اور صنعتوں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش نہ ملنے سے ہوا۔ اسی طرح دنیا میں تحقیق کے میدان میں ملک وجود ہی نہ پاسکا یہ بھی پالیسیوں کی کمزوری گردانی جاسکتی ہے۔ بہر حال امید کی جاسکتی ہے حکومت تبدیلی اور نیا پاکستان کی طرف گامزن ہونے کی پُوری کوشش کرے گی واضح رہے کہ تبدیلی اور نیا ملک بنانے کے لیے ملکی اسمبلی کے پاس صرف اور صرف بہترین قانون سازی اور پالیسیوں کو بہتر سے بہتر کرنا ہوتا ہے۔ جس کے بعد ملک کی باقی ساری مشینری اس کے مطابق کام کرتی ہے۔

فصل سوم: ماہرین تعلیم کے نزدیک مقاصد تعلیم

ماہرین تعلیم کے نزدیک مقاصد تعلیم

مقاصد تعلیم پر بے شمار ماہرین تعلیم اپنے اپنے انداز میں تبصرہ کرتے ہیں جن کا مختصر ترین لب لباب انسان اور کائنات کو سمجھنا کہا جا سکتا ہے۔ اس پیرائے میں مسلم ماہرین تعلیم کی آراء کو انتہائی مختصر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی جو انسان اور کائنات کو سمجھنے کے لیے بنیادی طور پر اس کے خالق کے محتاج ہے۔

مسلم ماہرین تعلیم کا مقاصد تعلیم کے حوالہ سے خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم و تربیت کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ علم الانسان مالم یعلم (انسان جو نہیں جانتا ہے، اسے جانے) کی انسانی فطرت میں جو قدرتی صلاحیت ہے، اسی کو جہاں تک ممکن ہو بروئے کار لانے کے لیے چمکایا جائے، مانجھا جائے، دھویا جائے، صاف کیا جائے اور قدیم تعلیم ہو یا جدید، سب کا حقیقی نصب العین یہی رہا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جدید تعلیم آدمی میں ریل و موٹر بنانے گراموفون اور ریڈیو کے ایجاد کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے اور غریب عوام اس سے یہ سمجھ جاتے ہیں کہ واقعی دنیا کی عصری جامعات تعلیمی ادارے نہیں، بلکہ دستکاریوں کے کارخانے ہیں، لیکن ان کو پھر تعجب ہوتا ہے کہ تاریخ اور فلسفہ معاشیات ونفسیات، اور لنگویجز ہی کے اساتذہ نہیں، جو فنون کے معلم ہیں، بلکہ کیمیا اور طبیعیات (سائنس و حکمت) کے معلمین کی بھی موٹر جب خراب ہوتی ہے تو بنانا تو بڑی بات ہے، معمولی کل پرزوں کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے۔ عالم پروفیسر کھڑا دیکھتا رہتا ہے اور جاہل اپنی فنی مہارت کا اظہار کرتا ہے۔ تعلیم گاہوں میں جو کچھ بھی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا بالکل یہ تعلق علمی نظریات اور کلیات سے ہوتا ہے، ایسے نظریات اور کلیات جن کی روشنی میں فطرت کے قوانین واضح ہوتے ہیں اب یہ ہو سکتا ہے کہ ان ہی قوانین کے علم سے آدمی کسی ایسی چیز کو ایجاد کرلے، جس کا علم پہلے سے اسے حاصل نہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جامعاتی تعلیم ایجادات و ختراعات کے لیے مقدمہ کا کام دے سکتی ہے، لیکن یہ باور کرنا کہ ان جامعات میں بھی چیزوں کے بنانے اور ڈھالنے کا کام طلبہ سے کرایا جاتا ہے۔ نہ یہ واقعہ ہے اور نہ مدارس کے قیام کی غرض ہے۔ تعلیم کی غرض جو ہمیشہ سے تھی۔ وہی مقصد اب بھی ہے پہلے وہی مالم یعلم (جسے نہیں جانتا) کے متعلق یعلم (انہیں جاننے) کی صلاحیتوں کی نشوونما میں کوشش کی جاتی تھی اور اب بھی جبلت بشری کی اسی عجیب و غریب قدرتی ودیعت کو ابھارنے اور اُجاگر کرنے میں سارا زور صرف کیا جاتا ہے، خواہ وہ فنون کا شعبہ ہو یا سائنس (حکمت) کا۔([1])

"پس اگر تعلیم معلومات کی گرداوری کا نام ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ ان فنون میں سے کسی ایک فن کے لیے بھی طالب علم کی پوری عمر وفا کر سکتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی ایک فن کی دو تین کتابوں کو درساً درساً پڑھتے ہوئے

([1]) دیکھیے: مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، سید مناظر حسن گیلانی، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء۔ ص: ۲۰۵، ۲۰۶

لحد تک پہنچ جائے گا۔ بشر طیکہ مہد ہی سے اُس نے پڑھنا شروع کیا ہو۔ یعنی نہ جانی ہوئی چیزوں کو جاننے کی انسان میں جو قدرتی صلاحیت ہے اس صلاحیت کو ابھارا جائے۔ طلبہ میں ایک ایسی استعداد اور اس کا راسخ ملکہ پیدا کیا جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق وسائل تک اُستاد کی اعانت کے بغیر اس کی رسائی ہونے لگے "۔[1]

شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے درج ذیل مقاصد تعلیم بیان کیے ہیں:

(۱) نیابت انبیاء:

اُستاد کی ذمہ داری ہے کہ طلباء میں یہ شعور بیدار کرے کہ وہ عالم بننے کے بعد نائب انبیاء کے منصب پر فائز ہوں گے اور نائب بننے کے لحاظ سے ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اور ان ذمہ داریوں کو کیسے پورا کر سکتے ہیں۔

(۲) خالق و مخلوق میں ربط:

خالق کائنات اللہ کی ذات ہے اور سای مخلوق اللہ تعالیٰ کے کنبے کی مانند ہے اور اس خالق و بندوں کے مابین ربط کیسا اور کیسے ہونا چاہیے اس کا طریقہ کیا ہے اور اس کے اختیار نہ کرنے کا کیا نقصان ہے۔ خالق و بندے کے مابین ربط قائم کر سکنے والی باتوں سے آگاہ کرنا تعلیم کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے بلکہ اصل مقصد ہی یہ ہے اور یہ مقصد اُستاد کے کامل ہونے اور اس کی تعلیمی عمل میں دلجمعی اور دلچسپی اور یکسوئی سے بآسانی حاصل ہو سکتا ہے۔[2]

(۳) جذبہ تسخیر کائنات:

طلبہ میں اس بات کا جذبہ پیدا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی لامتناہی کائنات کو اگرچہ ہم جان تو نہیں سکتے لیکن اس کے جاننے کی فکر کرنا ہمارا دینی، تعلیمی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

(۴) معاشرہ کی ترقی و تنزلی کا علم

انہی مدارج علم کو فلسفۂ شاہ ولی اللہ میں ارتفاقات اربعہ کہتے ہیں۔ جیسے:

۱) ذات وماحول (تعمیر ذات یا تہذیب نفس) سے آگاہی حاصل ہونا۔

۲) شہر و محلہ (تدبیر منزل) کے احوال سے آگاہی حاصل ہونا

---

(۱) مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، ص:۳۰۷

(۲) دیکھیے: اسلامی اصول تعلیم، ص:۳۵

۳)　　ملک و باشندے (تنظیم اقوام) کے احوال سے آگاہی حاصل کا حصول

۴)　　ممالک و نظام ہائے مملکت (سیاست مدن) سے آگاہی حاصل ہو۔

(۵) ترقی و تنزلی کے اثرات: یعنی طلبہ کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ معاشرے کی ترقی کیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے فوائد کیا ہیں؟

(٦) آداب معاشرت: طلبہ ء کو معاشرتی آداب سکھانا

(۷) انسانوں سے ہمدردی کا جذبہ: طلبہ میں انسانی زندگی سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنا۔ کیونکہ یہ جذبہ محبت، انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر ہمارے درمیان آتے ہیں اور انسان کی اصل بھی یہ جذبہ محبت اور اُنس ہے۔ تعلیم کے ذریعے یہ جذبہ انسانوں میں بیدار کرنا ایک بنیادی مقصد۔

(۸) قومی اور بین الاقوامی حالت سے واقفیت

(۹) احساس ذمہ داری کی تکمیل:

تعلیم کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان میں احساس ذمہ داری اور اس کا شعور پیدا ہو اور اس کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنا کس قدر اور کیوں ضروری ہے؟ اس کو پورا کرنے سے کیا، کس کو اور کتنا اور کب فائدہ ہوتا ہے اور اگر پورا نہ کیا گیا تو کیا، کس کو اور کتنا اور کب اور کیسے نقصان ہو سکے گا؟

(۱۰) خدمت خلق کا فریضہ:

ہر طالب علم بلا کسی رنگ و نسل، زبان و زمان کی تمیز کیے بغیر سارے انسانوں کی خدمت کرنا ان کی عادت بن جائے

(۱۱) تکمیل بانی ملکات:

اس خاصیت کے حصول کے مجموعی طور پر تین درجے ہیں:

۱۔۱۱)　تضادات کا اختتام: انسان کو تعلیم و تدریس، مطالعہ اور تجربہ سے جو معلومات حاصل ہوں وہ ان معلومات کو اپنی عقل کے ذریعے اس طرح ترتیب دے کہ ان میں باہمی تضاد یا تعارض نہ رہے اور یہ صلاحیت ذہنی تربیت اور تکمیل پہلا درجہ ہے۔

۲۔۱۱)　وہبی قوتوں کا حصول: انسان کے وہبی قویٰ سے اس طرح مکمل بہرہ یاب ہونا کہ کائنات کے تمام اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تدبیر الٰہی کار فرما نظر آئے۔ اس مرحلہ میں عقل اور وجدان کی جنگ ختم ہو جاتی ہے اور یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کے موید اور مددگار ہو جاتی ہیں۔

۳۔۱۱)　شرع اور وجدان میں موافقت:

اس دور میں قرآنی تعلیمات کو یوں پیش کرے کہ ان کی دوسرے مذاہب اور فلسفوں پر برتری خود بخود قائم اور ثابت ہو جائے۔

۱۲۔ماخذ شرع سے قریبی ربط: عملی زندگی کے تمام افکار کا ماویٰ و ملجاء یہ شرعی ماخذات (قرآن، سنت، اجماع) بن جائیں۔

مذکورہ تمام اصول و ضوابط طلبہ کے سامنے قرآن و سنت اور اُمت کے اکابر و اعلام کے حوالے سے اُجاگر کئے جائیں تاکہ ان کی عادت ثانیہ بن جائے اور معاشرہ میں ترقی کا پہلو اُجاگر ہو۔(۱)

یہ علمی تحقیق اور فکری کاوش نہ کوئی وقتی چیز ہے اور نہ محض کچھ سر پھرے لوگوں کی ذہنی تفریح کا مشغلہ ہے۔ یہ تو کسی قوم کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا میں وہی قومیں آگے بڑھتی ہیں، جو علمی میدان میں دوسروں سے آگے ہوں، جن کو اوروں پر فکری برتری حاصل ہو، جو کائنات کے اس نظام قدرت کو دنیا والوں سے بہتر طور پر سمجھتی ہوں۔ دنیا کی زندہ اقوام میں ایسے لوگوں کی ایک قابل ذکر اور موثر تعداد ہمیشہ موجود رہتی ہے، جو علمی اور فکری اعتبار سے کائنات میں کام کرنے والی قوموں کو سمجھتے ہوں، جن کی انگلیاں ہر وقت تاریخ کی نبض پر رہتی ہوں۔ کسی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ازحد ضروری ہے کہ اس میں سوچنے اور فکر کرنے والوں کی ایک کم از کم تعدا ضرور موجود رہے۔(۲)

پھر علمی تحقیق کا یہ کام ان اقوام کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل ہے، جن قوموں کے لیے ضروری ہے کہ تمام علوم کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ ان کے مخصوص نظام حیات اور نظریہ فکر و عمل کا نہ صرف ساتھ دے سکیں بلکہ اس کی خدمت کریں اور اس کو ترقی دے سکیں۔

آج واقعہ یہ ہے کہ بے مقصد اور بے جہت تعلیم کے نتیجے میں قوم کے ڈگری یافتہ نوجوانوں کی بیکاری اور بے مصرفی میں روز بہ روز جو اضافہ ہو رہا ہے، اس سے بے شمار معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی قباحتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ لہذا جب تک تعلیم کے پورے نظام اور نصاب پر از سر نو غور کرکے اس کو وطن عزیز کی اجتماعی، ملی اور اقتصادی ضروریات سے ہم آہنگ نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک ہمارے فارغ التحصیل نوجوانوں کی بے کاری اور بے مصرفی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی لاتعداد اور لامتناہی خرابیوں کا سدباب نہ کیا جاسکے گا۔ قومی، ملی اور دیگر ضروریات

---

(۱) مزید تفصیل دیکھیے: اصول تعلیم، ص: ۳۶ تا ۴۰

(۲) مزید تفصیل دیکھیے: محاضرات تعلیم، ص ۲۳۵

کا واضح تعین کر لیا جائے تو نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں اصلاحات اور نئی توجیہات (Reorientations) طے کرنا بہت آسان ہو جائے گا۔

ناخواندگی کا ایک اور اہم سبب یہ بھی ہے کہ مغربی ثقافت اور مغربی تعلیم بہت حد تک ہماری اپنی ثقافت سے الگ ایک اجنبی چیز رہی ہے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں برصغیر کی قدیم تعلیمی روایات کو توڑ پھوڑ کر انگریزی روایات کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی تو یہاں کے مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت نے ان نئی روایات کو اسلامی ثقافت اور اسلامی تہذیب کے لیے زہر قاتل قرار دیا تھا۔ یہ وجہ ہے کہ ابتدا سے جدید تعلیم حاصل کرنے والوں میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مغربی تعلیم کے بارے میں مسلمانوں کے اس شدید تحفظ کے پیش نظر ہی سر سید احمد خان کو ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ مغربی تعلیم کو دینی تعلیم اور اسلامی ثقافت سے ہم آہنگ کر کے پیش کیا جائے۔ ان کا یہ جملہ مشہور ہے کہ ہم ایک ایسی نسل تیار کرنا چاہتے ہیں جس کے ایک ہاتھ میں (مغربی) فلسفہ، دوسرے ہاتھ میں سائنس اور سر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج ہو۔ سر سید اور ان کے رفقا اور جانشین کس حد تک اس ہدف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے؟ یہ ایک الگ سوال ہے، جس کے جواب میں اہل علم کی آراء متضاد تو ہو سکتی ہیں، لیکن سر سید کی طرف سے اس ہم آہنگی کی اہمیت و ضرورت کا احساس کیا جانا ایک اہم ملی مسئلے اور قومی ضرورت کی نشاندہی کرتا ہے۔(۱)

امام غزالی، ڈاکٹر نقیب العطاس، مولانا مودودی، ڈاکٹر خورشید احمد اور مسلم سجاد کے نزدیک بھی اسی طرز کے مقاصد تعلیم ہیں جو درج ذیل ماہرین کے نزدیک مقاصد ہیں یہ صرف موازنے کے لیے بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں

امام غزالی : مقاصد تعلیم کے ضمن میں اس طرح لکھتے ہیں۔

- "تعلیم کا مقصد یہی نہیں ہونا چاہیے کہ نوجوان کے ذہن میں علم کی پیاس بجھا دے، بلکہ اس کے ساتھ ہی اسے اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی کے اوصاف نکھارنے کا احساس بھی پیدا کرنا چاہیے"(۲)

سید مناظر حسن گیلانی :

آپ کے نزدیک مقاصد تعلیم اس طرح ملتے ہیں:

- یعنی نہ جانی ہوئی چیزوں کو جاننے کی انسان میں جو قدرتی صلاحیت ہے اس صلاحیت کو ابھارا جائے۔

---

(۱) مزید دیکھیے: اصول تعلیم، ص ۲۱۴۔۲۱۵

(۲) احیاء العلوم، امام غزالی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔ (س ن) ج ۱ ص: ۳۳ باب علم کے بیان میں

- طلبہ میں ایک ایسی استعداد اور اس کا راسخ ملکہ پیدا کیا جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق وسائل تک اُستاد کی اعانت کے بغیر اس کی رسائی ہونے لگے۔ خود سوچنے کی اور دوسروں کی سوچی ہوئی باتوں کے سمجھنے کی خواہ وہ کسی قسم کی پیچیدہ اور دقیق تعبیر میں پیش کی گئی ہوں۔ تنقید یا صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی صلاحیتوں کو مدرسہ سے لے کر باہر نکلے۔
- اگر پڑھنے پڑھانے کا یہ مطلب ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ چیزوں کو دکھانے پر زیادہ زور دینا مقصود ہو، بلکہ دیکھنے کی قوت بڑھائی جائے، جہاں تک بڑھ سکتی ہو، تعلیم صرف اس کا نام ہو اور دیکھنے، سیر کرنے کا کام تعلیم کے بعد کیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بزرگوں نے اسلامی علوم کی تعلیم کی جو راہ بنائی تھی، اس سے بہتر راہ اور کیا ہو سکتی ہے"۔[(۱)]

ڈاکٹر محمود احمد غازی: اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ہماری تعلیم کے قومی اور ملی اہداف حسب ذیل ہونے چاہییں:

ایک شریف، بااخلاق، باکردار شہری کی تیاری۔

- زیر تعلیم نوجوان کو ایک باعمل اور باکردار مسلمان اور سچا پاکستانی بنانا۔
- وطن عزیز کی اقتصادی ضروریات کے لحاظ سے افرادکار کی تیاری۔
- ملک میں زراعت، چھوٹی صنعتوں اور ملک میں دستیاب خام مال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تربیت یافتہ افرادی قوت کی فراہمی۔
- ایک مسلم پاکستانی ثقافت کے فروغ اور تحفظ کے لیے بہ قدر ضرورت ماہرین کی تیاری۔
- اجتماعی اور انسانی علوم کی تشکیل نو اور تدوین نو کے لیے مناسب تعداد میں ماہرین کی فراہمی۔
- ملک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی اس طرح فراہمی کہ ہمارے ملک میں تیار شدہ ماہرین ہماری ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔ ہمارے خرچ پر پڑھ کر دوسروں کی تعمیر اور اپنی تخریب کا ذریعہ نہ بنیں۔[(۲)]

سید ابو الاعلیٰ مودودی: مقاصد تعلیم کو ایک جامع پیرائے میں بند کیا ہے:

" مقصدِ تعلیم "لازماً ہمارے پیش نظر تعلیم کا یہ مقصد ہونا چاہیے کہ ہم ایسے افراد تیار کریں جو ہماری قومی تہذیب کو، ہمارے دین کو اچھی طرح سمجھتے ہوں، اس پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہوں، اس کے اصولوں کو خوب جانتے ہوں اور ان کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہوں، اس کے مطابق مضبوط سیرت اور قابل اعتماد اخلاق رکھتے ہوں اور اس

---

(۱) دیکھیے: مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت: ص:۲۰۵۔

(۲) مزید تفصیل دیکھیے: محاضرات تعلیم: ڈاکٹر محمود احمد غازی طبع دوم ص:۲۱۵، ۲۱۴

قابلیت کے مالک ہوں کہ ہماری اجتماعی زندگی کے پورے کارخانے کو ہماری اس تہذیب کے اصولوں پر چلا سکیں اور مزید ترقی دے سکیں۔"(۱)

سید نقیب العطاس:

تعلیم، دراصل انسانی جسم، ذہن اور روح کی تہذیب بنانے کا نام ہے۔یعنی مہذب بنانے کا ایسا عمل جس میں طبعی، فکری، اور روحانی صلاحیتوں اور امکانات کو تسلیم کیا جائے اور یہ تسلیم کرنا اور اس بات کو پہچان لینا کہ علم اور علم سے ماخوذ وجود میں تقدّس پر مبنی درجہ بندی پائی جاتی ہے۔(۲)

پروفیسر خورشید احمد:

"جن اخلاقی اور معاشرتی امور پر اسلام نے سب سے زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک عدل و انصاف بھی ہے۔ یہ دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک شکل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رو رعائیت وہ معاملہ کیا جائے اور اس کے بارے میں وہ بات کہی جائے جس کے وہ مستحق ہے۔ اس عدل و انصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے۔ جس قوم اور جس سماج میں عدل و انصاف نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا اور دنیا میں اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ قرآن پاک، کتاب و نبوت کا مقصد بھی یہ بتاتا ہے کہ لوگوں کے درمیان میزان قائم ہو"(۳)

خلاصہ بحث

دینی تعلیم کے باب میں جس غور و خوض کی ضرورت پاکستان بننے کے بعد فوراً محسوس کی جانی چاہیے تھی، وہ ابھی تک محسوس نہیں کی گئی۔ تعلیمی مشین کا فولاد نصاب تعلیم ہے اور اُستاد کی حیثیت اس مشین کو چلانے والے مہندس کی ہے۔ ادھر نہ اس دینی تعلیمی مشین کو فولاد میسر ہے اور نہ مہندس۔ ملک ابھی تک اپنی ساری ضروریات کے لیے اس نظام اور نصاب کی بقایاجات پر بھروسہ کر رہے ہیں، جو درس نظامی نہیں، بلکہ درس نظامی کا محض ایک چربہ ہے۔ اب یہ اس نظام سے نکلنے والے فارغ التحصیل طلبہء کی ذاتی صلاحیت پر ہے کہ وہ مسجد کی امامت پر اکتفا کرتے ہیں یا فکری قیادت سنبھالنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ اوّل الذکر صورت میں ان کو دستیاب اور حاصل شدہ مو خر الذکر

---

(۱) اسلامی نظام تعلیم، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۲۰۰۷ء ص ۱۴۲

(2) Please see: Al-Attas, Muhammad Naquib: Islam and Secularism.:International Institute of Islamic Thought, Kualalumpur, Malaysia , 1993 .p: 105,107,110.

(۳) اسلامی نظریہ تعلیم، پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف و تالیف، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۲ء ص: ۳۹۵

صورت میں حاصل شدہ ذخیرہ علم انتہائی ناکافی ثابت ہوتا ہے۔ ایک مثالی نصاب تعلیم وضع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے تعلیم کے مقاصد کا حتمی طور پر تعین کر لیا جائے اور پھر کوشش کی جائے کہ وہ مقاصد اور اہداف اس نصاب میں مکمل طور پر منعکس ہوتے ہوں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اکیسویں صدی میں دینی قیادت کے لیے آمادہ حضرات کی غالب اکثریت اکیسویں صدی کے فکری رجحانات سے واقفیت حاصل کرنے کے بجائے آٹھویں نویں صدی کے فلسفیانہ مسائل اور عقلی مباحث کے پڑھنے پڑھانے میں اپنا وقت صرف کرتی ہے۔ ایک مثالی نصاب تعلیم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نصاب کے تحت تعلیم پانے والے طلبہ کو مقاصد تعلیم سے سرشار کر دیا جائے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آج دینی مدارس کے فضلا کے بڑی تعداد جن مقاصد سے سرشار محسوس ہوتی ہے، وہ عمومی ملی اور اسلامی مقاصد نہیں ہیں۔ ان میں بیش تر لوگ گروہی اور فرقہ وارانہ مقاصد سے سرشار نظر آتے ہیں اب تک کی تعلیمی کاوشوں کے بے نتیجہ ہونے کا سبب ان کی تہ میں کارفرما تصور دوئی ہے کہ دنیا اور ہے اور دین اور۔ علی گڑھ نے دنیا کو اصل قرار دے کر دین کے زیور سے اس کو آراستہ کرنا چاہا۔ حال آں کہ معاملہ محض ظاہر یا لباس کے بدلنے کا نہیں، ظاہر اور باطن کے درمیان مکمل ہم آہنگی کا ہے۔ ایک جدید مفکر تعلیم نے علم دین اور علم دنیا کو دو آنکھوں سے تشبیہ دی ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہم آہنگی برقرار رہے تو وحدت نظر برقرار رہتی ہے، ورنہ بصیرت ملی احول ہو جاتی ہے۔ آج قومی بصیرت ایک دو نہیں بلکہ بے شمار سمتوں میں بیک وقت دیکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس ناکام کوشش نے وحدت نظارہ کو ختم کر دیا ہے اور ایک منقسم شخصیت جنم لے رہی ہے۔ قدیم و جدید کے درمیان (قدیم کی شرائط) ایسی ہم آہنگی، جس کے نتیجے میں ایک متوازن اور متکامل شخصیت جنم لے، مستقبل کے تعلیمی اہداف کے حصول کی شاید سب سے اہم شرط ہے، جس کے بغیر کسی بامعنی نظام تعلیم اور تصور تعلیم کی تشکیل ممکن نہیں۔ قدیم سے بے خبری کی صورت میں علامہ اقبال نے یورپ کے جس معنوی استیلا کا خدشہ آج سے پون صدی قبل ظاہر کیا تھا، وہ آج پاکستان میں آپہنچا ہے۔ علم زندگی ہے اور زندگی کا حقیقی سرچشمہ ہی اس کا اصل سرچشمہ ہے۔ علم اشیا کا سرچشمہ وہی ایک ذات ہے، جو علم کا اصل وظیفہ مقاصد حیات کی تحقیق و توضیح ہے۔ لوازم حیات کی تحقیق ثانوی چیز ہے۔ اس وظیفے کی تکمیل اور بجا آوری اسی وقت ہو سکتی ہے، جب علم دین کے تابع ہو، اگر علم دین کی راہ نمائی سے آزاد ہو جائے تو وہ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں علم نہیں، محض شیطانیت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیائے مغرب میں آج کل معروضیت کو لاقدریت اور لااخلاقیت کے ہم معنی قرار دیا جانے لگا ہے۔ جو تعلیم تہذیبی اقدار اور معیارات خیر و شر کے باب میں غیر جانب دار ہو، وہ دراصل غیر جانب دار نہیں، بلکہ بدتہذیبی اور شر کے حق میں جانب دار ہے۔ اس دردناک داستان، بلکہ تعلیمی شہر آشوب کا آخری باب جدید درس گاہوں سے اُردو، عربی، فارسی اور اسلامیات کی دردناک بے دخلی ہے۔ آج کی بیش تر یونیورسٹیوں میں یا تو ان موضوعات کو سرے سے ہی باز یاب

ہونے کی اجازت نہیں دی گئی یا ان کے کردار کو ہر ممکن حد تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ایک ممتاز ماہر تعلیم کے الفاظ میں اسلامیات کے شعبوں کی حیثیت کم و بیش ایسی کالونیوں کی سی رہی ہے، جن کے اثر کا حلقہ یونیورسٹیوں کے دوسرے شعبوں میں معمولی نفوذ رکھنے کا اہل بھی نہیں ہو سکا۔ یونیورسٹیوں کے طلبہ میں اگر دینی رجحانات کہیں کہیں مل جاتے ہیں تو ان کا مصدر و منبع نہ خود یونیورسٹی کی تعلیم ہے، نہ وہاں کا نظام تربیت اور نہ اسلامیات کے جزیرے۔ ان اثرات کا منبع وہ خارجی دینی تحریکات ہیں، جن کے اثرات کسی نہ کسی ذریعے سے یونیورسٹیوں میں آ گئے ہیں۔ یہ سارا ماحول اس وقت اپنی جولانی دکھائے گا جب تعلیم کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی کوششیں تیز ہوں اور ان اشخاص کی افکار کو جو اس حقیقت کے پانے کے لیے لگے رہے سے استفادہ کریں گئے۔

باب سوم: دینی مدارس کے نصابات اور مقاصد تعلیم

فصل اول: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان (حنفی)

فصل دوم: رابطۃ المدارس پاکستان (جماعت اسلامی)

فصل سوم: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

فصل چہارم: وفاق المدارس السلفیہ پاکستان

فصل پنجم: وفاق المدارس شیعہ پاکستان

(الفبائی ترتیب)

فصل اول: نصاب تنظیم المدارس اور مقاصد تعلیم

مقاصد تعلیم، تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ میں موجود ہیں۔ان میں سے صرف پہلے سات مقاصد لیے جاتے ہیں پھر نصاب تنظیم المدارس پیش کیا جائے گا پھر مقاصد اور نصاب کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ مقصود یہ ہے کہ قوم کی زندگیاں اسلامی تعلیم سے سرشار کیوں نہیں حالانکہ اسلامی تعلیم کی کمی تو ملک میں ہرگز نہیں۔اس تلاش ہی کے پیش نظر مقاصد تعلیم کو لیا جارہا ہے۔کیوں کہ اگر پاکستانی قوم کی زندگیاں پاکستانی فلسفہ حیات کے مطابق نہیں تو پھر تعلیم ہی بے مقصدیت کا شکار سمجھی جا سکتی ہے۔بالفاظ دیگر کسی ملک میں تعلیم اس ملک کے نظریہ حیات کے عملی جامہ کے لیے ہوتی ہے۔پاکستانی قوم کے پاس بہترین نظریہ حیات بھی ہے اور تعلیم بھی جاری و ساری ہے یہ کیا وجہ ہے کے نظریہ کچھ اور، اور زندگیاں کچھ اور اسی تناظر میں قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹ میں شامل درج ذیل مقاصد تعلیم کا اردو مفہوم ملاحظہ فرمائیں:

- فرد اور سوسائٹی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی بقا کی جائے۔
- نظریہ پاکستان اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں شامل اسلامی اقدار کے تحفظ میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرے۔
- پاکستان کو متحد، فلاحی ریاست بنانے والی سوچ جنم دی جائے۔
- ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی وثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔
- تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی وثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔
- تعلیم تمام پاکستانی شہریوں کے لیے مساوی ہو، اقلیتوں کو ان کی مذہبی سوچ کے مطابق ملکی معاملات میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کے قابل کیا جائے۔
- خوددار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔(۱)

نصاب تنظیم المدارس

تنظیم کے تحت درج ذیل سات درجات (کلاسز) کی تعلیم دی جاتی ہے:

۱۔ تحفیظ القرآن ۲۔ تجوید و قرات

---

(1) See: National Education policy 2009, Ministery of Education, Government of Pakistan, revised aug,2009.p: 17

۳۔ درجہ ثانویہ عامہ ۴۔ درجہ ثانویہ خاصہ

۵۔ درجہ عالیہ۔ ۶۔ درجہ عالمیہ ۷۔ تخصص

طلبہ اور طالبات کا الگ الگ امتحان کرایا جاتا ہے۔ جب کہ مختلف علوم وفنون (تفسیر حدیث، فقہ، افتا اور دیگر) میں تخصص کا شعبہ فی الحال طلبہ کے لیے خاص ہے۔

ہائر ایجوکیشن کمشن نے الشہادۃ العامیہ فی علوم العربیہ ولاسلامیہ کو ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کے مساوی قرار دیا ہوا ہے۔

مجلس نصاب اس مجلس (نصابی کمیٹی) کا مقصد تنظیم المدارس کے ملحقہ اداروں کے لیے نصاب تعلیم کی تدوین اس کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینا ہے اور عصر حاضر کے بدلتے حالات اور تقاضوں کے مطابق مناسب ترامیم و اضافہ کی سفارشات مرتب کر کے حتمی منظوری کے لیے مرکزی مجلس عاملہ کو پیش کرنا ہے۔(۱)

تنظیم المدارس، اس وقت پاکستان کے سب سے بڑے ۲، ۳ وفاق المدارس میں شمار کا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے سرپرست اعلیٰ سٹلائٹ ٹاون راولپنڈی میں از خود ایک بڑے مدرسے (ضیاء العلوم) کے انچارج بھی ہیں۔ سکالر نے اس مدرسے کا وزٹ کیا حضرت قبلہ سید حسین الدین شاہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے سے دلی سکون نصیب ہوا۔ اس وقت ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جب یہ بزرگ اپنی عمر کی ۸۰ بہاریں گزارتے ہوئے کمرا جماعت سے ۳ گھنٹے کا پریڈ پڑھا کر باہر نکلے۔ نصاب کو صرف لکھ دینا اور بات ہے لیکن اس نصاب کو خود پڑھانا، ایک اور مثبت قدم ہے۔ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کا نصاب اس طرح کا ہے:

نصاب درجہ حفظ القرآن (درجہ ابتدائیہ پرائمری)

سال	مضمون	تفصیل
سال اول	قرآن مجید، دینیات، لکھائی اردو	پارہ عم یتسآلون، تبارک الذی (۲۹۔۳۰) حفظ، ادعیہ نماز، شش کلمہ، ایمان مفصل، ایمان مجمل، مفردات و مرکبات نویسی، قاعدہ مولانا عبد القادر بھیروی تعمیر ادب اول۔
	سال دوم	دس پارے حفظ، نماز اور وضو کی عملی تربیت و تعلیم اسلام، مرکبات و عبارت نویسی ،کتاب اردو، تعمیر ادب حصہ دوم۔

(۱) مختصر تعارف، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان؛ مرکزی دفتر تنظیم المدارس پاکستان، ۸ راوی پاک روڈ، لاہور: ص ۵

سال سوم	قرآن مجید،	پندرہ پارے حفظ
	دینیات، لکھائی	ہدائت الاسلام حصہ دوم وسوم۔ ہمارااسلام، احادیث حفظ، عبارت نویسی خطوط نویسی، عربی کتابت۔
سال	قرآن مجید،	بقیہ حفظ کی تکمیل اور گردان (دہرائی)
چہارم	دینیات، لکھائی	ہدائت الاسلام حصہ چہارم احادیث حفظ، عبارت نویسی، خطوط نویسی، عربی کتابت، احادیث فضائل واخلاقیات۔

نصاب درجہ متوسطہ سال اول ششم

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب
۱	قرآن مجید	سورۃ الفیل تا سورۃ الناس (حفظ معہ تجوید، مخارج صفات، حروف)
۲	اسلامیات	کتاب نماز (علامہ محمد شفیع اکاڑوی ؒ)، عربی جماعت ہفتم
۳	فارسی ادب	آسان فارسی قاعدہ
۴	اردو	مطابق نصاب جماعت ششم
5	معاشرتی علوم	مطابق نصاب جماعت ششم
۶	حساب	مطابق نصاب جماعت ششم
۷	انگلش	مطابق نصاب جماعت ششم
۸	جنرل سائنس	مطابق نصاب جماعت ششم

([1])

نصاب درجہ متوسطہ سال دوم (ہفتم)

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب
۱	قرآن مجید	سورۃ التین تا سورۃ الھمزہ (حفظ مع تجوید)
۲	عربی	کتاب عربی مطابق نصاب ہفتم
۳	فارسی ادب	کلید ترجمہ فارسی (مصادر تا آخر) کتاب فارسی کریما سعدی
۴	اردو	مطابق نصاب جماعت ہفتم
5	معاشرتی علوم	مطابق نصاب جماعت ہفتم

---

(۱) نصاب تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان: ص:۳۰

۶	حساب	مطابق نصاب جماعت ہفتم
۷	انگلش	مطابق نصاب جماعت ہفتم
۸	جنرل سائنس	مطابق نصاب جماعت ہفتم

([1])

نصاب تعلیم درجہ متوسطہ سال سوم (ہشتم)

نمبر شمار	علوم وفنون	کتب وتفصیل ابواب
۱	قرآن مجید	سورۃ البروج تا سورۃ الم نشرح (حفظ مع تجوید)
۲	عقائد	تعلیم الاسلام حصہ عقائد (علامہ جلال الدین امجدی ؒ)
۳	ایمانیات	شش کلمہ، ایمان مفصل، ایمان مجمل، حفظ معہ ترجمہ و مفہوم
۴	فارسی ادب	پند نامہ شیخ فرید الدین عطار فارسی قاعدہ۔ گلستان باب دوم، سوم و ہشتم
۵	عربی	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ جماعت ہشتم
۶	اردو	مطابق نصاب ہشتم (مطبوعہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)
۷	معاشرتی علوم	مطابق نصاب ہشتم (مطبوعہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)
۸	حساب	مطابق نصاب ہشتم (مطبوعہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)
۹	انگلش	مطابق نصاب ہشتم (مطبوعہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)
۱۰	جنرل سائنس	مطابق نصاب ہشتم (مطبوعہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)

نصاب درجہ ثانویہ عامہ میٹرک (طلبہ) سال اول

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب وتفصیل ابواب
۱	ترجمہ قرآن مجید	ترجمہ پارہ اول تا اختتام پارہ سوم
۲	تجوید	علم التجوید سورہ تکویر تا سورہ انشقاق
۳	صرف	میزان الصرف ومنشعب، صرف بھتر ال
۴	نحو	نحو میر، نظم مایہ عامل
۵	عقائد	قانون شریعت (از ابتدا تا آخر تقلید)

(۱) نصاب تنظیم المدارس، ص ۴

۶	فقہ	قانون شریعت (از نماز تا آخر نماز جمعہ)
۷	عربی ادب	طریقہ جدیدہ حصہ اول، دوم، سوم
۸	جنرل سائنس	مطابق نصاب میٹرک مطبوعہ تنظیم المدارس پاکستان
۹	مطالعہ پاکستان	مطابق نصاب میٹرک مطبوعہ تنظیم المدارس پاکستان

([1])

نصابی کتب مطبوعات تنظیم المدارس

تنظیم المدارس نے جماعت متوسطہ اور عامہ کے لیے اردو، معاشرتی علوم، حساب، انگلش اور جنرل سائنس کی کتب خود طبع کی ہیں جن کا ذکر نصاب میں بھی موجود ہے۔ انتہائی مختصراً ان کتب میں سے چند ایک کا تعارف ان الفاظ میں کرایا جاسکتا ہے:

جنرل سائنس برائے طلبہ وطالبات (درجہ ثانویہ عامہ)

یہ کتاب کل ملا کر ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کے صفحہ کا سائز، اے۔۴ پیج (صفحہ) کا نصف ہے اس کے کل تین ابواب ہیں:

باب نمبر ا۔ سائنس کا تعارف اور کردار، باب

باب نمبر ۲۔ بیماریاں، وجوداور بچاو،

باب نمبر ۳۔ بنیادی الیکٹرانکس۔

پہلے باب میں ۱۵ صفحات پر مسلم سائنس دانوں کا ذکر اور سائنس کی چند شاخوں کا ذکر الگ الگ ملتا ہے۔ جب کہ مقاصد تعلیم کے تناظر میں یہ کام اس طرح کرنے کا محتاج ہے کہ سائنسی علوم کی اصلیت کیا ہے؟ بحثیت مسلمان پاکستانی قوم کو یہ اندازہ ہونا چاہیے کہ اللہ کی کاریگری اور اللہ تعالےٰ کی شان اور اس خالق بر حق کی تعریف اس وقت سائنس بیان کر رہی ہے۔ (۲)

جو سائنس، از روئے قرآن وحدیث درست مانی جاسکتی ہے ان سے دین ودنیا کے کام بہ حصہ برابر لیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے دین کو دنیا سے یا دنیا کو دین سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی دوران اسلام میں سائنس کا تصور کے عنوان

---

(۱) نصاب تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان: ص ۶

(۲) جنرل سائنس درجہ ثانویہ عامہ، تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، شبیر برادر، لاہور، س ن۔ ص ۳ تا ۱۸

سے بھی چند باتیں ملتی ہیں جس سے سائنسی طریقہ کار مثلاً تجربہ، مشاہدہ وغیرہ کو اسلامائز کیا گیا ہے لیکن سائنسی علوم کو اسلامائز کرنا وقت کا اور تعلیم کا بڑا تقاضہ ہے جس کے لیے ہماری نظریں انہی علماء پر اٹکتی ہیں۔ اس کام کو علماء کرام کو آج کے دیگر علوم کے علماء سے اور دیگر علماء کو علماء دین سے استفادہ کرنے کی از حد ضرورت ہے تب ہی ہم انسانیت کی خدمت کر کے اپنا کھویا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

باب نمبر ۲ اور ۳ میں مکمل مادیئت سے بھرا انتہائی مختصر مواد ملتا ہے جس میں مادہ کا اثر موجود ہے لیکن اس کی روح پر ایک نظر بھی نہ ڈالی گئی۔ ایسے حالات میں تفسیر فی ظلال القرآن سے راہنمائی از حد ضروری محسوس ہوتی ہے۔

مطالعہ پاکستان درجہ ثانویہ عامہ تنظیم المدارس پاکستان

مطالعہ پاکستان ایک ایسا مضمون ہے جو تمام پاکستانی طلبہ کو بطور لازمی جماعت نہم دہم میں پڑھایا جاتا ہے اس کے بغیر کوئی پاکستانی طالب علم میٹرک سے ترقی کر کے اگلی جماعت میں جانے کے اہل نہیں ہوتا۔ اس لیے ملک بھر میں یہ کتاب ہر طرح کے بورڈ طبع کر رہے ہیں۔ باحث کے انتہائی طائرانہ تجزیہ سے یہ اندازہ لگ رہا ہے کہ متذکرہ کتاب بہ نسبت دیگر کے کافی حد تک جامع اور اسلامی طرز زندگی کے قریب تر ہے۔ اس کتاب کے کل چھے ابواب ہیں جو ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہیں۔ مطالعہ پاکستان سے مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے دو باتیں بڑی اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ حصولِ پاکستان کے مقاصد کیا تھے اور ہم ان مقاصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہیں؟

۲۔ گلوب پر پاکستان کی کیا حیثیت ہے؟ ایک پاکستانی کی زندگی کس طرح اپنے کردار سے ساری انسانیت کے لیے فائدہ مند اور اُس شہری کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابی کیسی طرز زندگی میں پنہاں ہے۔۔ متذکرہ کتاب میں یہ طرح کم پائی جاتی ہے۔ اس کے لیے اسلامی طرز زندگی ایک اہم باب کتاب میں موجود ہے اور اس کے ذیل میں اسلامی فلسفہ حیات کا عنوان بھی پایا جاتا ہے۔ اس فلسفہ حیات میں چند ایک اسلامی اقدار کا ذکر کافی سمجھ لیا گیا ہے۔

یہاں حضرت شاہ ولی اللہ کے ارتفاقات، مقاصد شریعت، مقاصد تعلیم سے بطور خاص اور پھر کائنات اور گلوب کی تخلیق میں مشیت یزداں کے تناظر میں معلومات مرتب کر کے طلبہ کو پہچانا خاصی اہمیت کے حامل ہے۔ واضح رہے کہ طلبہ کی ذہنی استعداد کی آڑ میں اپنی کمزوری چھپا دینا کہیں بھی قابل قبول نہیں ہے۔

نصاب درجہ ثانویہ عامہ میٹرک (طلبہ) سال دوم

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب و تفصیل ابواب
۱	ترجمہ قرآن مجید	ترجمہ پارہ اول تا اختتام پارہ سوم
۲	تجوید	علم التجوید سورہ تکویر تا سورہ انشقاق

۳	صرف	میزان الصرف ومنشعب، صرف بھتر ال
۴	نحو	نحو میر، نظم مایہ عامل
۵	منطق	تعلیم المنطق مجموعہ منطق
٦	فقہ	نُور الایضاح مکمل
۷	عربی ادب	المطالعۃ العربیہ (ترجمہ۔ گرائمر)
۸	حساب	مطابق نصاب میٹرک مطبوعہ تنظیم المدارس پاکستان
۹	انگلش	مطابق نصاب میٹرک مطبوعہ تنظیم المدارس پاکستان

([1])

ریاضی برائے طلبہ وطالبات درجہ ثانویہ عامہ، تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

یہ کتاب چھوٹے سائز کے ۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو تین بڑے یونٹ میں تقسیم کیا گیا ہے:

یونٹ نمبر ا: فی صد۔ نسبت، تناسب اور مرکزی تناسب سمجھائی جارہی ہے۔ یونٹ نمبر ۲ میں، زکاۃ عشر اور وراثت کے بارے میں سوالات ہیں جب کہ یونٹ نمبر ۳ میں الجبرا کے وہی روایتی سوالات ملتے ہیں جو عام سکولوں میں سمجھائے جاتے ہیں۔ کتاب یونٹ نمبر ۲ ہلکا سا احساس کیا جاسکتا ہے کہ یہ دینی مدارس کی کتاب ہے باقی دو یونٹ اس احساس سے محروم ہیں۔ میٹرک کی سطح میں اس ریاضی سے طلبہ میں وہ چیز نہیں ڈالی جاسکتی جو اس وقت کی ریاضی کی ملک یا پھر از خود تعلیم کو مقصود ہے۔

ENGLISH FOR BOYS AND GIRLS 10TH

TANZEEM UL MADARIS AHL E SUNAT PAKISTAN

This book has 64 pages of half size of A/ 4 page and seven contents :

1The Savior of Mankind , 2 patriotism . 3 Hazrat Asma (R A), 4 Daffodils, 5 First Aid 6, Peace ,7 Faithfulness.

It is an appreciate able achievement that Islamic literature is being taught in Deeni Madaris in English language . Specially chapter 7 is vealy able to change a student' s life style.

(۱) نصاب تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان: ص ۷

Hence, English language is might be unable to learn by only this book. There are many spelling and grammatically mistakes fond.(1)

نصاب درجہ ثانویہ خاصہ ایف اے (طلبہ) سال اول

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب وتفصیل ابواب
۱	ترجمہ قرآن مجید	ترجمہ پارہ دس تا اختتام پارہ اٹھارہ
۲	حدیث	ریاض الصالحین کتاب الاداب تا آخر کتاب السفر
۳	فقہ	مختصر القدوری مکمل
۴	اصول فقہ	اصول الشاشی مکمل
۵	نحو	کافیہ ابن حاجب مکمل
۶	منطق	مرقات مکمل
۷	عربی ادب	تاریخ ادب عربی مترجم (دوسرا باب) احمد حسن زیات
۸	سیرت	سیرت رسول عربی ﷺ پہلے چار ابواب مولانا نور بخش توکلی
۹	تاریخ	تاریخ الخلفاء (خلافت راشدہ)
۱۰	بلاغت	دروس البلاغہ مکمل

نصاب درجہ ثانویہ خاصہ ایف اے (طلبہ) سال دوم

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب وتفصیل ابواب
۱	قرآن مجید	تفسیر جلالین پارہ ۱۹ تا ۲۴۔
۲	حدیث	مسند امام اعظم شروع کتاب تا آخر کتاب الطلاق
۳	فقہ	ہدایہ شریف (ربع اول مکمل)
۴	اصول فقہ	نور الانوار (کتاب اللہ، سنت واجماع)
۵	نحو	شرح جامی مقدمہ ومرفوعات، منصوبات تا آخر
۶	عربی ادب	سبعہ معلقات (پہلے تین معلقات)
۷	بلاغت	تلخیص المفتاح (مقدمہ۔ الفن الاول)

(1) Like as، Page NO 57 Demand's D is missed

۸	منطق	شرح تہذیب

([1])

نصاب درجہ عالیہ بی اے سال دوم

نمبر شمار	علوم وفنون	نصابی کتب وتفصیل ابواب
۱	تفسیر واصول تفسیر	انوار التنزیل للبیضاوی پہلا پارہ نصف اول
۲	حدیث	مشکاۃ شریف نصف ثانی
۳	اصول حدیث	تیسر مصطلح الحدیث
۴	فقہ	ہدایہ ربع ثالث
۵	علم المناظرہ	منظرہ رشیدیہ مکمل
۶	فلسفہ	ھدایۃ الحکمۃ مکمل
۷	بلاغت	المطول ابتدا تا بحث ما انا قلت ھذا
۸	عربی ادب	دیوان الحماسہ (منتخب ابواب)۔ دیوان المتنبی (منتخب ابواب)۔

تجزیہ وخلاصہ بحث

یہاں تک تنظیم المدارس کا (طلبہ) کا نصاب تقریباً مکمل ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ تحفیظ القرآن الکریم، درجہ اعدادیہ (پرائمری)، درجہ متوسطہ (مڈل) اور تجوید وقراءت کی جماعتوں کے لیے طلبہ ء وطالبات کا نصاب ایک ہی ہے، البتہ درس نظامی کے زیر عنوان عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ کی جماعتوں کے لیے طالبات کا نصاب الگ مرتب کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے طالبات کا نصاب زیر تحریر نہیں لایا جارہا۔

طالبات کا نصاب بھی تقریباً انہی مضامین سے "علوم وفنون" کے زیر عنوان، معنون ملتا ہے جو طلبہ کے لیے ہے۔ البتہ طالبات کے لیے انہی مضامین کو بانسبت طلبہ ء کے مختلف کتب کے نام تجویز کیے گئے ہیں۔ جیسے درجہ عامہ میں بہشتی زیور وغیرہ۔۔

فصل کے شروع میں جو مقاصد تعلیم ذکر کیے گئے ہیں تنظیم المدارس کے نصاب سے ان کا حصول تقریباً ۱۵ فیصد ممکن ہے۔ اس کی وجہ بیان کرنے کے لیے ایک پورا مقالہ لکھنے کے مترادف بن جائے گا۔ چونکہ تحقیق میں مواد

(۱) نصاب تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان: ص:۸۔

کو مسلمات پر پرکھا جاتا ہے (تنقیدی جائزہ) ہے۔واضح رہے کہ تنظیم المدارس کا نصاب سازی میں ایک اہم کام منفرد پایا جاتا ہے کہ اپنی کُتب تالیف کرنا شروع کر رکھی ہیں یہ ایک انتہائی اہم کاوش ہے جس سے نئی نسل اقتباساتی مطالعہ کے بجائے تصورات سے فیض یاب ہو گی اور یہ عمل ہی اسلامی طرز تعلیم اور اسلامائزیشن آف نالج کا پہلا قدم متصوّر ہے۔ فصل ہذا کے شروع میں مذکور سات نکات کو مواد کی حیثیت سے مسلّمات (پاکستانی مقاصد تعلیم) پر جانچ پرکھ سے اس طرح کا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ شروع میں جو پہلا مقصد بیان ہوا کہ تعلیم کا مقصد مذہبی، سیاسی، معاشرتی ضروریات کو پورا کرنا تعلیم کا مقصد ہے نصاب تنظیم المدرس سے مذہبی ضروریات کی اقتباسات کی حد تک تشفی ملتی ہے تاہم سیاسی اور معاشرتی ضروریات کا کہیں بھی احساس شامل نصاب نہیں اس میں شک نہیں کہ درس نظامی جب شروع ہوا تو اس وقت کی سیاست و معاشرت اس میں موجود ہو سکتی ہے لیکن عصر حاضر کی سیاست معاشرت ہماری قومی پالیسی کے ذیل میں مقصد تعلیم ہے ملک کے اندر تعلیم دینے کے لیے ان چیزوں کو ملحوظ رکھنا ہماری قومی ذمہ داری ہے۔

۲۔ دوسرا نمبر اسلامی اقدار کا تحفظ کرنا تعلیم کا مقصد ہے۔ تنظیم المدارس کا نصاب خالصتاً مسلمان طلبہ ء کے لیے ہی ہے اس میں کسی دوسرے مذہب کے طالب علم کی گنجائش نہیں اس کے باوجود ملک کی بڑی آبادی اس نصاب سے مستفید ہو رہی ہے لیکن اسلامی اقدار کا تحفظ معاشرہ میں نہیں پایا جاتا یہاں اگر مسلک کی کسی قدر کے پامال ہونے پر یہ لوگ سیخ پا ہو سکتے ہیں تو اسلامی قدر کی پامالی پر خاموشی ہی رہتی ہے۔ مثلاً جھوٹ، فراڈ، چوری، زناکاری، شراب نوشی وغیرہ کے لیے نصاب میں شرعی ممانعت ضرور ہے لیکن اس پر جب عمل نہ ہو تو اسلامی قدر کی پامالی متصور ہو گی۔ ملک میں یہ کام قانوناً ممنوع ہیں لیکن قانون سے چھپ چھپا کر یہ کام عام ہیں اور یہ کام کرنے والے کسی دوسرے ملک کے باشندے نہیں ہیں ہم میں سے ہی ہیں۔ان برائیوں کا خاتمہ بذریعہ اسلامی اقدار ہی ممکن ہے۔ انسانیت کا قافلہ اقدار سے رواں دواں ہے۔جب انسانی اقدار میں طغیانی آجائے تو اس طغیانی کی روک تھام کے لیے قانون کو بطور بند باندھا جاتا ہے۔اسلامی حدود کی تعداد دیکھنے سے احساس ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات تمام معاشرتی برائیاں بذریعہ اسلامی اقدار ہی مٹاتی ہے۔یہ اسلامی قدریں انہی اسلامی مدارس کے ہاتھ ہیں اس لیے اسلامی اقدار کی آبیاری کے لیے اس نصاب میں بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔اور پھر حسب ضرورت قانون کو بھی سکھایا جانا اشد ضرورت ہے لیکن بحثیت مجموعی فقہ ایک قانون ہے ہمارے مدارس اسی قانون کو جو عرصہ دراز کی ملکی ضرورت پوری کرتا تھا آج بھی اسی پر ساری توانائیاں خرچ کر رہے ہیں۔ آج ملکی قانون کو مجموعی طور پر مدارس نے تقریباً نظر انداز کیا ہوا ہے۔ نصاب میں ملکی قانون کا احترام شروع کی جماعتوں سے ہی شامل نصاب کرنا اور اس ملکی قانون کی بہتری کے لیے طلبہ کو تیار کرنا یہ ایسے کام ہیں جن سے اسلامی اقدار کا تحفظ ہو گا صرف پڑھ لینا کہ اسلامی قانون یہ ہیں یہ اس

وقت کارگر تھا جب ہم دوسرے قانون کے مطابق زندگیاں گزارنے پر مجبور کیے جارہے تھے۔ یا جس وقت اسلامی قانون ۱۰۰ فیصد ملک میں رائج تھے یہ وقت اسلامی قانون کے نفاذ پر توانائیاں خرچ کرنے کا ہے جس کے لیے دورِ حاضر کے مسائل سے باخبر رہ کر ان مسائل کا حل دینا ہوگا جو کام دینی مدارس ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ اب ایک قدم آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ ایسے مضامین شامل نصاب کیے جانے چاہیں جو اسلامی اقدار کو اس مادیئت کے دھندلے پن سے صاف کر سکے۔

۳۔ پاکستان کو متحد فلاحی ریاست بنانے والی سوچ پیدا کرنا۔ تنظیم المدارس کے نصاب میں اتفاق اتحاد پیار محبت کا درس ضرور دیا جاتا ہے لیکن بحیثیت پاکستانی اس طرح کا کوئی مضمون سوائے مطالعہ پاکستان کے موجود نہیں مطالعہ پاکستان پر گزشتہ صفحات میں مختصر سا تجزیہ موجود ہے ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

۴۔ ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی وثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔ اس مقصد تعلیم کے حصول میں تنظیم المدارس کا نصاب کماحقہ کافی مانا جاسکتا ہے۔

۵۔ تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔ دراصل یہ مقصد تعلیم معاشرتی مطابقت کی بات کر رہا ہے تاکہ جو طالب علم فارغ التحصیل ہو وہ معاشرتی معاملات میں گھل مل جائے اس میں یہ صلاحیت ہو کہ کئی طرح کے شعبوں میں اپنا کردار ادا کر کے اپنی ثقافت کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جائے۔ لیکن تنظیم المدارس کے نصاب پڑھ کر طلبہ صرف مساجد کے امام یا اپنے ہی طرز کے مدرسے میں اپنا کردار ادا کر سکنے کے قابل ہوتا ہے۔

۶۔ تعلیم تمام پاکستانی شہریوں کے لیے مساوی ہو، اقلیتوں کو ان کی مذہبی سوچ کے مطابق ملکی معاملاتمیں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کے قابل کیا جائے۔ یہ بات پہلے گزر چکی کہ تنظیم المدارس کا نصاب صرف مسلم طلبہ کے لیے ہے اس میں کسی دوسرے مذہب کے طالب علم کی گنجائش نہیں۔

۷۔ خوددار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔ تنظیم المدارس کا نصاب دنیا کے نقشہ پر موجود ایک طالب علم کو اس کی دیگر مذاہب سے میل جول اور گلوب لائزیشن کے حوالہ سے کوئی مخصوص مضمون نہیں رکھتا یہ اس وقت کا بڑا المیہ ہے کہ گلوب کے وارث تو مسلمان ہیں لیکن گلوب لائیزیشن کی باتیں دیگر مذاہب سے آرہی ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے دینی مدارس اور پھر تنظیم المدارس جیسا بابرکت نصاب اس معاملہ میں خاموش ہے۔

فصل دوم: نصاب رابطۃ لمدارس پاکستان و مقاصد تعلیم

پہلے نصاب کا اصل عکس پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد ماہرین تعلیم اور بالخصوص مولانا مودودی کی آراء کی روشنی میں تبصرہ و تجزیہ شامل مقالہ کیا جائے گا:

نصاب رابطہ المدارس پاکستان، برائے ثانویہ عامہ سال اول (طلبہء)

نمبر شمار	پرچہ	مضامین	تفصیل
۱	پہلا	القرآن والحدیث	سورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء، جمال القرآن، اربعین نووی
۲	دوسرا	الصرف	علم الصرف مکمل۔ تمرین الصرف
۳	تیسرا	النحو	علم النحو۔ تمرین النحو
۴	چوتھا	اللغۃ العربیہ	طریقہ جدیدہ فی تعلیم العربیہ ۳ حصے، قصص النبیین حصہ اول دوم
۵	پانچواں	الفقہ	قدوری نصف اول
٦	چھٹا	السیرۃ	حیات طیبہ
۷	ساتواں	انگریزی	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی انگریزی جماعت نہم
۸	آٹھواں	اردو	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی اردو جماعت نہم
۹	نواں	ریاضی	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی ریاضی جماعت نہم
۱۰	دسواں	مطالعہ پاکستان	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی مطالعہ پاکستان نہم

ثانویہ عامہ سال دوم (طلبہء)

نمبر شمار	پرچہ	مضامین	تفصیل
۱	پہلا	القرآن والحدیث	سورۃ المائدہ تا سورۃ التوبہ۔ زاد الطالبین (مع الترکیب النحویہ) فوائد مکیّہ
۲	دوسرا	الصرف	علم الصیغہ (مکمل)۔
۳	تیسرا	النحو	ہدایہ النحو۔ النحو الواضح۔ ۳ حصے
۴	چوتھا	اللغۃ العربیہ	قصص النبیین حصہ سوم، چہارم۔ معلم الانشاء جلد اول
۵	پانچواں	الفقہ	قدوری (نصف ثانی)

٦	چھٹا	المنطق	تیسرا لمنطق۔ مرقات۔
٧	ساتواں	انگریزی	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی انگریزی جماعت دہم
٨	آٹھواں	اردو	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی اردو جماعت دہم
٩	نواں	ریاضی	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی ریاضی جماعت دہم
١٠	دسواں	مطالعہ پاکستان	متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی مطالعہ پاکستان دہم

نصاب ثانویہ خاصہ سال اول (طلبہ ء)

نمبر شمار	پرچہ	مضامین	تفصیل
١	پہلا	القرآن والحدیث	سورة یونس تا سورة العنکبوت۔ریاض الصالحین (باب الاخلاق تاباب النصیحہ)
٢	دوسرا	الادب	نفحۃ العرب۔ معلم الانشاء، حصہ دوم
٣	تیسرا	الفقہ	کنز الد قائق
٤	چوتھا	اصول فقہ	اصول الشاشی
٥	پانچواں	النحو	کافیہ
٦	چھٹا	المنطق	شرح التہذیب۔

نصاب ثانویہ خاصہ سال دوم (طلبہ ء)

نمبر شمار	پرچہ	مضامین	تفصیل
١	پہلا	القرآن والحدیث	سورة العنکبوت تا سورة المرسلات ۔ریاض الصالحین (کتاب الادب تا آخر)
٢	دوسرا	الفقہ	شرح وقایہ (آخرین)
٣	تیسرا	اصول الفقہ	نُورالانوار
٤	چوتھا	اللغۃ العربیہ	مختارات یا مقامات حریری۔ معلم انشاء۔ادبی مقالے
٥	پانچواں	النحو	شرح جامی
٦	چھٹا	المنطق	قطبی۔

([١])

---

(١)www.mohsanat.edu.pk/Downloads/Nisab

یہ نصاب جماعت اسلامی پاکستان کے وفاق رابطہ المدارس نے مرتب کیا ہے۔ جماعت اسلامی ایک عالمی تنظیم ہے جو تقریباً پوری اسلامی دنیا میں متحرک ہے جس کی بنیاد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریات پر ہونے کی دعوید ار ہے۔

مولانا مودودیؒ کی شخصیت ایک متکلم اسلام کی حیثیت سے متعارف ہوئی۔ مغرب کے فکری وسیاسی غلبہ وتسلّط کے نتیجے میں مسلمانوں اور بالخصوص ان کی نوجوان نسل کا ایمان اسلامی عقائد واقدار سے متزلزل ہو رہا تھا۔ انھوں نے اپنی طاقت ور اور موثر تحریروں کے ذریعے کمیونزم، سرمایہ داری اور دیگر غیر اس لامی نظریات (مادہ پرست) پر زبردست حملے کیے اور اسلامی اقدار وتعلیمات کی حقانیت اور معقولیت (روحانیت) ثابت کی۔ انھوں نے جدید اور قدیم دونوں طرح کے تعلیمی اداروں میں جاکر ان کے ذمہ داروں کے سامنے اپنا تصور تعلیم پیش کیا۔ انھوں نے ۱۹۳۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک مقالہ پیش کیا، جس میں جدید نظام تعلیم کے نقصانات بیان کیے۔ ایک دوسری تحریر کے ذریعے مسلم یونیورسٹی کی مجلس اصلاحِ نصابِ دینیات کے استفسارات کا جواب دیا۔ اسی طرح ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی انجمن اتحاد الطلبہ میں ایک مقالہ پڑھا، جس میں قدیم نظامِ تعلیم کے نقائص پر روشنی ڈالی۔ اسلامیہ کالج کے ایک جلسہٗ تقسیم اسناد میں خطبہ پیش کیا۔ تقسیم ملک کے بعد اصلاح تعلیم کے سلسلہ میں پاکستان کے قومی تعلیمی کمیشن کے سوال نامے کے جواب میں اسلامی نظام تعلیم کا مفصل خاکہ پیش کیا۔ مولانا مودودی مروجہ تعلیمی نصاب میں اصلاح اور اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل کے سلسلے میں واضح تصورات رکھتے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد انھوں نے اس کی تعلیمی کمیٹی کی تشکیل کی تھی۔ تاکہ وہ ان کے پیش کردہ نظریہٗ تعلیم کے مطابق تعلیمی اداروں کے قیام کی منصوبہ بندی کر سکے۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو مولانا کی تعلیمی خدمات، تعلیم کے میدان میں ایک بڑا مقام رکھتی ہیں۔ ان کی ان خدمات سے اگر پورا استفادہ کیا جائے تو تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیابی کی طرف گامزن ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مقاصد تعلیم کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

” مقصدِ تعلیم“ لازماً پیش نظر تعلیم کا یہ مقصد ہونا چاہیے کہ ہم ایسے افراد تیار کریں جو ہماری قومی تہذیب کو، ہمارے دین کو اچھی طرح سمجھتے ہوں، اس پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہوں، اس کے اصولوں کو خوب جانتے ہوں اور ان کے برحق ہونے کا یقین رکھتے ہوں، اس کے مطابق مضبوط سیرت اور قابل اعتماد اخلاق رکھتے ہوں اور اس قابلیت کے مالک ہوں کہ ہماری اجتماعی زندگی کے پورے کارخانے کو ہماری اس تہذیب کے اصولوں پر چلا سکیں اور مزید ترقی دے سکیں۔“[۱]

---

(۱) اسلامی نظام تعلیم، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ۲۰۰۷ء۔ ص ۱۴۲

وہ مروّج تعلیمی نظاموں پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اس مقصد کی تکمیل نہیں کر سکتا:

”اس وقت ہمارے ملک میں جتنے نظام ہائے تعلیم رائج ہیں ان میں سے کوئی بھی اس مقصد کے لیے آدمی تیار نہیں کرتا جو ہمارے پیش نظر ہے۔۔ ہمیں صرف یہی نہیں کرنا ہے کہ نوخیز نسلوں کی علمی اور ذہنی تربیت کا انتظام اپنے نصب العین کے مطابق کریں، بلکہ اس کے ساتھ ان کی اخلاقی اور علمی تربیت کا بندوبست بھی کرنا ہے۔“(۱)

ایک اور جگہ مولانا نے اس تعلیم کو مکمل رد کرتے ہیں اور اس کی وجہ اس تعلیم کا اپنے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے قابل نہ تصور کرتے ہوئے انھوں نے ان کو 'قتل گاہ' قرار دیا ہے:

” دراصل میں آپ کی اس مادر تعلیمی کو اور مخصوص طور پر اسی کو نہیں بلکہ ایسی تمام مادرانِ تعلیم کو درس گاہ کے بجائے قتل گاہ سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک آپ فی الواقع یہاں قتل کیے جاتے رہے ہیں اور یہ ڈگریاں جو آپ کو ملنے والی ہیں یہ دراصل موت کے صداقت نامے DEATH CERTIFICATES ہیں جو قاتل کی طرف سے آپ کو دیے جارہے ہیں۔“(۲)

اسی طرح علامہ شبلی فرماتے ہیں:

”مسلمان اس وقت کش مکشِ زندگی کے میدان میں ہیں۔ ان کی ہم سایہ قومیں مغربی تعلیم ہی کی بدولت ان سے اس میدان میں بڑھ رہی ہیں۔ اگر خدانہ خواستہ مسلمان مغربی تعلیم میں ذرا بھی پیچھے رہ جائیں تو ان کی ملکی اور قومی زندگی دفعتاً برباد ہو جائے گی۔“(۳)

لیکن انھیں اس کا بھی احساس ہے کہ جدید تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کمی ہے، جس کی تلافی ضروری ہے:

”ظاہر ہے کہ اس (جدید) طریقہ تعلیم میں ہماری مذہبی اور قومی خصوصیات کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس میں نہ مذہبی تعلیم ہے نہ قومی تاریخ سے کچھ واقفیت ہو سکتی ہے، نہ اسلامی اخلاق اور مسائلِ اخلاق کا علم ہو سکتا ہے۔“(۴)

وہ ان اداروں میں تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے دینیات کے ایک ایسے نصاب کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جس سے وہ دین کی بنیادی تعلیمات اور ضروری مسائل سے واقف ہو جائیں:

---

(۱) تعلیمات، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۷۸ء، ص ۸۶

(۲) ایضاً ص ۵۲

(۳) مقالات شبلی: مولانا سید سلیمان ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ، جلد سوم، ص ۱۴۶۔۱۴۷

(۴) ایضاً: ۱۵۶

" یہ ظاہر ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں سے ہم کو مذہبی خدمات یعنی امامت، وعظ، افتاء کا کام نہیں لینا ہے، بلکہ غرض یہ ہے کہ وہ خود بہ قدرِ ضرورت مسائلِ اسلام اور تاریخ اسلام سے واقف ہوں۔ اس کے لیے صرف ایک **مختصر اور جامع ومانع سلسلہ کتب دینیات کی ضرورت ہے**، جس میں سلسلہ بہ سلسلہ اسکول سے کالج تک کے قابل کتابیں ہوں۔ اس سلسلے میں تین قسم کی کتابیں ہونی چاہییں: فقہ، عقائد، تاریخ اسلام۔ "(۱)

علامہ شبلی اور مولانا مودودی دونوں قدیم طریقۂ تعلیم سے بھی مطمئن نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ شبلی کا خیال ہے کہ نصاب میں وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت اصلاح کر کے اسے up to date کرنا چاہیے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ نصابِ درس میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اصلاحِ نصاب کا عمل متقدمین سے بغاوت نہیں ہے، بلکہ عین ان کی روایت ہے۔ درسِ نظامی ابتداء میں مکمل اور جامع نصاب تھا، لیکن بعد کے ادوار میں وقتاً فوقتاً اس میں تبدیلی ہوتی رہی ہے، اس لیے اگر موجودہ دور میں اس پر نظر ثانی کی جائے، ایسے مضامین اور کتابیں، جن کی اب کوئی افادیت باقی نہیں رہی، خارج کر دی جائیں اور نئے مضامین، جن کی موجودہ دور میں ضرورت ہے، اس میں شامل کر دیے جائیں تو یہ علماءِ سلف کی ہی روایت کا تسلسل ہوگا۔(۲)

مولانا مودودی بھی قدیم طریقۂ تعلیم کے ناقد ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

" اب جو لوگ اس نظام تعلیم کے تحت پڑھ رہے ہیں اور اس سے تربیت پا کر نکل رہے ہیں ان کا کوئی مصرف اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ ہماری مسجدوں کو سنبھال کر بیٹھ جائیں، یا کچھ مدرسے کھول لیں یا وعظ گوئی کا پیشہ اختیار کریں اور طرح طرح کے مذہبی جھگڑے چھیڑتے رہیں، تاکہ ان جھگڑوں کی وجہ سے قوم کو ان کی ضرورت محسوس ہو۔ "(۳)

لیکن ساتھ ہی ان کا خیال یہ بھی ہے کہ اصلاحِ نصاب سے اس کی بنیادی خامی دور نہیں ہو سکتی ہے۔ انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جو مقالہ پڑھا تھا، اس میں اصلاح نصاب کی کوششوں پر ان الفاظ میں تنقید کی تھی:

" لوگ اس گمان میں ہیں کہ پرانی تعلیم میں خرابی صرف اتنی ہی ہے کہ نصاب بہت پرانا ہو گیا ہے اور اس میں بعض علوم کا عنصر بعض علوم سے کم یا زیادہ ہے اور جدید زمانہ کے بعض علوم اس میں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے اصلاح کی ساری بحث اس حد تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے کہ کچھ کتابوں کو نصاب سے خارج کر کے کچھ دوسری کتابوں

---

(۱) تعلیمات، ص ۱۴۱

(۲) دیکھیے: مقالات شبلی، جلد سوم میں ان کے مقالات (۱) ملا نظام الدین بانی درس نظامیہ (۲) درس نظامیہ

(۳) اسلامی نظام تعلیم، ص ۶

کو شامل کر دیا جائے۔اور بہت زیادہ روشن خیالی پر جو لوگ اتر آتے ہیں،وہ کہتے ہیں کہ صاحب ہر مولوی کو میٹرک تک انگریزی پڑھاکر نکالو، تاکہ کم از کم تاریخ پڑھنے اور لکھنے کے قابل تو ہو جائے۔"(۱)

آگے مزید فرماتے ہیں:

"لیکن یہ جدت جو آج دکھائی جارہی ہے یہ اب بہت پرانی ہوچکی ہے۔اس کی عمر اتنی ہی ہے جتنی آپ کے دار العلوم ندوۃ العلماء کی عمر ہے۔اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اگر کچھ ہو سکتا ہے تو وہ صرف یہ کہ پہلے سے کچھ زیادہ کامیاب قسم کے مولوی پیدا ہو جائیں جو کچھ جرمنی اور امریکہ کی باتیں بھی کرنے لگیں،اس ذرا سی اصلاح کا یہ نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا کہ دنیا کی امامت وقیادت کی باگیں علماءِ اسلام کے ہاتھ آجائیں اور وہ دنیا جو آج آگ کی طرف چلانے والے آئمہ (Leaders) کے پیچھے چل رہی ہے،جنت کی طرف بلانے والے آئمہ کی رہبری قبول کرلے"(۲)

مطلوبہ نظام تعلیم علامہ شبلی کے نزدیک مسلمانوں کے لیے جدید یعنی مغربی تعلیم بھی ضروری ہے اور قدیم یعنی دینی تعلیم بھی۔وہ چاہتے ہیں کہ دونوں طریقہ ہائے تعلیم کی خامیوں کی اصلاح کر دی جائے۔جدید تعلیم کے ساتھ کچھ مذہبی تعلیم لازمی کر دی جائے، تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ بچوں کا اپنے مذہب سے تعلق باقی رہے اور قدیم تعلیم کے ساتھ کچھ جدید مضامین بھی طلبہ کو پڑھائے جائیں، تاکہ ان کے کچھ معاش کا بھی نظم ہو سکے۔فرماتے ہیں:

"یہ مناسب نہیں کہ مشرقی تعلیم سے بالکل بے اعتنائی اختیار کی جائے،البتہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کو زیادہ کار آمد بنایا جائے اور مذہبی حصے کو چھوڑ کر باقی چیزوں میں ایسی ترقی اور اصلاح کی جائے کہ مشرقی تعلیم یافتہ لوگوں کی معاش کے لیے کچھ وسائل پیدا ہو سکیں۔"(۳)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

"یہ ہم نے بار بار کہا ہے اور اب پھر کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے لیے نہ صرف انگریزی مدرسوں کی تعلیم کافی ہے نہ قدیم عربی مدرسوں کی۔ہمارے درد کا علاج ایک 'معجون مرکب' ہے، جس کا ایک جز مشرقی اور دوسرا مغربی ہے۔"(۴)

---

(۱) دیکھیے:تعلیمات،ص۵۵۔۵۶

(۲) تعلیمات :ص۵۵۔۵۶

(۳) مقالات شبلی،سوم،ص ۱۵۰

(۴) ایضاً،ص ۱۶۳

علامہ شبلی کے نزدیک ' معجون مرکب ' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دونوں طریقہ ہائے تعلیم کو ختم کرکے ایک نیا نظام تعلیم تشکیل دیا جائے جو دونوں کا جامع ہو، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ مغربی تعلیم میں کچھ مذہبی تعلیم شامل کر دی جائے اور مذہبی تعلیم میں کچھ جدید مضامین کا اضافہ کر دیا جائے۔

لیکن مولانا مودودی کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔ ان کے نزدیک "علوم کو دینی و دنیوی دو الگ الگ قسموں میں منقسم کرنا دراصل دین اور دنیا کی علیٰحدگی کے تصور پر مبنی ہے اور یہ تصور بنیادی طور پر غیر اسلامی ہے۔ اسلام جس چیز کو دین کہتا ہے وہ دنیا سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔"(۱)

انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نصاب میں دینی تعلیم کی شمولیت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

" میری نظر میں مسلم یونیورسٹی کی دینی و دنیاوی تعلیم بہ حیثیت مجموعی بالکل ایسی ہے کہ آپ ایک شخص کو از سر تا پا غیر مسلم بناتے ہیں، پھر اس کی بغل میں دینیات کی چند کتابوں کا ایک بستہ دے دیتے ہیں۔"(۲)

وہ واضح الفاظ میں کہتے ہیں:

" درحقیقت اب یہ ناگریز ہو چکا ہے کہ وہ دونوں نظام تعلیم ختم کر دیے جائیں جو اب تک ہمارے یہاں رائج ہیں۔ پرانا مذہبی نظام تعلیم بھی ختم کیا جائے اور یہ موجودہ نظام تعلیم بھی، جو انگریز کی رہ نمائی میں قائم ہوا تھا۔ ان دونوں کی جگہ ہمیں ایک نیا نظام تعلیم بنانا چاہیے جو ان نقائص سے پاک ہو اور ہماری ان ضرورتوں کو پورا کر سکے جو ہمیں ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے اس وقت لاحق ہیں۔"(۳)

اسلامی نظام تعلیم سے متعلق ایک سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا:

" اسلامی نظام تعلیم سے مراد ایسا نظام تعلیم ہے جس میں تعلیمی نصاب کے جملہ اجزاء کو اسلامی اصول و نظریات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہو۔ معلمین و متعلمین دونوں کی دینی و اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا گیا ہو اور عربی زبان اور کتاب و سنت کی ضروری و اساسی تعلیمات کو نظام تعلیم کا جزءِ لازم قرار دیا گیا ہو۔"(۴)

اس سے واضح ہے کہ آئیڈیل اور معیاری نظامِ تعلیم تو وہی ہے جو مولانا مودودی نے پیش کیا ہے۔ اس میں بہت ہمہ گیری اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ اس سے دین و دنیا کی دوئی ختم ہوتی ہے۔ اس کے تحت ابتدائی اور ثانوی مراحل میں تمام طلبہ تمام ضروری مضامین پڑھتے ہیں، خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی۔ اس طرح انھیں اپنے دین سے متعلق

---

(۱) تعلیمات، ص: ۷۰

(۲) ایضاً، ص ۲۴

(۳) اسلام کا نظام تعلیم: ص ۱۳

(۴) رسائل و مسائل، المنار بک سینٹر، لاہور، ۱۹۸۴: ج ۵، ص: ۳۹۷

بنیادی اور ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور وہ جدید تعلیم سے بھی بہ خوبی آشنا ہو جاتے ہیں۔ آگے کے مرحلے میں اختصاصی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے اور ہر طالب علم اپنے ذوق، مزاج اور دلچسپی کے اعتبار سے اس کا انتخاب کرتا اور اس میں کمال پیدا کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسا نظامِ تعلیم برپا کرنا، اس کے مطابق تمام مراحل میں ہر مضمون کا نصاب تیار کرنا اور ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنا، جن میں ان کی تدریس ہو سکے، جماعتوں اور تنظیموں کے بس کی بات نہیں، بلکہ یہ اسلامی ریاست کا کام ہے۔ موجودہ دور میں یہ کام بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس تصورِ تعلیم کو نصب العین بنایا جاسکتا ہے اور اس کے حصول کے لیے عملی اقدامات بھی کیے جاسکتے ہیں، لیکن جب تک اپنی کامل ترین صورت میں اس کا حصول ممکن نہ ہو، قابلِ عمل صورت وہی ہے جس کا تذکرہ علامہ شبلی نے کیا ہے، یعنی دونوں طریقہ ہائے تعلیم میں اصلاحات کی جائیں، ان کی خامیوں کو دور کیا جائے اور ان میں مفید اجزاء شامل کیے جائیں۔ علامہ شبلی کی بعض تحریروں سے بھی اس وسیع تصوّرِ تعلیم کا اشارہ ملتا ہے۔ انھوں نے ۱۹۱۹ء میں ریاست حیدرآباد کی مشرقی یونیورسٹی (دار العلوم) کے لیے نصاب تجویز کرنے کے ساتھ لکھا تھا:

"چونکہ ریاستی نظام بہت وسیع ہے۔۔۔ اس کو موقع ہے کہ موجودہ طریقۂ تعلیم کے علاوہ ایک ایسا خاص سلسلۂ تعلیم بھی قائم کرے جس میں انگریزی تعلیم کے ساتھ اسلامی علوم اور اسلامی تاریخ بھی شامل ہو اور جس کے تعلیم یافتہ گویا دونوں قسم کی تعلیم کا مجموعہ ہوں۔ اس قسم کی تعلیم کا انتظام دار العلوم میں ہو سکتا ہے۔"(۱)

مجوّزہ نصاب تعلیم: علامہ شبلی اور مولانا مودودی نے بعض تعلیمی اداروں کے لیے نصاب ترتیب دیا تھا۔ ان کا تقابلی مطالعہ دلچسپی کا حامل ہے۔ اول الذکر نے حیدرآباد کی مشرقی یونیورسٹی (دارالعلوم) کے نصاب کا تنقیدی جائزہ لیا اور اس کی اصلاح کے لیے درج ذیل سفارشات کیں:

- قرآن مجید کی تعلیم کا حصہ نہایت کم ہے۔ اسے بڑھایا جائے۔
- عربی ادب کا حصہ نہایت کم ہے۔ اس میں اضافہ کیا جائے۔
- انشاء پردازی اور مضمون نگاری کی مشق کے لیے خاص گھنٹے مقرر کیے جائیں۔
- عقائد و کلام کی بلند پایہ کتابیں شامل کی جائیں۔
- تاریخ اسلام اور تاریخ عام کی کتابیں شاملِ نصاب کی جائیں۔
- علوم جدیدہ کی بعض کتابیں شامل کی جائیں۔

---

(۱) مقالات شبلی، سوم، ص: ۱۵۷

- انگریزی زبان بطور سیکنڈ لینگویج لازمی قرار دی جائے۔(۱)

مولانا مودودی نے مسلم یونیورسٹی کی مجلس اصلاح نصاب دینیات کو نصاب کے سلسلے میں جو تجاویز بھیجی تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

- مسلم یونیورسٹی کے حدود سے فرنگیت کا کلی استحصال کرکے اسلامی تہذیب کا تحفظ کیا جائے۔
- مسلم یونیورسٹی کے معلمین ایسے مقرر کیے جائیں جو ظاہری و باطنی طور سے مسلمان ہوں۔
- یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کی تعلیم لازمی ہو۔
- ہائی اسکول کی تعلیم میں طلبہ کو تمام بنیادی اسلامی عقائد و تصورات، تاریخ، فنون اور اسلامی ادب و ثقافت کی تعلیم لازماً دی جائے۔
- ہر فن کے سلیبس میں اسلامی نظریات و تعلیمات کو اس طرح پیوست کر دیا جائے کہ وہ اس کا جزء لاینفک بن جائے۔
- اختصاصی تعلیمات میں علوم اسلامیہ کو بھی شامل کیا جائے۔
- بی ٹی ایچ اور ایم ٹی ایچ کرانے کے بجائے اسلامی علوم کو متعلقہ علوم کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔
- علوم اسلامیہ میں ریسرچ کا ایک مستقل شعبہ ہو۔(۲)

مولانا مودودی نے اصلاح تعلیم کے سلسلے میں پاکستان کے قومی تعلیمی کمیشن کو جو تجاویز بھیجی تھیں ان میں بھی ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کا عملی نقشہ شامل تھا اور ہر مرحلہ کے لیے مضامین اور طریقۂ تعلیم کی نشان دہی کی گئی تھی(۳)

علامہ شبلی نے علماء کے لیے انگریزی زبان سیکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ وہ تحریک ندوۃ العلماء سے وابستہ ہوئے اور اس کے تحت دارالعلوم کے قیام کی تجویز کی تائید کی تو ساتھ ہی نصاب میں انگریزی شامل کرنے پر زور دیا۔ پھر جب وہ دارالعلوم کے معتمد تعلیم بنائے گئے تو انھوں نے عملاً انگریزی کو نصاب میں شامل کروایا۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ ایسے علماء تیار ہوں جو انگریزی جاننے والوں کے درمیان انگریزی میں گفتگو کر سکیں اور اسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کر سکیں۔ ایک موقع پر انھوں نے فرمایا:

---

(۱) مقالات شبلی، ص: ۱۵۹

(۲) تعلیمات، ص۲۸۔۳۶

(۳) اسلامی نظام تعلیم، ص۱۷۔۲۸

"عالم یافاضل کے درجے کے بعد ضرور ہے کہ چند طلبہ کو دو برس تک خالص انگریزی زبان سکھائی جائے، تاکہ انگریزی زبان میں تحریر اور تقریر کا ملکہ ہو اور ایسے علماء پیدا ہوں کہ یورپ کی علمی تحقیقات کو اسلامی علوم میں اضافہ کر سکیں اور انگریزی داں جماعت کے مجمع میں انہی کی زبان اور خیالات میں اسلامی عقائد اور مسائل پر تقریر کر سکیں۔"(۱)

مولانا مودودی کو بھی انگریزی زبان کی اہمیت کا احساس ہے، لیکن وہ اسے ذریعۂ تعلیم بنانے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک طلبہ کی مادری زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانا چاہیے۔ ان کا خیال ہے:

"جہاں تک انگریزی زبان کی تعلیم کا تعلق ہے، جدید علوم کے حصول کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت کا کوئی شخص بھی انصاف کے ساتھ انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بات بہ ہر حال غلط ہی نہیں، سخت نقصان دہ ہے کہ یہ ہمارے ہاں ذریعۂ تعلیم کے طور پر جاری رہے۔۔۔ انگریزی کو ایک اہم زبان کی حیثیت سے شاملِ نصاب ضرور رکھنا چاہیے اور جو لوگ سائنس اور دوسرے جدید علوم حاصل کرنا چاہیں ان کے لیے اس زبان کو سیکھنا لازم بھی کیا جا سکتا ہے، مگر اسے ذریعۂ تعلیم بنائے رکھنا انتہائی غلط فعل ہے۔"(۲)

مولانا مودودی عالم اسلام کے مفکر مانے جاتے ہیں اس وقت پوری اسلامی دنیا میں ان کے خیال سے مستفیض ہو رہی ہے، ان کی جہاں دیگر خدمات ہیں وہاں ان کی تعلیمی خدمات بھی لازوال ہیں۔ انھوں نے تعلیم کی ایسی راہیں دکھائی ہیں جن سے استفادہ کر کے اس وقت کے کئی معاشرتی روگ دور کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس وقت ان کے کام کی بجائے ان کے نام سے زیادہ استفادہ ہو رہا ہے۔ اگر ان کے کام کو سمجھ کر آج استفادہ کیا جاتا تو اسلامی دنیا میں آج مزید بہتری ملتی مثلاً مقاصد تعلیم کی طرف ان کی راہنمائی کے باوجود ان کے نام پر بننے والے وفاق المدارس کے نصاب کا جائزہ لیا جائے تو ساری بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی تناظر میں رابطہ المدارس کا نصاب اصل عکس برائے جماعت ثانویہ عامہ و ثانویہ خاصہ (میٹرک، ایف اے) اس طرح سے ہے۔ جسے دیکھ کر سارے نصاب رابطۃ المدارس کی طرز تدوین عیاں ہو جاتی ہے۔

نتیجہ: متذکرہ نصاب رابطہ المدارس، مولانا مودودی اور شبلی نعمانی کے خیالات کا تجزیہ مقاصد تعلیم کے تناظر میں کرنے سے احساس ہوتا ہے کہ یہ نصاب مولانا مودودی کے خیالات سے بے خبر ہے۔ یہ نصاب مرتب کرتے ہوئے تنظیم المدارس، دیگر وفاق المدارس اور قومی نصاب اسلامیات کی نقل کر کے تیار ہوا ہوا محسوس ہو رہا ہے جو ایک

---

(۱) اسلامی نظام تعلیم، ص ۱۶۰۔۱۶۱

(۲) ایضاً، ص ۳۶

کورس سٹڈی کی مانند ہے۔ اس وفاق کے نصاب کو مولانا مودودی کے ہمہ جہت اسلامی تعلیم سے منسوب نہیں کیا جا سکتا جو مقاصد تعلیم کے حصول سے بے خبر ہے۔ اس نصاب میں لاہور بورڈ برائے صوبہ پنجاب، پشاور بورڈ برائے صوبہ سرحد، کراچی بورڈ برائے صوبہ سندھ اور کوئٹہ بورڈ برائے صوبہ بلوچستان کی کتب جماعت وار سولہ سالہ تعلیمی دورانیہ کے لیے تمام ملک میں اپنے اپنے صوبہ میں کتب ریاضی، سائنس، معاشرتی علوم دیگر سائنسی و معاشرتی علوم کے مضامین وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا کے نظریات کو نہ سمجھنا ہی ان بورڈوں کا مرہون منت کرتا ہے۔

فصل سوم: مقاصد تعلیم اور نصاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان

پہلے نصاب بنات پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد مقاصد تعلیم کے تناظر میں ماہرین تعلیم کی آراء میں تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ کوشش یہ رہے گی کے علماء دیوبند کی آراء تک پہنچنے کے زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔ نیز درس نظامی کا مختصر سا تاریخی نقشہ بھی اس فصل میں زیر بحث رہے گا نیز وفاق المدارس العربیہ نے اپنے نصاب میں چند نکات بھی ذکر کیے ہیں جو مقاصد تعلیم کے ہم معنی کہے جاسکتے ہیں ان کا بھی تنقیدی جائزہ شامل رہے گا۔ مقصود نظر صرف مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے نصاب کا جائزہ لینا ہے اس لیے طوالت سے بچنے کے لیے ہو بہو صرف نصاب بنات ہی کو پیش کیا جائے گا۔

چھے سالہ نصاب تعلیم بنات وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(منظور کردہ اجلاس مجلس عاملہ و شوریٰ ۲۳ رجن المرجب ۱۴۳۶ ابمطابق ۱۳ مئی ۲۰۱۵) (۱)

ثانویہ خاصہ				عالیہ			
سال اول		سال دوم		سال اول		سال دوم	
مضمون	تفصیل	مضمون	تفصیل	مضمون	تفصیل	مضمون	تفصیل
ترجمہ و تفسیر حفظ و تجوید	ترجمہ و مختصر تفسیر پارہ عم۔ خلاصۃ التجوید حفظ ربع آخر پارہ عم	ترجمہ و تفسیر حفظ	ترجمہ و مختصر تفسیر سورۃ یونس تا اختتام سورۃ عنکبوت۔ سورۃ یٰسین حفظ	ترجمہ و تفسیر حفظ	ترجمہ و مختصر تفسیر سورۃ روم تا اختتام سورۃ مرسلات۔ سورۃ واقعہ، سورۃ ملک حفظ	ترجمہ و تفسیر حفظ	ترجمہ و مختصر تفسیر سورۃ
حدیث	جوامع الکلم (مؤلانا مفتی محمد شفیع) زاد الطالبین ترکیب باب اول	فقہ	مختصر القدوری ابتدا تا اختتام کتاب الحج	حدیث	ریاض الصالحین از ابتدا تا کتاب الفضائل	حدیث	مشکاۃ جلد اول مقدمہ شامل نہیں

(2)www.wifaqulmadaris.org

فقہ و سیرت	تعلیم الاسلام مکمل تاریخ اسلام حصہ سوم (مولانا محمد میاں)	اصول فقہ	اصول الشاشی فقط کتاب اللہ آسان اصول فقہ	فقہ	مختصر القدوری مع سوائے کتاب العتاق تا کتاب الفرائض	حدیث و اصول حدیث	مشکاۃ جلد ثانی مع خیر الاصول
صرف	علم الصرف ج ۱، ۲، ۳۔ مع اجزا از تمرین الصرف	صرف	علم الصیغہ ماسوائے باب چہارم مع خاصیات ابواب از علم الصرف حصہ چہارم	اصول فقہ و میراث	نُور الانوار بحث سنت و اجماع سراجی تا ختم باب الرّد	فقہ	ھدایہ جلد اول
نحو	ا۔ علم النحو مع اجزا از تمرین النحو۔ تسہل النحو۔ ۲۔ عوامل النحو با ترکیب	نحو	ہدائۃ النحو	البلاغہ	دروس البلاغہ مکمل	اصول فقہ	مختصر اسلام اور تربیت اولاد (ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید)
ادب	الطریقۃ العصریہ ج ا۔ عربی کا معلم حصہ اول، دوم	نحو و منطق	شرح مائۃ عامل نوع تیسیر المنطق	ادب عربی و عقائد	مختارات، حصہ اول (ابو الحسن علی ندوی) عقیدۃ الطحاویہ (متن)	عقائد و اصول تفسیر	شرح عقائد، عذاب قبر تا آخر۔ علوم القرآن حصہ اول باب اول و دوم (مفتی تقی عثمانی)

عالمیہ

سال اول		سال دوم	
مضمون	تفصیل	مضمون	تفصیل
تفسیر	تفسیر جلالین سورہ بقرہ و نساء ، سورہ النُور، الطلاق، التحریم معہ سورہ فاتحہ	حدیث	صحیح بخاری، ج، اول ۴ ابواب
اصول حدیث و اصول تفسیر تربیت اولاد	تیسیر مصطلح الحدیث (دکتور محمود الطحان)	حدیث	صحیح بخاری، ج، دوم، ۴ ابواب

فقہ	ہدایہ جلد ثانی کتاب النکاح ،کتاب الطلاق تا آخر کتاب الایمان	حدیث	صحیح مسلم ج۔اول : کتاب الایمان و از کتاب النکاح تا آخر کتاب
حدیث	طحاوی کتاب الصلوٰۃ تا کتاب الجنائز	حدیث	صحیح مسلم ج دوم کتاب الفضائل و کتاب الزہد
حدیث	جامع ترمذی ج ۲ کتاب العلل	حدیث	ابو داؤد شریف ،ج،دوم ۵ کتب
حدیث	سنن ابو داؤد ج اما سوائے کتاب الصوٰۃ	حدیث	جامع ترمذی ج اول مکمل

(۱)

نصاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور مقاصد تعلیم

گزشتہ تنظیم المدارس کے نصاب کے ذیل میں طلبہ کے نصاب کا اصلی عکس پیش کر دیا گیا ہے۔ اس فصل میں طوالت سے بچنے کے لیے وفاق المدارس العربیہ کا نصاب طالبات، نصاب کے مقاصد اور مقاصد تعلیم کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ مقاصد تعلیم کے تناظر میں دیکھنے سے احساس ہوتا ہے کہ تمام متذکرہ وفاق المدارس کے نصابات میں باہم اتنا بڑا فرق نہیں پایا جاتا جس میں کہ مقاصد تعلیم اور نصابات میں ہم آہنگی کا اظہار کیا جاسکے۔ تاریخ میں اس وفاق المدارس نے ایسی تعلیم و تربیت کا انداز اختیار کیے رکھا جس سے ایسی شخصیات پیدا ہوئیں کہ پوری دنیا میں ان کا مقام و مرتبہ اہل علم نے تسلیم کیا۔ اب تاریخ اور حال کے مدرسہ دیوبند اور اس کی شاخیں جو اس وقت تقریباً سارے برصغیر میں موجود ہیں اور پاکستان میں بھی تعداد کے لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مدارس کا نصاب، **نصاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان** کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس نصاب کو ملا نظام الدین(۲) جو کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ہم عصر تھے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ نصاب "درس نظامی کہلاتا ہے" جو تمام وفاق المدارس میں معمولی تبدیلی کے ساتھ رائج ملتا ہے(۳) ۔

---

(1)www.wifaqulmadaris.org

(۲) ملا نظام الدین سہالویؒ متوفی ۱۱۶۱ھ نصاب درس نظامی کے بانی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف: "شرح مسلم الثبوت" "شرح منار مسمی بہ صبح صادق" "حاشیہ صدرا" حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی "شرح تحریر الاصول" ہیں آپ کے نام نظام الدین کی وجہ سے اس نصاب کا نام درس نظامی مشہور ہوا۔(ایضاً ص:۱۹۰)، نظام الدین سہالوی وکیپیڈیا۔ اخذ شدہ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۔

(۳) دینی مدارس کا نصاب و نظام، نقد و نظر کے آئینے میں: ابو عمار زاہد الراشدی، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، ۲۰۰۷، ص ۱۹۳

اس نصاب میں حالات کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہیں اور یہ نصاب زمانے کی ضرورتیں پوری کرتا رہا۔ دراصل یہی ضرورتیں مقاصد تعلیم یا تعلیمی ضرورتیں کہلائی جاتی ہیں۔ جب تعلیم کو سوسائٹی، کمیونٹی یا معاشرہ کے ساتھ ہم ربط کیا جاتا ہے تو فی الواقع تعلیم اور نصاب تعلیم میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ معاشرہ جو بدل رہا ہوتا ہے۔ جب تبدیلیاں نہ ہو رہی ہوں تو یہ سمجھا جانا چاہیے کہ تعلیم زمانے سے بے ربط ہو رہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ مقاصد تعلیم سے پہلو تہی ہے۔ جب مقاصد کو متعین کر کے تعلیم دی جاتی ہے تب ہی تعلیم با مقصد کہلاتی ہے۔ وفاق المدارس العربیہ بھی زمانے کے ساتھ شروع دن سے ہی ہم قدم رہا اور دنیا کے نقشہ پر ایک نمایاں حیثیت میں رہا اور جوں جوں زمانے کی ضرورتوں سے ہٹتا گیا اس پر انگلیاں اٹھنی شروع ہوتی گئیں اس طرح اس ضرورت کو علماء دیوبند نے خود بھی شدت سے محسوس کیا۔ لیکن حالات و واقعات کے پیش نظر یہ نصاب زمانے کے ساتھ اس طرح ہم قدم نہ رہ سکا جس طرح شروع میں تھا کیونکہ شروع میں وفاق المدارس العربیہ میں حسب ضرورت تبدیلیاں ہوتی رہیں جیسے:

"علماء دیوبند نے جب اس نصاب کو اپنایا تو اس میں وقتی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے دو بنیادی تبدیلیاں کیں۔ ایک یہ کہ درس نظامی کے پرانے نصاب میں حدیث شریف کی صرف ایک کتاب، مشکاۃ شریف تھی لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات اور ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے صحاح ستہ کو شامل کیا گیا۔ نمبر دو فقہ حنفی کے مسائل کو ان احادیث سے اخذ کرنے کی تدریس شروع کی"(۱)

چنانچہ اس مدرسہ کی ہی ایک بڑی تاریخی و علمی شخصیت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی درس نظامی میں معاشرتی مطابقت پیدا کرنے کے لیے اس نصاب پر اس طرح کی رائے ملتی ہے:

"یہ میری بہت پرانی رائے ہے اب تو رائے دینے سے بھی دل افسردہ ہے کیونکہ کوئی اس پر عمل ہی نہیں کرتا۔ وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاک خانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں شامل ہونے چاہیے"۔(۲)

اس وقت بھی نصاب کو پڑھانے والے علماء اس بات کے معترف ہیں کہ نصاب کو تعلیمی مقاصد کے حصول کی خاطر تبدیل کیا جانا چاہیے اور اس میں زمانے یعنی عصری علوم کو اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھنا ہو گا اسی تناظر میں ڈاکخانے اور ریلوے کے قواعد مذکور ہیں۔ جیسے مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں:

---

(۱) دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص:۱۹۵۔

(۲) دیکھیے، اشرف علی تھانوی: الاضافات الیومیہ، اسلامک انسائیکلوپیڈیا، اسلامک فاونڈیشن لائبریری تہران۔ ج:۶ص ۴۳۵

" ذہن کی اصلاح اور تعمیر کا اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اپنے نظام تعلیم کے پورے قومی شعور اور صحت مند ذہن کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور اس میں ایسی تبدیلیاں پیدا کی جائیں جو ہمارے اجتماعی مقاصد سے ہم آہنگ ہوں"۔(۱)

لیکن آج نصاب کو دیکھا جائے تو دراصل ایک تعلیمی کورس کی حیثیت میں ملتا ہے۔ اس میں زیادہ تر اسلامی کتب کا ہی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ یہ کتب بغیر کسی شک و شبہّ کے اسلام کی بنیادی کتب ہیں۔ ان کو اسلامی تعلیمات کا بنیادی اقتباس کہا جا سکتا ہے۔ ان کتب سے اس وقت استفادہ کرنے کے لیے زیادہ بہتر یوں ہو سکتا ہے کہ ان اقتباسات سے جدید علوم کو اخذ کر کے ایک جدید اسلامی علوم طلبہ کو پڑھائے جائیں۔ ان کتب کا جتنا مطالعہ کیا جائے کم ہے۔ جب ایک ماہر کسی مہارت کو حاصل کرلے تو اسی طرح کی ہی مہارت آگے دینے کی بجائے اگر اس مہارت کو استعمال میں لاکر مزید مہارتیں پیدا کرنے کی سعی کرے تو زمانے کی ضرورتیں خود بخود پوری ہوتی رہتی ہیں اور یہ مہارتیں ہماری زندگی کو اپنے فلسفہ حیات سے ہم ربط کرنے سے بہتر کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔ اور یہ ہمیں اس وقت ضرورت پڑیں گی جب ہم مقاصد تعلیم کو متعین کر کے تعلیم حاصل کریں گئے۔

وفاق المدارس کا نصاب تعلیم

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا نصاب تعلیم ان بنیادی نکات پر قائم کیا گیا ہے۔

(۱) اسلامی علوم و نبوی وراثت کی حفاظت و اشاعت کرنا۔

(۲) قرآن و سنت کی فہم و تفہیم میں معاون و مددگار فنون میں مہارت۔

(۳) دلیل اور گفت وشنید کے میدان میں اسلام کی حقانیت اور غلبہ کے لیے مواد کی فراہمی۔

(۴) فکری طور پختگی اور عملی طور پر تقویٰ وللّٰہیت

(۵) آئین پاکستان کے تقاضوں پر عمل کے لیے رجال کار کی تربیت۔

(۶) اسلامی تہذیب و اقدار کا فروغ۔

(۷) فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے لیے فکری تربیت۔

(۸) جدید اور ترقی یافتہ دور کے مسائل اور معاملات کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تشریح و تطبیق۔

(۹) عوام الناس کو پیش آمدہ نجی، خاندانی اور کاروباری مسائل کے شرعی حل کے لیے افراد تیار کرنا۔

---

(۱) ہمارا تعلیمی نظام، ص ۱۲۰

(۱۰) قرآن کریم کو حفظ کرانا اور منتخب طلبہ کے ذریعہ قرآن کی دیگر روایات و قراءات کو زندہ رکھنا۔[1]

چنانچہ "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" سے ملحق مدارس و جامعات میں قرآن، قراءات قرآن، تجوید، حدیث، تفسیر، فقہ، سیرت، تاریخ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، عقائد، فلسفہ، منطق، فلکیات، صرف و نحو، بلاغت و ادب سمیت علوم و فنون **عصری تقاضوں کے مطابق پڑھائے جاتے ہیں۔** جبکہ سائنس، ریاضی انگلش اور مطالعہ پاکستان کی میٹرک کے مساوی تعلیم بھی "وفاق" کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ "وفاق" اپنے ملحق جامعات و مدارس کو طلبہ وطالبات **کی کمپیوٹر ٹریننگ** اور دیگر **فنی تربیتوں** کی ترغیب مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے ۱۷ نومبر ۱۹۸۲ء کو "وفاق المدارس"، کی فائنل ڈگری، شہادۃ العالیہ "، کو حوالہ نمبر ۸-۴/ Acad/128 کے تحت ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا ہے۔[2]

تجزیہ و تبصرہ نصاب وفاق لمدارس العربیہ

اس کو زمانے کے ساتھ ہم قدم کرنے سے ہی مقاصد تعلیم کا حصول آسان ہو گا۔ اس نصاب پر تبصرہ زیادہ سے زیادہ علماء دیوبند کے خیالات کی روشنی میں کرنے کی سعی کی گئی جس میں اس کی مناسب تبدیلی ناگزیر ہے:

" لہذا تعلیم کے سلسلے میں سب سے پہلے طرز فکر کے اندر یہ بنیادی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف حصول معاش نہیں بلکہ ذات کی تکمیل، اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصول اور پوشیدہ صلاحیتوں کا نکھار ہے۔ اور ان چیزوں کے ذریعے فرد کو ملک و ملت بلکہ پوری انسانیت کی حقیقی خدمت کے لیے تیار ہونا ہے " ۔[3]

انگریزی اقتدار کے عہد میں ہم پر جو نظام تعلیم مسلط کیا گیا تھا اس میں دوسری خرابیوں کے علاوہ ایک بنیادی خرابی یہ تھی کہ اس میں اسلام کو زندگی کے تمام شعبوں سے کاٹ کر عبادتوں اور نجی زندگی کے چند معاملاتتک محدود کر دیا تھا۔ یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اسلام زندگی کا ایک مکمل نظام ہے اور وہ حکومت ریاست سے لے کر تجارت و معیشت تک زندگی کے ہر شعبے کے لیے اپنی مخصوص تعلیمات اور ہدایات رکھتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جس وقت یہ دین عملی نافذ تھا اس وقت اس وقت نظام تعلیم کا حال بھی یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف اسلامیات کے مضمون تک نہ تھی بلکہ ہر علم و فن کی تعلیم میں اسلام رچا بسا نظر آتا تھا۔[4]

---

(۱) تعارف وخدمات وفاق المدارس العربیہ، ص:۸۔

(۲) ایضاً ص:۱۱۔

(۳) ہمارا تعلیمی نظام، ص ۱۶

(٤) ہمارا تعلیمی نظام، ص۱۷

اس سلسلہ میں مولانا ابو الکلام آزاد ۲۲ فروری ۱۹۴۷ کو لکھنوء میں عربی مدارس کے نصاب کے بارے میں ایک کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے اپنے صدارتی خطبہ میں اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

"میں نے بھی پھٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ کر انہی کتابوں کو پڑھا ہے اور میری ابتدائی تعلیم کا وہ سرمایہ ہیں۔ ایک منٹ کے لیے بھی میرے اندر مخالفت کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا مگر میرا دل اس بارے میں زخمی ہے۔ یہ معاملہ تو ایسا تھا کہ آج سے ایک سو برس پہلے ہم نے اس چیز کو محسوس کیا ہوتا اور اس حقیقت کو تسلیم کیا ہوتا کہ اب دنیا کہاں سے کہاں آگئی ہے اور اس کے بارے میں کیا تبدیلی ہمیں کرنی ہے لیکن اگر سو برس پہلے ہم نے تبدیلی نہیں کی تو کم از کم یہ تبدیلی ہمیں پچاس سال پہلے کرنا چاہیے تھی لیکن آج ۱۹۴۷ء میں اپنے مدرسوں میں جن چیزوں کو ہم معقولات کے نام پر پڑھا رہے ہیں وہ وہی چیزیں ہیں جن سے دنیا کا دماغی کاررواں دو سو برس پہلے گزر چکا۔ آج ان کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں"۔(۱)

اسلامی نصاب تعلیم کی ہمہ جہتی

مقاصد تعلیم کے تعین کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کیوں کر ہو؟ تکمیل مقاصد کے لیے سب سے پہلا وسیلہ موزوں نصاب تعلیم کی تدوین و ترتیب ہے۔ منہاجِ تعلیم پر چل کر ہی طالب علم اور معلم کو منزل ملتی ہے۔ نصاب تعلیم چونکہ نظریہ حیات کے تابع ہوتا ہے، اس لیے اسلامی نصاب تعلیم نے اسلامی نظریہ زندگی کے تمام عناصر کو اپنے دامن میں سمیٹا۔ اسلام کی عالمگیریت نے نصاب تعلیم کو کائناتی وسعت کا حامل اور ہمہ جہتی بنایا۔ اسلام کی دور بینی نے نصاب میں مذہب اور سائنس دونوں کو شامل کیا۔ اسلام کی عاقبت اندیشی نے نصاب میں دینی اور اخلاقی مضامین کو شامل کیا۔ غرض اسلام نے نصاب سازی کے لیے جو اصول فراہم کیے اور ان اصول کے تحت جن علوم کی تفصیل کی تاکید کی، ان میں روح و مادہ، دین و دنیا، انفرادیت و اجتماعیت، ماضی و حال، حال و مستقبل کا فطری نوازی اور اعتدال موجود تھا۔ اسلام نے ایسا نصاب دیا جو تعلیم کو صحیح معنی میں مسلمان بنا دے اور مسلمان کو اس قابل بنا دے کہ وہ خود شناسی، خدا شناسی اور کائنات شناسی کے اوصاف سے متصف ہو۔ اسلامی نصاب تعلیم کے بارے میں پروفیسر حمید احمد خان(۲) لکھتے ہیں:

---

(۱) دینی مدارس کا نصاب و نظام، ص ۱۹۹

(۲) پروفیسر حمید احمد خان (متوفی ۱۹۷۴) ادیب، محقق اور ماہر تعلیم، لاہور میں پیدا ہوئے۔ تحریک خلافت سے متاثر ہو کر حیدر آباد دکن چلے گئے۔ بعد ازاں کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور وہاں سے ایم۔ اے "لٹ" کی سند حاصل کی۔ ۱۹۶۸ء میں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنائے گئے۔ ۱۹۷۱ء میں مستعفی ہو گئے اور مجلس ترقی ادب کے ناظم

"مسلمانوں کے درسی نصاب کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا نقطہ نظر ہمہ جہتی تھا، یک طرفہ نہ تھا۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کہ اسلام کا تصورِ ذات خدا، عین مقتضائے فطرت کے مطابق تھا۔ یہ تصور نہ تو دیو ملا کا واہمہ تھا، نہ اصول منطق کا کوئی استحالہ۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام نے ایک ایسے خالق حقیقی کی حیثیت سے دیکھا، جس کا فرمان عالم عقلی اور عالم اخلاقی دونوں میں یکساں جاری و ساری تھا۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کے تعلیمی نصاب میں کوئی رخنہ، کوئی تناقص نہ تھا۔ اسلام نے عقل و ایمان کو ایک ہی حقیقت کے دو رخ قرار دیا جن کے باہمی تنافر کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اسلامی نصاب درس، دینی اور عقلی علوم کا جامع تھا۔ یہ نصاب ایک ہی کائناتی کل کا جزو تھا۔ اس کے گوشے خالق کائنات کے نُور سے متجلی تھے اور اس کا مزاج بیک وقت دینوی اور اُخروی معنویت سے مستیز تھا"۔(۱)

اسلامی نظام تعلیم میں زندگی کبھی دو یا زیادہ حصوں میں بٹی نہیں رہی بلکہ یہ ہمیشہ ایک وحدت رہی۔ روح، فکر، اخلاق، عمل، ٹیکنالوجی سب تفرقے اور انتشام کے بجائے ایک مرکز کے گرد ایک رشتہ وحدت میں منسلک رہے۔ اس طرح اس میں کبھی دین اور دنیا کی تفریق بھی نہیں رہی۔ روح اور اخلاقی اقدار کی بالادستی کے باوجود تسخیر کائنات اور کار دنیا بہترین طریقے سے انجام دینے کی اقدار بھی پوری شدت کے ساتھ فکر و مزاج کا حصہ رہی ہیں"(۲)

پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نصاب تعلیم کو تاریخی تناظر میں دیکھتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گو دینی تعلیم، پورے نظام کا مرکز و محور تھی لیکن دوسری ضرورتوں سے کسی زمانے میں بھی اور کسی سطح پر بھی صرف نظر نہیں کیا گیا۔ نظام تعلیم میں اگر ایک طرف قرآن، فقہ، منطق اور کلام کو اہمیت دی گئی تھی تو دوسری طرف تاریخ اور طبعیات اور علم ہندسہ اور جغرافیہ کو ایک بنیادی مقام دیا گیا تھا۔ مسلمان اپنے نظام تعلیم کے مسائل پر جس ذہن سے غور کرتے تھے، اس میں جہاں فکر تھی کہ ہر چیز دین کے رنگ میں رنگی ہو وہاں انہیں اس کا بھی خیال تھا کہ اپنے زمانے کے تقاضوں کو وہ پورا کر رہی ہو اور جس کام کے لیے جو علم و مہارت درکار ہے، وہ فراہم کر رہی ہو"(۳)

مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کے خطبات و مقالات کا مجموعہ "تعلیم و تہذیب" مجلس ترقی ادب کے زیر اہتمام شائع ہوا (پروفیسر حمید احمد خان دائرۃ المعارف، مورخہ ۱۹، ۱۲، ۳)

(۱) تعلیم و تہذیب: ڈاکٹر حمید احمد خان، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۵۔ ص:۳۲۶

(۲) احیائے اسلام اور معلم: خرم جامراد، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور۔ ص ۳۶

(۳) اسلامی نظریہ حیات، خورشید احمد، پروفیسر، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۸۲۔ ص:۴۳۸

"انسانی تہذیبوں کے اسلامی دور کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس میں اسلامی تہذیب ایک وحدت کی حامل تھی جس کے گھیرے میں سارے علوم وفنون آتے تھے۔۔مذہب اور سائنس دونوں کی راہیں ایک دوسرے سے گریز نہیں کرتیں بلکہ برابر کی پٹریوں پر گام زن ہیں، جو ابدیت کی آخری حدوں پر پہنچ کر مل جاتی ہیں"۔(۱)

اسلامی نصاب تعلیم کی اساسیات کے تعین کے بعد تعلیم کا سرسری جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں عربی زبان اور قرآن مجید نصاب کا حصہ تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں تفسیر وحدیث، علم الانساب، اسما الرجال، قواعد زبان، عربی محاورات اور جغرافیہ شامل نصاب تھے۔ عباسی دور تک پہنچتے پہنچتے نصاب تعلیم میں قرآن، قرات وتفسیر، حدیث، فقہ، خطاطی، ریاضی، جغرافیہ، تاریخ علم نجوم، نظم، گرامر، کیمیا، فن تعمیر، سنگ تراشی، عسکری فنون اور فن خطابت شامل ہوگئے۔ برصغیر پاک وہند کے اسلامی مدارس میں تفسیر، حدیث، تصوّف، کلام، منطق، فلسفہ، علم نحو، ادب، اصول فقہ، ہیت، ریاضی، طب، اخلاقیات، زراعت اور دوسرے فنی علوم نصاب کا حصہ تھے۔ مضامین کی اس فہرست سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مدارس میں دینی اور دنیاوی، عقلی اور اخلاقی سبھی قسم کے مضامین باقاعدہ پڑھائے جاتے رہے اور یہ بات اسلامی تصور زندگی اور اسلامی تصور کائنات کے عین مطابق تھی اور اسی طرز کی تعلیم سے ہی تعلیمی مقاصد کا حصول ممکن ہے۔

آغاز اسلام میں نصاب تعلیم میں کتب کی بہتات نہ تھی۔ قرآن وحدیث، فقہ، ہیت، علم الانساب وغیرہ شامل نصاب تھے۔ اسلامی فتوحات کے ساتھ ہی جب علماء مرکز اسلام نے نکل کر مختلف شہروں میں منتقل ہوئے اور انہوں نے اپنے الگ تعلیمی مراکز قائم کئے تو نصاب، عالم کی شخصیت اور اختصاص مضمون یا فن انہیں پڑھا دیتا۔ اس طرح طالبان علم تعلیمی سفر کے وسیلے سے مختلف علماء سے مختلف مضامین کی تحصیل کرتے اور نصاب تعلیم کو مکمل کرتے رہتے تھے۔ آغاز اسلام میں نصاب کے تصور اور نوعیت کے بارے میں مزید ملاحظہ فرمائیں:

"نصاب کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں پوری صحت کے ساتھ بیان کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ہمارے پاس جو مختلف اور محدود مواد ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی جگہ معینہ معلم کے پاس لوگ جاتے تھے اور وہ جو کچھ پڑھا سکتا، اس سے پڑھتے"۔(۲)

---

(۱) نظریہ وفلسفہ تعلیم اسلامی، حکیم، محمد سعید، ہمدرد فاونڈیشن، کراچی، ۱۹۸۵۔ ج ۲ ص: ۹۲، ۹۵

(۲) عہد نبوی کا نظام تعلیم، ص: ۷۸، ۷۹

یہ حالت زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ حدود سلطنت وسیع ہوئیں۔ مسجدوں کی جگہ مکاتب نے لے لی۔ سرکاری نجی تعلیمی ادارے کھل گئے۔ علوم کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ بڑے بڑے کتب خانے قائم ہوئے۔ اب مدارس کو تدوین نصاب کا مسئلہ درپیش تھا۔

مختلف ادارے اپنی فضیلت اور تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے اعلیٰ تر اور کامل و اکمل نصاب بنانے اور اسے پڑھانے کا اہتمام کرنے لگے۔ اس طرح اسلامی نصاب تعلیم کے مختلف ماڈلز وجود میں آئے۔ ہر ماڈل اپنے دور کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا دعویٰ رکھتا تھا۔ تاہم نصاب تعلیم میں اجتہادی کوششوں کے نتیجے میں تعلیم پر کھل کے تنقید بھی کرتے رہے اور اور موزوں تبدیلی اور تجدید کے لیے تجاویز بھی پیش کرتے رہے۔ اکثر ماہرین نے تو باقاعدہ متبادل نصاب بھی پیش کئے۔

امام غزالی پہلے مسلمان مفکر تھے، جنہوں نے نصاب تعلیم کو لازمی مضامین اور اختیاری مضامین کے تصور سے آشنا کیا۔ اسی طرح انہوں نے علوم شریعیہ کے ساتھ علوم دنیویہ کو شامل نصاب کرکے پہلی بار اسلامی مدارس میں دنیوی تعلیم، فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو باقاعدہ رواج دیا۔ اور اس طرح دین اور دنیا، روح اور مادہ کے تناقض کو دور کیا۔ اسی طرح انہوں نے اختصاص کے تصور کو بھی زیادہ واضح اور جاندار انداز میں پیش کیا۔ بابائے عمرانیات ابن خلدون نے علوم کی دو بڑی قسمیں کیں۔ پہلے طبعی علوم یا علوم عقلیہ جن کی ، افادیت کے لحاظ سے ترتیب یہ ہے: منطق ، حساب ، ہندسہ ، ہیت، موسیقی، طبیعیات ، الٰہیات دوسرے تقلیدی علوم یا علوم نقلیہ ، جن میں دینی اور شرعی علوم شامل ہیں۔ تفسیر، قرات، حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، لغت، صرف و نحو اور ادب۔ ابن خلدون نے سحر و طلسمات، فلسفہ، نجوم اور کیمیا کو مشروط طور پر غیر مفید علوم کے خانے میں رکھا۔ انہوں نے نصاب کے لیے پیشہ ورانہ علوم مثلاً موسیقی ، مصوری، نقاشی، فن حرب و غیرہ بھی تجویز کئے۔ ابن خلدون نے علوم یا مضامین کی تدریس کے لیے ترجیحی اعتبار سے درجہ بندی اس طرح کی۔۔۔ مادری زبان، حساب ، قرآن ، اصول فقہ، حدیث، بحث و مناظرہ، فن شعر۔(۱)

شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے زمانے کے مروجہ نصاب کے عدم تناسب اور بوجھل پن کو دیکھتے ہوئے آسان اور مختصر ترین نصابی ماڈل پیش کیا۔

پہلے صرف و نحو کے تین تین یا چار چار مختصر رسالے پڑھائے جائیں۔ دینی نصاب میں تاریخ کی کوئی کتاب پڑھائی جائے، اس سے عربی رواں پڑھنے کی مشق بھی ہو جائے گی

---

(۱) مزید تفصیل دیکھیے: اسلام کا نظام تعلیم: ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی، کاروان ادب لاہور، ۱۹۹۳۔ ص:۵۸

حدیث۔ موطا امام مالک پڑھائی جائے۔

قرآن مجید۔ صرف رواں ترجمہ پڑھادیا جائے۔

تفسیر۔ جلالین پڑھائی جائے۔

حدیث۔ صحیحین میں سے ایک کتاب رواں پڑھائی جائے۔

فقہ۔ عقائد اور تصوّف پر متوسط کتابیں پڑھائی جائیں۔

معقولات۔ کتب دانش مندی جیسے شرح ملا جامی، قطبی وغیرہ پڑھائی جائیں۔

ایک روز مشکوٰۃ اور دوسرے روز اس کی شرح پڑھائی جائے۔

سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکومت تک، برصغیر پاک وہند میں فارسی سرکاری زبان رہی۔ ایران کے بعد ہندوستان کو فارسی کا گھر سمجھا جاتا تھا۔ فارسی کے نصاب تعلیم کے بارے میں دیے ہوئے نصابی ماڈل کو مختصر کر کے پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ فقہ۔ آسان فارسی زبان میں فقہ کے مختصر رسالے پڑھانا اور یاد کروانا جیسے خلاصہ کیدانی۔

۲۔ اخلاق۔ اخلاقیات، اقتصادیات، سیاسیات، شہریت، کی کتابیں جیسے اخلاق ناصر، اخلاق جلالی، اخلاق محسنی۔

۳۔ تاریخ۔ تاریخی کتب اور کتب قصص۔

۴۔ ادب۔ فارسی نظم ونثر۔

۵۔ رقعات۔ موجود مجموعہ خطوط کے نمونے پر خطوط نویس، سرکاری مراسلت، عدالتی اور قانونی دستاویزات بنانا۔

۶۔ طومار خوانی۔ مختلف کاتبوں کی تحریروں کو پڑھنے کی اہلیت اور مشق۔

۷۔ علم الحساب۔ حساب، ہندسہ، مساحت، دفتری حسابات، خانگی حسابات۔

۸۔ خوش نویسی۔ تختی پر مفرد حروف اور مرکبات لکھنا، آخر میں طغریٰ نویسی کی مشق۔(۱)

سہالی ضلع سلطان پور (اودھ) کے رہنے والے ملا قطب الدین نے نیا نصاب تشکیل دیا۔ نصاب میں ہر مضمون کی ایک ایک کتاب شامل تھی۔ ان کے بیٹے ملا نظام الدین نے اس نصاب کی تعمیر نو کی اور یہ نصابی ماڈل، درس نظامی کہلایا۔ درس نظامی میں شامل مضامین اور کتب کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔

---

(۱) الطاف القدس، ص:۹۵:۸۲

۱) صرف (میزان، منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدہ، فصول اکبری، شافیہ)

۲) نحو (نحو میر، شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، کافیہ، شرح جامی)

۳) منطق و فلسفہ (صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی مع میر، مسلم العلوم)

۴) حکمت (میبذی، صدرا، شمس بازغہ)

۵) ریاضی (خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس و مقالہ اولیٰ، تشریح الافلاک، رسالہ توشجیہ، شرح چغمنی (باب اول

۶) بلاغت • مختصر معانی، مطول)

۷) فقہ (شرح وقایہ (اولین) ھدایہ (آخرین)

۸) اصول فقہ (نُور الانوار۔ توضیح تلویح، مسلم الثبوت)

۹) کلام (شرح عقائد، نسفی، شرح عقائد جلالی، میز اراحد، شرح مواقف)

۱۰) تفسیر (جلالین، بیضاوی (سورۃ بقرہ)

(۱۱) حدیث (مشکاۃ المصابیح)(۱)

سر سید احمد خان نے "کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان" کے اوّل سیکرٹری کی حیثیت سے جو رپورٹ پیش کی، اس میں اسلامی اداروں کے لیے تعلیم عام اور تعلیم خاص کی شکل میں باقاعدہ نصاب بھی مدون کیا۔ اس متوازن اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نصابی ماڈل کو مختصر کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

۱) دنیات (فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، علم سیر، علم عقائد)

۲) علم ادب (زبان دانی اور انشائی پردازی، اُردو، فارسی، انگریزی، لاطینی۔) تاریخ جغرافیہ، علم اخلاق، علم قوائے انسانی، منطق، فلسفہ، سیاست مدن، علم انتظام)

۳) علم ریاضی (حساب، جبر و مقابلہ، ہندسہ)

۴) طبعیات (علم سکون، حرکت، آب ہوا، مناظر، برق، ہیت، آواز، حرارت، نیچر، فلاسفی)

تعلیم خاص کے لیے انجینئرنگ، علم حیوانات، اینا ٹومی، زولوجی، باٹنی، جیالوجی، منزالوجی، کیمسٹری شامل نصاب ہوں گے۔ ان کی تفریق اور ان کی مقدار کا تعین ہر ایک درجہ تعلیم کے لیے جدا جدا ہو گا۔(۲)

---

(۱) ہندو پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت: سید محمد سلیم، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۰۔ ص: ۱۱۴، ۱۱۵۔

(۲) مقالات سر سید (حصہ ہشتم) محمد اسماعیل پانی پتی (مرتب) ص: ۷۷۹

علامہ اقبالؒ بھی نصاب تعلیم میں دین و دنیا اور انفس و آفاق کو مناسب توازن کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے ۱۹۱۰ء میں خطبہ علی گڑھ میں مثالی دار العلوم کا جو خاکہ پیش کیا، اس میں متوازن نصاب کی جھلک ملتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''اسلام میں دین و دنیا کی کوئی تفریق نہیں۔ آیات الٰہیہ کا ظہور جس طرح انفس میں ہو رہا ہے، اسی طرح آفاق میں بھی ہے۔ اس لیے ان سے متعلق علوم کی علیحدہ علیحدہ تعلیم دینے کا کوئی جواز نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دونوں علوم کی مربوط اور منظم تعلیم کا انتظام ایک ہی ادارے میں کیا جائے''(۱)

اصول کُلیت پر عمل کرتے ہوئے اقبال نے فلسفیانہ مضامین، ادبی وفنی مضامین، تجرباتی و سائنسی مضامین، میٹا فزکس اور تاریخ کو نصاب میں خاص اہمیت دی۔

ان نصابی ماڈلز کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تقابلی جائزہ سے نصاب کے ارتقاء کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہر ماڈل کے قوی اور ضعیف عناصر کا ادراک کیا جاسکے۔ آج کل جو نصاب دینی مدارس میں رائج ہے، اس کے معقولات کے حصے کو یقیناً دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید بنانے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو موجودہ دور کے علماء حکماء نے محسوس کیا ہے اور اس نصاب میں دوررس تبدیلیاں بھی تجویز کی ہیں۔ ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

''ہم معقولات کی تعلیم میں ساری دنیا سے ڈیڑھ سو برس پیچھے ہمیں زمانہ کی رفتار کو پیش نظر رکھنا ہی پڑے گا۔ زمانہ سے قدامت پرستی ہمیشہ لڑتی رہی ہے۔ قدامت پرستی نے جب ہتھیار اُٹھایا، کشمکش تو ضرور ہوئی، مگر قدامت پرستی ہاری اور وقت جیتا، ہم وقت سے لڑ نہیں سکتے''۔(۲)

جمال الدین افغانی، درس نظامیہ کے نصاب کو جب عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں دیکھتے، تو طنزیہ انداز میں فرماتے ہیں:۔

''عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے علماء ''صدریٰ'' اور ''شمس بازغہ'' پڑھ کر اپنے آپ کو فخریہ طور پر حکیم کہتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ وہ اپنے سیدھے اور بائیں ہاتھ میں تمیز نہیں کرسکتے اور نہ یہ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا ہیں، کیوں ہیں، ہم کو کیا ہونا چاہیے اور کرنا چاہیے؟ عجب تربات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامنے لیمپ رکھ کر اوّل شب سے لے کر شمس

---

(۱) اقبال بحیثیت مفکر تعلیم: بختیار حسین صدیقی، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۸۳۔ ص ۵۵

(۲) پاکستان میں تعلیم و تدریس: گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، ۱۹۸۳۔ ص ۲۹۱

بازغہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ بھی غور نہیں کرتے کہ لیمپ کی چمنی نکالی جائے تو وہ دھواں زیادہ کیوں دیتا ہے اور اس پر رکھ دی جائے تو وہ دھواں کیوں نہیں دیتا۔ پتھر پڑیں ایسے حکیم پر اور ایسی حکمت پر"۔(۱)

جملہ معترضہ کے طور پر موزوں نصاب اس طرح کا ہونا چاہیے:

(الف) تخفیف۔ یعنی نصاب مختصر ہو، جس کی فراغت و حصول میں بہت زیادہ عرصے کی ضرورت نہ ہو۔

ب) تیسیر۔ یعنی نصاب میں مندرجہ کتابیں سہل و سلیس زبان میں ہوں۔ پیچیدہ اور دقیق نہ ہوں۔

ج) محمود اثبات یا اصلاح و ترمیم۔ یعنی بعض غیر اہم فنون کو ساقط کر کے جدید مفید علوم کا اضافہ کیا جائے۔(۲)

ایک مسلم ماہر تعلیم نصاب تعلیم اسلامی کا درج ذیل خاکہ تجویز کرتے ہیں۔

۱۔ لازمی مضامین:

(الف) وہ تمام مضامین اور ان کے اجزاء جو اخلاق و کردار کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کر سکیں یعنی منقولات کا ایک معتدبہ حصہ۔

ب۔ وہ مضامین جن کی متعلم کو معاشرتی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔

ج۔ وہ مضامین جو آگے چل کر اس کے شعبہ اختصاص کی بنیاد کا کام دے سکیں۔

۲۔ اختیاری مضامین:

(الف) ہر قسم کے مضامین، جن کا تعلق معقولات سے ہو اور طالب علم، مقررہ حدود کے اندر، اپنی مرضی سے ان کا انتخاب کر سکے۔

(ب) اعلیٰ مدارج میں وہ انہی میں سے کسی ایک میدان کار میں اختصاص کے لیے کام کر سکتا ہے۔(۳)

تجزیہ

وفاق المدارس العربیہ سے کئی علماء فارغ التحصیل ہوئے۔ اب بھی اس وفاق کے ملحقہ مدارس اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ مقاصد تعلیم کے تناظر میں اس وفاق سے ملحقہ ادارہ بنُوری ٹاؤن کراچی عصری علوم میں بھی نسبتاً خاصی

---

(۱) پاکستان میں تعلیم و تدریس، ص۲۹۱

(۲) تعلیم اور معاشرتی تبدیلیاں: ڈاکٹر ایم اے عزیز، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۸۳۔ ص۲۹۱:۲۹۲

(۳) تعلیم اور معاشرتی تبدیلیاں، ص:۳۰۱

دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی عصری علوم کو وہ جگہ نہیں مل رہی جو ملنے سے مقاصد تعلیم کا حصول آسان ہو سکے۔ اس وفاق کے نصاب کو بھی مقاصد تعلیم کے تناظر میں دیگر نصاب سے کوئی خاص قدر نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ دنیاوی علوم کو دینی بنانے کی کاوش بہت کم ہے۔ سوائے اس کے کہ اسلامی بنکاری کی کوشش ایک بڑی خبر ہے لیکن یہ انفرادی کوشش کہی جاسکتی ہے بحیثیت مجموعی نصاب میں اس طرف پیش رفت نہیں مل رہی۔ اس نصاب کے مقاصد اور مقاصد تعلیم کا تجزیہ کرنے سے اس نصاب کی ساری صورتحال سمجھنے کے قابل ہوا جاسکتا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ نے چند نکات متعین کیے ہیں جن کی روشنی میں نصاب وفاق المدارس مرتب کیا گیا ان نکات کو دیکھنے سے احساس ہوتا ہے کہ یہی مقاصد نصاب ہیں۔ ان نکات کے ذیل میں مقاصد تعلیم کے حصول کی ممکنات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

نمبرا۔ اسلامی علوم اور نبوی وراثت کی حفاظت واشاعت کرنا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ نبوی وراثت علماء ہی کی ہے العلماء وارثۃ الانبیا اور انہی علماء کی قربانیوں محنتوں کا ثمرہ ہے کہ آج ہم بحثیت مسلمان دنیا کے نقشہ پر ایک ایٹمی طاقت کی حیثیت سے موجود ہیں۔ ورنہ ساؤتھ افریقہ کی طرح ہماری حیثیت بھی مختلف ہوتی۔ علماء نے ہی یہ درس دیا کہ علم کی کوئی انتہا نہیں جتنا زیادہ علم ہو گا اتنا ہی کم۔ ایک سکالر کی حیثیت سے یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ انبیا کی وراثت سنبھالنا بڑا جان جوکھا کام ہے صرف مرضی کی تعلیم دینے سے ذمہ داری پوری نہ ہو گی۔ اس کے لیے زمانے کے تمام حوادث کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد:

((كلمة الحِكمَة ضَالَة المُومِن يا خُذ هَا حيثُ وجَدَهَا)) ([1])

(دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے 'اُسے جہاں سے بھی مل جائے وہ لے لیتا ہے)

حکمت کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے تمام علوم پر گرفت کرنا ہو گی۔ اور یہی ہماری وراثت ہے۔ اسی تناظر میں:

نمبر ۲۔ قرآن وسنت کی فہم و تفہیم میں معاون و مددگار فنون میں مہارت۔

قرآن سنت کی فہم و تفہیم کے لیے بھی تمام علوم میں دسترس حاصل کرکے ہی مددگار فنون میں مہارت پیدا ہوتی ہے کیوں کہ قرآن وحدیث تمام علوم کا سرچشمہ ہیں اس کے لیے کائنات کو سمجھنے کی کوشش ایک اہم عمل ہے جو بنیادی مقاصد تعلیم میں سے ہے کائنات کو دیکھنا بھی ایک مسلمان کا فرض ہے چونکہ حکم رب دوجہان ہے:

([1]) جامع ترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی، (مترجم مولانا فضل احمد)، دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۷ء۔ رقم الحدیث ۲۶۹۳ ص: ۱۵۳

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ﴾(۱)

ترجمہ: جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے، تو رحمان کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، تو پھر نگاہ دوڑا کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے۔ پھر دوبارہ نگاہ کر تیری طرف نگاہ ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہو گی۔

یہ آیت مبارکہ کائنات کو سمجھنے کی دعوت دیتی ہے۔ تاکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے دیکھ انسان اپنے ربّ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کر سکے نیز اس کائنات کے ذخائر سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر سکے۔

اس طرح قرآن مجید میں کائنات کی ہر شے کو انسان کے لیے مسخر کرنے کا ذکر بھی موجود ہے، کائنات کو سمجھنے کے لیے علوم جدید جنھیں معقولات کے نام سے بھی جانا جاتا ہے وفاق المدارس کے نصاب میں ضرور موجود بھی ہیں لیکن اس دور کے ہیں جب ان معقولات کا دنیا میں طوطی بولتا تھا اب اس وقت کے رائج الوقت معقولات کو منقولات سے گزارنا پڑے گا اور پھر معقولات کی اصلی شکل سامنے آئے گی جو کہ "اسلامی تناظر میں نصاب تعلیم" ہو گا۔

نمبر ۳۔ آئین پاکستان کے تقاضوں پر عمل کے لیے رجال کار کی تربیت

وفاق المدارس نے جو مرکزی دفتر ملتان سے Booklet طبع کی اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

پاکستان کی تاریخ میں متعدد حکومتوں نے دینی مدارس کو کچلنے اور ان کی آزادی کو پائمال کرنے کی مختلف کوششیں کی ہیں مگر بحمد اللہ وفاق المدارس نے ایسے ہر موقع پر مدارس **کو حکومتی مداخلت اور سرکاری دستبرد** سے بچانے کے لیے اپنا فریضہ نہایت دیانت و جرأت سے انجام دیا اور انشاء اللہ آئندہ بھی دینی **مدارس کے تحفظ** وبقاء کے لیے وفاق المدارس العربیہ پاکستان اسی طرح اپنا کردار ادا کرتا رہے گا۔(۲)

یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی کہ ایک طرف تو ملکی آیئن کے مطابق چلنا ہے اور ساتھ ہی حکومتوں سے ٹکر بھی لے رکھی ہے۔ کیا حکومت غیر آئینی ہے یا آئین میں کہیں یہ گنجائش بھی موجود ہے کہ حکومتوں سے ٹکراءو رکھنا بھی روا ہے۔ دراصل سکالر کے نزدیک حکومت اور وفاق میں ٹکر، اسی لیے پیش آتی ہے جب زمانہ کچھ اور مانگ رکھ رہا ہو اور اس کو کچھ اور دیا جارہا ہو۔ جب نصاب زمانے کی ضرورتیں پوری کر رہا ہو تو کوئی بھی ایسے نصاب والے ادارے کو کچلنے کی نہیں ٹھان سکتا۔ یہ ٹکراو سکالر کے موقف کو درست ثابت کرنے پر دال ہے۔

---

(۱) سورۃ الملک ۶۷/ ۳،۴

(۲) تعارف وخدمات وفاق المدارس العربیہ: مرکزی دفتر ملتان۔ ص ۱

نمبر۴۔ فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے لیے فکری تربیت۔

کیا جو معاشرہ گلوب پر اپنے نظریہ کو ثابت نہ کر سکے، خود بھی مجموعی طور پر اپنے فلسفہ حیات سے واقف نہ ہو اور اس کی کوشش بطور نصاب سازی میں نہ کرے تو یہ فلاحی بھی بن سکتا ہے؟ باحث کے نزدیک فلاحی معاشرہ اس وقت ہوتا ہے جب سب سے پہلے وہ اپنی سوچ کو دنیا میں رائج کرنے کے قابل ہوگا۔ ہماری سوچ ہم اپنے پر لاگو کرنے کے قابل ہوں گئے تب دوسرے بھی متاثر ہو کر ہمارے ہم خیال بنیں گئے پھر زمانے میں ترقی کر کے معاشرہ فلاحی معاشرہ بنے گا۔ ہم نے دین کو دنیا سے علیحدہ کر کے دنیاوی علوم کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ وہ ہم پر حاوی ہیں۔ عصری، دنیاوی علوم، معقولات، یا ریشنل نالج کو اسلامائز کر کے اسلامی طرز تعلیم کو استوار کیے بغیر معاشرہ فلاحی ہونا ممکن نہیں لگتا۔

نمبر۵۔ جدید اور ترقی یافتہ دور کے مسائل اور معاملات کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تشریح و تطبیق

نمبر۶۔ عوام الناس کو پیش آمدہ نجی، خاندانی اور کاروباری مسائل کے شرعی حل کے لیے افراد تیار کرنا۔

یہ دونوں عنوان تقریباً تشریعی امور کے متعلق درج ہیں۔ شریعیت، تشریعی امور سے متعلقہ ہے اس کے لیے لفظ شریعیہ، قانون وغیرہ اور پھر فقہ کے متعلقہ لفظ ہے یا اس کو علم الاحکام سے متعلق بھی کہا جاتا ہے۔ علم الاحکام کے لیے اصولین نے ۵۰۰ قرآنی آیات بتائی ہیں جب کہ قرآن مجید میں آیات مبارکہ کی تعداد چھے ہزار دو سو چھتیس ہے۔ باقی تکوینی امور کے متعلق کہی جا سکتی ہیں، جن آیات کی مفسرین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت سے تشریح کر کے بہت آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ جب ہم ان تکوینی امور کو جھانکیں گئے پھر جدید ترقی یافتہ دور کے مسائل کی تطبیق اور عوام الناس کی خدمت کر سکیں گئے۔ مثلاً سورج، چاند، تارے، زمین کی ہر شے، دن رات کی تسخیر کے لیے قرآن مجید ہمارے لیے اعلان راہنمائی کرتا ہے۔ عصر حاضر کا انسان اسی تسخیر کے چکر میں ہے۔ سائنس اسی کے لیے تڑپ رہی ہے اور قرآن مجید کی راہنمائی سائنس کو ہمارے مقدر سے مل سکتی ہے۔ ہم نے اس فیلڈ کو ہی چھوڑ دیا ہے۔ جب اس فیلڈ کو دینی مدارس نے رونق بخش رکھی تھی تو ان مدارس کی دنیا میں انسانیت کی گئی خدمت آج تک اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ آج پھر زمانہ پکار پکار کر عباسی دور حکومت کو یاد کر رہا ہے لیکن کسی کو اس پکار کی آواز نہیں پہنچتی اگر وفاق المدارس العربیہ بھی اس آواز پر لبیک نہ کر سکے تو اور کس پر امید رکھی جائے۔

فصل سوم: نصاب وفاق المدارس السلفیہ و مقاصد تعلیم

اغراض ومقاصد نصاب وفاق المدارس السلفیہ: نصاب سے پہلے اس نصاب کے اغراض ومقاصد پیش کیے جاتے ہیں جومقاصد تعلیم سے مماثلت رکھتے ہیں، جن پر مقاصد تعلیم کے پس منظر میں، قرآن وحدیث کی روشنی میں نیزماہرین کی آراء میں تجزیہ، نصاب کے بعد پیش کیا جائے گا۔

☆ قرآن وسنت پر مبنی دینی علوم کی تدریس کے سلسلہ میں سہولتیں بہم پہنچانا۔

☆ ملحقہ مدارس وجامعات کے لئے جامع نصاب تعلیم مرتب کرنااور اسے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا۔

☆ دینی مدارس وجامعات کو باہم مربوط ومتحد کرنااور ایک نظم کا پابند کرنا۔

☆ ملحقہ مدارس وجامعات کے تمام تعلیمی مراحل (ثانویہ عامہ، ثانویہ خاصہ، عالیہ، عالمیہ اور حفظ وتجوید اور قراءت) کے امتحانات کاانعقاد کرنااور کامیاب طلبہ کو اسناد جاری کرنا۔

☆ ملحقہ مدارس وجامعات کے مفادات کاتحفظ کرنا۔

☆ اہم موضوعات پر علمی وتحقیقی مقالات اور کتب تیار کروانااور ان کی طباعت کااہتمام کرنا۔

☆ اساتذہ کے لئے تربیتی کورسز کااہتمام کرنااور طلبہ کی اصلاح وتربیت کے لئے اقدام کرنا۔

☆ ذہین اور محنتی طلبہ کی اعلی تعلیم کے لئے ملکی اور غیر ملکی جامعات میں سکالرشپ کے حصول کے لئے کوشش کرنا۔

☆ دینی مدارس وجامعات کی تاسیس کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل اور موئثر اقدامات کرنا۔(1)

درج بالا مقاصد، عبارت کے لحاظ سے خاصے اہم ہیں ان میں سے دوسرے نمبر پر مذکور مقصد میں نصاب تعلیم میں جامعیت اور عصری ضرورتوں کو پوراکرنے والا نصاب بنانے کادعویٰ کی گیاہے۔ایسے حالات جہاں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نصاب سازی کی جائے ہماری قوم کاہم پر قرض ہے۔اب دیکھیے یہ نصاب کس حدتک اپنے مقاصد کے قریب ہے:

---

(1) http://www.wmsp.edu.pk/aghraz-maqasid

نصاب وفاق المدارس سلفیہ و مقاصد تعلیم

ثانویۃ العامۃ کا امتحان مندرجہ ذیل پرچہ جات پر مشتمل ہو گا۔

لازمی مضامین (برائے طلبہ ء)

	مضمون	مقررہ کتابیں
۱	تحفیظ القرآن الکریم	پارہ عم یتساءلون (مکمل)
۲	ترجمۃ القرآن الکریم	سورۃ یونس سے سورۃ الکھف کے آخر تک ترجمہ
۳	حدیث شریف اصول حدیث	۱۔ بلوغ المرام (آغاز سے کتاب الحج کے آخر تک) ۲۔ رسالہ اصول حدیث از مولانا محمد اویس بلگرامی ندویؒ
۴	سیرت نبوی ﷺ	رحمت عالم از مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ
۵	العقاید	تقویۃ ایمان از مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ
۶	النحو والصرف	۱۔ ابتدائی قواعد النحو (طبع مکتبۃ دار السلام لاہور) ۲۔ ابتدائی قواعد الصرف (طبع متکبۃ دار السلالم لاہور)
۷	اللغۃ العربیۃ	اقراء۔ حصہ دوم اور سوم از مولانا محمد بشیر سیالکوٹی ۲۔ آسان عربی۔ حصہ دوم۔ از مولانا محمد بشیر سیالکوٹی

اختیاری مضامین مقررہ کتب

۱	مطالعہ پاکستان	کلاس نہم و دہم (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۲	جنزل سائنس	کلاس نہم دہم (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۳	جنزل ریاضی	کلاس نہم و دہم (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۴	جنزل سائنس	کلاس نہم و دہم (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۵	کمپیوٹر کورس	کلاس نہم و دہم (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)

الثانویۃ الخاصہ کا امتحان مندرجہ ذیل پرچہ جات پر مشتمل ہو گا۔

لازمی مضامین (برائے طلبہ)

	مضمون	مقررہ کتابیں
۱	ترجمۃ القرآن الکریم	من سورۃ البقرۃ الی آخر سورۃ التوبۃ
۲	الحدیث الشریف مصطلع الحدیث	۱۔ سنن النسائی (مکمل) ۲۔ مشکاۃ المصابیح (حصہ دوم) ۳۔ اصطلاحات المحدثین از مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ
۳	الفقۃ الاسلامی و اصولہ	۱۔ فقہ السنۃ (کتاب الصلاۃ) ۲۔ اصول فقہ از مولانا عاصم حداد
۴	العقائد	شرح العقیدۃ الواسطیۃ للشیخ محمد خلیل رحمہ اللہ
۵	العقائد	۱۔ دروس اللغۃ العربیۃ (الجزالثانی) الدکتور عبد الرحیم ۲۔ کتاب المقامات القاسم بن علی الحریری (پہلے پانچ مقامات)
۶	النحو والصرف	قواعد النحو حصہ اول و دوم (طبع مکتبۃ دار السلام) ۲۔ قواعد الصرف حصہ اول و دوم (طبع مکتبۃ دار السلام)
۷	التاریخ الاسلامی	تاریخ اسلام (خلافت راشدہ) از شاہ معین الدین

([1])

اختیاری مضامین

۱	معاشیات	ایف اے کے سال اول اور دوم کا نصاب (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)

([1]) نصاب تعلیم اور نظام امتحان، وفاق المدراس سلفیہ، جامعہ السلفیہ، فیصل آباد، جنوری ۱۱، ص: ۱۴

۲	انگلش	ایف اے کے سال اول اور دوم کا نصاب (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۳	شہریت	ایف اے کے سال اول اور دوم کا نصاب (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۴	مطالعہ پاکستان	ایف اے کے سال اول اور دوم کا نصاب (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)
۵	کمپیوٹر سائنس	ایف اے کے سال اول اور دوم کا نصاب (جاری کردہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ)

([1])

الشھادۃ العالیۃ فی العلوم العربیۃ والاسلامیۃ

کا امتحان (برائے طلبہ) مندرجہ ذیل پرچہ جات پر مشتمل ہو گا۔

	مضمون	مقررہ کتابیں
۲	الحدیث الشریف واصولہ	ا۔ جامع ترمذی للامام محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۔ مصطلع الحدیث دکتور محمود الطحان
۳	الفقۃ الاسلامی و اصولہ	الھدایۃ برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (الربع الاول) ۲۔ اصول الشاشی (مکمل)
۴	النحو	شرح ابن عقیل (مکمل)
۵	البلاغہ والادب والانشاء	ا۔ البلاغہ الواضحۃ للفرقین علی الجارم و مصطفیٰ امین (الباب الادب) ۲۔ دیوان المتنبی (فاضل عربی کا نصاب)

([1]) وفاق المدراس سلفیہ: ص: ۲۰

		۳۔ مفتاح الانشاء (حصہ اول) محمد بشیر السیالکوٹی
۶	فرائض	السراجی للشیخ سراج الدین المجادی (مکمل)
۷	التاریخ الاسلامی	تاریخ اسلام از شاہ معین الدین (خلافت بنی امیہ)

([1])

مرحلۃ شہادۃ العالمیۃ فی العلوم العربیۃ والاسلامیہ

کا امتحان مندرجہ ذیل پرچوں پر مشتمل ہو گا (طلبہ کے لیے)

	اختیاری مضامین	مقررہ کتب
۱	معاشیات	بی اے (پنجاب یونیورسٹی) کے سال اول اور دوم کا نصاب
۲	سیاسیات	بی اے (پنجاب یونیورسٹی) کے سال اول اور دوم کا نصاب
۳	انگلش	بی اے (پنجاب یونیورسٹی) کے سال اول اور دوم کا نصاب
۴	ایجوکیشن	بی اے (پنجاب یونیورسٹی) کے سال اول اور دوم کا نصاب
۵	مطالعہ پاکستان	بی اے (پنجاب یونیورسٹی) کے سال اول اور دوم کا نصاب

	مضمون	مقررہ کتابیں
1	تفسیر القرآن الکریم	۱۔ تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل علامۃ عبد اللہ بن عمر البیضاوی (الجزالاول) ۲۔ الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ الدھلوی

(۱) وفاق المدراس سلفیہ: ص:۲۵۔

		۳۔ التفسیر والمفسرون الدکتور محمد حسین الذہبی (من البدایۃ الی آخر الفصل الاول من الباب الثالث)
2	الحدیث الشریف واصولہ	ا۔ الجامع الصحیح للامام محمد بن اسماعیل البخاری ۲۔ شرح نخبۃ الفکر ۳۔ السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی الشیخ مصطفیٰ السباعی
3	تقابل ادیان	عیسائت، یہودیت، قادیانیت اور گمراہ فرقے (خوارج، منکرین حدیث) اور موجودہ اسلامی تحریکیں
4	تاریخ العلوم تاریخ اسلام	مقدمۃ ابن خلدون سے بحث تاریخ العلوم تاریخ اسلام (سقوط بغداد سے عصر حاضر تک)
5	اسرار التشریع الاسلامی والتاریخ	حجۃ اللہ البالغہ الشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی (مقدمۃ الکتاب والمبحث السابع)
6	الادب العربی و الانشاء	تاریخ الادب العربی الاحمد حسن الزیات (من اولہ الیٰ آخر العصر الاموی) معاون کتاب مفتاح الانشاء، جزء اول، دوم) محمد بشیر سیالکوٹی یا امیدوار کم از کم ۱۵۰ صفحات پر مشتمل علمی و تحقیقی مقالہ پیش کرے اور لکھنے سے قبل ادارہ وفاق سے عنوان کی منظوری لے

([1])

	اختیاری مضامین	مقررہ کتب
ا	اسلام کا اقتصادی نظام	اسلام کا اقتصادی نظام اور دیگر اقتصادی نظریات کا تقابلی جائزہ

([1]) وفاق المدراس سلفیہ: ص: ۳۱، ۳۲۔

۲	اسلام کا سیاسی نظام	اسلام کا سیاسی نظام اور جدید سیاسی نظریات
۳	تقابل ادیان	عیسائت ، یہودیت، قادیانیت اور گمراہ فرقے (خوارج، منکرین حدیث)اور موجودی اسلامی تحریکیں
۴	تاریخ العلوم تاریخ اسلام	مقدمۃ ابن خلدون سے بحث تاریخ العلوم تاریخ اسلام (سقوط بغداد سے عصر حاضر تک)

واضح رہے کہ یہ نصاب برائے طلباہے جب کہ برائے طالبات بھی بالکل اس کے ساتھ ہی ملتا ہے سوائے شہادۃ العالیہ کا چھوتھا/پانچواں پرچہ برائے طالبات بجائے نحو، بلاغہ، ادب اور انشاء کے صرف القواعد اور بلاغہ ہیں باقی تقریباً بنین، بنات کے نصاب میں کوئی فرق قابل ذکر نہیں ہے۔بحثیت مجموعی ایک ماہر تعلیم نصاب وفاق المدارس کے متعلق رقمطراز ہیں:

"گو انفرادی طور پر مدرسہ کی شناخت کا تعلق اب بھی بانی مدرسہ اور اس کی جانشین قیادت کے ساتھ وابستہ ہے لیکن سیاسی، سماجی اور ابلاغی دائروں میں اسلامی فکر، اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظام کے حوالہ سے جاری نظریاتی و عملی کشمکش نے معاشرے میں جس نوعیت کی تقسیم پیدا کی ہے اس نے مدارس کو باہم قریب تر کر دیا ہے۔ ان مسلسل تبدیل ہوتے ہوئے حالات کے تحت اب تمام ہی مسالک کے مدارس اپنے اپنے وفاق کے نظام و نصاب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ وفاق کے طے کردہ نظام و نصاب میں اضافہ تو کوئی مدرسہ اپنے ذمہ داران کے فیصلو ں کے مطابق کر سکتا ہے لیکن اس نصاب میں کمی یا کسی جوہری تبدیلی کی صورت میں اس کی حیثیت متاثر ہو سکتی ہے۔ مدارس کے پانچ وفاقوں کو بھی باہم مربوط کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ایک نیا ادارہ "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" وجود میں آگیا ہے۔(۱)

(۱) دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات: خالد رحمن، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد۔ ص:۱۱۵۔

اس وقت تک اس ادارہ کا کام حکومت سے مذاکرات میں مشترکہ موقف اور حکمت عملی اختیار کرنا ہے تاہم اس عمل میں وفاق المدارس ایک دوسرے سے قریب تر آرہے ہیں۔ فطری طور پر اس قربت کے غیر محسوس اثرات ان کے نظام و نصاب پر بھی پڑیں گے۔(۱)

خلاصہ، تجزیہ:

دراصل صنعت اپنے صانع کی بہترین دلیل ہے۔ نصاب مذکورہ صانع سے براہ راست جڑک رکھتا ہے۔ جب صنعت کی طرف سے نظریں ہٹائی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ البتہ یہ ضرور قابل اعتراف عمل ہے کہ جب صانع مل جائے تو صنعت کی دلیل کی کیا پرواہ۔ لیکن صنعت ایک بڑی دلیل ہے اس سے کنارہ کشی مشکلات کا سبب ہے نہ کہ آسانی کا۔ کیونکہ شواہد توحید میں سے کسی شاید کے بغیر توحید پر ایمان لانا ایسا ہے جیسے پھسل کر گڑھے میں گر پڑنا۔ صنعت سے مراد سائنسی، تکنیکی اور معاشرتی علوم وغیرہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کائنات کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور صانع سے مراد رب العالمین خود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رب العالمین کا سب سے بڑا انعام قرآن مجید اور اس کی تشریح (حدیث مبارکہ) ہیں ۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کا نہ کوئی علم ہے نہ تعلیم ہے اور نہ ہی تربیت ہے۔ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ ایک مسلمان کے لیے درس نظامی سلفیہ اس کی مسلم سوسائٹی میں تمام ضرورتیں پوری کر رہا ہے۔ اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی جو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی کتب بھی شامل نصاب ہیں جڑتی ہے۔ یہاں ایک انتہائی اہم بات سامنے آتی ہے کہ وفاق المدراق سلفیہ میں قرآن، حدیث، فقہ، اصول الفقہ والحدیث، ادب، عربی لغت جو اسلامی تعلیمات کی بنیادی اور تقریباً مکمل تعلیم موجود ہے اس کو باحث کے نزدیک ایک سونے کی ڈھلی کہا جاسکتا ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے بجائے اس سونے کی ڈھلی کو اس انداز میں کندن بنایا جاسکتا ہے جو ایک نیا علم تشکیل دینے کے قابل ہو جو عصری تقاضے پورا کر رہا ہو جو کہ وفاق المدارس ہذا کے بنیادی مقاصد کا حصول بھی ثابت ہو سکے۔ جس طرح کہ یہ نصاب اسلام کی بنیادی اقتباساتی ضرورتیں پوری کر رہا ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی کتب کی شمولیت کندن کے کام کی جگہ لے رہی ہیں لیکن افسوس کہ ان کتب میں اسلام کی وہ افق موجود نہیں جو کہ سلفیہ کا نصاب رکھتا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس بورڈ کی کتب اسلام کے منافی ہیں لیکن یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اسلامی روح جو ایک طالب علم سلفیہ کا نصاب پڑھ کر حاصل کرتا ہے اس کی تشفی ان کتب سے ہوتی نظر نہیں آرہی۔ اس طرح ظاہر بات ہے کہ طالب علم کے اندر وہ صلاحیتیں جنم نہیں لے سکتیں جو مسلم سوسائٹی سے باہر کی دنیا کو اسلام سے متاثر کر سکنے کی ہیں۔ سلفیہ کے نصاب میں بجائے اس بورڈ کے از خود ایسے ماہرین کی خدمات درکار ہیں جو کہ دیگر علوم کو

---

(۱) دینی مدارس، تبدیلی کے رجحانات: ص:۱۱۵

اسلامائز کر کے دیگر مضامین کو قرآن وحدیث سے اخذ کریں۔ پھر کائنات کو سمجھنے کی کوشش رنگ لا سکتی ہے اور تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ جب ایک مسلمان کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو بہر صورت ایک بہترین نتیجہ اخذ کرتا ہے، اس نتیجہ سے ساری انسانیت استفادہ کر سکتی ہے۔ اس نتیجہ کو ایک پھر مفروضہ کی شکل ملے گی جب مسلمانوں کے مفروضے دنیا میں گردش کریں گے تب علوم کے وارث مسلمان ہوں گے اور جب علوم کے وارث مسلمان ہوں گے تو اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے کہ دنیا کے خزانوں کے وارث بھی مسلمان نہ ہوں گے، چونکہ خزانے علم سے حاصل ہوتے ہیں۔ مقاصد تعلیم چونکہ مقاصد زندگی سے متعلقہ ہیں اس لیے ان میں بھی زندگی کے ساتھ ساتھ تنوع ناگزیر رہتا ہے۔ البتہ چند بنیادی مقاصد ایسے ہیں جو ہمیشہ کے لیے اٹل جاوید اں ہیں۔ مثلاً **تعلم کا بنیادی مقصد کائنات کو سمجھنا ہے۔**(۱) اس مقصد کو تمام انسانیت یکساں مانتی ہے۔ اس کے حصول کے لیے سیکولر سوچ علیحدہ سے جبکہ مذہبی سوچ کائنات کے مالک سے جڑنا ہی تعلیم کا بنیادی مقصد بیان کرتی ہے جس کے بعد کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی چونکہ کائنات کو مکمل سمجھنا انسان کے بس سے باہر ہے لیکن اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا انسان کے بس میں ہے اس لیے تعلیم کا مقصد کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے اور یہ کوشش علم کی دو یائی سے ناممکن ہے۔

دین اور دنیا کی تفریق کا یہی تخیل ایک عیسائی یا بدھ مذہب یا ہندووں اور جوگیوں کا تخیل ہو سکتا ہے۔ اسلام کا تخیل اس کے برعکس ہے مسلم کے لیے اس سے بڑی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے نظام تعلیم میں، اپنے نظام تمدن میں اور اپنے نظام مملکت میں دین اور دینا کی تفریق کے اس تخیل کو قبول کر لیں۔ مسلمان اس کے بالکل قائل نہیں ہیں کہ ایک تعلیم دنیاوی ہو اور ایک تعلیم دینی۔ اس کے برعکس تو اس بات کے قائل ہیں کہ پوری کی پوری تعلیم بیک وقت دینی بھی ہو اور دنیاوی بھی۔ دنیاوی اس لحاظ سے کہ وہ دنیا کو سمجھیں اور دنیا کے سارے کام چلانے کے قابل ہوں اور دینی اس لحاظ سے کہ دنیا کو دین ہی کے نقطہ نظر سے سمجھیں اور دین کی ہدایت کے مطابق اس کا سارا نظام چلائیں۔(۲)

اسلام وہ مذہب نہیں ہے جو آپ سے کہتا ہو کہ دنیا کے کام آپ جس طرح چاہیں چلاتے رہیں اور بس اس کے ساتھ چند عقائد اور عبادات کا ضمیمہ لگائے رہیں۔ اسلام زندگی کا محض بننے پر کبھی قانع تھا اور نہ آج ہے۔ وہ تو پوری زندگی میں آپ کا رہنما اور پوری زندگی کے لیے آپ کا طریق عمل بننا چاہتا ہے۔ وہ دنیا سے الگ محض عالم بالا کی

---

(۱) اس موضوع پر تفصیلی بحث حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ دیکھیے: اسلامی اصول تعلیم: حضرت شاہ ولی اللہ، ص:۳۹

(۲) اس موءقف کی حمایت میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں: اسلامی نظام تعلیم: سید ابو الاعلیٰ مودودی، ص:۱۷

باتیں نہیں کرتا بلکہ پوری طرح دنیا کے مسئلے پر بحث کرتا ہے۔ وہ آپ کو بتاتا ہے کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے۔ اس دنیا میں آپ کس غرض کے لیے آئے ہیں۔ آپ کا مقصد زندگی کیا ہے؟ کائنات میں آپ کی اصلی پوزیشن کیا ہے اور اس دنیا میں آپ کو کس طریقے سے کون سے اصولوں پر کام کرنا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، آخرت میں جو کچھ بھی آپ کو پھل ملنے والے ہیں وہ اس بات پر منحصر ہیں کہ دنیا کی اس کھیتی میں آپ کو بوتے ہیں۔ اس کھیتی کے اندر زراعت کرنا وہ آپ کو سکھاتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں آپ کا سارا طرز عمل کیا ہو، جس کے نتیجے میں آپ کو آخرت کا پھل ملے۔ اس قسم کا ایک دین کیسے یہ بات گوارا کر سکتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک تعلیم دنیوی ہو اور دوسری دینی، یا ایک دنیوی تعلیم کے ساتھ محض ایک مذہبی ضمیمہ لگا دیا جائے۔

اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ پوری تعلیم دینی نقطہ نظر سے ہو۔ اگر مسلمان فلسفہ پڑھیں تو دینی نقطہ نظر سے پڑھیں تاکہ آپ ایک مسلمان فلاسفر بن سکیں۔ سائنس پڑھیں تو ایک مسلم سائنسدان بن کر اٹھیں۔ تاریخ پڑھیں تو ایک مسلمان کے نقط نگاہ سے پڑیں تاکہ آپ ایک مسلمان مورخ بن سکیں۔ معاشیات پڑھیں تو اس قابل بنیں کہ اپنے ملک کے پورے معاشی نظام کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ سیاسیات پڑھیں تو اس لائق بنیں کہ اپنے ملک کا نظام حکومت اسلام کے اصول پر چلا سکیں۔ قانون پڑھیں تو اسلام کے معیار عدل و انصاف پر معاملات کے فیصلے کرنے کے لائق ہوں۔ اس طرح اسلام، دین و دنیا کی تفریق مٹا کر پوری کی پوری تعلیم کو دینی بنا دینا چاہتا ہے۔ اس کے بعد کسی جداگانہ مذہبی نظام تعلیم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہی کالج مسلمانوں کے لیے امام اور مفتی اور علماء دین بھی تیار کریں گے اور قومی حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لیے سیکرٹری اور ڈائریکٹر بھی۔ اس طرز کی تعلیم کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ زندگی کے تمام لوازمات کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے نصاب کی تدوین کی جائے۔ درس نظامی اپنے وقت کی تمام ضرورتیں پوری کرتا آیا ہے لیکن دور حاضر میں درس نظامی کی اس روش کو سمجھنے میں لاپرواہی ہوئی جس کے نتیجہ میں یہ نصاب دنیاوی علوم کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکا اور دنیوی علوم کھسک کر ایسے آگئے بڑھتے گئے کہ آج دینی علوم سے کنارہ کش ہو کر دنیا میں راج کر رہے ہیں۔ یہ راج ساری انسانیت کو لے کے ڈوب رہا ہے۔ انسان میں انسانی قدریں مفقود ہوتی جا رہی ہیں حیوانی قدریں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اسلام کی سمجھ رکھنے والوں سے ہی امید رکھی جا سکتی ہے کہ انسانیت کو اس تباہی کے دہانے سے واپس لائے ورنہ آئے روز انسان ہلاکت کی طرف ہی بڑھتا رہے گا۔

انسانیت آج ہلاکت کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس کے سر پر تیسری عالمگیر۔۔ بلکہ کائنات گیر ایٹمی جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اس طرح اس کے وجود کو ہولناک تباہی کا خطرہ لاحق ہے۔ کہ یہ اصل مرض نہیں، مرض کی محض ایک علامت ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ ان صحت مند قدروں سے عاری ہو چکی ہے جو حیات انسانی کی بقاو

ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔ مغربی دنیا پر یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو چکی ہے کہ اب تک وہ ایسی قدریں نہ مہیا کر سکی جن سے وہ انسانیت کو مالا مال کر سکے۔ یہی نہیں، اس کے پاس تو وہ چیز بھی نہ رہی جو خود اس کے وجود و بقا کی ہی ضمانت بن سکے۔ وہاں کی ڈیموکریسی تقریباً افلاس کا شکار ہو چکی ہے۔ اب دھیرے دھیرے اس نے مشرقی کیمپ کے نظاموں بالخصوص معاشی نظام کی طرف ہاتھ بڑھانا بھی شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ اس کے یہاں اب اس کا نام ہے اشتراکی نظام خود مشرقی کیمپ کا حال بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، آج تمام ہی کلیت پسندانہ نظریات فکری میدان میں واضح طور پر پسپا ہو چکے ہیں، ان ہی پسپا نظریات میں سر فہرست وہ مارکسزم بھی جس کی بنیاد کچھ عقیدوں پر تھی، اس لیے ابتداء میں تو اس نے مشرق اور خود مغرب کے بے شمار دلوں کو اپنا گرویدہ بنالیا مگر آج وہ صرف حکومت اور نظام ہائے حکومت میں ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ آج اسے اپنے بنیادی عقیدوں اور اصولوں سے دُور کا بھی واسطہ نہ رہا۔ یہ نظریات بالعموم انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں سے ٹکراتے ہیں۔ اور صرف اسی طبقے میں فروغ پاسکتے ہیں، جو معاشی اور معاشرتی لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہو یا جو عرصہ دراز تک کسی قاہرانہ نظام کے شکنجے میں رہ چکا ہو، بلکہ اس طرح کے طبقات میں بھی ان کی مادی اور معاشی ناکامی ظاہر ہونے لگی ہے، جبکہ معاشیات ہی وہ شعبہ ہے جو ان کی خصوصی توجہات کا مرکز اور ان کے فخر وناز کی بنیاد ہے۔(۱)

انسانیت کو اب ایک نئی قیادت کی ضرورت ہے! اب مغرب کی قیادت بالکل زوال آمادہ ہے۔ اس لیے نہیں کہ مغربی تہذیب مادی افلاس کا شکار ہے، یا عسکری اور اقتصادی پہلو سے کمزور ہے بلکہ اس لیے کہ اب مغربی نظام کا بھرم اٹھ چکا ہے۔ اب اس کے پاس ان قدروں کا ذخیرہ نہ رہا جو اس کی قیادت کو قائم کر سکیں۔ اب ایک ایسی قیادت ناگزیر ہے جس کے ہاتھوں اس مادی تہذیب کا نشو ارتقاء ہو سکے جس کو انسانیت نے یورپ کی حیرت انگیز ایجادی اور اختراعی ترقیوں کی راہ سے پایا ہے۔ ساتھ ہی وہ قیادت انسانیت کو نئی، محکم اور مکمل قدروں سے مالا مال کر کے اس کے سامنے زندگی کا ایک مثبت اور قابل عمل پروگرام بھی پیش کر سکے۔ میری مراد درست علم کے حامل قیادت ہے اور یہ درست قیادت کہیں اللہ والے ہی کر سکتے ہیں چونکہ درست علم، دولت اور عیاشی سے نہیں مل سکتا۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ جس کا آغاز سولہویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے۔ جو بیداری کا دور کہلاتا ہے اور جو اٹھارھویں اور انیسوی صدی کے درمیان اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گئی وہ بھی اپنا سب کچھ داوء پر لگا چکی۔ اس کے پاس بھی اب کوئی نیا اثاثہ نہ رہا۔ اسی طرح "وطنیت اور "قومیت" کی علمبردار پارٹیاں اور دوسری تمام مقامی تنظیمیں جو اسی دوران

---

(۱) تفصیل دیکھیے: اسلامی نظام تعلیم: سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص:۱۸

میدان میں آئیں، وہ سب بھی انہی صدیوں میں اپنے سارے پتے پھینک چکیں۔ ان کے پاس بھی اب مزید کچھ نہ رہا۔ یہ باتیں محض باحث کے جذبات نہیں بلکہ اس موقف کو اسلامی سکالر کی حمایت بھی حاصل ہے:

آخر کار سارے نظام فیل ہو کر رہ گئے، چاہے وہ کلیت پسندانہ نظام رہے ہوں یا جمہوریت پسندانہ۔ اب آج، حیرانی و سرکشی اور تنگی و زبوں حالی کے اس بدترین دور میں، اسلام اور خیر امت کی باری ہے۔ اس اسلام کی باری ہے جو مادی ایجادات کو گرم نگاہوں سے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک تو یہ انسان کے اولین فرائض میں سے ہے جس کا مکلف وہ اسی وقت سے ہے جب سے اسے کائنات کی خلافت سونپی گئی تھی۔ اتنا ہی نہیں وہ تو کچھ خاص شرطوں کے ساتھ اسے خدا کی عبادت اور وجود انسانی کی غایت قرار دیتا ہے۔ ایسے حالات سے اس وقت ایک مسلمان نبرد آزما ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو اس ہلاکت سے بچایا اور رہتی دنیا تک زندہ وجاوید پیغام دیا کہ انسان کو انسان رہ کر زندگی بسر کرنی چاہیے نہ کہ حیواں بن کر۔(۱)

جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَلاِنسَ اِلاَّ لِيَعبُدُونَ ﴾(۲)

ترجمہ: ہم نے انسان اور جن کو عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہوا ہے

یہ بندگی اس وقت صرف مسلمانوں کے علوم میں زندہ ہے اور اس کا پرچار اس وقت نئے علوم کی تخلیق سے اپنا بہترین اثر دکھائے گا اور اس علوم کی روشنی میں دین کا پرچار کرنے والے لوگ خیر امت قرار دیے گئے ہیں۔

﴿كُنتُمْ خَيرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِالله--﴾ (۳)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو لوگوں کی (نفع رسانی) کے لیے بھیجے گئے ہو برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ کی طرف بلاتے ہو۔

یہی دینی پرچارک مسلمانوں کی بقا کا ذریعہ ہے یہ پرچارک یا دعوت اسلام کے صرف چند حصوں کا نہیں بلکہ مکمل تصویر کا ہو گا تو اپنی جولانی دکھائے گا جو ہمہ جہت تعلیم سے ہی دنیا میں سامنے آ سکتا ہے۔ اس ہمہ جہت تعلیم سے ہی انسان خلافت کے اہل بن سکتا ہے۔ جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) تفصیل دیکھیے: نقوش راہ (معالم فی الطریق): سید قطب شہید، (مترجم: عنائت اللہ سبحانی،) فاران اکیڈمی، البدر پبلیکیشنز راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ ص ۴۸ تا ۵۵۔

(۲) سورۃ الذٰریات ۵۱/۵۶

(۳) سورۃ آل عمران ۳/۱۱۰

﴿وَاِذقَالَ رَبُّکَ لِلمَلَائِکَۃِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الأَرضِ خَلِیفَۃً﴾ (۱)

ترجمہ:۔ اور وہ وقت یاد کرو جب تمھارے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔

یہ سب مقام و مراتب ہیں ان کے حصول کے لیے بالخصوص نصاب سازی کے دوران نئی نسل کو ان تک پہنچنے کا ہدف دینا چاہیے۔ یہ مراتب مکمل زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق کر کے حاصل ہوں گئے۔ لہذا ہمہ جہت تعلیم کا رائج کرنا ہی مسلمانوں کی بقا کا ضامن ہے۔ ہمہ جہتی صرف اسلامی طرز تعلیم ہی میں ہے۔ نصاب وفاق المدارس سلفیہ کا جائزہ لینے سے محسوس ہوتا ہے کہ دیگر نصابات کی نسبت خاصی فراخ دلی سے عصری علوم کو نسبتاً زیادہ سے زیادہ جگہ دینے کی کوشش کی گئی ہے جیسے چند عصری نظاموں کو اسلامی نظر سے دیکھنے کی سعی ملتی ہے۔ اس کے لیے دیگر علوم کی گہرائی میں جاکر ان کے تمام مثبت اقدام کو جو اس وقت انسانیت کی بھلائی کے قابل ہوں انھیں اسلامی اصولوں کے مطابق کر کے پیش کرنا ہو گا جیسا کہ مسلمانوں کی تاریخ کے سنہرے دور میں عام علوم کو اسلامی سانچے میں ڈالا گیا تھا اور کئی علوم جنھیں آج دین سے جدا کیا جا رہا ہے قرآن ہی کی تشریح میں ان کا جنم ہوا تھا۔ اسی طرح آج بھی ایک بڑی علمی خدمت کی انتہائی اہم ضرورت ہے جو خدمت اسلاف نے کر کے راستے سہل کر دیے ہوئے ہیں۔ یہ توقعات بہر حال وفاق المدارس سلفیہ سے لگائی جاسکتی ہیں جو اپنے اسلاف کی قدر و منزلت کو نسبتاً زیادہ سمجھنے اور اپنانے کے داعی ہیں۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ ۲/۳۰

فصل چہارم: نصاب وفاق المدارس شیعہ پاکستان

نصاب وفاق المدارس شیعہ پاکستان

نصاب کے عکس کے بعد قرآنی تعلیمات کے مطابق معاشرتی تقاضوں کو پورا کرنے، آئین کے مطابق مقاصد تعلیم کے حصول کے پس منظر میں نصاب پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی جسارت کی جائے گی:

سال اوّل **مرحلہ ابتدائیہ**

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	قرآت و تجوید) قواعد، ناظرہ، تجوید، ناظرہ، قرآن، حفظ (سورۃ جمعہ منافقون) ناظرہ سال میں جتنا ممکن ہو۔
۲۔	حدیث	چہل حدیث / ہیئت مولفین
۳۔	عقائد	ہمارے عقائد، اصول عقائد / آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی
۴۔	فقہ	توضیح المسائل (از اوّل تا آخر نماز)
۵۔	لغۃ عربیۃ	تعلیم اللغۃ العربیۃ جلد اوّل، الطریقۃ الجدیدۃ فی تعلیم اللغۃ العربیہ، ج ۱۔۲ مین المصری
۶۔	اخلاق	آداب المتعلمین
۷۔	صرف	آسان صرف (اردو، زیر طبع) صرف میر (اردو) ابواب الصرف (۲۰ باب)
۸۔	نحو	آسان نحو (اردو) یا نحو میر (اردو) عوامل یا شرح ماۃ عامل

سال دوم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ترجمہ القرآن (عم یتساءلون) حفظ نصف آخر
۲۔	حدیث	حدیث موضوعاتی / ہیئت مولفین
۳۔	عقائد	عقائد امامیہ (عربی)

۴۔	فقہ	توضیح المسائل (از احکام روزہ تا نکاح)
۵۔	لغۃ عربیۃ	تعلیم اللغۃ العربیۃ ج ۳ / امین المصری
۶۔	اخلاق	اسلامی اخلاق کا جدید اسلوب / آیت اللہ محسنی
۷۔	صرف	صرف سادہ یا علم الصیغۃ
۸۔	نحو	ہدایۃ وصمدیۃ
۹۔	منطق	منہج المنطق یا الموجز فی المنطق یا خلاصۃ المنطق یا التمہید فی علم المنطق (علی شیروانی)

سال سوم **مرحلہ ابتداہیہ**

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ترجمۃ القرآن (پہلے پانچ) پارے مکمل ترکیب ربع آخر عم یتساءلون)
۲۔	ادب و حدیث	نہج البلاغۃ (کلمات قصار۔ نصف اول)
۳۔	عقائد	باب حادی عشر
۴۔	فقہ	توضیح المسائل (احکام نکاح تا آخر عاریہ)
۵۔	لغۃ عربیۃ	تعلیم اللغۃ العربیۃ، ج ۴ / امین المصری
۶۔	اخلاق	آداب اسلامی، جلد اول (سازمان مدارس) یا منیۃ المرید (عربی) نصف اول)
۷۔	صرف	مبادی العربیۃ، ج ۴ (حصہ اول) یا شرح ابن عقیل یا سیوطی (تا باب اضافہ)
۸۔	نحو	مبادی یا تلخیص المنطق یا المنطق للمظفر (تصورات)

سال چہارم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ترجمۃ القرآن (۶ تا ۱۰ پارے مکمل)

۲۔	ادب و حدیث	نہج البلاغۃ (کلمات قصار، از نصف تا آخر)
۳۔	عقائد	تلخیص الٰہیات (آیت اللہ سبحانی) العقائد الاسلامیہ
۴۔	فقہ	شرائع الاسلام (عبادات) تبصرۃ (مکمل) / تحریر الوسیلہ (عبادات) یا منہج الصالحین (عبادات)
۵۔	اخلاق	آداب اسلامی، ج ۲ (سازمان مدارس) / منیۃ المرید (عربی) نصف دوم
۶۔	نحو	مبادی العربیۃ (حصہ دوم) / شرح ابن عقیل یا سیوطی (از باب اضافہ تا آخر)
۷۔	منطق	حاشیۃ / تلخیص المنطق / المنطق للمظفر (تصدیقات)
۸۔	اصول الفقہ	الموجز فی الاصول (آیت اللہ سبحانی)
۹	معانی و بیان	تلخیص المفتاح / تہذیب البلاغۃ (الشیخ معین دقیق العاملی) مرکز جہانی

سال پنجم مرحلہ متوسطہ

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	مقدمہ تفسیر، البیان (آیت اللہ الخوئی) مدخل التفسیر (فاضل لنکرانی)
۲۔	ادب و حدیث	نہج البلاغۃ (مکتوبات)
۳۔	عقائد	شرح تجرید (الٰہیات)
۴۔	فقہ	فقہ استدلالی، ج / شرح لمعہ جلد اوّل (نصف اوّل)
۵۔	اخلاق	جامع السعادات (جلد اول) / معراج السعادۃ
۶۔	اصول الفقہ	اصول الفقہ للمظفر (جز اول)

۷۔	نحو	اصول اللہیب (باب اوّل) / مغنی الادیب (باب اول)
۸۔	معانی و بیان	مختصر المعانی / جواہر البلاغۃ (معانی)
۹	تاریخ	فروغ ابدیت، ج (آیت اللہ سبحانی) تاریخ اسلام ج (سازمان مدارس)

سال ششم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر موضوعی (جلد اول) آیت اللہ جعفر سبحانی
۲۔	ادب و حدیث	نہج البلاغۃ (خطبات)
۳۔	فلسفہ	ہدایۃ الحکمۃ
۴۔	فقہ	فقہ استدلالی، جلد ۲ شرح المعہ جلد اول (نصف دوم)
۵۔	اخلاق	جامع السعادات (جلد دوم) / معراج السعادۃ
۶۔	اصول الفقہ	اصول الفقہ للمظفر (جز دوم)
۷۔	نحو	اصول اللہیب (باب رابع) / مغنی الادیب (باب رابعٍ)
۸۔	معانی و بیان	مختصر المعانی / جواہر البلاغۃ (بیان وبدیع)
۹	تاریخ	فروغ ابدیت، ج (آیت اللہ سبحانی) تاریخ اسلام ج ۲

سال ہفتم مرحلہ متوسطہ

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر موضوعی آیت اللہ جعفر سبحانی

۲۔	علم الحدیث	درایۃ الحدیث (شہید ثانی) اصول الحدیث (آیت اللہ جعفر سبحانی) یا دروس فی علم الدرایۃ (مرکز جہانی)
۳۔	فلسفہ	ہدایۃ الحکمۃ (نصف اول)
۴۔	فقہ	فقہ استدلالی، جلد ۳ شرح المعہ جلد ۲ (نصف اول)
۵۔	اصول الفقہ	اصول الفقہ للمظفر، ج ۲ (نصف اول)
۶۔	تاریخ	سیرت امیر المومنین علیہ السلام، ج، یا تاریخ اسلام ج ۳
۷۔	ادب	حماسۃ (باب الحماسۃ)۔۔۔۔۔؟
۸۔	تحقیق	روش تحقیقی (حسین دھنوی)

سال ہشتم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر جوامع الجامع / تفسیر الکاشف (از ابتداء تا سورہ اعراف)
۲۔	حدیث	اصول کافی (جلد اول)
۳۔	فلسفہ	نہایۃ الحکمۃ (نصف دوم)
۴۔	فقہ	شرح اللمعۃ جلد ۲ (نصف دوم) فقہ استدلالی جلد ۴
۵۔	اصول الفقہ	اصول الفقہ للمظفر، ج ۲ (نصف دوم)
۶۔	تاریخ	الارشاد (شیخ مفیدؒ) (حالات امام حسن علیہ السلام کے بعد) تاریخ اسلام، جلد ۴
۷۔	ادب	متنبی (نصاب فاضل عربی)۔۔۔۔؟
۸۔	تحقیق	اُردو میں تحقیقی مقالہ

سال نہم مرحلہ عالمیہ

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر جوامع الجامع / تفسیر الکاشف (از ابتداء تا سورہ بنی اسرائیل)
۲۔	حدیث	اصول کافی (جلد ۲)
۳۔	فقہ	مکاسب محرمہ
۴۔	اصول	رسائل (قطع و ظن)
۵۔	عقائد	الملل والنحل، جلد ا (آیت اللہ سبحانی)

سال دہم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر آیات احکام
۲۔	حدیث	اصول کافی (جلد ۳
۳۔	عقائد	الملل والنحل جلد ۲ (آیت اللہ سبحانی)
۴۔	فقہ	مکاسب (بیع تا ولایت فقیہ)
۵۔	اصول	رسائل (براءت تخییر، احتیاط)

سال یازدھم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر المیزان جلد ۲۰ (نصف اول)
۲۔	رجال	مقدمہ معجم الرجال
۳۔	اصول	کفایۃ الاصول جلد ا
۴۔	فقہ	مکاسب (ولایت فقیہ تا خیارات)
۵۔	اصول	رسائل استصحاب)

سال دوازدہم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	تفسیر المیزان جلد ۲۰ (نصف دوم)
۲۔	رجال	معجم الرجال آیت اللہ الخوئی (جلد اول)
۳۔	فقہ	مکاسب (خیارات تا آخر)
۴۔	اصول	کفایۃ الاصول جلد ۲
۵۔	تحقیق	تحقیقی مقالہ (عربی)

مجوزہ نصاب برائے مدارس طالبات

الشھادۃ العامۃ (میٹرک)

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ناظرہ قرآن پہلے ۱۵ پارے مع التجوید۔
۲۔	تجوید	خلاصۃ التجوید مع نماز
۳۔	عقائد	ہمارے عقائد
۴۔	فقہ	سوالیہ احکام و متوسط احکام
۵۔	اخلاق	آداب معاشرت
۶۔	لغۃ عربیۃ	الطریقۃ الجدیدۃ
۷۔	تاریخ و سیرت	راہنمایان اسلام (علامہ علی نقی نقوی)
۸۔	صرف	علم الصرف، ۶ باب از ابواب الصرف
۹۔	نحو	علم النحو

ششماہی اوّل **الشھادۃ الخاصہ (الف۔اے) سا اوّل**

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ناظرہ مع تجوید، پارہ نمبر ۱۵ تا ۳۰
۲۔	عقائد	۵۰ درس عقائد (آقای ناصر مکارم شیرازی)
۳۔	فقہ	مختصر الاحکام
۴۔	اخلاق	گناہان کبیرہ، جلد ا نصف اوّل
۵۔	تاریخ و سیرت	عہد رسالت (گروہ نگارش)
۶۔	صرف	شرح امثلہ و ابواب الصرف، ۱۶ باب ثلاثی مزید فیہ ورباعی
۷۔	نحو	شرح مائۃ عامل
۸۔	منطق	تیسیر المنطق
۹۔	حدیث	حفظ چالیس (۴۰) احادیث

ششماہی دوم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	ترجمہ سوۃ النساء
۲۔	عقائد	آسان عقائد، جلد ا
۳۔	فقہ	توضیح المسائل از ابتداء تا آخر صلوۃ
۴۔	اخلاق	گناہان کبیرہ، جلد ا نصف دوم
۵۔	تاریخ و سیرت	عہد رسالت (گروہ نگارش)
۶۔	صرف	صرف میر او ابواب الصرف مضاف

۷۔	نحو	ہدایۃ النحو نصف اول
۸۔	منطق	ایساغوجی
۹۔	حدیث	حفظ چالیس (۴۰) احادیث

ششماہی وال الشھادۃ الخاصۃ (الف اے)

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	پارہ نمبر ۳۰ نصف آخر مع ترجمہ
۲۔	عقائد	آسان عقائد، جلد ۲ نصف اوّل
۳۔	فقہ	توضیح المسائل از احکام صوم تا تجارت
۴۔	اخلاق	گناہان کبیرہ، جلد ۲
۵۔	تاریخ و سیرت	احسن المقال، جلد ۱
۶۔	صرف	صرف سادہ، حصہ صرف
۷۔	نحو	ہدایۃ النحو، نصف دوم
۸۔	حدیث	حفظ چالیس (۴۰) احادیث

ششماہی دوم

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	قرآن	پارہ نمبر ۳۰ حفظ نصف اول مع ترجمہ
۲۔	عقائد	آسان عقائد، جلد ۲ نصف دوم
۳۔	فقہ	توضیح المسائل از احکام تجارت تا آخر
۴۔	اخلاق	اخلاق اسلامی

۵۔	تاریخ و سیرت	احسن المقال، جلد ۲
۶۔	صرف	صرف سادہ، حصہ نحو
۷۔	اصول الفقہ	مبادی الاصول
۸۔	حدیث	حفظ چالیس (۴۰) احادیث
۹۔	زبانی	مندرجہ بالا کورس کے مطابق

الشھادۃ العالیہ (بی۔اے)

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	نحو	مبادی العربیہ جلد ۲، حصہ صرف
۲۔	عقائد	عقائد (آقای جعفر سبحانی) (آقای ناصر مکارم شیرازی)
۳۔	اخلاق	اخلاق در خانودہ
۴۔	فقہ	شرائع الاسلام
۵۔	سیرت و تاریخ	سیرت امیر المومنینؑ (مفتی جعفر حسین)
۶۔	تفسیر	سورۃ حجرات

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
۱۔	نحو	مبادی العربیہ جلد ۲، حصہ نحو
۲۔	منطق	الموجز فی المنطق / تلخیص المنطق (تا بحث قضایا)
۳۔	اصول	الموجز فی الاصول (تا آخر بحث الفاظ)

۴۔	فقہ	آموزش احکام، ویژہ بانوان (فلاح زادہ)
۵۔	عقائد / عربی ادب	عقائد امامیہ و دعا مع ترجمہ ا۔ دعائے کمیل، ۲ دعائے ایام ہفتہ، ۳۔ دعائے مکارم اخلاق از صحیفہ کاملہ، ۴۔ کلمات قصار از نہج البلاغہ
۶۔	تفسیر	پیام قرآن
۷۔	حدیث	ثواب الاعمال
۸۔	زبانی	مندرجہ بالا کورس کے مطابق

الشہادۃ العالمیہ (ایم۔ اے)

نمبر شمار	عنوان	درسی کتب
ا۔	منطق / فلسفہ	تلخیص المنطق (نصف دوم) بحث تصدیقات / آشنائی با فلسفہ (استاد شہید مرتضیٰ مطہری)
۲۔	اصول الفقہ	الموجز فی الاصول (آیت اللہ جعفر سبحانی) بعد از بحث الفاظ آخر
۳۔	فقہ	شرح لمعہ جلد ا، تا آخر متاجر
۴۔	تاریخ ادب	تذکرۃ الاطہار (ترجمہ: علامہ صفدر حسین نجفی) ادب: نہج البلاغہ (حصہ مکتوبات)
۵۔	تفسیر	پیام قرآن جلد ۲ (ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی)
۶۔	عربی	معلم الانشاء حصہ اول و دوم (مولانا عبد الماجد ندوی)
۷۔	حدیث	اصول کافی، جلد ا (کتاب التوحید)

نصاب وفاق المدارس شیعہ پاکستان اور معاشرتی تقاضے

وفاق المدارس شیعہ کا نصاب بھی درسِ نظامی ہی ہے جس میں عامہ، (دسویں) خاصہ (ایف اے)، عالیہ (بی۔ اے)، العالمیہ (ایم اے) دو، دو سال کا پروگرام پڑھایا جاتا ہے۔ ان کے نصاب کا جائزہ سے ایک بات دیگر وفاق کی نسبت

اکلوتی ہے کہ طالبات اور طلباء کے نصاب میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ چونکہ طالبات کو واقعی نسبتاً کم وزنی نصاب کی ضرورت ہونی چاہیے۔ جس کی جھلک، محنت سے وفاق المدارس شیعیہ کے نصاب میں جھلکتی ہے۔

اس نصاب میں قرآن، حدیث، فقہ، صرف، نحو، عربی لغت اور اخلاق کے اقتباساتی مطالعہ کو ہی کو نئی نسل کی زندگی کی تعمیر کے لیے کافی سمجھا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نصاب ایک زمانے تک پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا لیکن وقت کی تیزی سے تبدیلی میں نصاب بہت پیچھے دکھائی دے رہا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيلَ وَالنَّهارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِہٖ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾(۱)

ترجمہ: اور اس نے مسخر کیے رات اور دن اور سورج اور ستارے اس کے حکم کے باندھے ہیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے،،

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

ترجمہ: ''وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدائت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام ادیان پر غالب آ جائے بے شک مشرکوں کو ناپسند ہے۔،،(۲)

مسلمان ان آیات کا لفظی ترجمہ، بامحاوہ ترجمہ، نحوی ترکیب، اس کی تشریحی اور تشریعی حیثیت کو سمجھنے میں آج سے سینکڑوں سال پہلے کامیاب ہوگئے تھے جو آج بھی سمجھنے، سمجھانے کے درپے ہیں۔ جبکہ آیت مبارکہ کچھ تسخیر کرنے کے متعلق ہے، اب مسلمان اس کی تسخیر کرنے کے قابل ہونے چاہیے تھے جو کہ تکوینی امور کے متعلق کام ہے آج تکوینی امور اس انداز میں نہیں سمجھے جاتے بلکہ سمجھنے کے لیے توانائیاں بھی خرچ نہیں ہورہیں جو تعلیم کا مقصد تھا۔ اسی طرح قرآن پاک کی مذکورہ آیت مبارکہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ میں ایک کام سونپا جارہا ہے۔ اسلام واقعی اپنے اندر وہ طاقت رکھتا ہے کہ یہ ساری دنیا کے ادیان پر غالب آئے۔ اس کے لیے جو کچھ کرنا پڑے گا صرف لفظی اور بامحاورہ ترجمہ اس کی صرفی و نحوی تشریحات کچھ کام کرنے کی کہہ رہی ہیں وہ کام کیا ہے؟ کیسے اس کو کیا جائے؟ یہ اس وقت کی اسلامی تعلیم کا رُخ بنتا ہے۔ اس کے لیے زمانے کے مسائل سمجھنے کی ضرورت ہے۔ زمانے کی دوڑ مادیت پرستی کی ہے۔ اس وقت ادیان اس دوڑ سے متاثر ہورہے ہیں۔ اسلام کسی طرح کے حالات سے متاثر ہونے والا دین نہیں ہے۔ اس مادیت کے دور میں اسلام مادہ کی اصلیت سے ہمیں باخوبی مطلع کرتا ہے۔ جب تک مادہ کا وہ بنیادی مقام

---

(۱) النحل ۱۶ / ۱۲۔

(۲) التوبہ ۹ / ۳۳۔

زمانے میں روشن نہیں ہو گا، اخلاق و اداب کے اقتباسات وہ اثر نہیں دکھا سکیں گے جن کی اس وقت کی ضرورت ہے۔ تمام ادیان پر ہی ہمارا دین غالب آنے والا دین ہے اس وقت نئی نسل کو نیچر /Nature کے بجائے توحید کی اصطلاح تھمادی جائے تو مادیت تھک جائے گی، مادیت نے تمام مذاہب کو متاثر کر کے اپنا ایک مقام گلوب میں جمار کھا ہے۔ جس کا توڑ اسلام کے پاس ہے۔ جب اسلام، مادیت پر چھا جائے تو عصر حاضر میں تمام ادیان پر ہی چھانا مراد ہو گی۔ اس لیے نئی نسل کو مادہ اور روح کے حقائق سے آگاہی دلانے ہی سے اچھے انسانی اوصاف میسر آسکتے ہیں جو تعلیم کا مقصد ہے۔

"مدرسہ" جو کہ آج ان الٰہی احکام کے فہم و تفہیم، تعلیم تدریس کے مرکز کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے، اس کے بانی خود معلم انسانیت، رسول اعظم ﷺ ہیں۔ اصحاب صفہ اور مسجد نبوی سے آپ نے اس کام کا آغاز فرمایا آپ ﷺ کے سانحہء ارتحال کے بعد آپ ﷺ کے اصحابؓ باوفا نے اس نُورانی سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا۔ "علم" کے لیے اسلام کی تاکید اظہر من الشمس ہے۔ باب مدینۃ العلم امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے کوفہ میں اس نور کو اطراف واکناف میں پھیلایا۔ حضرت امام محمد باقر وامام جعفر صادقؑ کے دور امامت میں حالات کی ساز گاری و فرصت میسر ہونے کی بنا پر تاریخی کام ہوا اور امام جعفر صادقؑ کے دور میں ہزاروں طلباء پر مشتمل عظیم حوزہ علمیہ کی عظمت و شان و شوکت کے تذکرے، تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے جو انتہائی معتبر شخصیتیں تھیں ان میں ۱۴۸ کے قریب صحابہ کرام تھے ۸۵۰ کے قریب عالم دین تھے۔ اُس وقت "دینی" و "دنیاوی" علوم میں بھی کوئی فرق نہ تھا چنانچہ جدید علم کیمیاء کے بانی جابر بن حیان انہی ہزاروں علماء میں سے ایک تھے جنہوں نے امام جعفر صادقؑ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا تھا۔(۱)

نصاب وفاق المدارس شیعہ اور مقاصد تعلیم دستور پاکستان کی روشنی میں

" فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلیٰ تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لیے مساوی طور پر قابل دسترس بنائے گی"۔(۲)

(د)" مختلف علاقوں کے افراد کو، تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت شامل ہے پورا پورا حصہ لے گی" ۔(۳)

---

(۱) مزید تفصیل دیکھیے: تعارف نامہ: وفاق المدارس شیعہ پاکستان، مرکزی دفتر، جامعہ المنتظر، لاہور، ۲۰۰۹۔ ص:۴

(۲) دستور پاکستان، شق:۳۱ (۲)

(۳) ایضاً، شق:۳۷

اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا، قرار داد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہو گی۔(۱)
ضمیمہ میں نقل کردہ قرار مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو بذریعہ ھذا دستور کا حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بعین ہی موثر ہوں گئے۔(۲)

قرارداد مقاصد

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے، اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے، اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے، کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔
جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت و حریت، مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔(۳)

خلاصہ و تجزیہ

گزشتہ صفحہ کے اشارہ نمبر:(۱) کی روشنی میں پیشہ وارانہ تعلیم کا حصول ہماری قومی ذمہ داری ہے۔ تعلیم جب قومی سطح پر دی جارہی ہو تو قومی تناظر میں ہی دینا اس کا اصل کام ہو گا۔جب کہ متذکرہ نصاب میں اس قسم کی تعلیم کا فقدان ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مدارس کی تعلیم سے قوم کو اسلام سے متعارف کرانا ہے، دوسری طرز کی تعلیم کے لیے دوسرے ادارہ جات موجود ہیں۔ یہاں سے ہی ہم خود دین و دنیا کی دوئیائی کو راستہ دینے کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں۔ جب دینی مدارس پیشہ وارانہ، فنی اور سائنسی تعلیم پر بھی اپنی کڑی نظر رکھیں گئے تو ان کی نظر بہر صورت اسلامی نظر ہو گی اس کا بہر صورت اسلامی اثر سامنے آئے گا۔اس میں شک نہیں کہ ان نصابات کو مرتب کرنے والے بڑی اعلیٰ پائے کی شخصیات ہیں ان پر انگلی اٹھانا بہت مشکل لگ رہا ہے لیکن ملک کا آیئن بھی کسی ملک کی انتہائی اہم ترین دستاویز ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھ کر نبھائی جارہی ہے۔اس طرح اشارہ نمبر (۲) اور (۳) میں زراعت اور صنعت و حرفت کی تعلیم بھی متذکرہ نصاب میں نہیں پائی جاتی۔ ایک خاص بات جو قرار داد مقاصد میں

---

(۱) دستور پاکستان: شق:۲(الف)
(۲) ایضاً: شق:۲(ب)
(۳) ایضاً ضمیمہ شق ۲

اللہ کی نیابت کی حیثیت اختیار کرنا مقصود ہے۔ بڑی خاص ذمہ داری اسلامیات کے سپرد ہو رہی ہے۔ نیابت سورج چاند ستاروں کے تصرف اور تکوینی امور کو سمجھنے اور کائنات کو اسلامی زاویے سے سمجھنے سے ہی ملے گی۔ چونکہ اسلام کسی بند کمرہ میں بیٹھ کر صرف اللہ اللہ کرنے کی بجائے دنیا کے خزانوں سے استفادہ کو مزاجاً زیادہ پسند کرتا ہے۔ لہذا نائب صرف نام سے ہی نہیں بلکہ عملاً ہمیں اس رب ذوالجلال کی تخلیق سے استفادہ اس طرح کرنا ہو گا جس طرح کہ اس کا حق ہے۔ اسی لیے کائنات کو سمجھنے کی کوشش تعلیم کا مقصد ٹھہرا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے مغرب سے نظریں اٹھا کر اللہ کی کتاب پر رکھنی ہوں گی اور یہ کام اسلامیات کے ذمہ ہے اور دینی مدارس کی بڑی ذمہ داری ہے۔ اسی طرز کی ذمہ داری کی وجہ سے پہاڑوں جیسی طاقتور چیز بھی اس قرآن مجید کے بھار کو نہ اٹھا سکی۔۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ جو کچھ دینی مدارس میں پڑھایا جارہا ہے وہ کوئی نعوذ باللہ بے کار ہے وہ تو مسلمانوں کے جسم (اسلام) میں روح کی حیثیت رکھتا ہے اس وقت اس روح کو ہی وسیع کرنا ہو گا۔ اس انداز میں تعلیم کا رخ رکھنا ہو گا جس طرح کا رخ ہمارے آئمہ دے کر گئے ہیں جیسے جابر بن حیان جیسے لوگ بھی انہی دینی مدارس سے پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔

موجودہ قومی تعلیمی پالیسی کے تناظر میں اصلاحات درس نظامی

تمام صوبوں اور وفاق پر مشتمل کمیٹی IPEMC نے پورے ملک میں تین اقسام کے ادارے پرائیویٹ سیکٹر، گورنمنٹ سیکٹر اور دینی مدارس کے لیے ایک قومی نصاب(Singal National Curriculum SNC) بنانے کا اعلامیہ جاری کیا ہے۔ جس کے مطابق بتدریج جماعت اول سے لے کر ایف۔ اے تک کا نصاب مکمل کیا جائے گا۔ مارچ ۲۰۲۰ء تک جماعت پنجم تک یہ نصاب مکمل کرنے کا منصوبہ زیر عمل ہے جب کہ دسمبر ۲۰۲۲ء کو یہ نصاب جماعت سال دوم ایف اے تک مکمل کیا جائے گا۔(1) قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۸ تا ۲۰۲۵ میں اس کمیٹی کا کام مذکور ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ ملک کے اندر درس نظامی کے نصاب میں ایک بڑی تبدیلی عمل میں لائی جارہی ہے۔ اس تبدیلی کی انتہائی اہمیت ہے۔ نصاب اس تبدیلی سے ایک بڑا تعلیمی بحران حل کر سکتا ہے بشرطیکہ نصاب سازی میں تعلیم کی دوئی ختم کر دی جائے۔ اس کے خاتمہ کے بغیر یہ مسلہ حل ہونا بہت مشکل لگ رہا ہے۔ کیونکہ دینی تعلیم کے بغیر اس ملک کی بقا نہیں اور دنیوی تعلیم کے بغیر اس ملک کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ اصل حقایق کے مطابق دینی تعلیم ہی دنیوی ہے اور دنیاوی تعلیم دین میں موجود ہے یعنی تعلیم کسی دھڑے بندی کے متحمل نہیں۔ اسی دوئی کے مسلہ کے حل کی تلاش ہمارا مقالہ بھی کر رہا ہے جو کہ تعلیمی پالیسیوں کو مسلم مان کر نصاب کے مواد کو

(1) https://www.urdupoint.com/en/pakistan/education-ministry-conducts-comparative-analy-698378.html

پر کھ رہا ہے ۔ اس مواد میں تمام علوم کو اسلامائز کر کے اسلامی نظام تعلیم یا اسلامی طرز تعلیم کی طرف لے جانے کا راستہ تلاش کیا جارہا ہے جو تعلیمی پالیسیوں کا مشن ہے۔ قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۸ تا ۲۰۲۵ میں اسلامیات کے متعلق اس طرح کی باتیں دیکھنے میں ملتی ہیں:

قومی تعلیمی پالیسی، باب دوم: اسلامی تعلیمات(۱)

یہ پالیسی اسلامی طرز زندگی کی راہ مہیا کرتی ہے۔ جس پر چل کر سوسائیٹی ایسی منزل تک پہنچ سکے جہاں کی تمنا سوسائیٹی رکھتی ہے۔ دنیا میں سیکولر اور مارکسی قوتیں اپنے نظریات کا پرچار کرتی ہیں جبکہ ملکِ پاکستان ایک نظریہ کی پیداوار ہے۔ اس نظریہ کے مطابق پاکستان ۱۹۴۷ کو معرض وجود میں آیا۔ اور ۱۹۴۹ میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ جس کو ۱۹۷۳ کے آئین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جس کی روح سے حاکمیت صرف اللہ کی ذات کو قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے شہری اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں گئے۔ جمہوریت، آزادی، برابری، برداشت اور معاشرتی انصاف کے اصول جو اسلام نے وضح کیے ہیں ان پر عمل پیہرا ہونا ہو گا۔ قرآن و حدیث کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق شہریوں کی انفرادی اور اجتماعی طرز زندگی بنائی جائے گی۔ تعلیم ایک ایسا عنصر ہے جو قوم کو اور بالخصوص جوان نسل کو اسلامی زندگی گزارنے کے قابل کرتا ہے۔ اس لیے قومی تعلیمی پالیسی کا مرکزی خیال اسلامی تعلیم سے مراد یہ ہے کس طرح ہماری زندگیاں اسلامی نظریہ کے مطابق ڈھل سکیں اور یہی نظریہ پاکستان ہے۔

ہماری روزمرہ کی زندگی اسلام کے مطابق ہونی چاہیے اس کے لیے ۱۹۴۷ کی پالیسی ہی سے زور شروع ہو گیا تھا۔ جس میں واضح بیان کیا گیا تھا کہ ”اسلامی طرز تعلیم ہی اسلامی زندگی کے لیے شہریوں کو ابھار سکتی ہے“۔ ۱۹۵۹ کی تعلیمی پالیسی میں بھی یہ وضاحت اس طرح کی گئی ہے کہ: ”پاکستان بنانے کا مقصد اسلامی طرز زندگی ہی ہے“۔

اسلامیات کی آئینی و قانونی حیثیت

آئین پاکستان آرٹیکل ۳۱ میں اسلامی طرز زندگی ہی کی متلاشی ہے۔

۱۹۷۲ تا ۱۹۸۰ تعلیمی پالیسی کے مطابق ملک میں اسلامیات کو بطور لازمی قرار دی گیا۔ ۱۹۷۹ کی تعلیمی پالیسی میں مقاصد تعلیم کے لیے اس طرح کی لفاظی ملتی ہے:

"To foster in the heart and mind of students a deep and abiding loyalty to Islam."

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۷ تا ۲۰۲۵ : وزارت فیڈرل ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ٹریننگ حکومت پاکستان، ص: ۲۰ تا ۲۵۔

۱۹۹۲ کی تعلیمی پالیسی میں سکول کی تعلیم میں ناظرہ قرآن لازمی قرار دیا گیا جبکہ قرآنی آیات کی تشریح سکینڈری اور ہائر سکینڈری کلاسز کے لیے لازمی قرار دیا گیا۔ ۱۹۹۸ تا ۲۰۱۰ کی تعلیمی پالیسی میں ملک کی نظریاتی بنیاد اس طرح واضح کی گئی:

ملک کی بقا اسلامی طرز تعلیم سے ہے اور ملک اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسلامی طرز تعلیم ملک میں رواج نہ پا سکے۔

۲۰۰۹ کی تعلیمی پالیسی کے مطابق تعلیم کا مقصد شہریوں کی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق کرنا بتایا گیا ہے۔ اب آئین میں ۱۸ ویں ترمیم کر کے تمام صوبوں اور ملحقہ علاقوں کی تعلیم کا بنیادی کردار اسلامی طرز زندگی سے اسلامی تعلیم کو ہم آہنگ اور ہم ربط کرنا ہے۔

درج بالا عبارت قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۸ تا ۲۰۲۵ کا مفہوم اردو میں ترجمہ کر کے پیش کیا گیا۔ اس کے مطابق سابقہ تمام پالیسیوں کے وہ پہلو جو اسلامیات کے پیرائے میں بیان کیے گئے تھے من وعن آگے جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسلامیات کی تعلیم اس ملک کے اندر ایک آکسیجن کی مانند ہے جس طرح انسان آکسیجن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا بالکل اسی طرح یہ ملک بھی اسلامی طرز زندگی کا خواہاں ہے۔ اسلامی تعلیم اس وقت کج فہمی کا شکار ہے اسلامیات کی جسامت کا احاطہ کیے بغیر محدود چند حصہ کو مکمل اسلامیات تصوّر کیا گیا ہے اور تعلیم میں اس وقت آزاد خیال اور تنگ نظر کی اصطلاحات اسی کا شاخسانہ ہے۔ اس وقت اسلامیات کی سب سے بڑی صنعت وفاق المدارس ہیں اور ان کا نصاب تعلیم درس نظامی ہے۔ یہ نصاب اسلامی تعلیم سے متعلق ہے جب کہ تعلیمی پالیسیاں تعلیم کو اسلامی تناظر میں کرنے کی کہہ رہی ہیں جس کے لیے لفظ اسلامی طرز تعلیم اور انگلش میں اس طرح کے جملے تمام تعلیمی پالیسیوں میں موجود ہیں جو ساری تعلیم کو اسلامی کرنے سے متعلق ہیں:

" Education system in Pakistan should be inspired by Islamic ideology " (1)

"پاکستانی نظام تعلیم، اسلامی سوچ، فکر اور نظریہ کا عکاس ہونا چاہیے"۔ یہاں بات تعلیم کی نہیں بلکہ نظام تعلیم کی ہے۔ نظام تعلیم میں سب سے پہلے نصاب آتا ہے جو تعلیم کو مجموعی طور پر سیکولر، مارکسی یا اسلامی کر سکتا ہے جس کی وضاحت بھی اوپر پالیسی کے باب دوم کے ذیل میں گزر چکی۔ یہ نظام تعلیم کیسے اسلامی ہو اس پر مجموعی سفارشات مقالہ کا آخری حصہ ہے تاہم درس نظامی کے حوالہ سے باعث کے نزدیک اس میں چند بنیادی سقم پائے جاتے ہیں جن

---

(1) National Education Policy 2017: Ministry of federal education and training , Govt of Pakistan P:24

کی درستگی ایک اصلاح کے طور پر سامنے آسکتی ہے اسی تناظر میں موجودہ قومی پالیسی نے ایک باب مختص کیا ہوا ہے۔ اس کے آٹھ عناوین ہیں جن میں دینی مدارس کی اصلاح پر توانائیاں خرچ کی گئی ہیں:

سولہواں باب: دینی مدارس (پالیسی ۲۰۱۷) (1)

نمبر ۱۶-۱۔ **دینی مدارس کا نظریاتی ڈھانچہ:** اس میں واضح کیا گیا ہے کہ مدارس اپنی تاریخ میں ہر گز دین کو دینا سے الگ لے کر تعلیم نہ دیتے تھے۔ تاریخی اعتبار سے جابر بن حیان وغیرہ جیسی شخصیات کے اسماکے ساتھ مثالیں دے کر وفاق المدارس کا اصل نظریاتی مقام سمجھایا گیا ہے جہاں سے پوری انسانیت نے روشنی حاصل کی۔

نمبر ۱۶۔۲۔ **خصوصیت و اہمیت:** پالیسی میں واشگاف الفاظ میں اس بات پر حتمی عبارت موجود ہے جو ملک سے **دینی** مدارس اور عام تعلیمی مدرسہ جات کو ایک ہی کیا جائے گا ان میں موجود تمام علیحدگیاں ختم کی جائیں گی۔

نمبر ۱۶۔۳۔ **آئینی گنجائش:** اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے سب پالیسیوں میں مذکور اسلامی طرز زندگی کے لیے کی جانے والی عبارات شامل کر کے دینی مدارس کو اس سے ہم آہنگ کرنا بیان کیا گیا ہے۔

نمبر ۱۶۔۴۔ **دینی مدارس کا ڈیٹا:** ملک میں پائے جانے والے پانچ بڑے وفاق المدارس کے نام لکھ کر ان کا تعارف کرایا گیا ہے۔ نمبر ۱۶۔۵۔ **مسائل اور چیلنجز:** اس میں دینی مدارس کو درپیش مسائل مذکور ہیں۔ نمبر ۱۶۔۶۔ **دینی مدارس میں حکومتی مداخلت کی ضرورت:** اس عنوان سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ دینی مدارس ملک میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں ان میں پائے جانے والی خامیاں دراصل پورے ملک پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ان کی اصلاح سے سارے ملک اصلاح ہو گی۔ اس وقت ان ادرہ جات میں جدید دنیا کے لیے کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کو ادراہ جات اور حکومتی نمائیدگان مل بیٹھ کر ختم کریں گئے۔

نمبر ۱۶۔۷۔ **مقاصد واہداف:** دینی مدارس کو قومی دھارے میں لانے کے لیے ان کے اندر اتفاق و اتحاد کا سلسلہ کو اتحاد بین المسلمین کی شکل میں موجود ہے کو مزید تقویت دی جائے گی۔ ساتھ ہی ملک میں ملازمتوں کے لیے دینی مدارس کے طلبہ ان کے قابل بنانا۔

نمبر ۱۶۔۸۔ **مقاصد واہداف کا حصول:** اس عنوان میں کل ۲۰ نکات پائے جاتے ہیں جن میں مدارس کو سہولیات فراہم کرنے کے بارہ میں تفصیلات پائی جاتی ہیں جن سب کے سب کو بیان کرنا موضوعِ مقالہ میں گنجائش نہیں جیسے مدارس کا انفراسٹرکچر بہتر کرنا وغیرہ۔ دینی مدارس کے نصاب کے حوالہ سے اس طرح کی عبارت ملتی ہے:

"The national curriculum framework, standards for learners, curriculum, text books and instructional material of formal subjects for Madaris will be followed and regularly updated jointly by Deeni Madaris,

---

(1) National Education Policy 2017: chapter, 16.P:122 to 129.

relevant Government Ministries and other stakeholders. Similarly the instructional and supplementary reading material on religious education will be revised and updated with mutual consultation." (1)

موجودہ تعلیمی پالیسی اور درس نظامی کے نصاب کا فلسفیانہ تجزیہ کیا جائے تو درس نظامی میں تبدیلیاں اس تناظر میں کی جانی چاہئیں جو کہ باحث کے نزدیک عصری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اس انداز کی خاصی کمی محسوس کی جاتی:

۱۔ درس نظامی میں کسی بھی غیر مسلم کی تعلیم کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس پیرائے میں کوئی کاوش پائی جاتی ہے جس سے غیر مسلم طلباء کی تعلیم کا کوئی طریقہ کار واضح ہو سکے۔ یہ ایک اجنبی سی بات شاید کئی اذہان کو بے جان لگے لیکن حقائق یہ ہیں کہ قرآن مجید کا خطاب انسانوں سے ہے نہ مسلمانوں سے۔ تمام انسانیت کی فوز و فلاح نہ کر سکنے والا نصاب اسلامی رواداری اور اسلامی تعلیم پر سوالیہ نشان ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے پاس یہ انتہائی قیمتی سرمایہ ہے اس کی ایک آیت کائنات ومافیھا سے زیادہ قیمتی ہے۔ قرآن مجید کو جتنا وسیع النظری سے لیا جائے کم ہے۔ درس نظامی میں صرف ایمانیات کو بنیاد بنا کر مومنین کے ایمان کو پروان دینے کے لیے اسلامیات کے مواد کو رٹوایا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک انتہائی اہم اور انتہائی قیمتی کاوش ہے لیکن جب زمانہ کے حوادث کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو بڑے سے بڑے اسلامی سکالر کا ایمان بھی ڈھول جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانے کے حوادث کا مقابلہ کرنے والا ایمان نہیں بن رہا۔ وہ ایمان اس وقت بنے گا جب زمانے کے ساتھ چلنے کے تقاضے زیر غور ہوں گئے اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تعلیم دی جائے گی۔

۳۔ درس نظامی کا نصاب دینی تعلیم ہے اور دینی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس پر نصاب سازی اس وقت ہوئی تھی جب دین ہی کو دنیا سمجھا جاتا تھا۔ برطانوی سائنسدانوں کی گواہی آج بھی موجود ہے کہ انھوں نے یہ تعلیم قرطبہ کی مسجد میں دوزانوں بیٹھ کر حاصل کی۔ اس وقت یہ دینی تعلیم دنیا کی کامیابی کی کنجی تھی۔ لیکن وقت کے ساتھ ہم قدم نہ رہ سکنے کی وجہ سے درس نظامی زمانہ سے کنارہ کش ہو تا گیا جس کی وجہ سے تعلیم کی دو یائی عمل میں آگئی۔ اس دو یائی میں جتنا قصور غیر مسلم کا ہے اس سے بڑھ کر ہمارا ہے کیونکہ غیر مسلم بے بس ہے لیکن مسلم بابس ہے اس کے پاس قرآن و حدیث جیسا قیمتی سرمایہ ہے جس کا بہترین فہم درس نظامی کا طالب علم رکھتا ہے۔ اس طالب علم کو دنیا کے تمام علوم اسلامی نظر سے دیکھنے کی تعلیم ہو تو کوئی شک نہیں کہ درس نظامی سے اسلامی نظام تعلیم انہی مدارس میں چمک کر ساری دنیا کے اثاثے اپنے ہاتھ میں رکھنے والا طالب علم پیدا کر سکتا ہے لیکن درس نظامی ایسی خواب بھی دیکھنے کے قابل نہیں لگ رہا۔ اللہ پاک ہم سب کو ایسی کاوش کے لیے قبول فرمائے جو اسلامی طرز تعلیم اور اسلامی طرز زندگی کی راہیں ہموار کر سکے۔ آمین۔

---

(1) National Education Policy 2017: P:126

باب چہارم: نصاب اسلامیات اور درسی کتب برائے اسلامیات لازمی، نہم و دہم

فصل اول: درسی کتب بمطابق قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶

مبحث اول: درسی کتاب، آزاد جموں و کشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد

مبحث دوم: درسی کتاب، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

فصل دوم: درسی کتب غیر مطابق قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶

مبحث اول: درسی کتاب، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

مبحث دوم: درسی کتاب، خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

مبحث سوم: درسی کتاب، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو

مبحث سوم: درسی کتاب، شعبہ نصاب وزارت تعلیم اسلام آباد

فصل اول: درسی کتب بمطابق قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶

مبحث اول: نصاب اسلامیات اور درسی کُتب برائے اسلامیات لازمی، نہم ودہم

اس باب میں اس بات کا جائزہ لیا جارہا ہے کہ جو نصاب اسلامیات قومی نصاب اسلامیات ۲۰۰۶ منظور ہوا، اس کے مطابق جو کتب تالیف کی گئیں وہ کس حد تک قومی نصاب کے عین مطابق ہیں کیونکہ قومی تعلیمی پالیسی اور آئین کی عملی شکل کا مظہر یہی درسی کتاب ہے جو نونہالِ قوم کو پڑھائی جارہی ہے، یہی کتاب درسی کتاب کہلاتی ہے۔ چونکہ قومی نصاب ہے اس لیے پاکستان کے چھے بڑے ٹیکسٹ بک بورڈز کی کتب کا جائزہ لیا جائے گا:

۱۔ درسی کتاب، آزاد جموں وکشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد۔ ۲۔ درسی کتاب، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ۔

۳۔ درسی کتاب، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور۔ ۴۔ درسی کتاب، خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور۔ ۵۔ درسی کتاب، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو۔ ۶۔ درسی کتاب، شعبہ نصاب وزارت تعلیم اسلام آباد۔

ان کتب کے دیکھنے سے پہلے ہم قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ کو سامنے رکھتے ہیں جو آئین پاکستان کے مطابق قومی تعلیمی پالیسی بنائی جاتی ہے اس کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے:

قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ جماعت نہم ودہم اور درسی کتب۔

پہلے نصاب کا اصل عکس دیکھ درسی کتب نصاب اسلامیات جماعت نہم، دہم دیکھا جائے گا جس کے بعد نصاب اور درسی کتب کی مخالفت یا موفقت کا اندازہ لگایا جاسکے گا۔:

بابِ اوّل: القرآن الکریم: (الف) قرآنِ مجید : تعارُف اور فضائل۔ (ب) (ترجمہ و تشریح) : منتخب ۲۰ آیات ضمیمہ ا کے مطابق: البقرہ: ۱۷۷۔ النساء: ۱تا۱۰، ۳۶۔ المائدہ: ۳۲، ۳۳، ۳۴۔ التوبہ: ۲۴، ۳۳۔ الحج: ۳۹، ۴۰، ۴۱۔

بابِ دوم: الحدیث: (الف) حدیث وسنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات: (ب) ضیمہ ۲ میں دی گئی ۲۵ احادیث کا صرف اردو ترجمہ حوالہ جات کے ساتھ درسی کتاب کے مصنفین موضوعاتی۔ مطالعہ کے ابواب میں مناسب جگہ پر سمودیں۔

بابِ سوم : موضوعاتی مطالعہ: (ب) ایمانیات اور عبادات۔ ۱۔ عقیدہ توحید (صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے) ۲۔ عقیدہ رسالت، نبوت ورسالت کا معنی ومفہوم، ضرورت نبوت ورسالت، حب رسول، اطاعت واتباع، ختم نبوت، ۳۔ عبادت کا معنی ومفہوم، اہمیت وافادیت۔ ۴۔ جہاد: تعارف، اقسام اور اہمیت۔ **(ب) سیرت طیبہ، اسوہ**

حسنہ۔ا۔ بعثتت نبوی ۲۔ دعوت تبلیغ۔۳ہجرت مدینہ اور غزوات ۴۔ خصائل وشمائل نبوی۔۵۔ مناقب، اہل بیتؑ، صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہ کرامؓ کا اجمالی تعارف۔۔(۱)

(ج) اخلاق وآداب:ا۔ علم کی اہمیت فضیلت ۲ :اسلام میں خاندان کی اہمیت۔۳ :احترام انسانیت ۴ :سلام کے آداب۔ ۵ :عفت وحیا۔

بابِ چہارم :ہدایت کے سرچشمے / مشاہیر اِسلام: :حضرت امام حسینؓ : حضرت ابو عبیدہ ابن لجراحؓ: (۲) جابر بن حیّان :موسی بن نصیر(۳) ۔(۴)

نصاب ایک پیغام رسانی کا کام بھی سر انجام دے رہا ہو تا ہے۔ طلبہ اپنے اسلاف کا کر دار، تاریخ، ادب اور فلسفہ حیات وغیرہ کو بذریعہ نصاب سیکھتے ہیں جو ایک پیغام کے مثل ہو تا ہے۔ پیغام رسانی میں ایک بڑا نقص پایا جاتا ہے کہ جب یہ پیغام ایک سے دوسرے کو دیا جاتا ہے تو پہلے کی طرح سمجھنے کے لیے دوسرے کو خاصی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اگر اس میں ذرہ بھی سستی ہو جائے تو وہ پیغام درست منتقل نہیں ہو تا۔ پھر اسی طرح دوسرے سے تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹے واسطے تک اس پیغام کی شکل ہی بگڑ جاتی ہے۔ اسی طرح قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ جو بات ملکی آئین میں شامل قرار داد مقاصد بتا رہی ہے قومی تعلیمی پالیسی کو ان مقاصد کے حصول کے قابل بنانا خاصا مشکل ہے۔ پھر اس تناظر میں ہی نصاب کی تدوین کرنا اور پھر اس نصاب کے مطابق درسی کتب تالیف کرنا یہ بھی تیسرے چوتھے واسطے کی بات ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب استاد کی ہوتی ہے جو بچوں کو پڑھاتا ہے اس

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ جماعت سوم تا دو از دہم:وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد، ص۱۵

(۲) ابو عبیدہ الجراحؓ (متوفی ۱۸ھ) آپ عشرہ مبشرہ صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔"رسول اللہ ﷺ کے دارالارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کے دوسرے سفر میں ہجرت فرمائی پھر (مدینہ) واپس آئے تو بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے" (طبقات ابن سعد، ص:۷/ ۳۸۴)

(۳) موسیٰ بن نصیر بن عبد الرحمٰن بن زید لخمی (متوفی ۷۱۶ء)، تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے مشہور صحابیء رسول ﷺ سیدنا تمیم دارمی سے کئی احادیث نقل کیں۔ آپ کو ۸۷ھ میں افریقہ میں بلاد مغرب کا گورنر بنایا گیا۔ آپ نے بحیثیت گورنر سپین کو فتح کرایا طارق بن زیاد نے آپ کی امیدوں کو رنگ لایا۔(ابن کثیر ۳/ ۱۳۱)

(۴) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ جماعت سوم تا دو از دہم: وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد، ص:۱۵۔

طرح بچہ چھٹے واسطے پر کھڑا ہے۔اب بچہ کیا سیکھ سکتا ہے اس کے لیے اس پیغام رسانی کے عمل میں سخت محنت کی ضرورت ہے۔

درسی کتب کو دیکھا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ متذکرہ چھے ٹیکسٹ بک بورڈز میں سے چار بورڈز کی کتب ابھی تک قومی نصاب برائے اسلامیات ۲۰۰۲ کے مطابق ہیں۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ ملک میں کوئی اور نصاب بھی چار سال کی مزید محنت سے تیار ہوا ہے۔اور زمانے کی بدلتی ہوا سے انھیں کیا غرض؟اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہمارا کام کسی خاص مقصد کے حصول سے عاری ہے۔ طلبہ سکول میں امتحان میں زیادہ نمبرات کے حصول کے لیے جاتے ہیں۔والدین اچھی نوکری کے لیے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔اساتذہ اچھا نتیجہ دینے کے درپہ رہتے ہیں۔درسی کتب اچھے کاغذ میں کم قیمت کے چکر میں اور نصاب ساز ادارہ کے نصاب سے لاپرواہی سے استفادہ اور جان چھڑاتے دکھائی دے رہے ہیں۔نصاب ساز ادارہ کمیٹی بنا کر بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ کمیٹی اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ کچھ وقت نکال کر اپنی توانائیاں ضرور خرچ کرتی ہے لیکن اتنے کم وقت میں وہ کیا رنگ لا سکتی ہیں۔اس طرح سب کے سب اس وزن کو اس طرح لیتے نظر نہیں آتے جو اس کا حق ہے۔اب یہ سارا کچھ ایسا کیوں؟اس کی ایک اہم وجہ تعلیم کے مقاصد کو ملحوظ نہ رکھنا ہے۔جب تعلیم وہ مقاصد جو قرارداد مقاصد میں ہیں کے حصول کے گرد سرگداں ہو گی پھر نصاب اور تدریسی کتب اپنا اصل چہرہ سامنے کریں گئے۔انہی مقاصد کے حصول کے لیے اساتذہ کو بھی تربئیت دی جائے۔طلبہ اور والدین بھی یوم والدین کے مواقع پر ان مقاصد کی گردان کریں پھر تعلیم با مقصد بن سکتی ہے اور ہماری زندگیاں قرارداد مقاصد کے مطابق ڈھل سکتی ہیں۔

درسی کتب ایک نظر میں

درسی کتب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ کی روشنی میں تاحال ٹیکسٹ بک بورڈ آزاد کشمیر مظفر آباد اور بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ سے ہی درسی کتب چھپی ہیں باقی متذکرہ بالا چھے بورڈز میں سے چار نے ابھی تک اس نصاب کے مطابق کتب نہیں چھپوائیں۔یہ ستم بالا ستم ہے کہ ان بورڈز کے کان پر جوں بھی نہ رینگی کہ آخر اسلامیات کو ملک میں لازمی قرار دینے کے کچھ مقاصد بھی ہو سکتے ہیں۔چونکہ ہمارے ملک میں نظریاتی نصاب کا وجود نہیں ہے اسلامیات کا لزوم نظریاتی نصاب کے ذریعے ممکن ہے۔اس نصاب کے مطابق قوم کو اس کی فلسفہ حیات سمجھائی جاتی ہے یہ فلسفہ اسلامی تصور کائنات (Islamic weltanschauung)ہی سے ہے۔ایسا فلسفہ جس کے مطابق زندگی گزارنی مقصود ہو اگر اس کا مطالعہ ہی نہ ہو تو اس فلسفہ کا زندگی میں آنا محال ہے۔اس طرح فلسفہ حیات کی سمجھ کے لیے ہمیں اپنے مقاصد تعلیم متعین کرنا ہوں گے جن کا عکس اسلامیات لازمی کا نصاب ہو جس کے مطابق پاکستانی قوم کی زندگیاں گزرنی مقصود ہیں،جو بمطابق آئین اسلامیات لازمی قرار پائی

ہے اور اسی کا نفاذ بذریعہ درسی کتب کیا جاتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے نصاب بہت پیچھے لگتا ہے اور اس کے اوپر درسی کتب اس طرف بڑھنے کی تکلیف گوارہ کرنے کے قابل ہی نہیں۔ پھر کوئی جادو کی چھڑی کی ہی ضرورت ہے جو ہماری زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق کر سکے۔

متذکرہ چھے درسی کتب کے موازنہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان کی تقسیم دو حصوں میں ہو رہی ہے ایک وہ کتب جو رائج الوقت قومی نصاب اسلامیات ۲۰۰۶ کے مطابق ہیں اور دوسری جو اس نصاب ۲۰۰۶ کے مطابق نہیں ہیں۔ اس طرح طوالت سے بچنے کے لیے اس باب کو دو فصول میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

فصل اول: درسی کتب برائے اسلامیات لازمی جماعت نہم و دہم بمطابق قومی نصاب اسلامیات ۲۰۰۶۔ فصل دوم: درسی کتب برائے اسلامیات لازمی جماعت نہم و دہم غیر مطابق قومی نصاب اسلامیات ۲۰۰۶۔ ان فصول کو مبحث میں بمطابق ٹیکسٹ بک بورڈ تقسیم کیا جائے گا

مبحث اول: درسی کتاب آزاد جموں و کشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد

اس بورڈ کے مطابق اسلامیات کا مکمل کورس جماعت نہم میں ہی کرا دیا جاتا ہے۔ دراصل جماعت نہم و دہم میں صرف ۷۵ نمبر کی اسلامیات لازمی اور ۷۵ نمبر کا مطالعہ پاکستان لازمی ہے۔ زیادہ تر بورڈز میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان آدھا کورس نہم میں اور آدھا دہم کلاس میں پڑھایا جاتا ہے جبکہ اس بورڈ نے اسلامیات لازمی کے ٹائٹل میں صرف جماعت نہم کا ذکر کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اسلامیات لازمی مکمل کورس جماعت نہم اور مطالعہ پاکستان مکمل کورس جماعت دہم میں پڑھایا جائے لیکن تعلیمی بورڈ میر پور آزاد کشمیر اس سے ہٹ کر امتحان کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کتاب کے کل ۷۶ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں نصاب ۲۰۰۶ کو ہی اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے ہر باب کے شروع میں "حاصلات تعلیم" کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اور طلبہ کی آموزش کو زیر نظر رکھا گیا ہے۔ جو ایک اچھا شگون ہے لیکن اس آموزش کے حصول کو مصنفین صرف معلومات بہم پہنچانے کو کافی سمجھتے ہوئے، خیال کیے جا سکتے ہیں۔ جبکہ معلومات، علم کے ساتھ ساتھ تعلیم اور پھر تربیئت کے پہلو اپنی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کو اگر کریدا جائے تو مقاصد تعلیم سامنے نکل آتے ہیں۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنفین مقاصد تعلیم کے بہت قریب سے گزرے ہیں۔ مثلاً قرآنی آیات کے حاصلات تعلم میں قرآنی آیات مبارکہ کا لفظی، با محاورہ معنی اور مفہوم مذکور ہیں لیکن اس مفہوم کو سمجھنے کے بعد طلبہ کی عملی زندگی میں بھی ایک تبدیلی مقصود ہے۔ اس کو تبدیلی کو ہی مقاصد تعلیم کہا جاتا ہے۔ مثلاً کتاب ہذا کے صفحہ نمر ۹ آیت نمبر ۳ کی تشریح کرتے ہوئے، یتیموں کے بارہ میں سمجھاتے ہوئے زمانہ جاہلیت کی مثالوں کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے حالات کی مثال بچوں کی زندگی پر زیادہ موئثر ثابت ہو سکتی ہے پھر یتیم کی ذاتی زندگی میں جو محرومیاں ہوتی ہیں ان سے بچوں کو روشناس کرانا بھی موثر عمل ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں قرآنی آیات جو نصاب میں دی گئی ہیں اس کے نصف تعداد کو شامل کتاب کیا گیا ہے۔[1]

آیات مبارکہ کی تعداد میں کرنا کسی بھی لحاظ سے اچھا قدم محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ درسی کتب کے مؤلفین اگر مقاصد تعلیم کے حصول لیے کتاب تالیف کرتے تو ہرگز آیات میں کمی کرنا ان کے بس میں نہ رہتا بلکہ اس تناظر میں کتاب میں مزید قرآنی آیات کا اضافہ کیا جاتا۔

درسی کتب ایک بڑے منصوبے کے بعد معرض وجود میں آتی ہیں اس کے لیے ملکی آئین و قانون کا لحاظ محض اس لیے رکھا جاتا ہے کہ آئین کسی ملک کے فلسفہ حیات کے دفاع کا کردار بھی ادا کر رہا ہوتا ہے۔ اور یہ فلسفہ حیات ایک دستور حیات ہوتا ہے اور یہی دستور حیات کسی ملک کا دستور کہلاتا ہے لیکن مولفین کتب نے اس طرف اپنی ذہنی کیفیت کی کوئی جھلک کتاب کی تالیف میں نہ دکھائی جس کی وجہ سے بحیثیت مجموعی تعلیم پر منفی اثرات مرتب ہوتے محسوس کیے جا رہے ہیں۔

درسی کتاب بمطابق قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶، کا موضوعاتی مطالعہ اصل حالت میں اس طرح ملتا ہے:

باب سوم: موضوعاتی مطالعہ

حاصلات تعلم

اس سبق کی آموزش کے بعد تمام طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ

۱۔ عقیدہ توحید کا معنی و مفہوم جان سکیں۔

۲۔ عقیدہ توحید کی اہمیت، قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں جان سکیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے آگہی حاصل کر سکیں۔

۴۔ عقیدہ توحید کے تقاضوں کو سمجھ سکیں۔

۱۔ عقیدہ توحید

توحید کے لغوی معنی: توحید کے لغوی معنی ہیں: ایک ماننا، یکتا جاننا اور ایک ٹھہرانا۔

توحید کے اصطلاحی معنی: دین اسلام میں توحید کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں ایک ماننا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق جاننا یعنی یہ پختہ یقین رکھنا کہ وہ وحدہ لاشریک ہے، اپنی ذات میں کامل اور بے مثال ہے۔

---

(۱) درسی کتاب، آزاد جموں و کشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد، مارچ ۲۰۱۷ طبع اول، باب، قرآن مجید

توحید کی اہمیت۔

اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ "ایمان باللہ" یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ یوں تو بہت سی قومیں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں، لیکن اسلام کے نقطہ نگاہ سے ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا جائے اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کا تعارف اس طرح کروایا ہے:

﴿ قُلْ هو الله اَحَدٌ -اَلله الصَّمَدُ -لَمْ يَلِدْ - وَ لَمْ يُولَدْ -وَ لَمْ يَكُن لَه كُفُوًا اَحَدٌ﴾(۱)

ترجمہ: "فرما دیجئے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اُس کا ہمسر نہیں۔"

اس سورت کی پہلی آیت میں یہ اعلان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ایک ہے۔ وہ مذاہب جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ذات کو شریک ٹھہراتے ہیں، ان کی تردید ہو گئی۔ دوسری آیت میں اس امر کا اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود، صفات اور افعال میں کسی کا محتاج نہیں۔ تیسری آیت میں اس بات کا اعلان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، آخری آیت میں اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بے مثال ہے۔ دنیا میں کوئی بھی کسی لحاظ سے اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ (۲)

توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اسی پر دنیا و آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔ نبوت کے اعلان کے کچھ عرصہ بعد حضرت محمد ﷺ نے مکہ معظمہ میں صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنی قوم قریش کو پہلا خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَاَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَااِلٰهَ اِلاَّ اللهُ تُفلِحُو-))(۳)

ترجمہ: "اے لوگوں! کہو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کامیابی ارو فلاح پاوگے۔"

---

(۱) سورۃ الاخلاص ۱۱۲/ ۱تا۵

(۲) درسی کتاب، آزاد جموں وکشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد، ص:۲۶،۲۵

(۲) مسند احمد ، رقم الحديث: ۱۶۶۰۳-قال شوكاني: أخرجه الإمام أحمد بإسناد صحيح (۱۶۶۰۳) : تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد ويليه شرح الصدور في تحريم رفع القبور:محمد بن إسماعيل الصنعاني، محمد بن علي بن محمد الشوكاني (المحقق: عبد المحسن بن حمد العباد البدر)مطبعة سفير، الرياض، المملكة العربية السعودية الطبعة: الأولى، ۱۴۲۴هـ- ص:۱/ ۳۰

عقیدہ توحید سے انسان میں عزت نفس اور خود داری پیدا ہوتی ہے۔ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس کا دل مطمئن اور پر اُمید ہوتا ہے۔ اس عقیدہ سے انسان میں صبر و قناعت، بلند ہمتی اور توکل کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ وہ مشکلات سے نہیں گھبراتا۔ عقیدہ توحید انسان کے دل میں اسلامی اخوت کا جذبہ اُبھارتا ہے، تعصب، تنگ نظری اور گروہ بندی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

صفات باری تعالیٰ کا تعارف

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بے مثال، بے نظیر اور یکتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ رحم کرنے والا ہے لیکن کوئی دوسرا اس جیسا رحم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی ہر صفت میں یکتا ہے، اس کی صفات، اس کی ذات کا جزو ہیں۔ وہ اس کی ذات ہی کی طرح ازلی و ابدی ہیں۔ ہم اسے اس کی صفات سے پہچانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان صفاتی ناموں کے ساتھ دعاوں میں پکارنے کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چند صفاتی نام ذیل میں درج ہیں:

الخالق (پیدا کرنے والا)

اللہ تعالیٰ نے ہی کائنات کو پیدا کیا اور وہی نظام کائنات چلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز بھی پیدا نہیں ہو سکتی المالک (مالک کائنات):

پوری کائنات کا صرف وہی بلا شرکت غیر مالک ہے۔ کائنات میں اُس کا حکم چلتا ہے۔ کوئی اس کے حکم سر تابی نہیں کر سکتا۔

رب العٰلمین (ساری کائنات کا پروردگار)

اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ وہی تنہا سب کا رازق ہے۔ اس نے اپنی تمام مخلوقات کے لیے رزق کے وافر وسائل پیدا کر رکھے ہیں اروہر جاندار کا رزق اس نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

المحیی (زندگی بخشنے والا)

کائنات میں ہر ذی روح کو اللہ تعالیٰ نے ہی زندگی بخشی ہے۔ ہم سب اسی کے حکم سے زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہم اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

البصیر (سب کچھ دیکھنے والا)

اللہ تعالیٰ ہر ظاہر اور چھپی ہوئی چیز کو دیکھتا ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں میں اور زمین کی تہوں میں پوشیدہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہیں

الغفور (سب سے زیادہ گناہ معاف کرنے والا)

بشری تقاضوں کے تحت انسانوں سے عموماً غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ نہ صرف اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے بلکہ اس کی غلطیوں کو نیکیوں میں بھی بدل دیتا ہے۔

العلیم (سب کچھ جاننے والا):

پوری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انسان آئے ہیں اور جتنے اور آئیں گے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اسی طرح فضاؤں میں، پہاڑوں میں اور سمندروں کی تہوں میں موجود ہر شے سے اللہ تعالیٰ کی ذات آگاہ ہے۔ سب کو اللہ تعالیٰ ہی علم عطا کرنے والا ہے۔ علم کا حقیقی اور اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔(1)

العادل (سب سے زیادہ عدل کرنے والا):

اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کرنے والا ہے اور اپنے بندوں سے بھی یہی توقع کرتا ہے کہ اُس کے بندے بھی زندگی کے ہر معاملے میں عدل و انصاف کے سنہری اُصول کو اپنائیں۔

القیوم (اکیلا ہی بذات خود سب مخلوق کا انتظام کرنے والا):

اللہ تعالیٰ سب مخلوق کی ضروریات اور حاجات کا انتظام کرنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس کو کبھی فنا نہیں ہے۔ بعض احادیث مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ صفاتی نام (القیوم) اسم اعظم میں شامل ہے۔

الرحمن (بڑا مہربان)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے۔ وہ اپنے بندوں کی ضروریات بغیر مانگے بھی پوری کرتا ہے مثلاً انسان کو مکمل اعضاء کے ساتھ جسم و جاں عطا کیا اور اس کی پیدائش سے پہلے اس کی ضروریات زندگی کا اہتمام کیا۔

الرحیم (بے حد رحم کرنے والا):

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت شفیق اور مہربان ہے۔ وہ ہر مشکل وقت میں اپنی مخلوق پر مہربانی اور احسانات کرتا ہے اور اپنے بندوں کو سکون و اطمینان عطا کرتا ہے۔

توحید کے تقاضے

---

(1) درسی کتاب: ص:۲۶،۲۷

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان کے چند اہم تقاضے درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر اس کی ساری صفات کے ساتھ ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ ماننا۔

۲۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (۱)

ترجمہ: "تم صرف اسی کی عبادت کیا کرو۔"

ہر طرح کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور اس میں کسی کو شریک نہ کیا کیا جائے۔

۳۔ اس بات پر یقین رکھنا کہ زندگی، موت، صحت، بیماری، عزت، ذلت اور نفع نقصان سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی ساری محبت کا مرکز مانا جائے۔ اگر کسی سے محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر کی جائے۔

۵۔ اس بات پر پختہ یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ومالک ہے اور ہر نقص سے پاک ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے اور اسی سے اپنی اُمیدیں وابستہ رکھی جائیں۔

۷۔ پوری کائنات کا نظام صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ بندہ مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننے اور پوری زندگی اس کی اطاعت میں گزارے۔

۸۔ تمام نعمتوں کا عطاء کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہذا خلوصِ دل سے اس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر بجالایا جائے۔(۲)

مشق

۱۔ تفصیلی جواب لکھیں۔

۔ عقیدہ توحید کا مفہوم اور اہمیت قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کریں۔

۔ عقیدہ توحید سے کیا مراد ہے؟

---

(۱) بنی اسرائیل ۱۷/۲۳

(۲) درسی کتاب: ص:۲۷، ۲۸۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوا لَااِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ تُفلِحُو کا ترجمہ لکھیں۔

۔ سورۃ اخلاص کا ترجمہ لکھیں۔

۔ القیوم کی مختصر تشریح کریں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی صفات میں یکتا ہونے سے کیا مراد ہے؟

۳۔ درست جواب پر () کا نشان لگائیں۔

۱۔ توحید کی ضد ہے:

(الف) کفر (ب) ظلم (ج) نفاق (د) شرک

۲) الرحمٰن کا مطلب ہے:

(الف) بہت زیادہ جاننے والا (ب) پیدا کرنے والا

(ج) بہت زیادہ مہربان (د) ساری کائنات کا معبود

۳) توحید کے لغوی معنی اللہ کو ماننے کے ہیں۔[1]

الف) عظیم (ب) یکتا

ج) قدیر (د) غفور

۴۔ المحیی کا مطلب ہے۔

(الف) مالک کائنات (ب) زندگی بخشنے والا

(ج) سب کچھ دیکھنے والا (د) گناہ معاف کرنے والا

۵) اللہ تعالیٰ کے پاس علم ہے۔

(الف) زمینوں کا (ب) آسمانوں کا

(ج) پوری کائنات کا (د) سمندروں کا

---

(۱) درسی کتاب: ص: ۲۸،۲۹۔

جائزہ امشاق:

کتاب کی امشاق قابل تعریف ہیں ان پر خاصی محنت دکھائی دیتی ہے تجسس و تحقیق کا عنصر شامل ہے۔اس کتاب کی اصل حالت بطور نمونہ کے جو کہ اس کے ساتھ ساتھ بلوچستان ٹیکسٹ بک کے لیے بھی بطور نمونہ ثابت ہو گئ پیش کی جاتی ہے۔ بہر حال یہ کہنا حق بجانب ہے کہ نصاب جس تناظر میں بنایا گیا ہے اس تناظر سے ان کتب کا مرتب کرنے کا عمل کافی ناکامی کا شکار کہا جاسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کتب ایک سانچہ کے مطابق لکھی گئی ہیں وہ سانچہ جتنا اچھا ہو گا کتب بھی اپنا اثر دکھائی گیں۔ اس کے باوجود یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر کاریگر اچھا ہو تو عام سے خام مال سے بھی بہت اچھی چیز بنا سکتا ہے مولفین اگر نظریہ پاکستان کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامیات لازمی کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتابیں تالیف کرنے کی سعی کرتے تو نصاب کی بہت ساری کمی پوری کر سکتے تھے لیکن درسی کتب کے مطالعہ سے یوں لگتا ہے کہ یہ جتنا نصاب اور نظریہ پاکستان کے درمیان فرق ہے اس سے بھی بڑھ کر نصاب سے بھی دور ہوتے گئے۔ تاوقتیکہ نظریہ پاکستان کی جھلک تک بھی ملنا دشوار ہوتی گئی اور ملک کے اندر اسلامی رجحان کو پروان ملنا اور مشکل ہوتا گیا۔ بطور نمونہ چند مزید ابواب سے کچھ عنوان پیش کیے جاتے ہیں:

ضرورت نبوت ورسالت

کائنات کی ہر چیز انسانوں کی ضرورت اور فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، سمندر، پہاڑ، جنگلات، ہوا، پانی، مٹی ہر چیز انسانوں کی خدمت پر لگی ہوئی ہے۔ گویا ان چیزوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ یہ انسانوں کے کام آئیں۔ جب ہر چیز کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو آخر انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اس کی تخلیق کیوں کر بے مقصد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں انسان کی تخلیق کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۱)

ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

عبادت سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اپنی زندگی اس کے حکم کے مطابق گزارے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس وقت ہی کی جاسکتی ہے۔ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کا علم ہو۔ انسان کو انبیاء کرام علیم السلام کے ذریعے ہی ہدایت نصیب ہوتی ہے، اس لیے اللہ کریم نے نسل انسانی کی ابتداء

---

(۱) الذاریات / ۵۶

کے ساتھ ہی اس کا بھی اہتمام کیا اور انسانوں میں سے کچھ مخصوص افراد کو اس کام کے لیے منتخب کر لیا تاکہ ان منتخب افراد کو براہ راست یا فرشتوں کے ذریعے اپنی پسند اور ناپسند سے آگاہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾۔ (۱)

ترجمہ: اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو چن لیتا ہے

بے شک اللہ تعالیٰ زیادہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انسانوں میں سے بعض اعلیٰ ترین صلاحیت کے حامل افراد کو منصب نبوت ورسالت پر فائز کیا اور دوسرے انسانوں کو ان کی رہنمائی میں چلنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کو علم و عمل اور فکر و بصیرت کی بلند ترین صلاحیت سے نوازا۔ اخلاق و سیرت کے لحاظ سے انہیں واضح امتیاز بخشا گیا تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر، سن کر اور اُن کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر اُن کی اطاعت واتباع کر سکیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو ذمہ داری تفویض کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہر بات اُس کے بندوں تک پہنچائیں۔

نبوت ورسالت ہی وہ ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت عطا کرتا ہے۔ اس لیے عقیدہ رسالت کے بغیر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ممکن نہیں ہے۔

حب رسول ﷺ

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور اب ہر انسان کے لیے آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان کے لیے جب تک تمام کائنات سے رسول اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم کی ذات مبارک عزیز ترین نہ ہو جائے، ایمان ناقص اور ادھورا رہتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُم حَتّٰى اَكُونَ اَحَبَّ اِلَيهِ مِن وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)) (۲)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔"

---

(۱) سورة الحج، ۲۲/ ۷۵

(۲) صحیح بخاری، باب حب رسول ﷺ، رقم الحدیث : ۱۵، ص:۱/ ۱۲-

حضرت عبد اللہ بن ہشامؓ سے روایت ہے:

قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ» فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الآنَ، وَاللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الآنَ يَا عُمَرُ»- (۱)

ترجمہ: ”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا۔ حضرتؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حتی کہ میں تمہیں تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ جاوں تو عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! اب یقیناً آپ ﷺ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اب، اے عمرؓ (بات بنی ہے)“۔

رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھنا ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کے درج ذیل تقاضے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کا جذبہ ہو۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کے احکام کی تعمیل کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا۔

۴۔ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کو اپنی جان، مال اور دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان ارو دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی محبت میں اپنی زندگی گزاریں۔ اس لیے کہ شفاعت رسول ﷺ ان لوگوں کو میسر آئے گی جو محبت رسول ﷺ سے سر شار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت دونوں جہانوں میں انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

اطاعت و اتباع رسول ﷺ: اطاعت کا معنی ہے، حکم کی تعمیل کرنا اور اتباع کا معنی ہے، نقش قدم کی پیروی کرنا۔ قرآن مجید کی نگاہ میں رسول اکرم ﷺ کا ادب واحترام ایمان کی جان اور روح کی معراج ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۶۳۲- ص: ۱۲۹/۸-

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری پیغمبر ہیں۔ آپ ﷺ کی ہدایت نہایت مکمل ہے۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب صرف آپ ﷺ کی اطاعت ہر ایک پر فرض ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بھی کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و اتباع محبت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(۱)

ترجمہ: "اے (پیغمبر ﷺ لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی جب تک رسول کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا جذبہ کار فرما ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے ہر شعبہ حیات کے لیے بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی بن کر آئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی حیثیت محض قاصد کی نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم پہنچایا اور بس آپ ﷺ کا کام ختم ہوا، بلکہ آپ ﷺ کی حیثیت ایک رہنما اور حاکم کی ہے۔ آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل اُمت پر فرض ہے اور قرآن مجید کے احکام کی مکمل پیروی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انہیں رسول کریم ﷺ کی سنت کی روشنی میں نہ سمجھا جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع اُمت پر واجب ٹھہرائی ہے۔

سیرت طیبہ / اُسوہ حسنہ

(ا) بعثت نبوی ﷺ

حاصلات تعلم

اس سبق کی آموزش کے بعد تمام طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

۱۔ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے اہل عرب کے حالات جان سکیں۔

۲۔ اعلان نبوت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے احوال سے آگاہ ہو سکیں۔

---

(۱) سورۃ آل عمران ۳/۳۱

۳۔ آغاز وحی کے حالات وواقعات اور کیفیت وحی کو جان سکیں۔

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے عرب کی حالت

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے عرب مذہبی، معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے حد درجہ پست تھے۔ عرب میں توحید کا تصور بت پرستی میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ لوگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر مختلف خود ساختہ معبودوں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، حتی کہ بعثت نبوی ﷺ کے وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آپس کے جھگڑوں کے تصفیے کے لیے کوئی عدالت نہ تھی۔ اس وقت امن وامان قائم کرنے کے لیے پولیس کا محکمہ نہ تھا۔ بیرونی حملوں کی روک تھام کے لیے کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ عرب قوم مختلف قبیلوں میں تقسیم تھی جس کی وجہ سے اُن میں کوئی باقاعدہ نظام حکومت موجود نہ تھا۔

بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی زندگی:

بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کی زندگی نہایت پاکیزہ اور صاف تھی۔ عرب قوم آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے صادق اور امین کہہ کر پکارتی تھی۔ آپ ﷺ اپنے معاشرے کے غریب اور کمزور لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ عرب کے باشندے آپ ﷺ کو اپنے جھگڑوں میں بطور منصف بھی مقرر کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کا معمول تھا کہ وہ تنہا غار حرا میں جا کر عبادت اور غور وفکر میں مصروف رہتے تھے۔ غار حرا مکہ مکرمہ سے تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک پہاڑی میں ہے۔ آپ ﷺ کئی دنوں کی خوراک ساتھ لے جاتے۔ جس پہاڑ میں یہ غار واقع ہے، اُسے ''جبل نُور'' بھی کہا جاتا ہے یعنی نُور کا پہاڑ۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ مصروف عبادت تھے کہ جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور کہا: اقرا (پڑھیے) آپ ﷺ نے جواب دیا میں پڑھنے والا نہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو سینے سے لگایا اور پھر کہا: پڑھیے، آپ ﷺ نے وہی جواب دیا، تیسری بار پوری قوت سے سینے سے لگایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سورہ علق کی پانچ ابتدائی آیات کی صورت میں سنایا۔ آپ ﷺ نے بھی ان آیات کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اپنی زبان مبارک سے پڑھا۔

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾۔(۱)

---

(۱) العلق ۹۶/۱ تا ۵

ترجمہ: ”اے محمد ﷺ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھئے جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھئے اور آپ ﷺ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اُس کو علم نہ تھا۔“

پہلی وحی کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی شریک حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((زَمِّلُونی زَمِّلُونی)) (1)

ترجمہ: ”مجھے چادر اوڑھادو۔ مجھے چادر اوڑھادو۔

آپ ﷺ کو کپڑا اوڑھادیا گیا۔ طبعیت کو سکون ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان فرمایا۔ اس موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی: اللہ تعالیٰ ہر حال میں آپ ﷺ کا نگہبان ہوگا کیونکہ آپ ﷺ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، کمزورں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ناداروں کی دستگیری کرتے ہیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو سابقہ الہامی مذاہب کے عالم تھے۔ سارا واقعہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ تک رکا رہا اس عرصے کو فترۃ الوحی کا زمانہ کہتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ فترۃ الوحی کے زمانے میں اکثر مضطرب اور بے چین رہتے تھے۔

وحی سے سرفراز ہونا ایک گراں بار ذمہ داری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو قوم ثقیل کہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر حیات طیبہ کے آخری زمانے تک بھی وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی حالت متغیر ہوجاتی تھی۔ شدید سردی میں جبین مبارک سے پسینہ رواں ہوجاتا تھا۔

---

(۱) صحیح بخاری: رقم الحدیث: ۴ - ص: ۱/۷-

جائزہ و تبصرہ ابوابِ کتاب

کتب میں شامل ابواب، نصاب کے مطابق ہیں جن کو زیادہ بہتر انداز سے پیش کیا جا سکتا ہے جس سے ہماری ملّی اور قومی ضروریات کا پورا ہونا ممکن ہو سکتا ہے جو کہ مقاصد تعلیم کہلاتے ہیں۔ مثلاً توحید کے باب کو اس طرح کر کے پیش کرنا نسبتاً بہتر ہو سکتا ہے۔ توحید ایک سمندر ہے۔ دور حاضر میں اس پر جتنی محنت کی جائے گی اتنی ہی ہماری زندگی میں اسلامی روح بیدار ہو گی۔ اس وقت توحید پر اس طرز کی تعلیم طلبہ کے لیے زیادہ موئثر ثابت ہو سکتی ہے۔ جس میں مقاصد تعلیم کا حصول بھی غیر محسوس انداز میں ہوتا رہتا ہے۔ بطور نمونہ باحث درج ذیل انداز تحریر اپنے موقف کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے:

توحید کے انسانی زندگی پر اثرات:

انسانی زندگی انتہائی ناپائیدار، عارضی اور مختصر ترین ہے۔ ایک انسان یہاں امتحان اور آزمائش کے لیے کچھ مدت ٹھہرتا ہے پھر ایسا غائب ہو جاتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا۔ اس آزمائشی دور کو انسان کس انداز میں گزارے یہ ایک مختلف الجواب سوال ہے۔ کچھ مادیت پسندی کے تناظر میں جواب ملتے ہیں اور کچھ روحانیت پسندی میں۔ تمام مذاہب روحانیت کے قائل ہیں جبکہ سیکولر سوچ کے حامل افراد مادیت کے قائل ہیں۔ ہاں عام ذہن کو بھی پتا ہے کہ اصل روح ہے مادہ نہیں۔ روحانیت کے قائل تمام مذاہب اس دُنیا کی انسانی زندگی کو اللہ سے جوڑے رکھنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ واضح رہے تمام مذاہب اللہ کے ماننے والے ہیں اور وہ اکیلے خدا کو ہی خالق و مالک ماننا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کچھ تثلیث کے قائل ہیں اور کچھ اس سے بھی زائد خداوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن بالآخر اس پر منتج ہیں کہ خدا صرف ایک ہی ہے۔ اس اکائی کو جتنی مضبوطی سے پکڑا جائے گا اتنا ہی انسان کامیاب رہے گا اور اسی کو توحید کہتے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت کی توحید پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسی کی توفیق سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا و قادر ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں کوئی شے اس کے مثل نہیں اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو کمزور اور عاجز نہیں کر سکتی۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لیے کوئی ابتداء نہیں وہ زندہ جاوید ہے جس کے وجود کے لیے کوئی انتہاء نہیں اس کی ذات کو فنا اور زوال نہیں۔ اس کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کی حقیقت فکر انسانی کی رسائی سے بلند تر ہے اور انسانی عقل و فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ اس کی مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں وہ ازل سے زندہ ہے جس پر کبھی موت وارد نہیں ہو گی اور ہمیشہ سے قائم رہنے والا ہے جو نیند سے پاک ہے وہ بغیر کسی حاجت کے خالق وہ بغیر کسی محنت کے رازق ہے بغیر کسی مشقت کے دوبارہ زندہ کرنے

والا ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی اپنی صفات کاملہ سے متصف تھا۔ اس نے مخلوق کے وجود سے کوئی ایسی صفت حاصل نہیں کی جو اسے پہلے سے حاصل نہ تھی جس طرح ازل میں وہ صفات الوہیت سے متصف تھا۔

تمام انبیاء اس دنیا میں انسانوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کے لیے معبوث ہوئے۔ انسان جب اپنے مالک کا مطیع و فرمانبردار ہو کر زندگی گزارتا ہے تب ہی وہ اپنی زندگی کو کامیاب کر سکتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی نافرمانی کر کے بے شک ہوئی جہاز اُڑالے اس کی زندگی کو کامیاب زندگی نہیں گردانا جاسکتا اور انسان جب مالک کا مطیع و فرمانبردار غلام کی حیثیت اختیار کرتا ہے تو اس کا مقام اپنے مالک کے نائب کا ہوتا ہے جس کو خلیفہ کہا جاتا ہے دراصل انسان کی حقیقی حیثیت خلیفۃ اللہ کی ہے۔ خلیفہ ہی اپنے مالک کی کاریگری کا بہترین متصرف ہو سکتا ہے۔ جب کائنات سے استفادہ کرنا ہے تو پھر خلیفہ بن کر ہی ورنہ اس کائنات کو سمجھ میں لانا ہی محال ہے۔ انسان اس کائنات میں تمام مخلوقات میں ایک دولہا کی حیثیت رکھتا ہے ساری کائنات خادم ہے اور انسان اس کا مخدوم ہے۔ اگر کائنات میں انسان اپنی حیثیت کا تعین ہی دُرست نہ رکھ سکے تو وہ ایک ناکام انسان کے علاوہ کچھ بھی نہیں اسی لیے آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا کہ لوگوں کو اللہ کی واحدنیت کی دعوت دو جب وہ اس کو مان لیں گے پھر نماز کی طرف آئیں گے اور پھر دوسرے معاملات میں درست ہوتے جائیں گے۔ جب تک وحدانیت خداوندی لوگوں میں نہ رچ بھر سکے وہ کسی کام کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ کائنات کی ہر شے، ایک خاص ضبط میں بندھی ہے۔ سورج اپنے وقت سے ایک لحظہ آگے پیچھے نہیں حرکت کرتا چاند، ستارے، چرند، پرند، انسان اور حیوان سب ایک قانون فطرت میں بندھے ہوتے ہیں اللہ پاک فرماتے ہیں۔

﴿فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ۔(۱)

اگر آپ کسی قانون کے پابند نہیں ہیں تو اس شخص کو واپس لے آو جو ابھی مر چکا ہے۔ کائنات کا سارا نظام ایک Totalitarian System کے تحت چل رہا ہے اس میں ایک ہی حکم کے تحت چلنے کی جھلک نظر عام سے بھی دکھائی دی جاسکتی ہے یہ ایک طرف توحید کی بڑی گواہی دے رہی ہے جس کو سمجھنے سے توحید پر ایمان کامل ملتا ہے اسی طرح

(۱) الواقعۃ ۵۶/۸۶، ۸۷

کی گواہی کو شواہدِ توحید میں شمار کیا جاتا ہے جس کے لیے صوفیاء کرام میں سے ایک بزرگ محمد الجریری (۱) نے فرمایا: ”شواہد توحید میں سے کسی شاہد کے بغیر توحید پر ایمان لانا ایسا ہے جیسے پھسل کر گڑھے میں گر پڑنا“ (۲)۔

جب اس کائنات کو توحید کے تناظر میں دیکھیں گے تو سمجھ آئے گی کہ

﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(۳)

کے معنی کیا ہیں؟ دراصل انسان اپنے مالک سے بچھڑا ہوا ہے۔ وہ مالک اتنی عظیم ہستی ہے کہ اپنے بندے سے ماں سے ۷۰ گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ انسان کو اس قابل نہ کیا کہ وہ اس کو دیکھ سکے، سمجھ سکے لیکن انسان کو ایسے ماحول میں بھیجا کہ ایک ایک چیز سے اپنی گواہی کے آثار دکھا رہا ہے۔ یہ ساری کائنات ایک انسان کو صرف اپنے خالق سے جوڑنے بالفاظ دیگر توحید کے پرچار میں لگی ہوئی ہے اگر انسان ایک جھلک اپنے رب کی دیکھ سکے تو یہ ساری کائنات اس کے لیے بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کی کوئی بھی چیز حتیٰ کہ اولاد، والدین بھی ایک فالتو چیز بن جاتے ہیں۔ وہ اس طرح کا منظر بن جاتا ہے کہ جب انسان جی بھر کر کھانا کھا لے تو اس سے اور کھانا نہیں کھایا جا سکتا۔ اس صورتحال میں جو چیز واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ انسان کی جتنی خوبیاں ہیں وہ اسکے مالک سے جڑ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿ صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ﴾ (۴)

اور انسان کی جو غلطیاں، کمزوریاں یا برائیاں ہیں وہ صرف اپنے مالک سے دوری کی وجہ سے ہیں۔ حدیث شریف میں اسلام کے بارہ میں جو چیزیں کلمہ، نماز، زکاۃ کا ذکر ملتا ہے وہ صرف ایسی چیزیں ہیں جو اللہ سے جوڑتی ہیں اور اللہ سے جڑنا اسلام ہے اور یہی توحید ہے۔ آج مسلمانوں میں جتنی قباحتیں خواہ لسانی ہوں، جغرافیائی ہوں، نظریاتی ہوں یا پھر سلوکی (مسلکی) ہوں ان کی بنیادی کمزوری بوجہ دوریءِ توحید ہے۔ ایک خدا سے جڑنے والے کسی پتھر کو بھی برا نہیں مان سکتے درندے بھی موحدِ حقیقی کے دوست ہوتے ہیں لیکن موحد غیر حقیقی ہی کبھی فرقہ بندی کبھی گروہ بندی کا

---

(۱) پورا نام ابو محمد، احمد بن حسین جریری ہے۔ آپ ایک بڑے صوفی بزرگ تھے۔ جنید بغدادی کے مرید خاص تھے۔ جنید کی وفات کے بعد آپ کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا۔ آپ کی تعلیم میں نفس اور خواہشات کی قید سے انسان کو آزاد کرنا خاص موضوع رہا۔ آپ نے ۳۱۱ھ میں وفات پائی (رسالہ قشیریہ، ابو القاسم قشیری، (مترجم پیر محمد حسن) انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ، اسلام آباد، ص ۲۰۹۔

(۲) رسالہ قشیریہ، ص ۱۳۰

(۳) الحدید ۵۷/ ۱

(۴) البقرہ ۲/ ۱۳۸

شکار رہتا ہے۔ کیوں کہ توحید صرف ایک مذہبی عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ انسانی سماج اور پوری نوع انسانی کو وحدت فکر و عمل بخشنے اور اسے متحد کرنے کا واحد ذریعہ بھی ہے۔ توحید کو اپنانے کے بعد سماج کی محبت و عقیدت کا مرکز صرف ایک اللہ بن جاتا ہے۔ اور یہ محبت اس مرکز سے وابستہ تمام انسانوں کو ایک مضبوط رشتہ کے بندھن میں باندھ دیتی ہے۔ وہ ایک اللہ کے بندے اللہ کے ایک ہی دین کے پیرو ایک ہی قانون کے متبع اور ایک ہی منزل کی طرف سرگرم سفر ہو جاتے ہیں۔ تصور توحید انسانیت کو ایک ایسے سہارے کی نشان دہی کرتا ہے جو کبھی دھوکا نہیں دیتا جو ہر آن انسان کے ساتھ ہے جو انسان کے حالات ضروریات سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ جو کسی طاقت کے مقابلے میں کمزور نہیں، جو ہر وقت انسانوں کی مدد کر سکتا ہے۔ اور جسے کبھی فنا نہیں۔

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوت- ﴾(۱)

ترجمہ۔ اور بھروسہ کرو اس زندہ جاوید (خدا) پر جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: "يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظْ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلاَّ بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلاَّ بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الأَقْلَامُ وَجَفَّتْ الصُّحُفُ)) (۲)

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ نے فرمایا: "اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔

---

(۱) الفرقان ۲۵/۵۸

(۲) سنن الترمذي: محمد بن عيسى ،الترمذي، أبو عيسى (تحقيق وتعليق أحمد محمد شاكر)شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي ، مصر۱۳۹۵ هـ- رقم الحديث۲۵۱۶ - ص:۴ / ۶۶۷ -

- ایک اللہ کی راہ پر چلنے کے بعد انسان کی زندگی نظام کائنات سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔اس کی زندگی میں کوئی خلاء کوئی تضاد کوئی عدم توازن باقی نہیں رہتا۔اس کا ہر قدم اپنی اور کائنات کی فطرت سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ نجات اور کامیابی ایسے شخص کے قدم چومتی ہے جو شخص کائنات کے نظام کے ساتھ خود کو ڈھال چکا ہو۔اس کے لیے ناکامی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔توحید کا تصور دلوں میں خدا کا خوف اور احساس پیدا کرتا ہے۔ایسے خدا کا خوف جو ہر شخص کے اعمال و افعال سے واقف اور دلوں کے حالات سے باخبر ہے۔جو کائنات کا مالک اور فرماں روا ہے ۔زندگی، موت، نفع، نقصان، ہر شئے کا مالک و قادر ہے۔اس کی گرفت سے کوئی بھی نکل نہیں سکتا۔کوئی مخلوق اسے دھوکا نہیں دے سکتی۔ اس کے پاس ہر ایک کا حساب و کتاب ہے۔اور ہر ایک کو اس کی عدالت میں جواب دہی کے لیے روبرو ہونا ہے۔وہ بدکاروں اور مفسدوں کو دردناک سزا اور نیکوکاروں اور متقی لوگوں کو ابدی جزا دینے پر قادر ہے۔ ایسی ہستی کا خوف انسان کو بے حد صاحب کردار بنا دیتا ہے اور صاحب کردار ہی ایک مکمل انسان ہوتا ہے۔اسی انسانی منزل و مرتبے کے سامنے فرشتوں کو جھکنے کا حکم ہوا تھا۔اس سے جتنی دوری ہو گی اسی مسافت کے حساب سے ناکامیاں، رسوائیاں، ذلتیں اور در در کی ٹھوکریں ہمیں لگتی رہیں گی اور آج امت میں اختلافات اسی کا شاخسانہ ہے۔واصف علی واصف(۱) اپنی کتاب "قطرہ، قطرہ، قلزم" میں کہتے ہیں کہ جس طرح ایک قطرہ قلزم سے جڑے رہنے سے ایک قلزم (سمندر) کی حیثیت میں ہوتا ہے اور جب یہ قطرہ سمندر سے علیحدہ ہوتا ہے تو چند لمحات میں ہی ہوا میں خشک ہو کر اپنی ہستی مٹا دیتا ہے، اسی طرح انسان اس وحدہ لا شریک سے علیحدگی سے چند لمحات میں ہی اپنی ہستی گنوا دیتا ہے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے سے انسان ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر کی مانند ہے۔(۲) دعا ہے اللہ رب العزت پاکستانی قوم کو اپنی رحمت کے آغوش میں اپنے ساتھ جوڑے رکھے۔

---

(۱) آپ ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو شاہ پور خوشاب میں پیدا ہوئے۔آپ نے گورنمنٹ کالج جھنگ سے بی اے پاس کیا پھر ایم انگریزی زبان و ادب میں کیا۔ آپ کو اسلامی تعلیمات سے خاص شغف رہا آپ کی تالیفات میں روزنامہ نوائے وقت کے آرٹیکل ان کی شاعری، انگلش زبان میں the beaming soul کے ساتھ ساتھ آپ کی مشہور کتب، قطرہ قطرہ قلزم، حرف حرف حقیقت، دل دریا سمندر، بات سے بات مکالمہ وغیرہ ہیں۔ آپ نے ۱۸ جنوری ۱۹۹۳ء میں وفات پائی۔(واصف علی واصف آزاد دائرۃ لمعارف۔ محررہ ۹ نومبر ۲۰۲۰۔ ۸:۲۵ صبح)

(۲) دیکھیے: قطرہ قطرہ قلزم: واصف علی واصف،: علامہ اقبال آفاقی کتب خانہ، لاہور ۲۰۰۸۔ ص ۱

خلاصہ بحث برائے درسی کتاب ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد

یہاں تک موضوعاتی مطالعہ مکمل ہو جاتا ہے ۔اس کتاب کو ''قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ کے عین مطابق بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کتاب کی امشاق بڑی محنت سے تیار شدہ محسوس ہو رہی ہیں۔ جذبہ تحقیق و تجسس ایک اچھا استاد بہت اچھے انداز میں طلبہ کو ان امشاق کی روشنی میں پیدا کر سکتا ہے۔نصاب کے مطابق ۲۵، احادیث مبارکہ درسی کتاب کے لیے مختص کی گئی ہیں جبکہ اصل کتاب کو دیکھا جا سکتا ہے صرف دو احادیث مبارکہ شامل کتاب ہیں۔ان کی تشریحی حیثیت ضرور ملتی ہے لیکن تشریعی حیثیت کا ذکر موجود نہیں۔ سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کے باب میں بمطابق نصاب خصائل و شمائل نبوی، مناقب اہل بیت اور صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہؓ کا اجمالی تعارف چھوڑ دیا گیا ہے۔

کتاب کے صفحہ نمبر ۳ پر آیات قرآنی کی تعداد ۶۶۶۶ بیان کی گئی ہے جو کے درست نہیں ہے۔تاج کمپنی لمیٹڈ، دارالسلام اور شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس وغیرہ کے نسخوں کے مطابق سورت وار تعداد ۶۲۳۶ بنتی ہے واضح رہے کہ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شامل نہیں اگر ہر سورۃ کے ساتھ یہ آیت مبارکہ شامل کی جائے تو پھر کل تعداد ۶۳۵۰ بن جاتی ہے (۱).

کتاب کے صفحہ نمبر ۳۱ پر عقیدہ رسالت کے باب میں حاصلات تعلم میں اس عقیدہ کی روشنی میں زندگیاں سنوارنے کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ صفحہ نمبر ۴۲ پر دعوت و تبلیغ کے حاصلات تعلم میں طلبہ کو مبلغ بنانے کی کوشش نہ مل سکی۔ ہے۔

صفحہ نمبر ۵۳ پر علم کی اہمیت و فضیلت میں علم ترقی کا راز کیسے ہے؟ اسلامی علم کی خصوصی حیثیت کا معین ہونا از حد ضروری امر ہے۔ صفحہ نمبر ۵۷ پر خاندان کی اہمیت میں مغربی زندگی کے مسائل کی جھلک دکھانے سے طلبہ میں اس کی اہمیت بآسانی اجاگر کی جا سکتی ہے۔کتاب کے آخری باب میں ہدایت کے سرچشمے بمطابق نصاب چار شخصیات میں

---

(۱) قرآن اور علوم القرآن: محمد نعمان فاروقی، محدث میگزین، ۲۰۱۵۔ جولائی اگست۔

سے دو جابر بن حیان[1]۔ اور موسیٰ بن نصیر[2]۔ کو حذف کر دیا گیا ہے یہ ایک نامناسب عمل ہے کیونکہ یہ شخصیات ہمہ جہتی نصاب تعلیم کی پیداوار تھیں۔ نصاب ایک انتہائی وسیع و عریض میدان کو اپنے اندر سموئے ہوتا ہے اور اس کی وضاحت کے لیے کتابچے تیار کرنا بھی نامناسب ہے تاہم اگر ان کتابچوں کو وقتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مرتب کر دیا گیا تو اس کے ایک لفظ میں پوری فلاسفی پوشیدہ ہونی چاہیے جس کا ادراک درسی کتاب کے مؤلفین کو بھرپور ہونی چاہیے بلکہ بہت نقصان دہ ماحول اس وقت سامنے آتا ہے جب اتنے مختصر نصاب کے مطابق کتاب کی تالیف کے دوران نصاب کو مزید مختصر کیا گیا اور ایک کتابچے کو بھی درسی کتاب میں مکمل پذیرائی نہیں دی گئی

مبحث دوم: درسی کتاب بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

واضح رہے کہ متذکرہ چھے کتب میں سب سے اچھی کتاب بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کی مانی جاسکتی ہے۔ یہ کتاب[3] رائج الوقت نصاب کے مواد کو ہی لیے ہوئے ہے اس نے کوئی موضوع کتاب سے باقی نہ رکھا جو کہ آزاد جموں کشمیر مظفر آباد بورڈ کی درسی کتاب کے ذیل میں گزر چکا ہے اس مواد کو دوبارہ لکھنا وقت کا ضیاع ہے ۔ قرآنی آیات اور حدیث مبارکہ کو ہو بہو بمطابق نصاب زیر کتاب لایا گیا ہے۔ انہی آیات کا لفظی اور با محاورہ ترجمہ کے ساتھ ساتھ تشریح اور پھر امشاق کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ کہنا حق بجانب ہے کہ نصاب جس تناظر میں بنایا گیا ہے اس تناظر سے یہ کتب مرتب نہ ہو سکیں اس کی وضاحت کے لیے درسی کتاب بمطابق رائج الوقت نصاب کا موضوعاتی مطالعہ اصل حالت میں گزشتہ جزو فصل ہذا میں گزر چکا ہے اب صرف مقاصد تدریس جو اس کتاب میں مذکور ہیں جو کے تقریباً ہر باب کے شروع میں ملتے ہیں۔ ان مقاصد کو اس طرح دیکھنے کی کوشش کی جائے گی کہ آیا یہ اس کتاب میں موجود مواد سے پورے ہو رہے ہیں؟ اور آیا یہ پورے ہونے سے نصاب کی اور وقت کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں؟

---

(۱) جابر بن حیان (پیدائش: ۷۲۱ء—وفات: ۲۵ دسمبر ۸۱۵ء) مسلم کثیر الجامع شخصیت، جغرافیہ نگار، ماہر طبیعیات، ماہر فلکیات اور منجم کے ساتھ ساتھ علم کیمیا کے موجد ہیں۔ تاریخ کا سب سے پہلا کیمیادان اور عظیم مسلمان سائنسدان جابر بن حیان جس نے سائنسی نظریات کو دینی عقائد کی طرح اپنایا۔ دنیا آج تک اسے بابائے کیمیا کے نام سے جانتی ہے۔ اہل مغرب "Geber" کے نام سے جانتے ہیں۔ جابر بن حیان کو کیمیا کا بانی مانا جاتا ہے۔ وہ کیمیا کے تمام عملی تجربات سے واقف تھا۔ (جابر بن حیان ویکیپیڈیا)

(۲) موسیٰ بن نصیر بن عبد الرحمٰن بن زید لخمی (۶۴۰ء تا ۷۱۶ء) تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے مشہور صحابیٔ رسول ﷺ سیدنا تمیم دارمی سے کئی احادیث نقل کیں۔ آپ کو ۸۷ھ میں افریقہ میں بلاد مغرب کا گورنر بنایا گیا۔ آپ نے بحیثیت گورنر سپین کو فتح کرایا طارق بن زیاد نے آپ کی امیدوں کو رنگ لایا۔ (ابن کثیر، ص ۳ / ۲۳۱)

(۳) درسی کتاب اسلامیات برائے جماعت نہم و دہم: نیو کالج پبلی کیشنز برائے بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ ۲۰۱۶۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ کتاب پر کافی محنت کی گئی ہے لیکن یہ ایک ایسا کام ہے کہ اس پر جتنی محنت کی جائے کم ہے ایک جو بڑی بھول ملتی ہے کہ یہ بھی وہی روائتی طرز کی کتاب ہے دراصل زمانے کے ساتھ ہم قدم ہونے کے لیے روایات سے بڑھ کر چلنا پڑتا ہے۔اور زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھے بغیر زمانے کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ہم اس کتاب کے مواد کی بجائے مواد سے جو تدریسی مقاصد حاصل کرنا مولفین نے ذکر کیے ہیں ان کو بنظر غور دیکھنا چاہیں گئے:

- کتاب کے پہلے باب کے تدریسی مقاصد میں ''قرآن مجید کا مفصل تعارف'' ایک مقصد تدریس ہے اس کے ذیل میں بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تعداد ٦٦٦٦ ہے حالانکہ یہ تعداد درست نہیں۔ یہاں تحقیق کا فقدان ظاہر ہوتا ہے۔
- اسی طرح باب دوم کے تدریسی مقاصد جو کہ حدیث مبارکہ کے ذیل میں ذکر کیے گئے ہیں ان کی کل تعداد پانچ ہے لیکن ان کے حصول کے لیے مواد پورا نہیں لگتا جیسا کہ جمع تدوین حدیث کے لیے صرف تین لائنیں دی گئی ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ جو کے حدیث نمبر ١٨
- ((علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین جانا پڑے))۔(١)
- اس حدیث کی صحت کے بارہ میں محدثین کی کثیر تعداد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اکثر اس قول پر متفق ہیں کہ باطل لا اصل لہ۔اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث نصاب اسلامیات ٢٠٠٦ میں شامل ہے لیکن مولفین کی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ ہر نقطہ کو تحقیق سے گزر کر نئ نسل کو پیش کریں۔
- عقیدہ توحید پر سیر حاصل بحث جزو اول فصل ہذا میں گزر چکی ہے۔
- عقیدہ رسالت میں مندرجہ مقاصد تدریس میں سے ایک ضرورت رسالت و نبوت کے بارہ میں بچے جان سکیں۔ لیکن مواد میں ولقد من اللہ۔۔الخ والی آئت نہیں ملتی۔ اس عقیدہ کے ذیل میں بچوں کو روح اور مادہ کی حقیقت کا درس ضروری ہے تاکہ انبیاؑ کا روحانی پیغام اور پھر نبی آخری الزماں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی فلاسفی سے طلبہ روشناس ہونے چاہیے تاکہ اس وقت ایک مسلمان دنیا کے نقشہ پر احساس کمتری کی بجائے احساس برتری سے زندگی گزار سکیں۔

---

(١) ابن جوزی : الموضوعات ص: ١٨٩۔ الفوائد المجموعہ ص٢٧٢۔ مقاصد الحسنہ : ٩٣ ۔ السلسلہ الضعیفیہ:ج:٢ ص: ٦ فی اخبار اصفہان ج:٢ ص: ١٠٦ ۔والخطیب فی التاریخ، ج:٩ ص: ٣٦٤۔ والبہقی فی المدخل ج: ١ ص : ٢٤١۔ ابن عبد البر، جامع البیان ج:١ ص:١٨۔ -

- عبادت کے باب میں مقاصد تدریس میں عبادت کی وہ فلاسفی نہیں ملتی جو اس وقت نئی نسل کو درکار ہے۔ عبادات معاملات کے سدھار کے لیے ہوتی ہے اور معاملات کے سدھرنے سے معاملات بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ اللہ سے جوڑنے والے سارے کام عبادت ہی ہوتے ہیں۔
- جہاد کے باب میں دور حاضر میں جہاد بالقلم کس کس جگہ پر کس انداز سے اس وقت کی ضرورت ہے۔ دوسرے علوم پر کس طرح لیظہرہ علی دین کلہ۔۔ الخ ممکن ہو گا یہ اسی نسل کا کام مولفین کی نظر سے نہ گزر سکا۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ۔۔۔ یہ تو تبلیغ کا ایک طریقہ ہے جو درسی کتاب میں جہاد بالقلم میں مذکور ہے جب کہ جہاد بالقلم کا ہدف۔۔۔؟
- دعوت و تبلیغ کے مقاصد تدریس میں طلبہ کو مبلغ بنانے کی نہ سوجھی۔
- ہجرت مدینہ کے باب میں طلبہ کو اس اہمیت سے روشاس نہ کیا گیا کہ دین کی سربلندی کے لیے گھر بار چھوڑنا ایک طالب علم کا بھی شیوہ ہے۔
- غزوات کے باب میں مقاصد شریعیہ بتانے سے ہی حفاظت دین اور حفاظت جان کے موازنہ کر کے پھر غزوات کا مقصد وغیرہ بیان کرنے سے ہی طلبہ اس ابہام سے نکل سکتے ہیں کہ انسان انسان کو کیوں اور کیسے مار سکتا ہے۔۔۔
- شمائل وخصائل کے باب اور مناقب اہل بیت میں بہت وسعت درکار ہے۔
- عشرہ مبشرہ صحابہؓ کے باب میں دو مقاصد تدریس ملتے ہیں ایک طلبہ عشرہ مبشرہ کا مفہوم جان سکیں۔ ۲۔ طلبا ان صحابہؓ کا تعارف بیان کر سکیں۔ یہاں مفہوم جاننا اور اور تعارف بیان کرنا کے درمیان کوئی فرق نہیں لگتا سوائے اس کے کہ طلبہ رٹا لگا کر سوال یاد کریں اور پھر استاد کو سنا دیں یا پھر امتحانی پرچہ میں بیان کر دیں۔ جب کہ عشرہ مبشرہؓ اس ددنیا پر جنتی پھرتے رہے وہ کیسے تھے ان کی کیا عادات وخصائل تھے؟ ہمیں جنتی بننے کے لیے کس طرح کا ہونا پڑتا ہے؟ جنت کسے کہتے ہیں؟ ہم یہاں کیوں عیاشی سے روکے گئے ہیں؟

((الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ))۔(۱)

ترجمہ: دنیا مومن کے لیے جیل اور کافر کے لیے جنت ہے

جیل خانہ میں بہت ساری خواہشات مارنا پڑتی ہیں ۔۔یہ باتیں نہ جانے مولفین نے کب کے لیے سنبھال کر رکھی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مواد میں اس طرف ایک روائتی انداز میں کچھ باتیں ضرور ملتی ہیں لیکن

---

(۱) صحيح مسلم رقم الحديث: ۲۵۹۶ ،ص:۴ / ۲۲۷۲

مقاصد تدریس کے تعین میں بالکل ہی خاموشی ہے مواد میں بھی حضرت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ کی درویشی اور دنیاداری سے بے رغبتی کی جھلک کے بجائے کچھ اور طرح کا ساماں ظاہر ہو تا لگ رہا ہے۔ جیسے: (وفات کے وقت بے انتہا دولت آپؓ نے چھوڑی جو آپ کی بیویوں اور غربا میں تقسیم کی گئی وغیرہ)

- اس طرح بحثیت مجموعی اس کتاب میں بہت محنت درکار ہے۔ اس محنت کو نصاب سازی سے شروع کیا جائے۔
- علامہ جلا الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں ۸۰ انواع کے علوم قرآن مقدس سے اخذ کیے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں قرآن پاک کے ۷۷۴۵۰ اقسام کے علوم ہیں۔ یہی تعداد قرآن مجید کے کلمات کی بھی ہے۔ ایک اور زاویہ سے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کا ہر کلمے کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، پھر ہر اللہ تعالیٰ نے کل ۱۰۴ کتب نازل فرمائیں۔ ان کا علم چار کتابوں تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک میں ودیعت فرما دیا پھر ان تین کتابوں توراۃ، زبور اور انجیل کا علم قرآن پاک میں رکھا۔ اس طرح تمام آسمانی علوم کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔(۱)
- علوم کی حد اگر تلاش کرنی ہے تو صرف اتنا کہہ دو کہ "اللہ ایک ہے" ورنہ کا کنارہ کہیں نہیں۔(۲)

اتنے وسیع و عریض مضمون کی کتاب تیار کرتے وقت سرسری چیزوں سے کتاب کو بھر دینا، باحث کے نزدیک یہ اس مضمون کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہے۔

---

(۱) الاتقان، ص:۲۹۲

(۲) دیکھیے: قانون التاویل: قاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ، (ابن عربی) موسسۃ العلوم، بیروت ۱۹۸۶۔ ص:۵۰۷

فصل دوم: درسی کتب غیر متعلق قومی نصاب اسلامیات لازمی ۲۰۰۶

مبحث اول: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

مبحث دوم: خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

مبحث سوم: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو

مبحث چہارم: شعبہ نصاب، وزارت تعلیم اسلام آباد

مبحث اول: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

نصاب اسلامیات اور درسی کتب کے موازنے سے پتا چلا کہ چار ٹیکسٹ بک بورڈ کی درسی کتب برائے اسلامیات لازمی جماعت نہم و دہم، نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۶ کے مطابق نہیں ہیں وہ چار درسی کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ درسی کتاب، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور۔ ۲۔ درسی کتاب، خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور۔ ۳۔ درسی کتاب، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو۔ ۴۔ درسی کتاب، شعبہ نصاب وفاقی وزرت تعلیم اسلام آباد۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور

یہ کتب ابھی تک قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی ۲۰۰۲ کے مطابق ہیں۔ واللہ اعلم یہ ایسا کیوں ہے ؟ لیکن یہاں ایک واقعی نکمے پن، لاپرواہی، کام چوری اور بہت سارے منفی الفاظ لکھنے کی بڑی گنجائش موجود ہے۔ ان چاروں بورڈز کی کتب میں بہت ہلکا سا فرق پایا جاتا ہے جس کی وضاحت ازں بعد کر دی جائے گی۔ پہلے ان میں شامل قدر مشترک مواد کو ہو بہو پیش کیا جاتا ہے۔(۱) ۔ چاروں بورڈز میں کا، کی، کے ہی کا فرق لگتا ہے:

اس کتاب کے ''پیش لفظ'' میں مقاصد تعلیم کی جھلک مقاصد پاکستان کے پیرائے میں ملتی ہے۔ جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولفین مقاصد تعلیم کے تناظر میں کتاب تالیف کرنا چاہتے ہیں۔

جزو اول میں قرآن مجید کی سورۃ الانفال، سورۃ الاحزاب، سورہ ممتحنہ کی آیات بالترتیب، ۱ تا ۸۵، ۱ تا ۷۳، اور ۱ تا ۱۳، معہ ترجمہ پیش کرنے کے بعد ان کو کل ۲۱ دروس میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر درس کے ساتھ امشاق بھی شامل ہیں۔ جو متذکرہ آیات کے مفہوم سمجھنے سمجھانے کے جائزے کی کوشش کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ ان دروس میں آیات مبارکہ متذکرہ بالا کا با محاورہ ترجمہ اور عربی ٹیکسٹ ہے۔ تشریح کی کمی کے باوجود امشاق میں جان دار سوالات موجود ہیں۔

اس کتاب کے کل ۸۰ صفحات ہیں۔ ۴۸ صفحات جزو اول '' قرآن مجید'' کے زیر عنوان ہیں جب کہ باقی دو اجزا ''حدیث'' اور'' موضوعاتی مطالعہ '' کے عنوان سے معنون ہیں۔ حدیث کے جزو میں صرف چھے صفحات صفحہ نمبر ۴۹ تا ۵۵، ہیں۔ جس میں بیس احادیث مبارکہ معہ ترجمہ تشریح ہیں لیکن امشاق کی موجودگی مناسب نہ سمجھی گئی۔

کتاب کا تیسرا حصہ اس طرح سے ہے:

الجزء الثالث: موضوعاتی مطالعہ

---

(۱) اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم پنجاب کریکلوم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷۔

ا۔ قرآن مجید (تعارف، حفاظت اور فضائل)

تعارف: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس کی جسمانی اور فطری ضروریات پوری کرنے کے لیے مادی وسائل پیدا کئے اور اس کے ذہن اور روح کی رہنمائی کے بھی اہتمام فرمایا۔ خود انسان کو خیر اور شر میں فرق کرنے کی صلاحیت اور ضمیر کی آواز عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامل رہنمائی کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا دائمی ذریعہ ہے اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پچھلی اُمتوں کے لیے بھی انبیاء مبعوث فرمائے تھے اور ان میں سے بعض پر اپنی کتابیں بھی نازل فرمائی تھیں۔ لیکن ان انبیاء کی تعلیمات اور ان پر نازل شدہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ﴾ (۱)

ترجمہ: "اور تمہاری طرف ہم نے یہ کتاب نازل کی ہے۔ یہ حق لے کر آئی ہے۔ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آئیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ و نگہبان ہے۔"

قرآن مجید کی پچھلی کتابوں کے لیے مھیمن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو تعلیمات اور عقائد اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکے انہیں قرآن مجید نے اپنے اندر از سر نو بیان کرکے محفوظ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات پر پورے اطمینان سے ہر زمانے میں عمل کیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم انسان زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی حقیقت، خیر و شر، حلال و حرام، اخلاقی تعلیمات، غرض زندگی کے ہر پہلو کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ اس میں انسان کی آخری کی زندگی کے متعلق بھی تفصیلی معلومات ہیں اور اس زندگی کی اہمیت کو نہایت پر تاثیر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک انسان کی انفرادی زندگی، اس کے اجتماعی و معاشرتی حقوق و فرائض، اس کے معاشی و اقتصادی امور کے متعلق بنیادی ہدایات، سیاسی اور بین الاقوامی معاملات اور اخلاقی رویوں کے متعلق جامع تعلیمات پیش کرتا ہے، غرض قرآن کریم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ضروری معلومات اور رہنمائی کا خزینہ ہے اور اس میں وہ تمام

---

(۱) المائدہ۵/۴۸

باتیں وضاحت سے بتادی گئی ہیں جن کا جاننا انسان کے لیے ضروری ہے اور جن کے جاننے کا انسان کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

حفاظت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: بلاشبہ یہ ذکر ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے محافظ ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا قرآن کریم کی حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ پوری دنیا میں موجود قرآن مجید کے نسخوں میں ایک لفظ یا زیر زبر کا بھی فرق نہیں۔

قرآن مجید رسول اکرم ﷺ پر ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوا بلکہ قریباً تیئس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ جو نہی کچھ آیات نازل ہو تیں آپ ﷺ کاتب وحی کو بلوا کر لکھوا دیتے اور یہ رہنمائی بھی فرماتے کہ انہیں کون سی سورت میں کن آیات کے ساتھ رکھا جائے۔ مسجد نبوی میں ایک مقام پر متعین تھا جہاں وہ عبارت رکھ دی جاتی۔ صحابہ کرامؓ اس کی نقل کر کے لے جاتے اور یاد کر لیتے۔ مختلف اوقات خصوصاً پانچوں نمازوں میں اس کی تلاوت کرتے اور اس کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے۔ اس طرح جوں جوں قرآن مجید نازل ہوتا گیا، لکھا بھی جاتا رہا اور حفظ بھی ہوتا رہا۔ اس عمل میں صرف مرد ہی نہیں بلکہ خواتین بھی شامل رہیں۔ حتی کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں مکمل قرآن کریم اکثر امہات المومنینؓ، اہل بیتؓ، صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو حفظ ہو چکا تھا اور متعدد صحابہ کرامؓ نے اس کی مکمل نقول بھی تیار کر لی تھیں۔

رسول پاک ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اکرم ﷺ کے لکھوائے ہوئے تمام اجزا کو آپ ﷺ کی مقرر کردہ ترتیب کے مطابق یک جا کرا کے محفوظ کر دیا۔ آیات کی ترتیب اور سورتوں کے نام وہی تھے جو رسول اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے مقرر فرمائے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس کی متعدد نقول تیار کرا کے تمام صوبائی دارالحکومتوں میں ایک ایک نسخہ کے طور پر بھجوا دیں۔

---

(۱) الحجر ۱۵/۹

فضائل:

قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یقینی علم اور حقیت کی بنیاد پر مبنی ہے اور اس میں کسی شک کا گزر نہیں۔ اس میں ہر زمانے اور ہر خطے کے تمام انسانوں کے لیے مکمل ہدایت ارور ہنمائی موجود ہے اور انسان کی دنیا و آخرت کی حقیقی فلاح کا دار و مدار اسی پر عمل کرنے میں ہے۔ اس لیے قرآن حکیم کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ جس طرح یہ کلام تمام کلاموں سے بہتر ہے، اسی طرح وہ انسان بھی تمام انسانوں سے بہتر ہے جو خود بھی اس کا علم حاصل کرے اور اسے دوسروں کو بھی سکھائے۔ ارشاد نبوی ہے:

((خَيرُكُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَ عَلَّمّه)) (۱)

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کی طرف سے زیادہ توجہ دیں اور اس کے لیے کسی طرح کی محنت سے دریغ نہ کریں۔

قرآن کریم کی تلاوت بڑی نیکی ہے۔ اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس پر عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دینا اور آخرت دونوں میں عزت و سرفرازی عطا فرماتا ہے۔ اس سے منہ پھیرنے والے ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب تک قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، دنیا میں غالب رہے۔ جب انہوں نے اس کی طرف سے غفلت برتی تو عزت و سربلندی سے محروم ہو گئے۔ یہ بات رسول اکرم ﷺ نے پہلے ہ ی ارشاد فرمادی تھی کہ اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو اس (قرآن) کی وجہ سے سربلندی عطا فرمائے گا اور (بہت سی) دوسری قوموں کو اس (سے غفلت) کی وجہ سے گرادے گا۔ اسلیے ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ اس کو سمجھیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔۔(۲)

انسان جب اپنے وجود اور کائنات کے ان گنت مظاہر پر غور کرتا ہے تو اسے دریافت کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ کوئی قدرت رکھنے، پرورش کرنے اور حکمت و دانائی والی ذات ضرور موجود ہے جو ان تمام پر حکمران ہے اور انہیں قوت عطا کر رہی ہے اور بڑھنے کی صلاحیت بخش رہی ہے اور یہ کہ وہ قدیر ہے، خالق ہے، رب ہے، حکیم بھی ہے کہ اس قدر وسیع کائنات کو حکمت سے چلا رہا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ جب ایک کرسی، ایک میز اور ایک مٹی کا پیالہ بھی بغیر کسی بنانے والے کے تیار نہیں ہوتا تو یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ انسان اور اس کے وجود

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۱۴

(۲) درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم دہم: پنجاب ٹیکسٹ بک اینڈ کریکلم بورڈ لاہور، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷۔ ص:۵۹

میں یہ بے شمار قوتیں بھی تو کسی خالق کی قدرت، رحمت اور حکمت سے پیدا ہوئی ہوں گی۔ یہ قدرت اور حکمت اس کے وجود کے لیے دلیل بھی ہے اور اس کو تسلیم کرنے سے حیات انسانی اور وجود کائنات کا درست ادراک بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس کی تخلیق کے جلوے ہر جگہ نمایاں ہیں۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ اپنے خالق کو تسلیم کرے، اس کی محبت میں سرشار رہے اور اس کے احکام پر عمل کرے قرآن مجید نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ ۔(1)

ترجمہ: اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔

اب عبادت اور بندگی کا تقاضا ہے کہ پیدا اس نے کیا تو حکم بھی اسی کا مانو، آنکھ اس نے دی تو اُسی کی رضا کے مطابق دیکھو۔ کان اس نے عطا کئے تو اس کے فرمان کے مطابق سننے کی عادت ڈالو، سوچنے کی قوت اس پروردگار کی ہی عطا کردہ ہے تو ہر لحہ اس کی ذات، قدرت اور اس کے احکام پر غور کرو۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت: سوچ کا یہ درست زاویہ محبت الٰہی کی دعوت دیتا ہے کہ کسی کا ایک معمولی حسن سلوک ساری عمر کی احسان مندی کا باعث بنتا ہے تو جو زندگی بخشتا ہے اس کے لیے ساری عمر محبت کے جذبے پروان کیوں نہ چڑھیں۔ اسی لیے فرمایا: جو لوگ ایمان لے آئے وہ اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرنے والے ہیں۔ ایمان کی تکمیل محبت کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ جس عمل میں محبت کی کارفرمائی نہ ہو وہ کھوکھلا اور بے توفیق ہوتا ہے۔ کہاجاتا ہے کہ محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ سے محبت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے احکام کو دل سے تسلیم کیا جائے اور پوری دلجمعی سے ان پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ہر دور میں انسان کی راہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور ان پاک لوگوں کو اپنے احکام، کتابوں یا صحیفوں کی شکل میں عطا فرمائے۔ ہمارے نبی حضرت ﷺ اس سلسلہ ء ہدایت کے آخری پیغمبر ہیں اور قرآن مجید جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا دائمی ہدایت کی کتاب ہے اور انسان کی فلاح کے لیے آخری پیغام عمل ہے جس پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت: رسول اللہ ﷺ سلم کی محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ قرآن مجید نے اس محبت کا ذکر کیا۔ ارشاد ہوا:

---

(۱) البقرہ۲ / ۲۱

﴿ النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ﴾ (۱)

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیاد محبوب ہیں"

مومنوں کو جان اور رسول ﷺ کی محبت و اطاعت میں سے انتخاب کرنا پڑے تو ان کو جان دے کر بھی محبت کا رشتہ برقرار رکھنا ہے۔ پھر ارشاد ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ (۲)

ترجمہ: " اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو"

گفتگو میں سلیقہ، عمل میں مطابقت اور رویوں میں اطاعت پیدا ہو گی تو تقویٰ کا حق ادا ہو گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات جاننے کی کوشش کی جائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، وَأَهْلِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)) (۳)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی ایمان والا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے مال، آباء اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاوں"(الحدیث) پھر فرمایا:

ترجمہ: " تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات ان احکام کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"(الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا تقاضا ہے کہ:

- ✓ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت میں کوئی اور شریک نہ ہو۔
- ✓ رسول اللہ ﷺ کی محبت تمام رشتوں اور تمام تعلقات سے بڑھ کر ہو۔
- ✓ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ آپ ﷺ کے ارشادات کو تمام ذاتی پسند ناپسند پر ترجیح حاصل ہو۔ اسی کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو، یعنی اطاعت کے بغیر اعمال ضائع ہو جاتے ہیں (۴)

---

(۱) االاحزاب ۶/۳۳-

(۲) الحجرات ۱/۴۹-

(۳) سنن نسائی رقم الحدیث،۵۰۱۴ -

(٤) درسی کتاب، ص:۶۰

اطاعت: اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو کیا جاسکتا ہے مفر اس کا ثبوت کیسے دیا جائے؟ یہ سوال ہر انسان کے ذہن میں پیدا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے خود اس کا راستہ بتا دیا۔ ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾(١)

ترجمہ: کہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"

محبت الٰہی اسوہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی کا نام ہے۔ اطاعت میں مکمل خود سپردگی درکار ہوتی ہے۔ ظاہری عمل کے پیچھے دلی چاہت اور قلبی میلان ضروری ہوتا ہے۔ وگرنہ یہ عمل منافقت بن جاتا ہے۔ اس لیے اس پر متنبہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔(٢)

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (٣)

ترجمہ: تمہارے ربّ کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک ایمان ولے نہیں جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کا حکم نہ مان لیں اطاعت و اتباع کی عملی شکل سے ایمان کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور تسلیم و رضا کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔

ختم نبوت: حضور اکرم ﷺ پوری انسانیت کے لیے ابدی صحیفہ ہدایت لے کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے تمام کو بھی پہنچا اور اختتام کو بھی کہ ارشاد ہوا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ (٤)

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا"

---

(١) آل عمران ٣/ ٣١

(٢) درسی کتاب، ص ٦٠

(٣) النساء ٤/ ٦٥

(٤) المائدہ ٥/ ٣

دین مکمل، نعمت مکمل اور اسلام پر رضائے الٰہی کا واضح اظہار رسول اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان ہے کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی اس لیے کہ احکام الٰہی مکمل ہوگئے۔ اب اسوہ رسول ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان ہے کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی اسلیے کہ احکام الٰہی مکمل ہوگئے۔ اب اسوہ رسول ﷺ کو تا ابد مشعل راہ بنانا ہے اور پیغام الٰہی کو اپنا دستور حیات سمجھنا ہے۔

علم کی فرضیت وفضیلت

علم کے معنی ہیں جاننا ارو آگاہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حد احسانات ہیں۔ جن میں سے ایک احسان علم ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا۔ رسول اللہ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں ارشاد ہے:

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (۱)

"اپنے پروردکار کا نام لے کر پڑھئے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔ پڑھیے اور آپ کا پرورگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ)) (۲)

یعنی "طلب علم ہر مسلمان (مرد عورت) پر فرض ہے"۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ طلب علم میں کوتاہی نہ کرے۔

علم کی اہمیت:

انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ارو نائب ہے۔ اسے علم ہی کی وجہ سے باقی مخلوقات پر یہ فضیلت حاصل ہے۔ علم ہی کی وجہ سے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ علم انسان کی عظمت کی بنیاد ہے۔ (۳)

نبی اکرم ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ:

---

(۱) العلق۹۶ /۱ تا۵
(۲) سنن ابن ماجہ :محمد بن یزید ابو عبداللہ القزوینی ،دارالفکر،بیروت ،لبنان،س ن۔رقم الحدیث :۲۲۴ ، ص۱/۸۱۔
(۳) درسی کتاب، ص: ۶۲

((اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعلماء)) (١)

یعنی میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ اپنے علم میں اضافے کے لیے یہ قرآنی الفاظ دعا فرماتے:

((رَبِّ زِدْنِي علماء))۔(٢)

ترجمہ: میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما

۳۔ طہارت اور جسمانی صفائی: اسلام ایک مکمل ضابطہ ءحیات اور دین فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دین میں تمام انسانوں، خاص طور پر مسلمانوں کو تمام چھوٹی اور بڑی باتوں سے قرآن وحدیث کے ذریعے آگاہ کر دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی بنا کر اپنے دین کو عملی طور پر سمجھا دیا ہے تا کہ ہر چیز واضح ہو جائے۔ چنانچہ طہارت اور پاکیزگی کے بنیادی اصول بتا کر صرف ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔۔(٣)

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ - وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ (٤)

ترجمہ: ”اپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور ناپاکی سے دورہ“

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ)) (٥)

ترجمہ: صفائی نصف ایمان ہے

طہارت کے لغوی معنی پاک ہونے کے ہیں۔ آج کے دور میں صفائی کا خیال تو رکھا جاتا ہے اور شریعت کے اصولوں کو اپنائے بغیر عام غسل کرنے کو طہارت کے مفہوم میں لے آتے ہیں۔ حالانکہ طہارت کا شرعی مفہوم بالکل مختلف ہے اور شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں اور اس کی شرائط کے مطابق صفائی نہ کی جائے تو طہارت نہیں ہو گی اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی عبادت قبول نہ ہو گی۔

---

(١) سنن ابن ماجہ : رقم الحدیث :٢٢٩ ، ص ٨٣/١

(٢) طٰہٰ ٢٠/ ١١٤

(٣) درسی کتاب، ص:٦٧

(٤) المدثر ٧٤/ ٥

(٥) الصحیح مسلم، رقم لحدیث ٢٢٣۔

طہارت میں دو چیزیں شامل ہیں:

ا۔ وضو ۲ ۔ غسل

نماز سے پہلے وضو کرنا لازمی ہے بشر طیکہ جسم اور لباس پاک ہو اور اگر جسم و لباس پاک نہیں تو وضو سے پہلے غسل کرنا اور لباس کو پاک کرنا بھی لازمی ہے۔

وضو: وضو کے چار فرائض ہیں: ا۔ چہرے کو دھونا۔ ۲۔ کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا۔ ۳۔ سر کا مسح کرنا ۔ ۴۔ ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا۔ ان کے علاوہ باقی چیزیں سنت اور مستحب ہیں۔

غسل: کے تین فرائض ہیں: ا۔ کلی کرنا۔ ۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ ۳۔ پورے جسم کو پانی سے تر کرنا۔(۱)

تجزیہ

یہاں پر یہ کتاب تقریباً مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کتاب کی خاص بات **عقیدہ توحید**، **عقیدہ رسالت**، **عبادت کا مفہوم، اہمیت و افادیت**، **حدیث و سنت کے عملی زندگی پر اثرات** وغیرہ جیسے اہم موضوع نہیں پائے جاتے جو کہ رائج الوقت نصاب کا حصہ ہیں۔ اسی طرح قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا انتخاب بالکل ہی مختلف ہے۔ نصاب ۲۰۰۶ میں موجود آیات اور کتاب میں موجود آیات کا ذکر پیچھے کر دیا گیا ہے۔

ان درسی کتب کو انتہائی اختصار سے انفرادی نظر سے اس طرح دیکھا جا سکتا ہے:

(جو مبحث دوم اور سوم ہیں)

---

(۱) درسی کتاب، ص:۶۸

مبحث دوم:

درسی کتاب جماعت نہم ودہم خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور، ۲۰۱۷ء۔

اس کتاب اور پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی کتاب میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ملتا۔ اس کتاب کے مولفین نے کتاب کے شروع میں "پیش لفظ" جو دوسری کتب میں ہے، لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کتاب کے کل ۹۵ صفحات ہیں۔ صفحہ نمبر ۱ تا ۵۶ قرآنی آیات پر مشتمل ہے، صفحہ نمر ۵۷ تا ۶۴ حدیث مبارکہ کے لیے مختص ہیں، جبکہ موضوعاتی مطالعہ صفحہ نمر ۶۵ تا ۹۵ پر ہے جس کا مواد گزشتہ صفحات میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے زیر عنوان پیش کر دیا گیا ہے

مبحث سوم، درسی کتاب، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، ۲۰۱۶ء۔

اس کتاب کے کل ۱۲۷ صفحات ہیں اس کتاب میں بھی وہی مولفین ہیں جو کہ باقی متذکرہ چار کتب میں ہیں ان کے نام اس طرح ہیں:

ڈاکٹر احسان الحق	ڈاکٹر سعید اللہ قاضی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
ڈاکٹر ضیا الحق یوسف زئی	پروفیسر افتخار احمد بھٹہ	ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
پروفیسر شبیر احمد منصوری	پروفیسر امینہ ناصرہ	عبد الستار غوری
پروفیسر محمد طاہر مصطفیٰ	محمد ناظم علی خان ماتلوی۔	

اس کتاب میں دوسری کتب کی نسبت حقوق العباد کا باب نہیں ملتا، باقی وہی سارا کچھ ہے جو باقی کتب میں ہے صرف ٹائیٹل تبدیل کر کے سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو لکھ دیا گیا ہے۔

مبحث چہارم:

درسی کتاب، شعبہ نصاب وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد، ۲۰۱۴ء۔

اسلامیات لازمی جماعت نہم و دہم فیڈرل تعلیمی بورڈ کا امتحان پاس کرنے کے لیے وفاقی وزارت تعلیم شعبہ نصاب والوں نے خود نیشنل بک فاونڈیشن سے پبلش کروائی ہے۔ یہ اٹھائیسویں طباعت پینتالیس ہزار کتب ۲۰۱۴ میں پبلش کی گئیں۔ باقی متذکرہ تینوں کتب اسی کا چربہ سمجھی جاسکتی ہیں۔ اس کتاب میں آیات کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بنسبت دیگر درسی کتب۔

بڑی حیران کن صورتحال اس وقت سامنے آتی ہے جب نصاب ۲۰۰۶ اور اس درسی کتاب کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ ایک طرف شعبہ نصابیات اسلام آباد ایک نصاب ۲۰۰۶ میں منظور کرتا ہے اس کے بعد ایک درسی کتاب اسی نصاب کے متعلقہ خود تالیف کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کوئی نصاب بھی بنایا ہوا ہے۔ اس طرح بارہ مرتبہ طباعت بالترتیب ۱۴ سال میں کر دیتا ہے۔ شائد کسی الماری کی شلف سجھانا ہی اس نصاب کا مقصد سمجھا گیا۔ اس کتاب کے کل ۱۱۲ صفحات ہیں۔ اس میں قرآنی آیات کا لفظی ترجمہ کا اہتمام موجود نہ ہے۔

خلاصہءبحث

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ان چار کتب کا رائج الوقت نصاب اسلامیات سے بہت دور کا تعلق مل سکتا ہے۔ اس طرح ان پر بحث ہمارے موضوع کے دامن میں بہت کم جگہ رکھتی ہے۔ کیوں کہ ہمیں رائج الوقت نصاب اور درسی کتب کا باہمی موازنہ کرنا مقصود تھا تاہم چونکہ ملک کے بڑے حصے میں یہی کتاب پڑھائی جاتی ہے اس لیے اس کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کا سرسری جائزہ لیا گیا۔ اس مواد کو ہی اگر درست تسلیم کیا جارہا ہے تو کیا اس سے ہمارے عصری تقاضے جو کہ مقاصد تعلیم سے ہیں پورے ہو رہے ہیں؟ لیکن پھر بھی مایوسی ہی چھا جاتی ہے مثلاً خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی درسی کتاب کو دیکھا جائے تو:

حدیث کا پورشن صفحہ نمبر ۵۷ تا ۶۴ پر مشتمل ہے۔ اس میں ایمان، اخلاق، نماز روزہ، حج سے متعلقہ پچیس احادیث مبارکہ معہ ترجمہ تشریح شامل کتاب ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ موضوعات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں لیکن اگر عصری تقاضوں کو ملحوظ کیا جائے تو حدیث کے جزو میں جیسا کہ کتاب کے شروع میں ایک حدیث مبارکہ کتاب کی جلد کے اندرونی صفحہ پر درج آپ ﷺ کا ارشاد ہاتھ کی کمائی کو فضیلت بیان فرما رہا ہے۔ عصری تقاضوں سے ہم ربط ہے۔ چونکہ تعلیم کا حصول خواہ کسی زاویہ سے بھی دیکھا جائے اس کی بنیادی غائیات اسلامی تعلیمات میں مضمر ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا سارا سرمایہ قرآن و حدیث ہے۔ اس کے لیے مختلف علوم کو اسلامی نظر سے نظارہ

کرانے والی احادیث مبارکہ شامل کی جانی چاہیے جس سے طلبہ میں دیگر مضامین کے مطالعہ میں اسلامی اقدار کی وسعت نظر آئے اور یہ بھی ثابت ہو سکے کہ قرآن و حدیث ہی تمام علوم کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ جیسے خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ کی درسی کتاب میں موجود حدیث نمبر ۷،۸ اور ۹ بالترتیب چھوٹے بڑے کا اکرام، رشوت اور برے کاموں میں کسی کا ساتھ دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ان احادیث مبارکہ کی تشریح معہ ترجمہ تقریباً ایک ہی صفحہ پر سمو دی گئی ہے۔ جب کہ ان کی تشریح کے لیے زیادہ سے زیادہ بحث سے بچوں میں چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا ادب کرنے کا سلیقہ راسخ ہو گا اور رشوت ہماری زندگیوں سے خارج ہو گی۔ اسی طرح حدیث نمبر ۱۹ کلکم راع۔۔الخ والی حدیث شریف کی تشریح میں بحیثیت مسلمان ہم پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور بالخصوص تعلیمی اور علمی ذمہ داری کا بحیثیت مسلمان طالب علم، اس گلوب پر اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اور کس طرح اس ذمہ داری سے عہدہ براہ ہوا جا سکتا ہے؟ ان کو جاننے کے لیے مواد شامل ہونا چاہئے کیوں کہ یہ وہ بنیادی معلومات ہیں جن کا نئی نسل کو جاننا از حد ضروری ہے۔ اسی طرح دوسرے دو حصے جو کتاب مذکور ہیں ان کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے جہاں نصاب اپنا کردار ادا کرتا ہے وہاں درسی کتب بھی اپنا اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

درسی کتاب کسی سوسائٹی کی بنیادی اینٹ کی حیثیت کے حامل ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کرنا انتہائی اہمیت کے حامل ہے۔ اس میں نظریہ پاکستان، قومی پالیسیاں نیز قوم کی سوچ اور فکر کی تعمیر و تطہیر کی جاتی ہے۔ ان کاموں کے لیے سوسائٹی کے پاس اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہوتا لیکن ہماری سوسائٹی کو اس ذمہ داری سے کوئی سروکار نہیں اگر کسی کی سیاسی مخالفت میں کتاب لکھی جائے تو وہ چلا اٹھے گا لیکن اگر پوری سوسائٹی کو ذبح کیا جا رہا ہو تو کسی کے کان میں جوں تک نہیں رینگتی۔ اس کتاب کی ذمہ داری اور اس کی گنجائش کا تجزیہ کرنا سب سے اہم ذمہ داری نصاب ساز ادارہ کی بنتی ہے۔ لیکن اس ادارہ کو قوم کی فکر صفر محسوس ہو رہی ہے ورنہ ان کی اپنی مرتب شدہ سوچ سے قوم کی آبیاری کرنا مقصود ہوتا تو ضرور اس کتاب پر اپنا ردعمل دکھاتے۔

باب پنجم: مقاصد تعلیم کا حصول بذریعہ نصاب اسلامیات ایک جائزہ

فصل اول: نصاب اسلامیات کی وسعت

مبحث اول: اسلامیات کے تناظر میں مادی وحیاتیاتی علوم

مبحث دوم: اسلامیات کے تناظر میں اخلاقی ونفسیاتی علوم

مبحث اول: نصاب اسلامیات کی وسعت اور مادی و حیاتیاتی علوم

جس نصاب کی بنیاد اسلام پر ہو اور قرآن مقدس جیسی کتاب جس نصاب کا بنیادی ماخذ ہو اس کی وسعت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ چند اسلامی سکالر اس کی وسعت کی تلاش میں کوشاں ملتے ہیں جو اس کو سمندر بے کراں کہہ کر ہی بات کو مکمل کرتے ہیں۔ قرآن میں مذکور علوم وفنون کی گنجائش اور علوم وفنون کی شاخیں دیکھی جانی چاہیے کہ اس وقت کے (عصری)علوم وفنون اور قرآنی علوم میں کیا قدریں مشترک ہیں؟ اور ان قدروں کی روشنی میں علوم تشکیل دیے جائیں جو کہ نئی نسل کی اخلاقی وروحانی اقدار کو اختیار کرتے ہوئے مادی ضروریات پوری کریں تب تعلیم بامقصد بن سکتی ہے۔ صرف مادیت نے انسان کو مشینی اور حیوانی صفات کی طرف دھکیلا ہوا ہے اور صرف روحانی علوم کی تعلیم سے وقتی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں جو کہ تعلیم کے متضاد عوامل ہیں، اگر تعلیم کے موافق ہونا ہے تو اسلامی اقدار اور اسلامی نظام میں ڈھل کر تعلیم دی جانی چاہیے، جہاں جسم، روح، ظاہر، باطن، اچھا، برا، فائدہ، نقصان غرض کہ ہر پہلو کی (جامعیت) کو ملحوظ رکھ تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس سے استفادہ کیے بغیر اسلامی علوم کو صرف زبانی حفظ کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ اب الحمدللہ اسلامی تعلیمات کے لٹریچر کو کُوٹ کُوٹ کر بھرنے کی بجائے ان تعلیمات سے قوم کی زندگی کو لیس کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ اس وقت ہو گا جب ایک بامقصد تعلیم کی طرف بڑھیں گئے اور یہ تعلیم مکرر عرض ہے کہ اسلامی تعلیمات میں مضمر ہے جس کو بذریعہ نصاب رائج کیا جا سکتا ہے۔ یہی نصاب کا کردار ہے اور نصاب اسلامیات ہی یہ کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مادی علوم Physical Sciences

یہ کائنات ارض و سما مادے کی مختلف اشکال اور مادے کی رنگا رنگ صورت پذیری کا دلچسپ اور دلکش مرقع ہے۔مادے کی دنیا سے تعلق رکھنے والے تمام علوم اسی ذیل میں آتے ہیں۔ان میں علم ہیئت، علم تخلیقات، علم کونیات، علم جغرافیہ، علم کیمیا، علم آثار قدیمہ، علم طبقاۃ الارض، علم ہندسہ، علم برقیات، فن تعمیر وغیرہ آتے ہیں۔ان تمام علوم کا اصل سرچشمہ قرآن مجید ہے اور ان علوم کے موجد مسلمان ہیں۔۔اس کا ذکر آگے بالتفصیل کیا جائے گا۔

حیاتیاتی علوم Biological Sciences

سائنسی علوم میں حیاتیاتی علوم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔اس شعبہ میں زندگی اور اس کی نشو و نما سے متعلق تمام علوم شامل ہیں ان علوم کے دائرے کار میں تمام جاندار اشیاء آجاتی ہیں۔انسانی اور حیوانی زندگی، حشرات الارض سمندری مخلوقات اور نباتات وغیرہ ان علوم کا موضوع ہیں۔علم حیاتیات، علم الجنین، علم حیوانات، علم تشریح الاعضاء، علم طب، علم جراحت اور علم نباتات وغیرہ اسی ذیل میں آتے ہیں۔واضح رہے یہ حیاتیاتی علوم صرف دنیاوی

زندگی سے بحث کرتے ہیں گویا جسمانی زندگی کے مختلف ادوار اور مراحل تو زیر بحث آتے ہی ہیں لیکن انسان کی روحانی زندگی ان علوم کا موضوع ہی نہیں۔ اس لیے قبل از حیات اور بعد الممات کی زندگی سے انکا کوئی سروکار نہیں۔(1)

مادی وحیاتیاتی علوم اور نصاب اسلامیات

مسلمان سائنسدانوں نے علم کائنات، علم حشرات الارض وحیوانات، علم نباتات، علم جہاز رانی، جغرافیہ وحساب، علم طب یعنی علم الابدان، علم ریاضی، علم کیمیا، علم طبیعات، علم فلکیات، علم توانائی اور علم تعمیر ات وغیرہ سے دنیا کو روشناس کرایا۔ جن عظیم مسلمان سائنسدانوں نے اس سلسلے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں جابر بن حیان (۷۲۲۔۸۱۷ء)(2) محمد بن موسیٰ الخوارزمی (۷۸۰۔۸۵۰ء)، (3) اور یعقوب بن اسحق الکندی (4) وغیرہ شامل ہیں۔ نصیر الدین طوسی(5) قطب الدین شیرازی (متوفی ۱۳۱۱ء)(6) کا ذہین وفطین شاگرد تھا۔ اس نے نھایة الادراک فی درایة الافلاک لکھی جو 'شیرازی' کی علم نجوم پر مشہور تصنیف 'تذکرہ' کی ارتقائی صورت ہے۔ اس میں ہندسی مسائل پر بھی بڑے قیمتی مباحث ملتے ہیں، مثلاً رویت کی خاصیت اور قوسِ قزح (Rainbow) کی تشکیل۔ وہ پہلا سائنسدان تھا جس نے قوسِ قزح کی تشکیل کا ایک صحیح اور واضح حل پیش کیا۔ جابر بن حیان: بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ وہ تجرباتی کیمیا کا بانی تھا۔ اس نے اپنی کتابوں میں فولاد بنانے، چمڑا رنگنے، دھاتوں کے مرکبات بنانے، دھاتوں کو مُصفّٰی کرنے، لوہے کو زنگ سے بچانے کے لیے، اس پر وارنش کرنے اور بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے

---

(۱) دیکھیے: اسلام اور جدید سائنس: ص:۲۵۷، ۲۵۸

(۲) جابر بن حیان کا تعارف پیچھے گزر چکا۔

(۳) محمد بن موسی الخوارزمی (۷۸۰۔۸۵۰ء) کی وجہ شہرت ان سے زیادہ ان کے آثار ہیں، اور ریاضی اور فلکیات میں شہرت پا کر ابھرے، خلیفہ المامون سے منسلک ہوئے جنہوں نے ان کا خوب اکرام کیا، "بیت الحکمہ" سے بھی منسلک ہوئے اور معتبر سائنسدانوں اور علماء میں شمار ہوئے۔ (تاریخ ادب عربی ص:۳۳۸)

(۴) ابو یوسف، یعقوب ابن اسحاق الکندی (۸۰۱ء تا ۸۷۳ء) ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے اس لیے ان کی تحقیق کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ ریاضی 'طبیعیات' فلسفہ 'ہیئت' موسیقی' طب اور جغرافیہ جیسے علوم پر انہوں نے اعلی پائے کی کتب تحریر کیں۔ وہ یونانی وسریانی زبانوں پر بھی مہارت رکھتا تھا۔ (الکندی آزاد دائرۃ المعارف، مورخہ ۲۱ نومبر ۲۰۱۹ ایک بجے صبح)

(۵) نامور مسلم ماہر فلکیات ہے۔ ان کا تفصیلی تعارف گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

(۶) نامور مسلم ماہر علم نجوم ہے جس کی تعلیمات آج کے جدید دور میں بھی راہنمائی کر رہی ہیں۔ آج مسلمان اپنی میراث کو انگریز کا احسان ان لوگوں سے علمی دوری کی وجہ سے سمجھ رہا ہے۔

خضاب تیار کرنے کی طرح کے بیسیوں طریقے بیان کئے ہیں۔ جابر نے سفیدہ (Lead Carbonate) ، سنکھیا (Asenic)اور سرمے (Antimony) کو ان کے سلفائیڈ (Sulphide) سے حاصل کرنے کے طریقے بتائے۔ محمد بن موسی الخوارزمی: میدانِ ریاضی اور ہندسہ میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ بالخصوص الجبرے کی مساوات پیش کر کے اس نے دنیاے ریاضی میں تہلکہ مچا دیا۔ عالم اسلام کا یہ سب سے پہلا ریاضی دان تھا جس نے پوری دنیا کو الجبرا، جیومیٹری اور حساب کے ایسے ایسے اُصول مرتب کر کے دیئے جو سابقہ یونانی ورومی علم ریاضی کو یکسر مات دے گئے۔ اس کی کتاب کا نام 'الجبر والمقابلہ' ہے۔ یورپی مصنّفین نے مسلمان فلاسفہ پر سخت تنقید کی ہے کہ انہوں نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی بلکہ ساری عمر ارسطو کی پیروی اور اس کی تصانیف کی شرح و اختصار میں صرف کر دی۔ لیکن اس بے بنیاد الزام کی خود یورپ کے بعض فضلا نے تردید کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عربوں نے بعض نظریات یونانیوں سے لیے تھے، لیکن انہوں نے ان نظریات کو اچھی طرح سمجھ اور پرکھ کر ان کا انطباق مختلف ادوار کے کثیر حالات پر کیا۔ پھر انہوں نے جدید نظریات اور اچھوتے مباحث پیدا کئے۔ اس طرح ان کی علمی خدمات نیوٹن اور دوسرے سائنسدانوں سے کم نہیں۔(۱)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے تاریخِ انسانیت میں علم و فن، فکر و فلسفہ، سائنس و ٹیکنالوجی اور ثقافت کے نئے اسالیب کا آغاز ہوا اور دُنیا علمی اور ثقافتی حوالے سے ایک نئے دَور میں داخل ہوئی۔ آپ ﷺ پر نازِل ہونے والے صحیفۂ انقلاب نے اِنسانیت کو مذہبی حقائق سمجھنے کے لیے تعقّل و تدبّر اور تفکّر و تعمق کی دعوت دی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾ (۲) (تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟)

﴿ فَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ ﴾ (۳) (وہ غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟)

﴿الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (۴)

---

(۱) اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی) لاہور، ج۱، ص: ۳۲۲۔

(۲) البقرہ ۲ / ۴۴

(۳) النساء ۴ / ۸۲

(۴) آل عمران ۳ / ۱۹۱

ترجمہ: وہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور کروٹ بدلتے ہوئے اور زمین اور آسمان کی تخلیق پر غور و فکر کرکے کہتے ہیں اے ہمارے رب تیری تخلیق باطل نہیں ہے تُو پاک ذات ہے ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرمانا۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے ذریعے اللہ ربّ العزت نے اپنے کلامِ برحق میں بار بار عقلِ اِنسانی کو جھنجھوڑا اَور اِنسانی و کائناتی حقائق اور آفاقی نظام کو سمجھنے کی طرف متوجہ کیا۔ اِس طرح مذہب اور فلسفہ و سائنس کی غیریت بلکہ تضاد و تصادُم کو ختم کرکے اِنسانی علم و فکر کو وحدت اور ترقی کی راہ پر گامزن کردیا گیا۔ تاجدارِ رحمت ﷺ کے اِس اِحسان کا بدلہ اِنسانیت رہتی دُنیا تک نہیں چکا سکتی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج تک دُنیا میں جس قدر علمی و فکری اور ثقافتی و سائنسی ترقی ہوئی ہے یا ہوگی وہ سب دینِ اِسلام کے اِنقلاب آفریں پیغام کا نتیجہ ہے، جس کے ذرِیعے علم و فکر اور تحقیق و جستجو کے نئے دَروازے کھلے۔ معلّمِ اِنسانیت ﷺ کی بعثت سے قبل دُنیا میں علم، فلسفہ اور سائنس کی ترقی کا جو بھی معیار تھا اُس کی بنیاد اور افلاطون (Plato) ارسطو (Aristotle) سقراط(۱) کے دیئے گئے نظریات پر تھی۔ آمدِ دینِ مصطفی ﷺ سے یونان (Greece) اسکندریہ (Alexandria) کی علمیت سرزمین علم کی سرپرستی کرتی رہی تھیں۔ اُن مخصوص خطہ ہائے کے علاوہ دُنیا کا بیشتر حصہ جہالت کی تاریکی میں گم تھا۔ سرزمینِ عرب کا بھی یہی حال تھا، جہاں کے لوگ اپنی جہالت اور جاہلیت پر فخر کرتے تھے۔ قدیم یونان، اسکندریہ اور رُوما (اٹلی) میں علم اور تمدّن کی ترقی کا کوئی فائدہ اہلِ عرب کو اِس لیے نہ تھا کہ اُن کے مابین زبانوں کا بہت فرق تھا۔ تاہم جاہلی عرب میں بعض علوم و فنون کا اپنا رواج اور ماحول تھا۔ مختلف علمی و اَدبی میدانوں میں عربوں کا اپنا مخصوص ذوق اور اُس کے اِظہار کا اپنا ایک مخصوص انداز ضرور تھا۔ ایسے حالات میں قرآنِ مجید کی پہلی آیاتِ طیبات اِلٰہیات، اَخلاقیات، فلسفہ اور سائنس کا پیغام لے کر نازل ہوئیں۔(۲)

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ- خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ- اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ - الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ- عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾(۳)

---

(۱) سقراط، یونانی فلاسفر جس کو ۳۹۹ قبل مسیح، اس جرم پر زہر کا پیالہ دے کر ہلاک کیا گیا کہ وہ ان دیوتاؤں کی مخالفت کرتا تھا جن کی ایتھنز شہر کے لوگ پوجا کرتے تھے۔(اسلام دور جدید کا خالق۔ ص:۷۵) یہ ۴۷۰ قبل مسیح ایتھنز میں پیدا ہوا۔ شکل وصورت میں بھدا یہ شخص یونان کا سب سے بڑا فلسفی کہلایا۔(ورثہ دانش یونان، ص:۵۰)

(۲) دیکھیے: اسلام اور جدید سائنس: ۷۴ تا ۷۷

(۳) العلق، ۹۶ / ۱ – ۵

ترجمہ: پڑھو اللہ کے نام سے جس نے تمھیں پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمھارا ربّ بڑی بزرگی والا ہے جس نے تمھیں قلم کے ذریعے سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

تاجدارِ رحمت حضرت محمد ﷺ پر نازِل ہونے والی پہلی وحی کی پہلی آیت نے اِسلامی 'اِلٰہیات' و 'اَخلاقیات' کی علمی بنیاد فراہم کی، دُوسری آیت نے 'حیاتیات' اور 'جینیات' کی سائنسی اَساس بیان کی، تیسری آیت نے اِنسان کو اِسلامی عقیدہ وفلسفۂ حیات کی طرف متوجہ کیا، چوتھی آیت نے فلسفۂ علم و تعلیم اور ذرائعِ علم پر روشنی ڈالی اور پانچویں آیت نے علم و معرفت، فکر و فن اور فلسفہ و سائنس کے تمام میدانوں میں تحقیق و جستجو کے دروازے کھول دیئے۔ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں علم و فن اور تعلیم و تعلم کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ اپنی جہالت پر فخر کرنے والی اَن پڑھ قوم تھوڑے ہی عرصہ میں پوری دُنیا کے علوم و فنون کی اِمام و پیشوا بن گئی اور شرق سے غرب تک علم و اَخلاق اور فلسفہ و سائنس کی روشنی پھیلانے لگی۔ وہ عرب قوم جسے علم و سائنس کی راہ پر ڈالنے کے لیے حضور ﷺ نے غزوۂ بدر کے کافر قیدیوں کے لیے چار ہزار درہم زرِ فدیہ کی خطیر رقم چھوڑتے ہوئے دس دس مسلمان بچوں کو پڑھانے کا فدیہ مقرر کر دِیا تھا۔ اِسلام کی اَوائل صدیوں کے اندر ہی پوری دُنیائے اِنسانیت کی معلّم بن کر اُبھری۔ اور اُس نے سائنسی علوم کو اَیسی مضبوط بنیادیں فراہم کیں جن کا لوہا آج بھی مانا جاتا ہے۔ اِس باب میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ اُس نے اِنسانی ذِہن کو اپنے وُجود اور نظامِ کائنات کے حقائق کو سمجھنے کے لیے دعوتِ غور وفکر دی۔(۱)

کلامِ مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (۲)

ترجمہ: ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں خارجی کائنات اور ان کے وجودوں کے اندر دکھایں گئے، حتیٰ کہ ان پر آشکار ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے۔

تاجدارِ کائنات حضرت محمد ﷺ نے اُس جاہل بدوِی قوم کو حقائق کے تجزیہ وتعلیل کا مزاج دیا، حقائقِ کائنات میں جستجو اور تحقیق کا ذَوق دیا۔ کائنات کی تخلیق سے لے کر اُس کے اِختتام تک اور اِنسان کی تخلیق سے لے کر اُس کی موت تک، پھر موت سے قیامت تک کے اَحوال پر غور و فکر کے لیے بھی بنیادی مواد فراہم کیا۔ اِس طرح کائناتی اور اِنسانی علوم کی ترقی کی راہیں (سائنسی) تسلسل کے ساتھ کھلتی ہی چلی گئیں۔

---

(۱) دیکھیے: اسلام اور جدید سائنس: ص:۷۸

(۲) حم السجدہ ۴۱ / ۵۳

چنانچہ اُمتِ مسلمہ میں علمی ذوق نے اِس حد تک فروغ پایا کہ حکم قرآنی "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" کا اِشارہ پا کر مسلم اہلِ علم نے "قلم" کی تاریخی تحقیق کا بھی حق اَدا کر دیا۔ یہاں تک کہ ابو البشر سیدنا آدمؑ سے لے کر قلم کے جملہ مناہج و اَسالیب کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی گئی، جس کا نام "مباھجُ الاعلام فی مناھجِ الاقلام" رکھا۔ اُس کتاب میں اُنہوں نے ۱۵۰ سے زائد قلموں اور اُن کے اَدوار و اَحوال کی تاریخ مرتب کی ہے۔ غالباً یہ دُنیا میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔ اُس کا مخطوطہ یونیورسٹی آف لیڈن (ہالینڈ) میں محفوظ ہے۔(۱)

اسلام دین فطرت ہے جو اپنے واضح احکام و فرامین کی کشش کے باعث قلبِ انسانی میں گھر کرتا ہے، فطرتِ بشری کی تجزیہ کاری اس کے متنوع علوم و معارف کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی افادیت کی مظہر ہے۔ در حقیقت اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان کو کائنات کے سربستہ اَسرار معلوم کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس کے ماننے والے محض نام کے مسلمان نہ کہلائیں بلکہ وہ اپنے قلب و ذہن کی پوری آمادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اسلام کے جملہ احکام پر ایمان لانے والے ہوں۔ اس کا بنیادی مقصد حقیقی اور باعمل مسلمان کے نمونے کی تیاری ہے جو دیگر انسانوں کے لیے اسلام کی دعوت کا ذریعہ ثابت ہو۔

" علم کی اہمیت سے صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں۔ زمانۂ قدیم سے دورِ حاضر تک کا ہر متمدن و مہذب معاشرہ علم کی اہمیت سے واقف ہے۔ فطرتِ بشری سے مطابقت کی بنا پر اسلام نے بھی علم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس کے ابتدائی آثار ہمیں صدرِ اسلام یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ملتے ہیں۔ چنانچہ غزوہِ بدر (رمضان ۲ھ) کے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی رقم مقرر کی گئی تھی۔ ان میں سے جو نادار تھے، وہ بلامعاوضہ ہی چھوڑ دیئے گئے لیکن جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابتؓ نے جو کاتب وحی تھے، اسی طرح لکھنا سیکھا تھا " (۲)

یہ معمولی واقعہ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی نگاہوں میں تحصیل علم کس قدر ضروری تھا۔ اسلام بجا طور پر جملہ مباح علوم کی اور بالخصوص سائنس کی افادیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اس کی ترویج کو مقتضائے شریعت کی تکمیل تصور کرتا ہے۔ جو مذاہب انسان کو دنیا سے فرار کا درس دیتے ہیں، اسلام ان کے برعکس سائنس اور دیگر جائز علوم کو نظامِ قدرت میں مداخلت قرار نہیں دیتا بلکہ ایک سچے اور

---

(1) See :Catalogue of Arabic Manuscripts (xxi) Fasciule 2 by J. J. Witkam, Leiden University Press, Leiden, 1984

(۲) سیرت النبی از شبلی نعمانی: ج۱، ص:۱۹۶

کھرے مسلمان کے ساتھ ساتھ دنیا میں مروّجہ علوم کا ماہر بھی اسے درکار ہے جو اسلامی تعلیمات کو عملی طور دنیا بھر میں رائج کرنے کا ذریعہ بن سکے۔

"قرآنِ مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہمیں اِنسانی زِندگی کے ہر گوشے سے متعلق ہدایت فراہم کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی کتابِ ہدایت ہے جس سے تمام علوم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ چنانچہ اَوائل دورِ اِسلام ہی سے قرآنِ مجید کو منبعِ علوم تصوّر کرتے ہوئے اُس سے مستنبط ہونے والے علوم وفنون پر کام کیا گیا۔ قاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ، (ابن عربی)(۱) اپنی کتاب 'قانونُ التاوِیل' میں بیان کرتے ہیں کہ قرآنی علوم کی تعداد ۷۷،۴۵۰ ہے"۔(۲)

مسلمان اہلِ علم نے صرف مطالعۂ قرآن کے ذرِیعے جو علمی و اَدبی اور سائنسی و سماجی علوم وفنون اَخذ کئے اُن میں سے چند ایک یہ ہیں:

علمُ التوحید، علماءلقراۃ والتجوید، علمُ النحو، علمُ الصرف، علمُ التفسیر، علمُ اللغہ، علمُ الاصول، علمُ الفروع، علمُ الکلام، علمُ الفقہ والقانون، علمُ الفرائض والمیراث، علمُ الجریمہ، علمُ الحرب، علمُ التاریخ، علمُ التزکیہ والتصوّف، علمُ التعبیر علمُ الادب، علمُ البلاغت، المعانی، البیان، البدیع، علمُ الجبر و المقابلہ، علمُ المناظرہ، علمُ الفلسفہ، علمُ النفسیات، علمُ الاَخلاق، علمُ السیاسہ، علمُ المعاشرہ، علمُ الثقافہ، علمُ الخطاطی، علمُ المعیشت والاقتصاد، علمُ الکیمیا، علمُ الطبیعیات، علمُ الحیاتیات، علمُ النباتات، علمُ الزراعہ، علمُ الحیوانات، علمُ الطب، علمُ الادویہ، علمُ الجنین، علم تخلیقیات، علم کونیات، علم الھیئت، علمِ جغرافیہ، علمُ الارضیات، علمُ الآثار، وغیرہ ہیں۔ (۳)

اِسی طرح اَحادیثِ نبوی سے بھی ہزارہا علوم وفنون کا اِستنباط کیا گیا اور اگلی صدیوں میں اُن پر تحقیق کے ذریعے ہزاروں کتب کا بیش بہا ذخیرہ مرتب ہوا۔ اَب ہم اِسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند سائنسی علوم کے اِرتقاء میں ہونے والی پیش رفت کا باری باری جائزہ لیتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سائنس ایک اسلامی علم ہے اور مسلمان اسے غیر اسلامی علم کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس اور اسلامیات کو ایک ہی پلو میں باندھ کر نئی نسل کو اس کی اسلامی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے پیش کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ یہ علم، خالق حقیقی کی طرف راغب کرتا ہے جس کے موجد و وارث نئی نسل کے اسلاف ہیں۔ باحث سائنس کو اپنے اسلاف کا ترکہ ورثہ

---

(۱) قاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ، محمد المعارفی، المالکی (ابن عربی) ایک اندلسی عالم دین ۴۶۸ تا ۵۴۳ھ گزرے یہ محی الدین ابن عربی نہیں ہیں۔ (آزاد دائرۃ المعارف)

(۲) قانون التاویل: ص: ۵۰۷

(۳) اسلام اور جدید سائنس: ص: ۸۴

ثابت کرنے کے لیے بطور نمونہ چند علوم کی مثالیں سامنے رکھنے کی سعی کرتا ہے۔اس کے لیے چند علوم کو، غیر مسلم مفکرین اور قرآنی آیات کی روشنی ملحوظ رکھ کر بحث کی جائے گی:

علم ہیئت و فلکیات (Astronomy)

علم ہیئت و فلکیات کے میدان میں مسلمان سائنسدانوں کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اُنہوں نے یونانی فلسفے کے گرداب میں پھنسے علمُ الہیئت کو صحیح معنوں میں سائنسی بنیادوں پر اُستوار کیا۔ مغربی زبانوں میں اَب بھی بے شمار اَجرام سماوِی کے نام عربی میں ہیں، کیونکہ وہ مسلم ماہرینِ فلکیات کی دریافت ہیں۔ ایک مغربی مورخ رقمطراز ہے:

"Several of the Muslim's pieces of work on astronomy were translated in the course of time into Latin, especially in Spain and exercised a determining influence on the development of the science in Christian Europe".(1)

ترجمہ: مسلمانوں نے علم ہیت و فلکیات پر کئی طرح کے کام لاطینی سے ترجمہ کرکے کیے، خاص طور پر سپین میں کیے گئے کاموں نے عیسائی یورپ پر بڑے معنی خیز اثرات مرتب کیے۔

اندلس کے عظیم مسلمان سائنسدان ابن رشد (۲) جسے مغرب میں ایویروئس کے بدلے ہوئے نام سے یاد کرتے ہیں نے سورج کی سطح کے دھبوں کو پہچانا۔ خلیفہ مامون الرشید (۳) کے زمانے میں زمین کے محیط کی پیمائش عمل میں آئیں۔ جس کی درستگی آج کے ماہرین کے لیے بھی حیران کن ہے۔ سورج اور چاند کی گردش سورج گرہن، علم

---

(1) History of the Arabs from the earliest time to the present : Philp K Hitti, Macmillan Education LTD, London 10th edition,1970.P: .378

(۲) ان کا پورانام "ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی الاندلسی" ہے، ۵۲۰ ہجری کو پیدا ہوئے، فلسفہ اور طبی علوم میں شہرت پائی، وہ نہ صرف فلسفی اور طبیب تھے بلکہ قاضی القضاہ اور کمال کے محدث بھی تھے. نحو اور لغت پر بھی دسترس رکھتے تھے ساتھ ہی متنبی اور حبیب کے شعر کے حافظ بھی تھے، وہ انتہائی باادب، زبان کے میٹھے، راسخ العقیدہ اور حجت کے قوی شخص تھے، وہ جس مجلس میں بھی شرکت کرتے تھے ان کے ماتھے پر وضو کے پانی کے آثار ہوتے تھے۔(ابن رشد دائرۃ المعارف۔ بمطابق ۲۱ نومبر ۲۰۱۹)

(۲) ابو جعفر عبداللہ المامون خلافت عباسیہ کے ساتویں خلیفہ گزرے ہیں آپ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے، ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کا دور حکمرانی ۲۰ سال رہا۔ (تاریخ ابن کثیر ج:۱۰ ص:۳۳۶) (عالم اسلام میں مامون الرشید کی تعلیمی اصلاحات منفرد ہیں بیت الحکمت کے قیام سے تمام علوم کو اسلامائز کیا گیا آج بھی اسلامائزیشن آف نالج کے عمل سے تعلیمی انقلاب لایا جاسکتا ہے جو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا ٹھوس قدم ثابت ہو سکتا ہے۔۔ باحث)۔

المیقات اور بہت سے سیاروں کے بارے میں غیر معمولی معلومات بھی البنانی اور البیرونی (۱) جیسے نامور مسلم سائنسدانوں نے فراہم کیں۔ مسلمانوں کی علم المیقات کے میدان میں خصوصی دلچسپی کی وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق براہ راست نمازوں اور روزوں کے معاملات سے تھا۔یاد رہے کہ البتانی (۸۷۷ء۔ ۹۱۸ء) اور البیرونی (۹۷۳ء۔ ۱۰۵۰ء) کا زمانہ صرف تیسری اور چوتھی صدی ہجری کا ہے، گویا یہ کام بھی آج سے گیارہ سو سال قبل اِنجام پذیر ہوئے۔(۲)

پانچ وقتی نمازوں کے تعینِ اوقات کی غرض سے ہر طول و عرض بلد پر واقع شہروں کے لیے مقامی ماہرینِ تقوِیم و فلکیات نے الگ الگ کیلنڈرز وضع کئے۔ رمضانُ المبارک کے روزوں نے طلوع و غروبِ آفتاب کے اَوقات کے تعین کے لیے پوری تقوِیم بنانے کی الگ سے ترغیب دی، جس سے بعد اَزاں ہر طول بلد پر واقع شہر کے مطابق الگ الگ کیلنڈرز اور پھر مشترکہ تقویمات کو فروغ ملا۔

یہاں تک کہ تیرہویں صدی عیسوی میں باقاعدہ طور پر 'مَوَقّت' کا عہدہ وُجود میں آگیا، جو ایک پیشہ ورماہرِ فلکیات ہوتا تھا۔ مغرب کے دور جدید کی مشاہداتی فلکیات میں استعمال ہونے والا لفظ منیک بھی عربی الاصل ہے۔اس کی اصل عربی المناخ (موسم) ہے یہ نظام بھی اصلاً مسلم سائنسدانوں نے اِیجاد کیا تھا۔اس موضوع پر ایک عظیم کتاب ”صورالکواکب“ کے نام سے ہے جو جدید علمِ فلکیات کی بنیاد بنی۔ مستزاد یہ کہ اِس باب میں ابنُ الہیثم (۳) جسے اہلِ مغرب لاطینی میں الہیزن لکھتے ہیں کی خدمات بھی ناقابلِ فراموش سائنسی سرمایہ ہے۔ علم ہیت و فلکیات اور علم نجوم

---

(۱) ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (۹۷۳ـ۱۰۴۸ء) نے ریاضی، علم ہیت، تاریخ اور جغرافیہ میں ایسی عمدہ کتابیں لکھیں جو اب تک پڑھی جاتی ہیں۔ان میں ”کتاب الہند“ اور ” قانون مسعودی“ کے علاوہ جغرافیہ، ریاضی علم ہیت، طبعیات، تاریخ، تمدن، ارضیات، کیمیا پر ڈیڑھ سو سے زائد کتب لکھیں۔ البیرونی کے کارناموں کی وجہ سے چاند کے ایک دہانے کا نام ”البیرونی کریٹر“ رکھا گیا ہے۔(البیرونی آزاد دائرۃ المعارف ۲۱، نومبر ۲۰۱۹)

(2) See: History of the Arabs:P:373-378

(۳) نام ”ابو علی الحسن بن الہیثم“ ہے، ابن الہیثم کے نام سے مشہور ہیں۔ متوفی ۱۰۳۹ء۔ عراق کے تاریخی شہر بصرہ میں پیدا ہوئے۔وہ طبعیات، ریاضی، انجنیئرنگ، ہندسیات، فلکیات اور علم الادویات کے مایہ ناز محقق تھے

(The spirit of Islam. P:388)

کے ضمن میں میں اندلسی مسلمان سائنسدانوں میں اگرچہ علی بن خلاف اندلسی(۱) اور نصیرلدین طوسی(۲) کی خدمات بڑی تاریخی اہمیت کی حامل ہیں مگر ان سے بھی پہلے تیسری صدی ہجری میں قرطبہ کے عظیم سائنسدان عباس بن فرناس(۳) وہ عظیم سائنسدان ہے جس نے دُنیا کا سب سے پہلا ہوائی جہاز بنا کر اُڑایا۔(۴)

مسلم مفکرین جنھیں ہم سائنسدان کے نام سے بھی پکارتے ہیں اُنھوں نے اسلام اور نصاب تعلیم کو جامع انداز میں لینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سرخرو رہے۔ آج ہماری ناکامی کی سب سے بڑی وجہ اسلامیات کی جامعیت کو گنوادینا ہے۔ آج ایک طرف سائنسی علوم کی تعلیم دی جارہی ہے اور دوسری طرف اسلام کی ایسی تعلیم دی جاتی ہے جو سائنسی علوم سے یکسر مختلف ہے جس کے ثبوت کے طور پر باحث نے ملک میں تقریباً سبھی نصابات کا سرسری جائزہ لینے کے لیے گزشتہ چار ابواب مرتب کیے ہیں۔ اسلامیات ایک ایسا منبع رکھتی ہے جس سے تمام علوم کے چشمے جاری ہوتے ہیں ہمیں ان چشموں سے ہی اپنی علمی پیاس بجھانا ہو گی۔ مسلمانوں کے علوم کی جامعیت سے دنیا باخوبی واقف ہے چنانچہ ایک غیر مسلم مفکر رقمطراز ہیں:

"Arithmetic and algebra also flourished along side of astronomy, this was the period of the celebrated Al Khwarizmi 835 to 844, whose corrupted by Latin writers of the west, gave us it believed, the term Algorism ".(5)

---

(۱) علی بن خلاف اندلسی، متوفی ۱۰۵۰ء۔ عربی میں آپ ابو جعفر المرادی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے ریاضی اور علم ہیت میں بہت نام کمایا۔ اندلس کے بڑے انجینئر اور سائنسدانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے آپ کی مشہور کتاب، "کتاب بنی اسرائیلر فی نتائج الافکار" کی وجہ سے آپ کو میکینیکل انجینئر بھی کہا جاتا ہے۔ (www.technologystudent.com/despro_flsh/alli1.html)

(۲) ابو جعفر محمد بن محمد حسن الطوسی، خواجہ نصیر الدین متوفی ۱۲۷۴ء ایران کے شہر طوس میں پیدا ہوئے بغداد میں وفات پائی۔ اسلام کے بڑے سائنسدانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ عباسی دور کے آخری علم ہیت کے عالم گزرے۔ ان کی کتاب "الزائج الخانی" بہت مشہور ہے۔(The spirit of Islam P:378)

(۳) ابن فرناس جن کا پورا نام عباس قاسم ابن فرناس تھا۔ سپین میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں ۸۸۷ء میں وفات پائی۔ وہ ایک موءحد، مہندس، طیارچی حکیم، شاعر، اور موسیقار ماہر طبعیات، ماہر فلکیات، اور کیمیادان تھے۔(عباس بن فرناس آزاد دائرۃ المعارف ویکیپیڈیا ۲۲ نومبر ۲۰۱۹)

(۴) اسلام اور جدید سائنس، ص:۸۷۔

(5) The Legacy of Islam: Sir Thomas Arnold, Oxford University press, London: 381

ترجمہ: ریاضی، الجبرا اور فلکیات ایک ساتھ (عرب میں) پھلے پھولے یہ الخوارزمی کا زمانہ تھا جس کا نام لاطینی مصنفوں نے بگاڑ کر الگورزم رکھا ہوا ہے۔

اس طرح تاریخ اسلام الخوارزمی (۱) جیسے سینکڑوں سائنسدانوں سے بھری پڑی ہے جنھوں نے ہمیں زندگی گزارنے کی راہیں ہموار کر کے دیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم اپنے اسلاف کو اور اپنے تعلیمی ورثے کو چھوڑتے ہوئے اب یہاں کھڑے ہیں کہ ہم اسے اپنا کہتے ہوئے بھی تشکک کا شکار ہو رہے ہیں

صنعت و حرفت

اسلام نے صنعت و حرفت کے فروغ کی طرف بہت ترغیب دی ہے۔ صنعت و حرفت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں دنیا کو دین کے تابع کر کے بھرپور دنیاوی زندگی گزارنے کی ہدایات ملتی ہیں۔ دنیا اگر دین سے الگ ہوتی تو دین میں بہر صورت رہبانیت کی گنجائش ہوتی۔ دنیاوی معاملات میں صنعت و حرفت بنیادی کردار ہے۔ انبیاؑ نے دنیا کی زندگی میں بھرپور کردار ادا کیا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ﴾ (۲)

ترجمہ: اور سکھایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس (زرہ) کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی۔

﴿وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ - أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾۔ (۳)

ترجمہ: اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا۔ کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں۔

صنعت و حرفت کے ساتھ تجارت کا گہرا تعلق ہے۔ صنعت و حرفت میں ترقی ہوتی ہے تو تجارت بڑھتی ہے۔ تجارت کے واضح احکام قرآن پاک میں موجود ہیں: ارشاد ربانی ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴾۔ (۴)

---

(۱) خوارزمی کی وجہ شہرت ریاضی اور فلکیات بنے، خلیفہ مامون سے منسلک ہوئے جنہوں نے ان کا خوب اکرام کیا، "بیت الحکمہ" سے بھی منسلک ہوئے اور معتبر سائنسدانوں اور علماء میں شمار ہوئے۔

(۲) الانبیا ۲۱ / ۸۰

(۳) سبا ۳۴/ ۱۰، ۱۱

(٤) النسا۴/ ۲۹

ترجمہ: اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی تجارت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ الاَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ)) (۱)

ترجمہ: سچا تاجر جو امانت دار ہو، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

تجارت میں مویشیوں کی تجارت بھی شامل ہے اور مویشیوں کو پالنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا یہ بھی قرآن پاک سے ہی ماخوذ ہے۔ ہمارے وطن پاکستان میں بھی دیگر ممالک کی طرح محکمہ لائیو سٹاک موجود ہے اس طرح جانوروں کی صحت کے لیے ویٹرنری ڈاکٹرز اور ان کے تعلیمی ادارے موجود ہیں ان سب کا تعلق فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم سے ہی ہے۔

﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِأَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّاثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّافَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّاوَعِنَبًا وَقَضْبًاوَزَيْتُونًا وَنَخْلًاوَحَدَائِقَ غُلْبًاوَفَاكِهَةً وَأَبًّامَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ (۲)

ترجمہ:۔ اب دیکھ لے آدمی اپنے کھانے کو کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا، پھر چیرا زمین کو پھاڑ کر، پھر اگایا اس میں سے اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ، اور میوہ اور گھاس، کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے۔

طب Medical

اس فن کے موجد محمد بن زکریا رازی (۳) ہیں جو دو سو کُتب کے مصنف ہیں۔ ایک کتاب چیچک اور خسرے پر لکھی جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ایک کتاب زمین کی ساخت پر لکھی۔ اس کی کتاب الحاوی بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۶ عیسوی تک چالیس مرتبہ چھپا۔ یعقوب کندی، م ۸۵۰، نے

---

(۱) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۲۰۹، ص:۳/ ۵۰۷-

(۲) عبس ۸۰ /۲۶ تا ۳۲

(۳) ابو بکر محمد بن زکریا الرازی پیدائش (۸۵۴ـ۹۲۵ء) لاطینی زبان (Rasis / Rhazes) کے نام سے جانا جاتا ہے مسلمان سائنس دان، ماہر طبعیات، ہیت دان اور فلسفی تھے۔ (ہسٹری آف عرب، ص ۵۶۸،۵۷۳)

سائنس کے مختلف شعبوں پر ۲۲۵ کُتب لکھیں۔ سی طرح ابو نصر محمد بن فارابی (۱) نے سائنس پر کئی کتب لکھیں ابن سینا نے طب پر کئی کُتب لکھیں۔ اس کی طب میں قانون پر کتاب چودہ جلدوں پر محیط ہے انگلش میں ۳۰ بار شائع ہوئی اور انگریز سائنسدان اس کتاب کو طب کی بائبل کہہ کر پکارتے ہیں۔(۲)

یونانی طب کی تعلیم (میڈیکل ایجوکیشن) افراد معاشرہ کا جسمانی لحاظ سے صحت مند ہونے کے لیے ضروری ہے، جس کے لیے قادر مطلق نے ابتدائے آفرینش سے انتظام کر دیا تھا۔ اور ایسی ایسی جڑی بوٹیاں پیدا کر دیں تھیں جو انسانی صحت کی بقا کے لیے موثر ثابت ہوئی ہیں۔ ان تمام جڑی بوٹیوں کا ذکر قرآن پاک میں جابجا موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی پڑتی ہے کہ کچھ ایسے صاحب بصیرت افراد ہوں جو ان بوٹیوں سے موثر ادویات انسانی جانوں کی حفاظت کے لیے بنا سکیں۔ ایسی صورت میں طبی تعلیم کی یعنی ایسے علم کی اشد ضرورت پڑتی ہے جسے حاصل کرنے کے بعد کچھ لوگ طبی خدمات انجام دے سکیں۔ اس امر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے طبی مدارس (میڈیکل کالج) کا قیام عمل میں آیا۔ پاکستان میں بھی بہت سے طبی ادارے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں جب کہ طبی تعلیم کا حصول خالص اسلامی عمل ہے قرآن پاک جسم کے خصوصی حصوں کے مسائل کے حل کے لیے اپنی افادیت کا اظہار اس طرح فرماتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾(۳)

ترجمہ: تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفا دلوں کے روگ کی۔

سواۃ التین، میں انجیر اور زیتون کا ذکر موجود ہے اور احادیث پاک میں ان کی افادیت وضاحت سے موجود ہے کہ یہ مختلف بیماریوں کے لیے دوا ہے۔ قرآن مجید نے بیر سے لیکر انار تک اور کیلے سے مرجان تک کی افادیت بیان کر دی ہے۔ اسی طرح شہد کو بطور دوا استعمال کرنے اور اس پر غور و فکر کرنا خالصتاً طبی علم کے حصول کی ترغیب وراہنمائی فراہم کرتا ہے چنانچہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

---

(۱) ابو نصر محمد بن محمد فارابی: (۸۷۲ء تا ۹۵۰ء) علم ریاضی، طب، فلسفہ اور موسیقی میں تحقیق و تحاریر۔ منطق (logic) کی علمی گروہ بندی کی۔ ان کو ارسطو کے بعد دوسرا بڑا فلسفی بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے علم طبعیات میں وجود خلاء پر اہم تحقیقات کیں۔ اس کے علاوہ ماہر عمرانیات، سیاسیات و موسیقیات بھی تھے۔ فارابی ارسطو اور افلاطون سے بے حد متاثر تھے۔ انہوں نے ارسطو کی اکثر کتابوں کی شروحات لکھیں، اسی وجہ سے انہیں "معلّم ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔ ان شرحوں میں شرح "ایساغوجی" اور بطلیموس کی "المجسطی" بہت مشہور ہیں۔ (اسلام اور سائنس، ص۹)

(۲) سائنس اور اسلام: علامہ شمس الحق افغانی، مکتبہ الحسن، قلعہ گوجرہ سنگھ، لاہور، ۱۹۶۵۔ ص:۱۲

(۳) یونس ۱۰ /۵۷

﴿ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ()ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ۔(۱)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اپنے رب کی راہیں چل کہ تیرے لیے نرم اور آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے پینے کی ایک رنگ برنگی چیز نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کے لیے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ (۲)

ترجمہ: ”جس نے ایک جان بچائی اس نے ساری انسانیت کو بچالیا“۔

ہمارے ملک میں انسانیت کو بچانے کے لیے سرکاری سطح پر ملک کے چند بڑے محکموں میں سے ایک محکمہ قیام عمل میں لایا گیاہے۔ ہمارا یہاں اس آیت کی روشنی میں کام کو جھانچنا اس لیے مقصود ہے کہ اگر ہم اپنے نصاب کو اسلامی نگاہ کے مد نظر مدون کریں تو تمام محکمے کے لوگ اچھے انداز میں بہتر سے بہتر کام بھی سرانجام دیں اور ملک میں اندرونی اور بین القوامی سطح پر ہر لحاظ کی ترقیاں وکامیابیاں بھی حاصل ہوں جس سے شہریوں کی دنیاو آخرت سنُور سکتی ہے۔ لیکن ہمارا مقصود مغرب کی جیسی زندگی گزارنا ہمارے نہ مانتے ہوئے بھی یہی ہے۔ اگر ہم اپنی ترجیحات کا جائزہ لیں تو صاف نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ہم نے اپنے مقاصد زندگی کا تعین ہی نہیں کیا ہوا۔ مقاصد زندگی کا حصول مقاصد تعلیم سے ہے۔ اس لیے مقاصد تعلیم کی طرف توجہ دینا اس وقت انتہائی اہمیت کے حامل ہے۔ جب مقاصد تعلیم کو دیکھا جائے تو ہماری طبی تعلیم کا مقصد محض انسانیت کو بچانے کے لیے بنتا ہے۔ ہمارے ملک میں تقریباً ہر ہسپتال میں یہ آیت مبارکہ دیوار پر یا بڑے دروازے پر آویزاں کی ہوئی ہوتی ہے لیکن عملاً اس آیت کے مطابق کسی ہی ہسپتال میں عملی شکل نظر آئے ورنہ خلق عام میں ڈاکٹروں کا قصاب سے تشبیح دینے کی آوازیں سنائی دی جارہی ہے۔ انتہائی مختصر اس صورتحال پر غور کیا جاتا ہے:

---

(۱) النحل ۱۶/ ۶۸، ۶۹

(۲) المائدہ ۵/ ۳۲

میڈیکل انسٹیٹیوٹس / کالجز

ان اداروں میں ہمارے نوجوان ڈاکٹر بننے کے لیے داخل ہوتے ہیں۔ جن طلباء کی تعلیم (FSc) ایف ایس سی ہوتی ہے وہ ان کالجز میں داخلہ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر بننے کا جتنا کورس ہے کو چار سال کے عرصہ میں مکمل کرایا جاتا ہے۔ اس تمام دورانیہ میں صرف ایک سمسٹر میں اسلامیات کا کورس بی اے بی ایس سی کی اسلامیات لازمی ۵۰ نمبر کی لگائی گئی ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر تو بن جاتا ہے لیکن اس کو تمام عرصہ کے دوران و اسلامی تعلیم سے کبھی بھی واسطہ نہیں پڑتا اور نہ ہی روحانی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہیں۔ اسلامی تعلیم سے عاری میڈیکل ادارہ جات سے فارغ التحصیل ہونے والے ڈاکٹرز حضرات سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ عملی زندگی میں حیاء و پاکبازی، عفوو درگزر اور سچائی کو اپنائیں گے اور ملک و قوم کی خدمت خوف خدا کے پس منظر میں کریں گے ؟

مریض جان توڑ دے بغیر فیس کے میڈیکل کا شعبہ اس کی طرف دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ میڈیکل ادارہ سے مراد میڈیکل سائنس کی تعلیم گاہیں اور ہاسپٹل ہیں سیکولرائزیشن کے لیے ان مقامات کا جتنا استعمال ہوا اتنا شائد ہی کسی اور تعلیم گاہ کا ہوا ہو۔ میڈیکل تعلیم گاہوں کے فارغین اور تجربہ گاہوں اور ہسپتالوں میں کام کرنے والے اس کی گواہی دے سکتے ہیں۔ ایک یا ایک سے زائد مواقع پر وہ کن حالات سے دوچار ہوئے یا انھوں نے دوسروں کو دوچار کیا۔ اور یہ کہ کس طرح اخلاقیات حدود کی وہاں پامالی ہوتی رہی ہے ایسا اتفاقاً نہیں ہوا بلکہ منصوبہ بند طریقے سے ان اداروں کا ایسا استعمال ہوا جو معاشرے کو سیکولرائز کردے"۔(۱)

میڈیکل شعبہ کا ایک دوسرا حصہ جسے عام زبان میں طب یونانی کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے اس کا بھی انسانی خدمات میں ایک اہم کردار ہے لیکن موجودہ دور میں طبیہ کالجز اور ان کالجز سے فارغ ہونے والے طلباء کی اخلاقی صورت حال بھی کسی قدر قابل بھروسہ نہیں۔ تاہم پھر بھی ان اداروں میں پڑھائے اور پڑھنے والے حضرات میں چند شخصیات ایسی ہیں جن کی دین کے ساتھ وابستگی مسلمہ ہے لیکن اکثریت دولت کمانے کے چکر میں پڑی ہے۔ ان اداروں میں اخلاقیات کی تعلیم جن کا اسلامی اقدار سے گہرا تعلق ہے دم توڑ رہی ہے۔ اسی طرح ہومیوپیتھک کالجز بھی ہومیو ڈاکٹر کا کورس کروارہے ہیں۔ ان کالجز میں اکثریت انہیں اساتذہ طلبہ کی ہے جو اسلامی تعلیمات سے واقفیت نہیں رکھتے سوائے انفرادی استثناء کے قلیل تعداد میں اساتذہ و طلباء اسلامی تعلیمات کی اہمیت وضرورت کو سمجھتے ہوئے عمل کی کوشش کرتے ہیں۔

---

(۱) دیکھیے: عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال: اسرار عالم، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، بھارت، ۱۹۹۲۔ ص ۳۲۰

آخر یہ سب کچھ ایسا کیوں ہے ؟ یہ کہاں سے کام خراب ہو رہا ہے ؟ اس طرح کے کئی سوالات کا جواب قومی تعلیمی نظام میں بگاڑ ہے۔ تعلیم کے لفظی معنی سے لے کر اس کے تمام ذرائع ، تدریسی طریقے ، انتظامی ڈھانچے اور بالخصوص نصاب تعلیم کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنی پڑے گی ۔ ملک کے پڑھے لکھے طبقے سے اگر ایسی سرگرمیاں سرزد ہو رہی ہوں جنھیں دیکھ کر ان پڑھ طبقہ بھی شرمارہا ہو تو اس کا واضح مطلب یہی ہو گا کہ تعلیم درست سمت پر گامزن نہیں۔ تعلیم کی سمت تب درست ہو گی جب اس کے مقاصد دیکھے جائیں گئے اور ان کے حصول کے لیے نصاب سازی کریں گئے اور یہ سارا کچھ اپنے نظریات اور پھر نظریہ پاکستان کو ملحوظ رکھ کر ہی عملی شکل میں سامنے آئے گا۔ قومی نظریہ اسلامی ریاست کا ہے اسلامی ریاست صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کی اصل روح میں ملک کی دیگر اقلیتیں مسلمانوں سے بھی بہتر سہولیات سے مستفید ہوتی ہیں۔ بجائے اصل اسلامی روح کے اپنانے کے تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی نے راہ فرار استعمال کرتے ہوئے غیر مسلم نظام زندگی کی طرف جھک رہے ہیں۔ اسلامیات کے طلبہ کا اہم کردار ، اس وقت کی ملک کی اہم ضرورت ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اسلامی نظریہ اور اسلامی تعلیم کی روح سے فائدہ حاصل کیا جاسکے اور غیر اسلامی رجحانات سے اپنی قیمتی سوچ کو محفوظ کیا جاسکے۔

اسلامی تہذیب توحید کے اصول پر قائم ہے۔ یہ استثنائی طور پر دوسری قدیم تہذیبوں سے مختلف ہے۔ اسلامی تہذیب نے انسان کو فکر کی آزادی عطا کی جو کہ پچھلی تمام تہذیبوں میں مفقود تھی۔ اس طرح اسلامی تہذیب کے ماحول میں علم کو ترقی کے بھرپور مواقع ملے۔ دوسری قدیم تہذیبوں میں یقیناً ایسا ہوا کہ علم کو اور اہل علم کو جبر و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر اس معاملہ میں اسلامی تہذیب کو دوسری تہذیبوں سے جوڑنا بلاشبہ ایک تاریخی ظلم ہے۔(۱)

"میڈیکل اداروں میں اخلاق رذیلہ موجود ہیں جن سے بے حیائی، بے پردگی اور بدکرداری اور بے راہ روّی کی بو آتی ہے گویا جہاں ان میڈیکل اداروں میں اخلاق رذیلہ کا دور دورہ ہو گا، وہاں اسلامی اقدار کا کیا کام پاکستان میں میڈیکل اداروں میں چند ایک حضرات ایسے موجود ہیں جنہیں اسلامی اخلاقیات و اقدار سے انفرادی حیثیت سے لگاؤ ہے۔ لیکن اکثریت ان اقدار سے واقف نہیں ہیں اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ میڈیکل ادارہ جات اسلامی اقدار کے احیاء میں کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں صرف ڈاکٹر نہیں چاہیں۔ بلکہ ایسے ڈاکٹر حضرات درکار ہیں یا یوں کہہ لیں کہ پاکستانی عوام کی امنگوں کا تقاضا ہے کہ پاکستانی ڈاکٹرز، ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے مسلمان بھی ہوں اور اسلامی اقدار کے احیاء میں اپنا کردار بھی ادا کریں"۔(۲)

---

(۱) اسلام دور جدید کا خالق: مؤلانا وحید الدین خاں، (ناشر محمد احسن تہامی) دار لتذ کیر لاہور، ۱۹۹۲۔ ص:۳۶، ۳۷۔

(۲) عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال ، ص:۳۲۱

ایک انجینئر، ڈاکٹر یا کوئی بھی پیشہ ور ذمہ دار شہری اس کے لیے تعلیم کا بنیادی مقصد پہلے اسے صحیح، با اخلاق، با کردار، پُر عزم شہری بنانا ہے یعنی اس میں سب سے پہلے انسانیت کے اعلیٰ اوصاف پروان چڑھانے کے لیے تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ اوصاف سب سے بہترین اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہم پر ایک احسان عظیم کی شکل میں ہمیں عنائت فرما دیے ہیں۔ انھی کو اسلام کہا جاتا ہے۔ اسی لیے سب سے پہلے مسلمان اور بعد میں ماہر انجینئر، ڈاکٹر۔۔ ہونا چاہیے۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی درجہ اور قسم کی تعلیم سے ہو۔ اور ہر قسم کے علوم کا سرچشمہ قرآن ہے جس سے اس وقت کے تمام عصری یا سائنسی علوم اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر موجودہ سائنسی علوم اسلام کی جزو ہیں جن کے وارث مسلمان ہیں۔

عربی کتابوں کے عبرانی اور لاطینی تراجم یورپ کے لیے سرچشمہ رحمت ثابت ہوئے۔ فرانسیسی اور جرمن راہبوں نے علوم کی درسی کتب یہودی فضلا سے پڑھیں۔ بے شمار یہودی فضلا انگلستان آئے، جہاں آکسفورڈ میں ان کے ہاتھوں پہلا مدرسہ قائم ہوا۔ اسی سکول میں راجر بیکن (Roger Bacon) (۱) نے عربی زبان اور دیگر علومِ حکمیہ حاصل کئے۔ کہا جاتا ہے کہ مغرب میں تجربی علوم کا سہرا راجر بیکن کے سر ہے۔ مسیحی یورپ نے مسلمانوں کے علوم راجر بیکن سے سیکھے جس نے خود آکسفورڈ کے علاوہ پیرس میں قیام کر کے مسلمانوں کے علوم سیکھے تھے۔ وہ برملا یہ اعتراف کرتا تھا کہ اس کے معاصرین کے لیے علم صحیح کا واحد ذریعہ صرف عربی زبان اور اس کے علوم ہیں۔ (۲) اسے اعتراف تھا کہ اس نے ارسطو کا فلسفہ ابن رشد کی تصانیف کے تراجم سے سمجھا ہے

---

(۱) راجر بیکن، قرون وسطیٰ کا مشہور انگلش فلاسفر ۱۲۲۰ء کو انگلنڈ میں پیدا ہوا اور ۱۲۹۲ء کو اوکسفورڈ انگلینڈ میں وفات پائی۔ ابن الہشم سے بہت سے زیادہ متاثر ہوا۔ سکالر میں ڈاکٹر میرابائلز کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اس کی خاص کتب opus majus اور the mirror of alchemy ہیں۔ (https://en.wikipedia.org/wiki/Roger_Bacon) ۲۰۲۰-۱۱-۱۲ صبح ۶:۵۵

(۲) دیکھیے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، مقالہ علم: جلد ۱۳ ص: ۱۴۰۔

مبحث دوم: اسلامیات کے تناظر میں اخلاقی و نفسیاتی علوم

وہ علوم جو حیات انسانی کی شعوری رعایت سے تشکیل پاتے ہیں نفسیاتی علوم کہلاتے ہیں۔ انھیں مجموعی طور پر سوشل سائنسز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ انسانی رویوں سے بحث کرتے ہیں اور ان کی فکری اور نظری سمتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ نفسیاتی علوم کی مختلف شاخیں ہیں۔ مثلاً فلسفہ، اخلاقیات، نفسیات، صحافت، قانون، تعلیم، زبان و ادب، سیاسیات، معاشیات، تاریخ، عمرانیات، اور تمام فنون لطیفہ وغیرہ اسی زمرے میں آتے ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ تمام علوم و فنون شعور انسانی پر اور انسان کے جبلی طرز عمل پر براہ راست اثر انداز ہو کر اس کی شخصیت اور کردار کو زنگ آلود کرتے ہیں۔ تاہم مذہب کے زمرے میں آنے والے تمام مافوق الفطرت علوم تک کامل رسائی حاصل کرنا ان نفسیاتی علوم کے ذریعے بھی ممکن نہیں۔(۱)

دورِ حاضر میں اِمامتِ علم کا فریضہ سر انجام دینے والے مغربی سکالرز نے اِعتدال اور توازُن کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رکھا ہے۔ مادّی اور حیاتیاتی علوم کی اِنتہاؤں کو چھونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی علوم پر کماحقہ توجہ نہیں دی جا سکی۔ سائنسی علوم کے مذکورہ بالا تینوں شعبے اور اُن کی بیسیوں ذیلی شاخیں اِنسانی ماحول میں واقع فطرت کا محض بالاَجزاء مطالعہ کرتی ہیں۔ اِس وقت صورتحال کچھ یوں ہے کہ ایک طرف تو اِنسان حیاتیاتی علوم میں درجۂ کمال تک پہنچنے کے باعث پیچیدہ تر بیماریوں کے خلاف مسلسل جنگ جاری رکھے ہوئے ہے اور دُوسری طرف جدید سائنس مادّی علوم کی رِفعتوں کو چھو رہی ہے۔ جہاں ایک طرف سرجری میں بے پناہ ترقی کی گئی ہے اور نت نئی ادوِیات بیماریوں کے خلاف کمربستہ ہیں، وہاں دُوسری طرف آسمان کی وُسعتوں میں سِتاروں پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں اور تسخیرِ کائنات کے عزم سے نکلنے والا اِنسان چاند پر اُترنے کے دعویٰ رکھنے کے بعد مریخ کے سفر کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ ایسے میں جب ہم اِس ترقی یافتہ دَور میں نفسیاتی علوم کی طرف ایک نگاہ دیکھتے ہیں تو مارے شرم کے نظر ٹِک نہیں پاتی کہ اکثر مغربی سائنس دانوں اور اَربابِ دانش کی مخصوص ذہنیت کے سبب سے نفسیاتی علوم کا شعبہ پوری طرح پنپ نہیں سکا۔ سوشل سائنسز جو نفسِ اِنسانی سے متعلقہ علوم پر مشتمل ہیں اور جن کا تعلق براہِ راست اِنسان کی شعوری زندگی کے ساتھ ہے، اُنہیں جان بوجھ کر پس ماندہ رکھا گیا ہے۔ یہ امر ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ محض مادّی اور حیاتیاتی علوم میں ترقی کے ذریعہ اِنسانیت کے جمیع مسائل کا حل ممکن نہیں اور نہ ہی تعلیم اپنے مقاصد پورے کر سکتی ہے بلکہ اِس کے ذِہنی سکون اور اِطمینانِ قلب کے لیے نفسیاتی سائنسز پر بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

---

(۱) دیکھیے: اسلام اور جدید سائنس۔ ص ۲۵۸

اخلاق کی لغوی واصطلاحی تعریف

لغت میں اخلاق "خلق" کی جمع ہے جس کے معنی پسندیدہ عادت، اچھی خصلتیں، خوش خوئی، اچھا برتاو، ملنساری کشادہ پیشانی، خاطر مدارت، آو بھگت کے ہیں۔(۱) أدب: الأدَبُ: الَّذِي يَتَأَدَّبُ بِهِ ۔(۲) ادب نظم وضبط قائم کرتا ہے۔

عربی لغت میں "اخلاق" سے مراد طبعی خصلت، طبعیت، مزاج، مذہب، غصہ کے ہیں۔(۳)

قاموس الفاظ القرآن الکریم لغت میں "اخلاق" سے مراد اخلاقی کردار، فطری رجحان، افتاد طبع ہے۔(۴)

"مصباح اللغات" میں بھی "اخلاق" سے مراد طبعی خصلت، طبعیت، مروت، عادت وغیرہ۔(۵)

اخلاق کی اصطلاحی تعریف:۔

اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے "امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"اخلاق وہ ہیت راسخہ ہے نفس میں جس سے افعال با آسانی بلا فکر و تامل صادر ہوں، پس اگر یہ ہیت ایسی ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہوں جو عقلاً اور شرعاً عمدہ ہیں تو اس ہیت کا نام خلق خوب ہے اور اگر اس سے بُرے افعال صادر ہوں تو اس ہیت کا نام خلق بد ہے۔" (۶)

"فن تہذیب الاخلاق" میں "خلق" کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"نفس کی وہ کیفیت جو انسان کو سوچ وبچار کے بغیر اعمال وافعال پر قادر بنادیتی ہے اس فن کے لحاظ سے یہ ایک ملکہ کا نام ہے جو کبھی فطری اور طبعی ہوتا ہے اور کبھی کسبی ہوتا ہے۔"(۷)

---

(۱) اُردو جامع فیروز اللغات، الحاج مولوی فیروز الدین، اشاعت ۱۹۴۷، فیروز سنز لاہور ص ۷۶

(۲) لسان العرب: ج ۱ ص، ۲۰۶۔

(۳) المنجد عربی اردو الغات، حافظ محمد جمیل، قاسم پبلیکیشنز اردو بازار لاہور س/س، ص ۲۱۱

(۴) قاموس اللفاظ القرآن الکریم، پروفیسر عبد الرزاق، دار الاشاعت، اردو بازار لاہور س/ن

(۵) مصباح الغات، بلیلادی ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ، مکتبہ نار قلیط لاہور لیاقت آصف پریس لاہور ص ۲۱۷

(۶) احیا العلوم الدین، امام غزالی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ج سوم، تہذیب الاخلاق، ص ۸۰

(۷) تاریخ اسلام، اخلاق کریمانہ: ڈاکٹر محمد سجاد ایم۔ اے ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی، س/ن۔ ص ۱۸۱

اصطلاح علوم میں "اخلاق" وہ ملکہ جس کی بدولت نفس کے افعال کا صدور بغیر غور و فکر کے بہ سہولت ہوتا ہو، خلق کہلاتا ہے۔(۱)

اخلاق دنیا میں سب سے مضبوط اور ناقابل تردید چیز "اخلاق" ہے۔ ہمارا ایک ظاہری وجود ہے جو جسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے سر سے پاوں تک ہاتھ پیر ناک کان وغیرہ یعنی ظاہری جسمانی ڈھانچہ جس کی پیدائش کا نام خلق زبر سے ہے ایک اندر پوشیدہ چیز ہے۔ خلق جسم کی بھی خوبصورتی اور بدصورتی ہوتی ہے۔ اس طرح انسان کے اندر جو خلق ہے جس کا تعلق روح کے ساتھ ہے وہ بھی خوبصورت اور بدصورت ہوسکتا ہے۔ جس کا ایک بیرونی غلاف ہے اندر ایک اور چیز ہے جب اس کے اخلاق اچھے ہوں۔ جسم کی خوبصورتی اعضاء کی تندرستی تناسب اور عمدگی سے ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں جسے انسان اپنی شکل وصورت کو تبدیل نہیں کرسکتا اور اگر انسان تبدیل کرنا چاہے تو بہت مشکل ہے اسی طرح جان کے اندر اور روح کے اندر بھی خوبصورتی ہے اچھے اخلاق اور برے اخلاق سے روح خوبصورت یا بدصورت بنتی ہے۔(۲)

خلق نفس کی ہیت اور صورت باطنی کا نام ہے جس طرح کہ صرف ایک عضو مثلاً آنکھوں کے اچھا ہونے سے آدمی حسین کامل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے ساتھ آنکھ، ناک، منہ رُخسار وغیرہ سب کے عمدہ ہونے سے حسن ظاہری پورا ہوتا ہے اسی طرح باطن کے حسن کے لیے بھی چار ارکان میں، جب ان میں حسن ہوگا تو خوش خلقی پوری ہوگی یعنی جب آدمی میں چاروں ارکان درجہ اعتدال پر مناسب رہیں گے تو یہ وہ خوش خلق کہلائے گا۔ وہ چاروں ارکان یہ ہیں قوت علم، قوت غضب، قوت شہوت، قوت عدل۔

قوت علم: کی صفت یہ ہے کہ آدمی اس کے سبب سے اقوال کا صدق و کذب و اعتقادات میں حق و باطل اور اعمال میں بدو نیک جانے اس علم کا ثمرہ حکمت ہے۔ قوت شہوت، قوت غضب کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونوں حکمت کے موافق ہوں اور اس کے اشارے پر چلیں یعنی جو عقل تجویز کرے اسی پر عمل کریں۔ قوت عدل سے مراد یہ ہے کہ غضب و شہوت کو عقل کا پابند کردے۔(۳)

---

(۱) دیکھیے: محاضرات القرآن: سید وقار احمد رضوی، دار الاشاعت اردو بازار لاہور ۱۹۹۹ء۔ باب: قرآنی ضابطہ اخلاق، ص ۳۹۸

(۲) دیکھیے: خطبات افغانی: سید شمس الحق، مکتبہ سید شمس الحق افغانی شاہی بازار بہاولپور،، اشاعت جون ۱۹۹۲ء۔ باب اخلاق ص ۲۱۳

(۳) دیکھیے: مکارم الاخلاق: مولوی محمد ذکاء اللہ دہلوی، ریڈنگ پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت ۱۹۶۷ء۔ باب تہذیب الاخلاق ص ۹۰

اسلامی نقطہ نظر سے اخلاق کی دو قسمیں ہیں پست اخلاق اور اعلیٰ اخلاق۔ پست اخلاق کا کوئی مستقل اصول نہیں ہو تا جس کا ہمیشہ لحاظ کیا جائے وہ حالات سے بنتا ہے اسی لیے وہ کبھی کچھ ہو تا ہے اور کبھی کچھ جس موقع پر جس قسم کے جذبات آدمی کے اندر ابھریں وہی اخلاق اور کردار کی صورت میں ڈھلکتے ہیں"۔(۱)

ماہرین اخلاق کے نزدیک بدن ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خلق انسان کی باطنی پیدائش کا نام ہے اور ظاہری اعضا کے مقابل باطنی اعضاء میں جو انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں اسی کا نام خلق ہے۔ اخلاقی علوم کو بنظر غور دیکھنے سے محسوس ہو تا ہے کہ یہ معاشرتی علوم کی ایک بنیادی حیثیت کے حامل ہے۔ اس لیے معاشرتی علوم یا جسے نفسیاتی علوم بھی کہا جاتا ہے اس میں اخلاقیات کو تقریباً ہر طرز کا انسان مانتا ہے اور تمام شعبہ زندگی میں یہ بنیادی کردار ہے اس لیے اس مبحث میں اخلاقی علوم کو نسبتاً تفصیل سے زیر بحث لایا جارہا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہو گا کہ کیا جو علوم طلبہ کو پڑھارہے ہیں وہی علوم جو اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں، کے درمیان کیا تفاوت ہے اس تفاوت کی دوری سے معاشرہ میں کیسے حالات سامنے آسکتے ہیں؟ کیا اس تفاوت کی دوری سے تعلیم با مقصد بنتی نظر نہیں آرہی اور کیا تعلیم کا با مقصد کیا جانا بس میں ہے؟ مذہبی علوم ہی وہ علوم ہیں جو باطن اور روح کو زیر بحث لاتے ہیں اور روحانیت سے ہی معاشرہ فلاحی معاشرہ بنتا ہے۔ مذہبی مضمون اسلامیات ناروا سستیوں اور غفلتوں سے اپنی وسعت کے باوجود معاشرہ میں اپنا اثر اس قدر نہیں دکھارہا جس قدر اس کی وسعت ہے۔ اس کی واحد وجہ نصاب اسلامیات کی وسعتوں سے استفادہ نہ کرنا ہے کیونکہ اگر معاشرہ سے روح کو نکالا جائے تو پھر انسانی معاشرہ نہیں بلکہ رُوبورٹ کا معاشرہ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر معاشرتی علوم سے مذہب نکل جائے تو یہ علوم بے جان ہوں گئے اور ان معاشرتی علوم کی تعلیم سے اخلاقیات، معاشرہ سے نکل جاتی ہیں اور انسان ایک مشین بن جاتا ہے جس مشین کو نہ انسان بننے میں خوشی محسوس ہورہی ہوگی اور نہ ہی اسے حیوان بننے میں کوئی قباحت محسوس ہوگی۔ اس وقت بحیثیت مجموعی گلوب پر انسان اسی طرح کا لگ رہا ہے۔ اور پاکستانی قوم بھی اسی کی تقلید کے چکر میں لگ رہی ہے اور اگر یہ روحانی غذا معاشرہ کو نہ دے سکے تو پاکستان بھی ایک روبوٹی معاشرہ بن جائے گا۔

علوم کا حصول بغرض تعلیم و تربیت کیا جاتا ہے۔ تعلیم کی اگر اسلامی نکتہ نظر سے تعریف کی جائے تو یہ چند بنیادی حقیقتوں کے مجموعہ کا نام ہے، اللہ تعالیٰ، انسان، کائنات، آخرت، کیونکہ یہ انسانی زندگی کی اہم اور بنیادی حقیقتیں ہیں۔ ان کے متعلق مثبت یا منفی آراء قائم کئے بغیر راہ نہیں ہے۔ تعلیم کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ایک ماہر تعلیم اس طرح رقم طراز ہیں۔

---

(۱) خواتین کا انسائیکلوپیڈیا: نُور احمد ابو الفضل، فاروق پرنٹر کراچی ۲۰۰۶ء۔ ص ۲۰۱

"تعلیم، جسم، ذہن اور روح کی متوازن صحت مندی اور جامع نشو ونما کا نام ہے"(۱)

تعلیم کی اس تعریف کے مطابق گویا تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کا نام ہے۔ اور یہ تربیت اسلامی تعلیمات کی وسعتوں کی ہی مرہون منت ہے۔ پاکستان کے نظام تعلیم میں اسلامی تعلیمات کی بنا پر فکری، اخلاقی اور روحانی اثرات کو دیکھا جا سکتا ہے۔ عدل وانصاف کو اگر نصاب تعلیم میں مناسب جگہ فراہم کی جاتی ہے تو زیر تعلیم نوجوان نسل جب عملی زندگی میں قدم رکھے گی تو معاشرے میں ایک خاص قسم کی تبدیلی رونما ہو گی۔ کیونکہ کوئی بھی معاشرے جب اسلامی صفات سے متصف ہو کر عدل وانصاف اور صدق وسچائی کا خوگر ہو گا تو خود بخود رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے اور انسان انفرادی واجتماعی طور پر کئی دنیاوی مصائب وآلام سے بچ جاتا ہے اور جو اقوام ان صفات سے محروم رہی ہیں ان کے نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں۔

"جن اخلاقی اور معاشرتی امور پر اسلام نے سب سے زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک عدل وانصاف بھی ہے۔ یہ دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک شکل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رورعائیت وہ معاملہ کیا جائے اور اس کے بارے میں وہ بات کہی جائے جس کے وہ مستحق ہے۔ اس عدل وانصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے۔ جس قوم اور جس سماج میں عدل وانصاف نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا اور دنیا میں اس کا انجام بہت برا ہو گا۔ قرآن پاک، کتاب ونبوت کا مقصد بھی یہ بتاتا ہے کہ لوگوں کے درمیان میزان قائم ہو"(۲)

عدل وانصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس نظام کو چلانے کے لیے ایک روحانی قوت کارفرما ہے اور وہ قوت حقیقی رب العزت کی ذات ہے۔ گویا رب العزت کی منشاء اور مرضی یہ ہے کہ دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو اور اسی بنا پر دنیا میں انسان کی انفرادی واجتماعی کامیابی ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی اسی میں ہے۔ ان کے بقول رحمت خداوندی اور دنیا میں انسان کا انجام بہتر اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہر فرد اور شے کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے اس کے اثرات اسی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں کہ نظام تعلیم میں اسلامی اقدار کی عملیت ہو۔ جن کے اثرات سے قوم کی فکری اصلاح ہو سکتی ہے اور اخلاق خواہ ان کا تعلق ظاہریت سے ہو یا باطنیت (روحانیت) سے سنور سکتے ہیں اور قوم اسلام کی روح کے مطابق عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ حلال وحرام میں اگر تمیز کرنا سکھا دیا جاتا ہے تو ایک انسان بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے

---

(۱) تعلیم وتدریس، ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۲، ص ۲۱

(۲) اسلامی نظریہ تعلیم، پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف وتالیف، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۲۔ ص ۳۹۵

اور سود، جوا، زناکاری، رشوت خوری، الغرض دولت کمانے کے تمام ناجائز ذرائع سے پرہیز کرنے لگتا ہے اور خود بخود حلال و پاکیزہ رزق کے حصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پاکیزہ رزق کی برکات ہی کی وجہ سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے کردار میں حیاء پاکبازی، صدق و سچائی، نیکی کی عادات کو راسخ کرلیتا ہے اور یہ تمام عادات اس کی خودی کو مومن بنادیتی ہے۔ اس طرح اس کی فکری، اخلاقی اور وحانی تربیت ہوتی ہے۔ جس سے وہ معاشرے کا ایک متقی فرد ہونے کی حیثیت سے معاشرہ کی اصلاح و تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلامیات کے نصاب تعلیم کی وسعت کے استفادہ سے انسان کے اندر جو فکری، اخلاقی اور روحانی اثرات مرتب ہوتے ہیں ان سے پورے معاشرے میں طہارت و پاکیزہ اور اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ حلال رزق کے حصول کے اثرات کو دیکھیں تو ایک طرف رب العزت کے حکم کی بجا آوری اور دوسری طرف آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل اور پھر ان دونوں پر عمل کے نتیجہ میں افراد کی اخلاقی اور روحانی تربیت معاشرتی زندگی کو جنت نظیر بنادیتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾ (۱)

ترجمہ: اے رُسل! طیب و پاک چیزیں کھاؤ اور بھلائی کے کام کرو۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر، تفسیر ابن عباس میں یوں ملتی ہے:

ترجمہ: "اے محمد ﷺ حلال چیزیں کھاو اور خوب نیک کام کرو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت جو نیک رزق کے ذریعے جو نیک کام کرتی ہے میں اس ثواب سے خوب واقف ہوں۔" (۲)

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اعمال صالح کا بجالانا گویا حلال رزق کا مرہون منت ہے۔ حلال رزق کے ذریعے نیکیاں حاصل کی جاسکتی ہیں اور یہ نیکیاں معاشرہ کی فضا کو اسلامی رنگ میں رنگ دیتی ہیں اس کے ذریعے افراد معاشرہ کی فکری، اخلاقی اور روحانی حالت بدل جاتی ہے۔ اخلاص کا ظہور ہوتا ہے۔

رزقِ حلال کمانا عبادت ہے:

اسلام نے انسان کو رزق حلال کے حصول میں کسی خاص ذریعہ معاش کو اختیار کرنے کا پابند نہیں بنایا۔ صرف اس کا پابند بنایا ہے کہ جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے وہ حلال اور جائز ہو۔ حلال روزگار کمانے کو اسلام عبادت قرار دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

---

(۱) المومنون ۲۳/ ۵۱

(۲) دیکھیے: تفسیر ابن عباس: عبداللہ ابن عباس، مکی دار لکتب، لاہور، ۲۰۰۹ء۔ ج ۲، ص: ۳۲۹۔

((طَلَبُ الحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسلِمٍ))(١)

حلال کسب معاش اختیار کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

((طَلَبُ الحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعدَ الفَرِيضَةِ)) (٢)

یعنی فرائض (نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ) کے بعد حلال کمائی حاصل کرنا بھی ایک فریضہ اور عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔

تجارت اللہ کا فضل ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(٣)

پھر جب جمعہ کی نماز ادا کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی، مال) تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تم فلاح حاصل کرو۔

اس آیت میں کسب معاش کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔

رزقِ حلال کمانے والا اللہ کے راستے میں ہے:

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

((مَنْ سَعَى عَلَى وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى عَلَى عِيَالِهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ)) (٤)

جو شخص اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے محنت مشقت کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے بوڑھے والدین کا پیٹ پالنے کے لیے محنت کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں۔

---

(١) قال محقق: لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيتِ إِلَّا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، وَلَا عَنْ جَرِيرٍ إِلَّا بَقِيَّةُ، تَفَرَّدَ بِهِ: مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ (المعجم الأوسط،سليمان بن أحمد الطبراني ، تحقيق: طارق بن عوض الله ،دار الحرمين القاهرة رقم الحديث: ٨٦١٠ ، ص: ٨ / ٢٧٢) -

(٢) قال محقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي : إسناده ضعيف لأن فيه بقية بن الوليد وهو مدلس وليس له عند ابن ماجه سوى هذا الحديث وليس له شيء في الكتب (المعجم الكبير الطبراني : سليمان بن أحمد ،مكتبة ابن تيمية القاهرة ، ١٩٩٤ء- رقم الحديث٩٩٩٣ ص:١٠ / ٧٤).

(٣) الجمعة ٦٢/ ١٠

(٤)۔ قال محقق: طارق بن عوض الله : لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ إِلَّا أَيُّوبُ، وَلَا رَوَاهُ عَنْ أَيُّوبَ إِلَّا رَبَاحُ بْنُ عَمْرٍوالْقَيْسِيُّ، لَا يُرْوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، تَفَرَّدَ بِهِ: أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ "(المعجم الاوسط، الطبراني ، رقم الحديث٤٢١٤ ، دار الحرمين — القاهرة، ٤ / ٤٨٤ .)

تجارت اللہ کو پسند ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ))(۱)

اللہ تعالیٰ صنعت و حرفت کا پیشہ اختیار کرنے والے مسلمان کو پسند فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی پیشہ اختیار کیا ہے۔کسب معاش کی اہمیت اور فضیلت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ ہر نبیؑ نے کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کیا ہے، چنانچہ:

((وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)) (۲)

حضرت داوٗد علیہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے ہی روزی کھایا کرتے تھے۔

تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بذاتِ خود تجارت کی ہے۔ تجارت کو افضل ذریعہ معاش قرار دینے میں سب سے بڑی وجہ آپ علیہ السلام کا بنفس نفیس تجارت فرمانا ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے شراکت پر بھی تجارت فرمائی اور مضاربت پر بھی۔ نبوت ملنے سے قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے لیے مضاربت کی بنیاد پر کام کیا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن سائبؓ کے ساتھ پارٹنر شپ پر کاروبار فرمایا ہے۔عبد اللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں محمد ﷺ کا شریک تجارت تھا۔ میں جب مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا مجھے پہچانتے ہو؟

((قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتَ شَرِيكِي فَكُنْتَ خَيْرَ شَرِيكٍ، كُنْتَ لَا تُدَارِي، وَلَا تُمَارِي)) (۳)

ترجمہ: ترجمہ: تم تو میرے بہت اچھے شریک تجارت تھے نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ کسی بات پر جھگڑا کرتے تھے۔

اسلام میں کسبِ معاش کے اُصول:

اسلام میں تجارت اور صنعت و حرفت کے فضائل بجا ۔ لیکن یہ تمام فضائل اسی تاجر کے لیے ہیں جو تجارت کو اسلام کے شرعی اصولوں کے مطابق انجام دے۔ تجارت کے چند اہم شرعی اصول یہ ہیں:

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني : سليمان بن أحمد ، أبو القاسم الطبراني ، مكتبة ابن تيمية ،القاهرة ١٤١٥ هـ – ص: ١٢ / ٣٠٨ رقم الحديث: ١٣٢٠٠ –

(۲) صحيح بخارى رقم الحديث ٢٠٧٢ - ص:٣ / ٥٧-

(۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل (المحقق: شعيب الأرنؤوط) مؤسسة الرسالة، ١٤٢١ هـ -رقم الحديث ١٥٥٠٢، إسناده ضعيف : من إبراهيم بن مهاجر: وهو البجلي تكلم عليه برقم الحديث (١٥٥٠٠) ، ٢٦/٢٦١-

نمبرا۔ غبن اور فراڈ سے بچنا

((مَن غَشَّ فَلَيْس مِنّي)) (۱)

ترجمہ: جو مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

یعنی مسلمان کہلانے کے لائق نہیں۔

قرآن کریم میں ہے

﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ -الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴾ (۲)

ترجمہ: بڑی ہلاکت اور بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، ان لوگوں کے لیے کہ جب وہ لوگوں سے دام وصول کرتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، لیکن جب ان کو ناپ کر کے یا وزن کر کے دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

((وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَمَا مَنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْمَطَرَ))(۳)

جب بھی کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے کے مرض میں مبتلا ہوتی ہے تو ان پر قحط سالی کا عذاب آتا ہے۔:

ارشاد نبوی ﷺ کی روشنی میں امام غزالی حلال روزی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

جو شخص چالیس دن ایسی حلال روزی کھائے جس میں حرام کی قطعاً آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر نُور کی تجلی ڈالتے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے جاری فرماتے ہیں۔(۴)

نمبر ۲۔ رزقِ حلال

نظام تعلیم میں اسلام کی قدر، حلال و حرام کو عملی طور پر اپنانے کے لیے اس کو صحیح طریق سے نصاب میں سمو دیا جائے گا تو پھر ہماری نوجوان نسل اور اس کے بعد معاشرہ میں ان کی عملی زندگی پر اخلاقی اور روحانی اثرات مرتب ہونگے۔ جس سے ہماری قوم صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی سعی ضرور کرے گی۔

---

(۱) صحيح مسلم ، رقم الحديث ۱۰۲

(۲) المطففين۸۳/ ۱ تا ۳

(۳) شعب الإيمان، البيهقي،أحمد بن الحسين،تحقيق وتخريج: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد،مكتبة الرشد ، للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند،الطبعة: الأولى، ۲۰۰۳م، ۳/ ۱۳۱.

(٤) کیمیائے سعادت: محمد غزالی، (مترجم فخر الدین احمد صدیقی) کتب خانہ شان اسلام، اردو بازار، لاہور، س ن۔ ص ۲۱۲

اسی طرح پاکبازی و بد کرداری کی فکر جب نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کے ذریعے طلباءاور ہماری نوجوان نسل کے اذہان میں بٹھادی جائے گی تو ان کی غیر اسلامی سوچ میں مثبت تبدیلی آئے گی اور معاشرہ بد کرداری سے ایک حد تک بچ جائے گا۔ یہ بھی ایک فکری، اخلاقی اور روحانی تبدیلی کے اثرات ہی کی شکل ہو گی۔

نمبر ۳۔ صبر واستقامت

صبر واستقامت بھی اسلام کی ایک اہم اور مستقل قدر ہے۔ یہ ایک ایسی قدر ہے کہ جس کے بغیر انسان کے لیے فرض کی ادائیگی اور گناہ سے بچنا آسان نہیں ہو سکتا۔ گویا صبر واستقامت کے ذریعے انسان اخلاقیات کی تکمیل کر سکتا ہے اور روحانی خوشی کے حصول میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ وجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُواۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴾(۱)

ترجمہ: اور کئے ہم نے ان میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے

امام غزالی نے ایک حدیث مبارکہ نقل کی ہے:

((الصبر كنز من كنوز الجنة)) (۲)

"صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔"

قرآن اور حدیث نبوی کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صبر واستقامت ایک ایسی قدر ہے جس پر عمل میں ہدایت اور جنت کے خزانے چھپے ہیں۔

گویا نظام تعلیم میں صبر استقامت کی عملیت کی صورت میں ہم ہدایت اور حصول جنت کے حق دار بن جانے کی ضمانت حاصل کر لیتے ہیں اس طرح یہ ایک بڑی روحانی اور اخلاقی توشہ ہے جو ہمارے نوجوانوں کو نصاب تعلیم میں اسلامی وسعتوں کی عملیت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ صبر واستقامت کو اپنانے سے بندہ روحانی خوشی کے ساتھ ساتھ دنیاوی کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا ہے۔ دکھوں، تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ صبر واستقامت انسان کو مشکلات برداشت کرنے کی ہمت دیتا ہے۔ بیماریوں، دکھوں تکلیفوں، روزی کی قلت اور دیگر دنیاوی مسائل سے نبرد آزما ہو سکتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ صبر واستقامت کی وجہ سے انسان برائی یعنی شہوت کو قابو میں لا کر

---

(۱) السجدہ ۳۲ / ۲۴

(۲) إحياء علوم الدين ۴ / ۶۱۔ حديث سئل مرة عن الإيمان فقال الصبر أخرجه أبو منصور الديلمي في مسند الفردوس من رواية يزيد الرقاشي عن أنس مرفوعا الصبر من الإيمان بمنزلة الرأس من الجسد ويزيد ضعيف وهذا يشبه قوله صلى الله عليه وسلم الحج عرفه

گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ حرص اور لالچ جیسے رذیلہ اخلاق سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد کو نقصانات پہنچانے سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ برائی و بدی کا تعلق کسی بھی شعبہ زندگی سے ہو صبر و استقامت کو اپنانے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی قدر ہے جس سے عفوو درگزر، بھلائی، ہمدردی جیسی خصوصیات انسان میں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان کو روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام اسلامی اقدار کے اخلاقی اور روحانی اثرات ہیں۔

اہل تصوّف کہتے ہیں کہ انسان کے اندر ایک اور انسان ہوتا ہے جس کو بعض نے نفس کا نام دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اندر کے انسان کو خودی کا نام دیا ہے۔ اور بعض اس کو انسانی ضمیر کا نام دیتے ہیں۔ بہر حال جو بھی صورت ہو صبر استقامت سے اندر کے انسان کو ایسی تقویت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ظاہری طور پر ایک جسم کی صورت میں نظر آنے والے انسان کو اخلاق حسنہ اپنانے کے لیے تیار کرتا ہے اور اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ صورت حال ہمیں صبر واستقامت کے روحانی اثرات سے مستفیض کرتی ہے۔

نمبر ۴۔ صدق وسچائی

صدق (سچائی) بھی ایک مستقل اسلامی قدر ہے۔ اسلام کے علاوہ دنیا کا اس وقت کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں صدق کو بنیادی حیثیت حاصل ہو۔ یہ اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے کہ آج تک صدق (سچائی) کی وہی اہمیت اور مقام ہے جو ابتدا زمانہ اسلام میں تھی۔ اگر ہمارے نظام تعلیم میں صدق کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے مناسب بندوبست کیا جائے اور نصاب تعلیم میں اسلام کی اس اہم قدر کو اس کا جائز مقام دیا جائے تو پھر وہ دن دور نہیں جب ہمارے معاشرے کو حقیقی معنوں میں فلاحی اسلامی معاشرہ بنانے میں کوئی رکاوٹ باقی رہ جائے۔ ہر طرف سچ کا بول بالا ہوگا اور ہر شعبہ زندگی میں ایک خالص اسلامی طرز کی تبدیلی رونما ہوگی۔ افراد معاشرہ کے قلب و نظر میں طہارت و پاکیزگی آجائے گی جرائم کم ہوجائیں گے۔ اور ہر فرد کو ایک روحانی خوشی نصیب ہوگی۔

صدق انبیاء کی صفت میں سے ہے۔ آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ تک تمام انبیاء ورسل نے صدق کی تبلیغ کی اور صدق وسچائی کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور اپنی اقوام کو صدق کے ذریعے دنیاوی اور اخروی نجات کی خوشخبریاں سنائیں۔ بعد ازاں اولیاء کرام نے بھی صدق کا ہی پرچار کیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ پاکستان کے نظام تعلیم میں نصاب کے ذریعے افراد معاشرہ میں فکری، اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو دور کیا جائے۔ ان کے فکری، روحانی اور اخلاقی اثرات یہ ہونگے کہ معاشرہ ہر اخلاقی بے راہ روی سے بچ جائے گا اس کے لیے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

امام محمد غزالی احیاء علوم الدین میں ایک باب کو صدق کی فضیلت کے عنوان سے معنون کرتے ہوئے اس کی تفصیل میں بیان کرتے ہیں:

((ویکفي في فضیلة الصدق أن الصدیق مشتق منه)) (۱)

صدق اخلاق کے قریب قریب ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے کہ صدیق اس سے مشتق ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ))(۲)

سچا ہی کامیاب ہے اور اس سچائی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ دونوں جہانوں کی کامیابی کا راز آپ ﷺ نے سچائی میں بتایا۔ گویا کہ نظام تعلیم میں اقدار اسلامی کی عملیت کے اثرات سے انسان، انسانیت کی معراج کو پہنچ جاتا ہے۔ یعنی آدمی کا کمال حسن و خوبی اور اخلاق کی بلندی اور صدق وراستی میں ہے۔ اسی لیے صدق اپنانے والے کو صدیق کہا جاتا ہے۔ صدق کو اپنانے کی وجہ سے معاشرہ صداقت کی علامت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور دین دنیا کی کامیابیاں وطن عزیز کا مقدر بن جاتی ہیں۔ اس طرح اہل اسلام میں خصوصاً اور غیر مسلم اقوام میں عموماً پاکستان کو عزت و وقار حاصل ہوگا۔

قانون کی تعلیم:

قانون کے لغوی معنی جڑ، بنیاد، قاعدہ، دستور ضابطہ، آئین، رسم ورواج، طور، طریق اور ڈھنگ کے ہیں۔(۳)

انسانی معاشرہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو اپنے تمام معاملات کی بنیاد وحی و الہام پر استوار کرتے ہیں دوسرے وہ جو انسانی کاوشوں کو اپنے معاملات کا مدار قرار دیتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں وحی الہام کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ اس لیے قانون سازی میں انسانی کاوشوں کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ اسلامی قانون کے لیے لفظ شریعت استعمال ہوتا ہے۔ آج کے انسانی مرتب شدہ قانون کو قانون ہی کہا جاتا ہے۔ قانون وہ ہے جو خود سوسائٹی کے پیچھے چلتا ہے جب کہ شریعت وہ ہے جو سوسائٹی کو اپنے پیچھے چلاتی ہے۔(۴)

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۴ / ۳۸۷

(۲) سنن النسائي: احمد بن شعیب بن علی الخراساني، النسائي، (المتوفی: ۳۰۳ھ) محقق (عبد الفتاح أبو غدة)، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب ۱۹۸۶ء۔ رقم الحدیث: ۲۰۹۰۔

(۳) اردو جامع فیروز اللغات، ص ۹۴۵

(۴) قرآن اور قانون جدید، ڈاکٹر محمد وسیم انجم، انجم پبلشرز، راولپنڈی، ۲۰۰۶۔ ص ۲۳

نظام تعلیم کا ایک اہم شعبہ قانون کی تعلیم ہے۔اسلام میں قانون کی پہلی عظیم کتاب قرآن مجید ہے، اس کے بعد دوسری اہم دستاویزات قانون احادیث نبوی ہیں۔اسلامی ریاست میں اسلامی قوانین کے نفاذ سے لیکر غیر اسلامی ریاست میں جمہوری قوانین تک یہ شعبہ مرکزی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔عدالتی نظام عدل کا قیام قانون کی بالادستی کے تابع ہے۔اور عدل وانصاف معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے۔عدل وانصاف جتنا بہتر ہوگا معاشرتی زندگی بھی بہتری کی طرف گامزن ہوگی۔

قانونی تعلیم کے ادارے (Law Colleges) وہ تعلیمی ادارے ہیں جن سے عدالتی نظام کے بارہ میں تعلیم وتربیت حاصل ہوتی ہے۔اسلامی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو عدل وانصاف، حلال حرام، صدق وکذب، عفو ودرگزر، صبر و استقلال کا خاص طور پر اس نظام سے ایک مستحکم رشتہ ہے۔دوسرے لفظوں میں ان اسلامی اقدار کے احیاء کا یہ (عدالتی نظام) ذمہ دار ہے۔معاشرتی تصفیہ طلب معاملات وامور کو حل کرنا اور حق دار کو اس کا حق دلانا ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی دادرسی کرنا عدالت کی ہی ذمہ داری ہے۔"پاکستان میں ایل ایل بی کی ڈگری B.A/BSc کے بعد ۳ سال کی ہے اور ایف اے، ایف ایس سی (F.A. F.Sc) کے بعد B.A.L.L.B کا دورانیہ پانچ سال کا ہے۔ جس میں ۲ سال B.A/B.Sc کے بعد B.A.L.L.B کے اور ۳ سال قانون کی ڈگری L.L.B ہے، لیکن اس تمام کورس میں کوئی ایک اسلامی قانون کو متعارف کرنے والا اسلامیات کا مضمون نہیں ہے۔ اسلامیات کے چند موضوعات جن میں اسلامی قانون وراثت، بیع وشرائع، اجتہاد، قیاس واجماع، طلاق، خلع، نکاح کے حوالے سے بحث نصاب تعلیم (برائے قانونی تعلیم) کی کتب میں مختصراً موجود ہیں چونکہ ان عنوانات کا تعلق ایک لحاظ سے قانون سے ہے، لیکن بحیثیت مجموعی وحی اور الہام کے بجائے عقلی علوم کی چھاپ ہے۔اسلامیات کا لازمی قرار دینا ملک کے اندر مذاق سے کم نہیں لگ رہا جس کا سارا نزلہ نصاب اسلامیات پر گرتا ہے۔

زرعی تعلیم

چونکہ علوم کی گہرائی میں جاکر اس کو جڑوں Roots سے اس طرح درست کرنا ہے کہ اس میں اسلامی روح ڈھل جائے جس سے ان علوم کا حصول ہماری دنیا و آخرت، ذہنی وجسمانی سب ضروریات پورا کرسکیں جو کہ تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔چند علوم کی لفظی واصطلاحی تعریف کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔زراعت کی تعریف کچھ اس طرح کی جاتی ہے:

الحب نبات کل شیی یحرث۔(۱)

---

(۱) لسان العرب ج ۱۰ ص: ۱۰

بیج کا بونا، ہر اس چیز کا اگانا جسے کاشت کیا جا سکے۔

زراعت عربی زبان کے مصدر الزرع سے ماخوذ ہے جس کے معنی کھیتی باڑی کے ہیں۔(۱)

عالمی مذاہب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ مظاہر فطرت میں سے فصلات اور جانور انسانی زندگی سے بہت حد تک متعلق رہے ہیں مثلاً ایک قوم کا عقیدہ تھا کہ زمین سب کی ماں ہے جس طرح ماں دودھ پلاتی ہے اسی طرح زمین انسانوں کے لیے پانی مہیا کرتی ہے صحرائی پیداوار جسم زمین کا گوشت ہے جو غذا کا کام دیتا ہے۔(۲)

پاکستان میں زرعی تعلیمی یونیورسٹیاں اور کالجز تعلیمی فرائض انجا دے رہے ہیں۔ نوجوان نسل ان زرعی اداروں سے ڈپلومے اور ڈگریاں لے رہے ہیں اور اندرون ملک اور بیرون ملک اپنے شعبہ سے متعلق خدمات انجام دے رہے ہیں۔ زراعت میں ڈپلومہ کورس سے لیکر اعلیٰ ڈگری تک تعلیم دی جارہی ہے۔ لیکن ان تمام کورسز میں کسی بھی سطح پر اسلامیات کی کوئی قابل ذکر کتاب نہیں جو اسلامی نقطہ نظر سے زراعت کا تعارف کرا سکے اور نہ ہی ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور خصوصاً اسلامی اقدار کی تعلیم و تربیت و ترغیب دی جاتی ہے، فقط متعلقہ کورس کروایا جاتا ہے۔ گویا زراعت سے متعلق تعلیمی اداروں میں جو کہ خالصتاً پیشہ ورانہ تعلیمی ادارے ہیں ان میں اسلامی اقدار کے احیاء کے حوالے سے کوئی قابل قدر خدمت انجام نہیں دی جارہی۔ ان اداروں سے فارغ ہونے والے طلباء اپنے مضمون کے ماہر تو ہوتے ہیں اور اچھے زرعی ماہرین ہوسکتے ہیں لیکن وہ اچھے اسلامی ماہرین زراعت نہیں ہوتے۔ اگرچہ ان زرعی کورسز کو اسلام کی تعلیمات سے رشتہ استوار کرنے کے مواقع موجود ہیں جن سے استفادہ کرنے سے ایک طرف تو زراعت مزید ترقی کرے گی اور دوسری طرف معاشرہ میں اخلاقی اور روحانی ماحول جگہ لے گا اور یہی تعلیم کا مقصد ہے صرف پیٹ پالنے کے کھیتی باڑی کرنا اخلاقیات کو مسخ کر رہا ہے اور تعلیم بھی بے مقصد ہو کر رہ گئی ہے۔ زراعت کے شعبہ میں بھی اسلامی اقدار کے احیاء کی اہمیت واضح ہے زرعی کورسز کے نصابات کو اسلامی تعلیمات کے تابع مرتب کرنا قومی تقاضوں کے عین مطابق ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں سب ادارے اُکھڑے پچھڑے ملتے ہیں۔ اس کا واحد حل ہمیں جامع نصاب مرتب کرنے سے ملے گا جس نصاب کو اسلام کے نظریہ تعلیم کے مطابق کرنا ہو گا۔ اس سلسلہ میں ایک مسلم مفکر اس طرح اپنا مؤقف پیش کرتے ہیں:

"Unfortunately, Muslim communities and nations are far from properly integrating Islamic belief and injunctions into the curricular and syllabia of various disciplines for different

---

(۱) مصباح اللغات ص:۳۱۳

(۲) اسلام کا قانون اراضی: نصرت علی اثیر، مرکز تحقیق دیال سنگ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، س ن۔ ص:۱۸۔

levels and types of education. The Islamic movements of this century have produced good and valuable literature. But most of it is oriented towards the urban middle class people who possess and average or above average education.([1])

For the younger age groups for the mass of people who are fortunate to be functionally literate and for the high-level technical and professional manpower, there in next to nothing that can adequately disseminate the knowledge of Islamic belief and injections and cultivate among the learners such belief, attitude and values.No systematic effeorts seem yet to have been made or planned to meet this dire need.([2])

ترجمہ: بد قسمتی سے مسلمان معاشرے اور اقوام اس چیز سے کہیں زیادہ دور ہیں کہ وہ تعلیم کی مختلف سطحوں اور مختلف اقسام کے نصاب اور سلیبس میں اسلامی عقائد اور اسلامی احکامات کو مناسب طریق سے شامل کر سکیں۔ اس صدی کی اسلامی تحریکات نے اچھی اور قابل قدر ادب پیدا کیا ہے۔ لیکن اس ادب کا زیادہ حصہ شہری مڈل کلاس کے لوگوں پر مبنی ہے۔ جو اوسط یا زائد اوسط تعلیم کے حامل ہیں۔ چھوٹی عمر کے طبقات کے لیے، ان لوگوں کے لیے جو کہ عملی طور پر خواندہ ہیں اور اعلیٰ سطح کے فنی اور پیشہ ورانہ افرادی قوت کے لیے اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔ جو اسلامی عقائد اور احکامات کے علم کو کافی حد تک جذب کر سکیں اور متعلمین کے درمیان ایسے عقائد، رویے اور اقدار کو پروان چڑھا سکیں۔ لگتا یوں ہے کہ اس اشد ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کوئی باضابطہ منظم کوشش نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

موصوف کے مطابق عالم اسلام جس میں پاکستان اپنے کردار کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے۔ اسے بھی مختلف سطحوں اور اقسام فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم) کسی بھی تعلیم کے نصاب کو اسلامی عقائد، تعلیمات و اقدار سے مزین نہیں کیا گیا۔

فنی اور پیشہ ورانہ اعلیٰ سطح کی افرادی قوت کو بھی اسلامی اقدار، رویوں اور تعلیم و تربیت سے محروم ہی رکھا گیا ہے۔ یہ بات اس چیز کی غماز ہے کہ ہمارے فنی اور پیشہ ورانہ تعلیمی ادارے اسلامی اقدار، عقائد اور رویوں کے احیاء میں کوئی خدمت انجام دینے سے قاصر ہیں۔ تعلیم و تعلم سے وابستہ کوئی بھی فرد اس مسلمہ حقیقت سے انکار نہیں کر

---

(1) Education and Society in the Muslim world: M Wasiullah khan , hodder and stoughten, 1981. P: 274.

(2) Education and Society in the Muslim world ,P:274

سکتا کہ کسی بھی نظام تعلیم میں اساتذہ اور طلباء اس کے بنیادی اہم اجزا (عناصر) ہیں۔ اس کا تعلق خواہ نظام تعلیم کے کسی بھی شعبہ سے ہو عمومی تعلیم سے ہو یا فنی پیشہ ورانہ تعلیم سے اور کسی بھی سطح سے ہو سیکنڈری، ہائیر سیکنڈری یا یونیورسٹی تعلیم سے طبی شعبہ (میڈیکل) سے ڈاکٹر بننے والے طلباء ہوں یا ڈاکٹر بنانے والے اساتذہ، انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے والے اور تعلیم دینے والے، اسی طرح زرعی کالجز و یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنے والے اور تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے والے اور تعلیم کے شعبہ سے متعلق اساتذہ اور استاذ الاساتذہ ان تمام افراد کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہی ہے۔ اسلام جو کہ ایک جامع دین ہے زندگی کے ہر شعبہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا علمبردار ہے، اور تربیت بھی ایسی جو اسلامی تعلیمات اور اقدار کے تابع ہو۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴾ ۔[1]

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول ﷺ، انہی میں سے پڑھ کر سناتا ہے انہیں اسکی آیتیں اور انکو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔

پاکستان میں نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کے ذریعے جو تعلیم دی جارہی ہے خواہ وہ کسی بھی سطح کی ہو اور کسی بھی شعبہ سے متعلق ہو نصاب تعلیم کو اسلامی تعلیمات کے تابع مرتب نہیں کیا گیا۔ تمام نصاب کو غیر نظریاتی اور غیر اسلامی بنیادوں پر مرتب کرنے کے بعد چند صفحات پر مشتمل اسلامیات کی کتاب کے ذریعے انتہائی مختصر انداز میں اسلامی تعلیمات سے نصاب کے چہرے کو غسل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جتنا مواد فراہم کیا گیا ہے۔

مولانا مودودیؒ معاشرہ کی تعمیر صالح بنیادوں پر دیکھنا چاہتے ہیں اور ایسی تعلیم کے داعی ہیں جو تشکیل سیرت کا کردار ادا کر سکے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ جب عام تعلیم کو اسلامیات کی وسیع تر سوچ سے دیکھا جائے گا۔ پاکستان کے نظام تعلیم کو اسلام کے فلسفہ تعلیم کے تابع مرتب کیا جائے اور تعلیم کے مقاصد کو مد نظر رکھ کر تعلیم دی جائے۔

امام غزالی مقاصد تعلیم کے ضمن میں اس طرح لکھتے ہیں۔

---

(۱) الجمعۃ ۶۲/۲

"تعلیم کا مقصد یہی نہیں ہونا چاہیے کہ نوجوان کے ذہن میں علم کی پیاس بجھا دے، بلکہ اس کے ساتھ ہی اسے اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی کے اوصاف نکھارنے کا احساس بھی پیدا کرنا چاہیے"(۱)

امام غزالیؒ ایک عظیم مسلم ماہر تعلیم تھے انھوں نے تعلیم و تربیت نوجوان نسل کے اخلاق اور کردار کی تشکیل پر زور دیا۔ ان کے خیال میں اخلاقی کردار اور اجتماعی زندگی (معاشرتی زندگی) میں نکھار پیدا کرنا ایک مسلم معلم اور طالب علم (نصاب تعلیم) کا بنیادی دینی فریضہ ہے۔ اجتماعی زندگی کے اوصاف سے مراد یہ ہے کہ تمام معاشرہ کلی طور پر اسلامی طرز زندگی کا عادتاً خوگر ہو۔ لیکن اس وقت ہمارے معاشرے کا ہر شعبہ ایسی تعلیم سے عاری لگتا ہے۔ ایک ماہر تعلیم کے نزدیک تعلیم کا مقصد حصول رضائے الٰہی ہے۔

"تعلیم کا سب سے اعلیٰ مقصد، حصول رضائے الٰہی ہے۔ خیر و شر، حلال و حرام، معروف و منکر اور حق و باطل کا مستقل معیار یا پیمانہ خدا کا دین ہے۔ یعنی جو کچھ دین اسلام میں ہے، وہ خیر (بھلائی، نیکی) ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ شر (برائی، بدی، بدکرداری) ہے۔"(۲)

گویا، پاکستانیوں کی تعلیم و تربیت اسلام کے نظام تعلیم کے مطابق ہونا ازحد ضروری ہے۔ لیکن عملی طور پر اس کا فقدان ہے جو کہ ایک نظریاتی مسلم قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام جس معاشرہ کی تشکیل کا علمبردار ہے اس کو ایسے افراد درکار ہوتے ہیں جن کا ایمان محکم ہو، کردار کے غازی ہوں۔ نیک اعمال کے خوگر ہوں اور اخلاق حسنہ کے پیکر ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے افراد کیسے میسر آسکتے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ صالح افراد اسی صورت میں میسر آسکتے ہیں جب تعلیم و تربیت کے ادارے اسلامی تعلیمات سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیں۔ اس طرح ان اداروں سے تربیت حاصل کرنے والے افراد ایک مہذب اور متوازن شخصیت کے حامل ہونگے اور ان افراد کے ذریعے معاشرتی زندگی میں اسلامی روح کو ترویج دی جاسکتی ہے۔ اور آئندہ نسلوں کی تعلیم اسلامی تعلیمات (اخلاقی و روحانی) کے تابع ممکن بنائی جاسکتی ہے۔

کیونکہ بحیثیت مجموعی اسلامی ثقافت، تہذیب و تمدن و معاشرت کی بنیاد اسلام کا نظریہ تعلیم و تربیت ہے۔ جس کی رو سے علم ایک وحدت ہے۔ اور اس وحدت (تعلیم و تعلم) کا مصدر و مآخذ قرآن پاک اور آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے جب تک ان مصادر مشعل راہ نہیں بنایا جاتا تب تک تعلیم اپنے مقاصد کے حصول سے قاصر رہے گی۔

---

(۱) احیاء العلوم: امام غزالی، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔ (س ن) ج ا ص: ۳۳ باب علم کے بیان میں

(۲) تعلیم و تدریس: ص: ۵۷

جو اسلامی نظریاتی ریاست کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔ اسلامی تناظر میں تعلیم کے جو مقاصد متعین کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ:

"طلب حلال، اجتناب حرام اور اسلامی نظریہ اخلاق کے تحت، معاشرتی، معاشی، عسکری، سائنسی، ٹیکنالوجیکل اور ایٹمی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنانا"(۱)

اس مقصد کے حصول کے لیے بھی اسلام کی مستقل اقدار سے فرار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دین و دنیا کی کامیابی میں اسلامی اقدار مرکزی کردار کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔

موجودہ دور میں پوری دنیا میں ایک امر زیر بحث ہے جس کا پس منظر سرمایہ دارانہ معاشی نظام ہے۔ پاکستان سمیت تمام اسلامی دنیا بھی اسی بحث کی دلدل میں پھنس چکی ہے، وہ بحث یہ ہے کہ دولت کیسے سمیٹی جائے۔ راتوں رات امیر اور امیر ترین کس طرح بن سکتے ہیں، وہ کونسے عوامل ہیں جنھیں اپنا کر یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اس حرص، مال و دولت کی تکمیل کے لیے پوری دنیا کے نصاب تعلیم اور مقاصد تعلیم کو تبدیل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ جس کا شکار خصوصاً اسلام ترقی پسند ممالک ہوئے ہیں۔ اور آئے روز سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے پنجے مضبوط ہوتے جارہے ہیں، پاکستان بھی اس کا شکار ہو چکا ہے۔ پورے ملک میں سودی نظام پوری آب و تاب کے ساتھ کارفرما ہے۔ اس غیر اسلامی معاشی نظام کو دوام بخشنے کے لیے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں خاطر خواہ تبدیلی آچکی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام خالص غیر اسلامی ہے کیونکہ اس میں اس کا کوئی نظریہ نہیں ہے اس لیے اب نئی نسل کو تعلیمی اداروں میں جس نصاب تعلیم سے صبح و شام واسطہ ہے وہ مکمل طور پر اسلامی تعلیمات اور اقدار سے عاری ہے۔ بڑا لطیف نکتہ یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل بغیر سوچے سمجھے اس تعلیمی نظام و نصاب کو قبول بھی کر چکی ہے۔ جبکہ بظاہر ہم اس بات کے بھی علمبردار ہیں کہ ہم من حیث القوم مسلمان ہیں اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ عملی ثبوت کیسے؟

"یہ تعلیم، خدا پرستی اور اسلامی اخلاق سے تو خیر خالی ہے ہی مگر غضب یہ ہے کہ وہ ہمارے ہاں کے نوجوانوں میں وہ بنیادی انسانی اخلاقیات تک پیدا نہیں کرتی جن کے بغیر کسی قوم کا دنیا میں ترقی کرنا تو درکنار، زندہ رہنا بھی مشکل ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس تعلیم پر خدا پرستی اور اسلامی اخلاق (اسلامی اقدار) نہ سہی، آخر وہ اخلاق کیوں نہیں پیدا ہوتے جو انگریزوں میں، جرمنوں میں، امریکیوں میں اور دوسری ترقی یافتہ مغربی قوموں میں پیدا ہوتے ہیں، ان کے اندر بنیادی انسانی اخلاقیات تو بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں۔ یہاں وہ بھی مفقود ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا

---

(۱) تعلیم و تدریس، ص:۵۹

ہے؟میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی انسانی اخلاقیات (اقدار) پیدا کرنے کی فکر وہ نظام تعلیم کرتا ہے جو ایک آزاد قوم اپنے آزاد نظام زندگی کو چلانے کے لیے بناتی ہے"۔(۱)

مولانا مودودیؒ کے نکتہ نظر کے مطابق یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اخلاق رذیلہ سے بچنا اور اخلاق حسنہ کا اپنانا ایک بہترین نظریاتی بنیادوں پر استوار نظام تعلیم کا ہی مرہون منت ہے۔ اگر پیارے وطن پاکستان میں اسلامی اخلاقی اقدار کی عملیت کا فقدان ہے تو یہ بھی نظام تعلیم کے سر سہرا ہے۔ ایسا نظام تعلیمی جو مطلق اسلامی اقدار کے احیاء میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا، کسی طرح بھی ایک نظریاتی مملکت کے لیے مفید نہیں ہو سکتا اور نہ ہی نوجوان نسل کے کردار کی بہتر انداز میں تشکیل کر سکتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایسا نظام تعلیم وضع کیا جائے جو نوجوان نسل میں اسلامی اقدار کی عملیت کا جذبہ پیدا کر سکے اور ہماری معاشرتی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصول وضوابط کے تابع بنا سکے۔

مولانا مودودیؒ جس نظام تعلیم کی تجویز دیتے ہیں وہ ایسا ہو کہ کتب کی رٹائی کی بجائے تشکیل سیرت کر سکے۔

"بنیادی چیز جو نئے نظام تعلیم میں ملحوظ رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ تشکیل سیرت کو کتابی علم سے زیادہ اہمیت دی جائے۔۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے ایک نوجوان کے اندر اسلامی کیریکٹر پیدا ہو، اسلامی طرز فکر اور اسلامی ذہنیت پیدا ہو، خواہ وہ انجینئر ہو، خواہ وہ سائنٹسٹ ہو، خواہ وہ کوئی علوم عمران کا ماہر ہو، خواہ وہ ہماری سول سروس کے لیے تیار ہو رہا ہو، جو بھی ہو اس کے اندر اسلامی ذہنیت اور اسلامی کیریکٹر ضرور ہونا چاہیے"۔(۲)

مولانا مودودیؒ جس نظام تعلیم کے داعی ہیں اس نظام تعلیم کے مقاصد اس صورت میں بر آمد ہو سکتے ہیں کہ وہ اسلامی اقدار کے پس منظر میں منظم ہو اور تمام تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی فراہم ہو۔ کیونکہ تعلیم کے ساتھ تربیت ہی ایسا عنصر ہے جس سے تعلیم ثمر آور ہو سکتی ہے۔ پاکستان جیسے نظریاتی ملک کے تمام شعبہ جات میں جو افراد بھی فرائض منصبی ادا کریں وہ اسلامی ذہنیت اور طرز فکر کے حامل ہوں۔ اساتذہ ہوں کہ ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، بیوروکریٹس سبھی اسلامی اقدار کے عادتاً خوگر افراد موجود نہیں ہیں اور ادارہ جات زبوں حالی کا شکار ہیں تو یہ سب نظام تعلیم میں اسلامی تعلیمات کو وسعت دے کر عصری علوم کو اسلامی سوچ سے دیکھ کر ایک Integrated اسلامی نصاب پُوری قوم کو ان کے شعبے اور پیشے کو ملحوظ رکھ کر مدون کیا جائے۔

---

(۱) تعلیمات، ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳۔

(۲) تعلیمات ص: ۱۱۲۔

”ملک میں معیار تعلیم گرنا اس وقت شروع ہوا جب تقسیم ملک سے پہلے اس خطے سے اسلامی اقدار کا جنازہ نکال کر انگریزی تعلیم کی بنیاد رکھ دی گئی“۔(۱)

اب بھی اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ناکامی کی وجہ قومی تعلیم کی بنیاد، اغیار کے خیالات اور سوچ کو اپناتے ہوئے رکھ لینا ہے۔ اب اس میں کئی پہلو ایسے اٹل ہیں جنھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جیسے ایک مسلمان کو اس کی فطرت سے ہٹانا ایک مشکل عمل ہے جب کہ غیر مسلم کا طرز تعلیم فطری تقاضوں سے کوسوں میل دور ہے۔۔اسی طرح اغیار نے مسلمانوں کے ایجاد شدہ علوم کو آگے بڑھایا جبکہ ہم اس کے وارث کی حیثیت اپنانے کے بجائے اغیار کی چیز سمجھ کر لیتے رہے۔۔ان دونوں عوامل کے فرق کو ایک ماہر نفسیات بہتر سمجھ سکتا ہے کہ تعلیم کو کسی دوسرے کی چیز کو استعمال کرنا اور اپنی چیز کے استعمال میں انسانی زندگی میں کیا فرق آتا ہے۔اب ہم اس بحث کی حالت میں نہیں ہیں کہ ہم اسے اپنی چیز ثابت کرنے کے چکر میں لگ جائیں اب چونکہ تعلیم کسی کی جاگیر نہیں اس پر ہر انسان کا برابر کا حق ہے اب مذہب ایک سوچ کا، ایک فکر، کا ایک تخیل اور پھر نظریے اور یمان کا نام ہے، یہ انسان کی سرشت میں شامل ہے اس سے انکار بھی ایک مذہب ہی ہوگا۔اب جدید سائنس کا فیصلہ کرنا ہے کہ آیا یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی ؟اس کے لیے ایک معقول پیرامیٹر ”مقاصد تعلیم“ ہے مقاصد تعلیم کا تعین جس سوچ کا انسان بھی کرتا ہے وہ انسان کو انسان بنانے کے لیے ہی کرتا ہے۔جو تعلیم انسان کی انسانیت کے اعلیٰ اوصاف سکھائے وہ پکّی اسلامی تعلیم ہے۔اس لیے مقاصد تعلیم کو اپنایا جائے تاکہ تعلیم با مقصد بن سکے اگر تعلیم کے مقاصد کو بھول کر اس پر توانائیاں خرچ کی جائیں کہ آج مغرب میں یہ ہو گیا اور قوم بہت پیچھے رہ چکی ہے۔تھک ہار کر بس جو آواز مغرب سے آرہی ہے اسی پر لبیک کہا جاتا رہے اس طرح قوم دن بدن تنزلی اور غلامی کی طرف ہی جاتی جائے گی۔۔۔موجودہ اخلاقی پسماندگی و تنزلی جس کا قوم شکار ہے اس سے کسی طور بھی زندگی کا تصور محال ہے۔ مسلمان تو اس دنیا میں بھلائی قائم کرنے کے لیے آیا، برائی کو مٹانے اور بھلائی کو قائم کرنا مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے۔ آج اگر مسلمانوں سے ایسا نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ اسلامی سوچ کا فقدان ہے۔ملک وملت کی اخلاقی اور دینی صحت کو بحال رکھنے کا بنیادی اور اہم ذریعہ بھی یہ ہے کہ ہر فرد میں غیرت ایمانی اور اخلاقی عادات بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اس غیرت ایمانی اور اخلاقیات کو نبی آخری زماں حضرت محمد ﷺ نے ایک جامع لفظ ”حیاء“ سے تعبیر فرمایا ہے جس کے معنی سے بھی آج انسان نا آشنا ہے اگر تعلیم سے اخلاق گر رہے ہوں تو کوئی انسان بھی اس تعلیم کو تعلیم کہنے پر تیار نہ ہوگا کیوں کہ تعلیم کا مقصد اخلاقیات کو پروان دینا انسان کی فطری، جبلّی، روحانی اور مادی ضرورتوں کو پُورا کرنا ہے۔ یہ ساری ضرورتیں اسلامی تعلیمات میں موجود ہیں۔

---

(۱) تعلیمی زاویے: ج ا ص ۱۰۰

"اسلام دین کے ساتھ ساتھ دنیا کو چلانے کا بھی درس دیتا ہے۔ لیکن دنیا اسی صورت میں امن کا گہوارہ ہو گی جب اس میں دینی اور اخلاقی اقدار (اسلامی اقدار) کا دور دورہ ہو"۔(۱)

زراعت ،اسلامی طرزِ علم

تمام علوم کی طرح زراعت بھی ایک ٹھوس اور جامع اسلامی نظریہ علم سے لیث ہے۔ اسلام کائنات کی ہر شے کا مالک اللہ تعالےٰ کو بنا کر ان اشیاء سے بحیثیت امین استفادہ کرنے کی (Epistomology) رکھتا ہے زراعت کا پیشہ اسلامی طرز پر اختیار کرنے والا کسان اللہ کے انتہائی قریب ہوتا ہے۔ وہ سب سے پہلے اپنی فصل سے عشر نکالتا ہے جس سے ریاست کی معیشت کی بہتری کے ساتھ ساتھ اس کسان کے گھر میں برکت، خوشحالی اور سکون ملتا ہے۔ اسے پتا ہے کہ یہ فصل میری کاریگری نہیں بلکہ اس فصل کو اللہ کی پاک ذات نے اس پر اپنی رحمت سے عنایت فرمائی ہوئی ہے کیونکہ قران مجید برائے راست زراعت کو اپنا موضوع بنا کر بتاتا ہے کہ یہ فصلیں آپ نہیں اگا رہے بلکہ اللہ پاک خود اگاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ - أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ﴾ (۲)

ترجمہ : بھلا دیکھو جو تم بوتے ہو۔ کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالےٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ﴾ (۳)

ترجمہ: بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے، مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ نالنے والا ہے، یہی اللہ ہے پھر کدھر الٹے پھرے جا رہے ہو۔

﴿ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾(۴)

---

(۱) پاکستان میں تعلیم ایک تحقیقی تجزیہ: ڈاکٹر انجم رحمانی، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائیٹی، لاہور، ۲۰۰۶۔ ص ۲۵۸

(۲) الواقعہ ۵۶/ ۶۳، ۶۴۔

(۳) االانعام ۶/ ۹۵

(۴) االانعام ۶/ ۹۹

ترجمہ: اور اسی اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس میں سے ہر اگنے والی چیز نکالی پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں، اور کھجوروں کے شگوفوں میں سے پھل کے جھکے ہوئے گچھے ہیں اور باغ ہیں انگور اور زیتون اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو، ان چیزوں میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

آج کی سائنس میں برکت، رحمت جیسی اصطلاحات کلیتاً مفقود ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں متعدد بار وضاحت کے ساتھ استعمال میں لانے اور ان چیزوں کی انتہائی اہمیت ظاہر کرنے کا مطلب ہی زراعت کی تعلیم سے نکل چکا ہے۔ جس کی وجہ سے غلّہ کی فروانی کے باوجود معاشرتی بے چینی، معاشی ناانصافی ملک میں عروج پر ہے جب کہ تعلیم ان ناانصافیوں کو مٹانے کے لیے دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تعلیم کے بنیادی مقاصد کی معینات اور حصول انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان بنیادی مقاصد تعلیم کا حصول کا ذریعہ صرف اور صرف نصاب اسلامیات ہی ہے۔

فصل دوم: اسلامی طرز علم کا نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کا حصول

مبحث اول: مقاصد مروجہ نصاب اور مقاصد تعلیم کا حصول

مبحث دوم: اسلامائزیشن آف نالج

مبحث سوم: اسلامی طرز علم اور نصاب اسلامیات

مبحث اول: مقاصدِ تعلیم اور مقاصدِ تدریس مروجہ نصاب اسلامیات، ایک جائزہ

اسلامی جمہوریہءِ پاکستان میں کسی بھی کتاب میں اس ملک کے مقاصد تعلیم کو کسی ایک جگہ یکجا نہیں کیا گیا ہے کہ جنھیں سرکاری حیثیت سے پاکستانی مقاصد تعلیم کا نام دیا جائے۔ بنیادی طور پر یہ مقاصد ملکی آئین اور تعلیمی پالیسیوں میں بکھرے ملتے ہیں۔ اسی طرح ماہرین تعلیم بھی ان کی نشاندہی کرتے ہیں ان سب کو اکٹھا کیا جائے تو مقاصد تعلیم کا خلاصہ، جو موجودہ مکمل بنیادی تعلیمی مقاصد کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے، اس طرح کا بنتا ہے:

- پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کئے جائیں گے۔ جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔(۱)
- اتحاد اور اسلامی واخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا
- کم سے کم ممکنہ مدت کے اندر ناخواندگی کا خاتمہ اور مفت اور لازمی ثانوی تعلیم مہیا کرنا۔
- فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کو عام طور پر ممکن الحصول اور اعلیٰ تعلیم کو لیاقت کی بنیاد پر سب کے لیے مساوی طور پر قابل دسترس بنانا۔
- مختلف علاقوں کے افراد کو، تعلیم، تربیت، زرعی اور صنعتی ترقی اور دیگر طریقوں سے اس قابل بنائے گی کہ وہ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں جن میں ملازمت پاکستان میں خدمت شامل ہے پورا پورا حصہ لے گی "۔(۲)
- اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا، قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہو گی۔(۳)

ضمیمہ میں نقل کردہ قرار مقاصد میں بیان کردہ اصول اور احکام کو بذریعہ ھذا دستور کا حصہ قرار دیا جاتا ہے اور وہ بعین ہی مؤثر ہوں گئے۔(۴)

قرارداد مقاصد

---

(۱) دستور پاکستان، شق:۳۱ (۲)

(۲) ایضاً، شق:۳۷

(۳) ایضاً: شق:۲(الف)

(۴) ایضاً: شق:۲(ب)

- چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے، اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے، اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے، کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔ جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔'' جس میں اصول جمہوریت وحریت، مساوات ورواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے''۔
- جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے، کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں''۔
- جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے، کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں، اور ان پر عمل کر سکیں، اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں''۔
- جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے، اور ان حقوق میں قانون واخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط میل جول اور باہمی تعلق کی آزادی شامل ہو۔
- جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ وپست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو
- قرارداد کی تمہید میں صاف اور صریح الفاظ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے، کہ تمام اختیار اور اقتدار کا ذات الٰہی کے تابع ہونا لازمی ہے۔
- تعلیمی طریق عمل سے شعوری استفادہ کے ذریعے ملکی نظریہ کے مطابق معاشرتی اور ثقافتی ہم آہنگی کو فروغ دے کر قومی اتحاد پیدا کرنا۔ (۱)
- فرد کی مجموعی شخصیت کی تعمیر وتربیت کر کے اسے متحرک، تخلیق اور وقعت پسندانہ مطالعہ سے پیدا ہونے والے حقائق کا مقابلہ کرنے کے اہل بنانا۔ نیز فرد کو اس قابل بنانا کہ وہ تکنیکی اور معاشرتی تبدیلی کو پوری طرح سمجھ کر معاشرے کی اصلاح میں گہری دلچسپی لے سکے۔

---

(۱) آئین پاکستان ضمیمہ شق ۲

- بنیادی نظریہ حیات کی حفاظت، ترقی اور اس پر عمل درآمد کی ضمانت دینا اور اسے انفرادی اور قومی زندگی کا ضابطہ بنانا۔
- نصاب کو بنیادی ملکی نظریے کے مطابق قوم کی بدلتی ہوئی معاشرتی اور اقتصادی ضروریات سے ہم آہنگ کرنا اور عمومی تعلیم سے بامقصد زرعی اور فنی تعلیم کی طرف ٹھوس قدم اٹھانا۔
- مسلمان طلبہ کے لیے دسویں جماعت تک اسلامیات کا مضمون لازمی قرار دیا جائے گا ہر درجے کے نصاب اور درسی کتب کو اسلام کی ثقافتی اور اخلاقی اقدار کے منافی یا متضاد مواد سے پاک رکھنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھا جائے گا کہ اسلامیات کا مضمون سکول کے نصاب کا الگ تھلگ حصہ بن کر نہ رہ جائے بلکہ دین اسلام کے اقدار اور روح ہمارے تعلیمی ڈھانچے کے پورے تانے بانے میں بس جائے۔
- دینی تعلیم کا اصل مقصد یہ ہو گا کہ طلبہ کو ایسا مثبت راستہ اور ضابطہ حیات بنانے کے قابل بنایا جائے جس میں ہمارے ماضی کا گراں مایہ ورثہ موجود ہو اور جو ہماری امیدوں امنگوں اور مستقبل کے تصورات پر پورا اترتا ہو۔ اس مدعا کو تقویت دینے کی زیادہ ذمہ داری والدین پر ہو گی۔
- اسلامیات عمومی، فنی اور پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں کے تمام درجوں میں لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ہو گی اور ان کی تکمیل کے لیے لائحہ عمل کا تعین نظریہ پاکستان کے پیش نظر کرے گی۔[۱]
- بالعموم عوام الناس اور بالخصوص طلبہ کے قلب و ذہن میں اسلام اور پاکستان کے ساتھ گہری اور دیرپا وفاداری اور وابستگی اپنی روحانی اور نظریاتی شناخت کا زندہ شعور پیدا کر کے عدل و انصاف کی بنیاد پر پاکستان کی عوام کے نقطہ نظر کی وحدت کو تقویت دینا۔
- ہر طالب علم میں اگاہی پیدا کرنا کہ وہ پاکستانی قوم کا رکن ہونے کے ناطے عالم گیر اسلامی امہ کا رکن بھی ہے۔ اور یہ کہ ایک طرف تو کُورہ ارض پر بسنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کی فلاح و بہبود میں اپنا حصہ ادا کرنے اور دوسری طرف دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پہنچانے میں مدد و معاون ثابت ہونے کے قابل ہوں۔
- ایسے شہری پیدا کرنا جو تحریک پاکستان، اس کی نظریاتی بنیادوں، اس کی تاریخ و ثقافت سے بھی اگاہی رکھتے ہوں۔ تاکہ وہ اپنی میراث پر فخر کر سکیں اور اسلامی ریاست کی شکل میں اپنے مک کے مستقبل پر پختہ ایمان کا مظاہرہ کر سکیں۔

---

(۱) قومی تعلیمی پالیسی ۸۰، ۱۹۷۲۔ ص: ۲، ۳

- قرآن و سنت کی روشنی میں طلبہ میں ایسی سیرت ، ایسا کردار اور تحریک پیدا کرنا جس کی ایک سچے مسلمان سے توقع کی جانی چاہیے۔(۱)
- نظریہ پاکستان کے تحفظ اور فروغ کو یقینی بنانا اور اسلام کو انفرادی اور قومی زندگی کا حصہ بنانا
- تعصبات، تنگ نظری، توہمات اور فرقہ واریت کا خاتمہ کرنا اور قومی وحدت کو فروغ دینا۔
- طلبہ قرآن مجید کے پیغام کو سمجھنے اور اسلام کی روح کو ذہن نشین کرنے اور نئی سائنسی اور تکنیکی ترقیوں کی روشنی میں اسلام کے نظریہ کائنات کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔(۲)
- فرد اور سوسائٹی کی معاشرتی، سیاسی اور روحانی ضروریات کے مطابق نظام تعلیم کی بقا کی جائے۔
- نظریہ پاکستان اور کے آئین میں شامل اسلامی اقدار کے تحفظ میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرے۔
- پاکستان کو متحد، فلاحی ریاست بنانے والی سوچ جنم دی جائے۔
- ایک دوسرے کی عزت کرنا، ایمان، مذہب اور اخلاقی و ثقافتی قدروں سے قوم کو سرشار کیا جائے۔
- تعلیمی قدروں کو اس قابل کیا جائے تاکہ معاشرتی و ثقافتی ہم آہنگی پروان چڑھے۔
- تعلیم تمام پاکستانی شہریوں کے لیے مساوی ہو، اقلیتوں کو ان کی مذہبی سوچ کے مطابق ملکی معاملا تمیں بڑھ چڑھ کر کام کرنے کے قابل کیا جائے۔
- شہریوں کو جمہوری اور اخلاقی اقدار، بنیادی انسانی حقوق سے آگاہی، نئے کھلے خیالات کے لیے مصروف عمل افراد کو بلند کرنے کے لیے ایسی سرگرمیاں کی جائیں گی جو سارے معاشرہ کے لیے بہتری لائیں گی۔
- خود دار، باصلاحیت، مشکلات کا مقابلہ کرنے والے، حقیقی اور ہمہ جہتی سوچ کے مالک اور سوسائٹی و دنیا کے ذمہ دار شہری پیدا کیے جائیں۔
- افراد کی شخصیت کی ایسی پرورش کی جائے تاکہ تمام مسائل کا حل حقائق اور سچائی کی بنیاد پر کر سکیں(۳)

مقاصد تعلیم پر اگر ماہرین تعلیم کی آراء کی تفصیل میں جایا جائے تو یہ ایک بہت لمبا کام ہو جاتا ہے۔ اس پر ایک خالص مبحث بھی مقالہ میں موجود ہے۔ امام غزالی، ابن خلدون، ڈاکٹر العطاس، مولانا مودودی، ڈاکٹر خورشید

---

(۱) تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ء: پیرا نمبر ۸ء ۱ء ۳

(۲) قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲، باب: تصوراتی ڈھانچہ

(3) National Education policy 2009, Ministry of Education, Government of Pakistan, revised aug,2009.p: 17

احمد اور مسلم سجاد کے نزدیک بھی اسی طرز کے مقاصد تعلیم ہیں جو درج ذیل ماہرین کے نزدیک مقاصد ہیں یہ صرف موازنے کے لیے بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

- ’’پس اگر تعلیم معلومات کی گرداوری کا نام ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ ان فنون میں سے کسی ایک فن کے لیے بھی طالب علم کی پوری عمر وفا کر سکتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی ایک فن کی دو تین کتابوں کو درساً درساً پڑھتے ہوئے لحد تک پہنچ جائے گا۔ بشرطیکہ مہد ہی سے اُس نے پڑھنا شروع کیا ہو۔ لیکن اگر تعلیم کا وہی مقصد ہے جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا۔
- یعنی نہ جانی ہوئی چیزوں کو جاننے کی انسان میں جو قدرتی صلاحیت ہے اس صلاحیت کو ابھارا جائے۔
- طلبہ میں ایک ایسی استعداد اور اس کا راسخ ملکہ پیدا کیا جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق وسائل تک اُستاد کی اعانت کے بغیر اس کی رسائی ہونے لگے۔ خود سوچنے کی اور دوسروں کی سوچی ہوئی باتوں کے سمجھنے کی خواہ وہ کسی قسم کی پیچیدہ اور دقیق تعبیر میں پیش کی گئی ہوں۔ تنقید یا صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی صلاحیتوں کو مدرسہ سے لے کر باہر نکلے۔
- اگر پڑھنے پڑھانے کا یہ مطلب ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ چیزوں کو دکھانے پر زیادہ زور دینا مقصود ہو، بلکہ دیکھنے کی قوت بڑھائی جائے، جہاں تک بڑھ سکتی ہو، تعلیم صرف اس کا نام ہو اور دیکھنے، سیر کرنے کا کام تعلیم کے بعد کیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بزرگوں نے اسلامی علوم کی تعلیم کی جو راہ بنائی تھی، اس سے بہتر راہ اور کیا ہو سکتی ہے‘‘۔[۱]
- چونکہ تعلیم انبیاء کا اُسوہ اور طریقہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا۔ لہٰذا اساتذہ کے لیے کچھ خاص باتیں ہیں جن کو دوران تعلیم و تدریس پیش نظر رکھنے سے منصب نبوت کی نیابت کا مقام میسر آسکتا ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ باتیں مندرجہ ذیل ہیں‘‘۔[۲]
- نیابت انبیاء
- خالق و مخلوق میں ربط
- جذبہ تسخیر کائنات
- معاشرہ کی ترقی و تنزلی کا علم

---

(۱) دیکھیے: سید مناظر احسن گیلانی: مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸۔ ص ۲۰۵

(۲) اسلامی اصول تعلیم، شاہ ولی اللہ: تحقیق و ترتیب مفتی رشید احمد، جمعیت پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱۔ ص ۳۵

- ذات وماحول (تعمیر ذات یا تہذیب نفس) سے آگاہی حاصل ہونا۔
- شہر و محلہ (تدبیر منزل) کے احوال سے آگاہی حاصل ہونا
- ملک و باشندے (تنظیم اقوام) کے احوال سے آگاہی حاصل کا حصول
- ممالک و نظام ہائے مملکت (سیاست مدن) سے آگاہی حاصل ہو۔
- اور ان طلباء میں ایسا شعور بیدار کیا جائے کہ وہ کس طرح معاشرتی تنظیم سازی میں مفید رکن بن سکتے ہیں۔ اس کے لوازمات ان کے حصول کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔
- ترقی و تنزل کے اثرات: یعنی طلبہ کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ معاشرے کی ترقی کیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے فوائد کیا ہیں اور اس کی تنزلی Decline کیا ہے اور اس کی تنزلی کے نقصانات اور اسباب عوامل کیا ہیں۔
- آداب معاشرت
- انسانوں سے ہمدردی کا جذبہ
- قومی اور بین الاقوامی حالت سے واقفیت
- احساس ذمہ داری کی تکمیل
- خدمت خلق کا فریضہ:
- تکمیل بانی ملکات: اس خاصیت کے حصول کے مجموعی طور پر تین درجے ہیں:
- ا۔ تضادات کا اختتام: انسان کو تعلیم و تدریس، مطالعہ اور تجربہ سے جو معلومات حاصل ہوں وہ ان معلومات کو اپنی عقل کے ذریعے اس طرح ترتیب دے کہ ان میں باہمی تضاد اور تزاحم یا تعارض نہ رہے اور یہ صلاحیت ذہنی تربیت اور تکمیل پہلا درجہ ہے۔
- ۲۔ وہبی قوتوں کا حصول: انسان کے وہبی قویٰ سے اس طرح مکمل بہرہ یاب ہونا کہ کائنات کے تمام اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تدبیر الٰہی کارفرما نظر آئے۔ اس مرحلہ میں عقل اور وجدان کی جنگ ختم ہو جاتی ہے اور یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کے موید اور مددگار ہو جاتی ہیں۔
- ۳۔ شرع اور وجدان میں موافقت: شرع شریف اور قوزاء وجدانیہ میں ترتیب اور تکمیل ہو جائے اس مرحلہ میں دنیا کے تمام مسائل اور انقلابات میں قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس درجہ کے کاملین کو راسخ فی العلوم کہتے ہیں اور اس درجہ پر فائز شخص کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ اس دور میں

قرآنی تعلیمات کو یوں پیش کرے کہ ان کی دوسرے مذاہب اور فلسفوں پر برتری خود بخود قائم اور ثابت ہو جائے۔

- اس ضمن میں ہماری تعلیم کے قومی اور ملی اہداف حسب ذیل ہونے چاہییں:
- ایک شریف، بااخلاق، باکردار شہری کی تیاری۔
- زیر تعلیم نوجوان کو ایک باعمل اور باکردار مسلمان اور سچا پاکستانی بنانا۔
- وطن عزیز کی اقتصادی ضروریات کے لحاظ سے افرادکار کی تیاری۔
- ملک میں زراعت، چھوٹی صنعتوں اور ملک میں دستیاب خام مال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تربیت یافتہ افرادی قوت کی فراہمی۔
- ایک مسلم پاکستانی ثقافت کے فروغ اور تحفظ کے لیے بہ قدر ضرورت ماہرین کی تیاری۔
- اجتماعی اور انسانی علوم کی تشکیل نو اور تدوین نو کے لیے مناسب تعداد میں ماہرین کی فراہمی۔
- ملک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کی اس طرح فراہمی کہ ہمارے ملک میں تیار شدہ ماہرین ہماری ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔ ہمارے خرچ پر پڑھ کر دوسروں کی تعمیر اور اپنی تخریب کا ذریعہ نہ بنیں۔[1]

ان مندرجہ بالا مقاصد تعلیم کو ذہن میں رکھ کر جب ان کے حصول کی سرگرمی کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو اپنے ملک کی بہت ساری بیماریوں کی تشخیص از خود ہونا شروع ہو جاتی ہے جیسے:

مقاصد قومی نصاب اسلامیات

ISLAMIC STUDIES (Compulsory) (ANNEXURE - C

Objectives:

This course is aimed at:

1 To provide Basic information about Islamic Studies
2 To enhance understanding of the students regarding Islamic Civilization
3 To improve Students skill to perform prayers and other worships

(۱) محاضرات تعلیم، ص۲۱۵، ۲۱۴

4 To enhance the skill of the students for understanding of issues related to faith and religious life.)([1])

قومی نصاب اسلامیات میں شامل مقاصد برائے تدریس جماعت سوم تا دوازدھم

عمومی مقاصد

نصاب کی تشکیل کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں کہ:

نمبر ۱۔ ان کے قلوب و اذہان میں اسلام کے بنیادی عقائد کا یقین راسخ ہو جائے اور روزمرہ زندگی میں ان پر ایمانیات کی اہمیت اور افادیت واضح ہو جائے یعنی وہ جان لیں کہ

اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی سب کا خالق و مالک ہے۔

تمام انبیاؑ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں اور حضرت **محمد** ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ سے محبت، احترام اور آپ ﷺ کا اتباع سب پر لازم ہے اور یہ عقیدہ ختم نبوت یعنی آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ

تمام الہامی کتب خصوصاً آخری الہامی کتاب قرآن مجید اللہ کی طرف سے لوگوں کی راہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہے۔ اور ان میں یقین پیدا ہو جائے کہ اب قرآن مجید ہی ہدائت کے لیے آخری مستند صحیفہ ہے اس لیے اس کی تلاوت کرنا اس کے مفاہیم کو سمجھنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انھیں زندگی گزارنا ہے اور اس پیغام میں امن اور سلامتی کو عام کرنا ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور وہ مختلف امور کی انجام دہی پر مقرر ہیں اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی **بندگی** اور حمد وثنا کرتے ہیں۔

آخرت ایک حقیقت ہے، قیامت قائم ہو گی جس میں اعمال کا حساب کتاب ہو گا اور ہر انسان کے اعمال کے حوالے سے جزا و سزا کا تعین **عدل و انصاف** کی بنیاد پر ہو گا۔

نمبر ۲۔ وہ قرآن مجید کی صحیح تلفظ کے ساتھ تلاوت کر سکیں، تلاوت کی اہمیت آداب سے واقف ہوں نیز قرآن مجید کے مجوزہ نصاب کا مفہوم سمجھ سکیں اور حتی المقدور اس پر عمل کر سکیں۔

---

(1) curriculum of Islamic Studies compulsory,BS 4 years ,HEC Islamabad. revised 2015.P:xxiii,xxiv

نمبر ۳۔ وہ حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ اور اسوہ حسنہ سے اگاہ ہوں اور حدیث رسول ﷺ کی عظمت و اہمیت جان سکیں اور معاشرہ میں ان تعلیمات کا فریضہ انجام دے سکیں۔

نمبر ۴۔ وہ عبادات کی اہمیت و افادیت اگاہ ہو جائیں تا کہ ان کو بجالا سکیں۔

نمبر ۵۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کی اہمیت کو سمجھیں اور عملی طور پر اس کو اپنائیں نیز وہ انسانی اخوت، اتحاد ملی، تحمل و بردباری، رواداری و مساوات، ایفائے عہد عدل و انصاف، اخلاص، تقویٰ، صداقت، وقت کی پابندی، صفائی و پاکیزگی، خدمت خلق، حقوق العباد، وطن اور اہل وطن سے محبت اور قومی اتحد و یکجہتی جیسے اخلاق و اوصاف سے متصف ہو جائیں۔

نمبر ۶۔ وہ روز مرہ زندگی میں سادگی اور میانہ روی اختیار کریں۔ فضول خرچی فخر و غرور، نمود و نمائش بے جا تکلفات اور منافقت کی جملہ صورتوں سے اجتناب کر سکیں۔

نمبر ۷۔ وہ امت مسلمہ کے علمی، سائنسی، روحانی، سیاسی اور عسکری کارناموں سے روشناس ہو جائیں تا کہ ان میں اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کا شعور اجاگر ہو جائے۔

نمبر ۸۔ وہ حقوق و فرائض کے متعلق اسلامی تعلیمات اور ان کی اہمیت سے واقف ہو جائیں تا کہ روز مرہ زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو کر ایک مثالی مسلمان کا کردار انجام دے سکیں۔

نمبر ۹۔ وہ انبیأ کرامؑ، ازوا مطہرات، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام اضی اللہ عنھم کی پاکیزہ زندگیوں سے اگاہ ہوں تا کہ ان میں ان کی تباع کا ذوق پیدا ہو۔

نمبر ۱۰۔ وہ نظریہ پاکستان اور آزادی کی اہمیت سے اگاہ ہو جائیں تا کہ وہ پاکستان سے محبت، پاکستان کے استحکام، خوشحالی، ملیّ یکجہتی اور امن باہمی کے لیے عملی جدوجہد کا فریضہ انجام دینے کا شعور پا سکیں۔[1]

خصوصی مقاصد

اس نصاب کی تکمیل کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گئے کہ

نمبر ۱۔ ایمان کی اہمیت سے اگاہ ہوں تا کہ ایمان کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھیں۔

نمبر ۲۔ اللہ تعالےٰ کی محبت اور عظمت محسوس کرتے ہوئے اپنی زبان اور عمل سے اظہار کر سکیں۔

نمبر ۳۔ حضرت محمد ﷺ کی محبت اور احترام کو عین ایمان جانیں آپ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کریں اور آپ ﷺ کے اتباع کو اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھیں نیز اپنے قول و عمل سے اس کا اظہار کریں۔

---

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی: شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، ۲۰۰۶۔ ص ۲

نمبر ۴۔ اسلامی کے کام اور عالم گیر دین ہونے پر یقین رکھیں۔
نمبر ۵۔ قرآن مجید کے مجوزہ نصاب کو پڑھ سکیں، ترجمہ کر سکیں اور منتخب احادیث کے اردو ترجمے کو پڑھ کر اصل مفہوم کو آسانی سے سمجھ سکیں اور عملی زندگی کے ساتھ اس کا تعلق جوڑ سکیں۔
نمبر ۶۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو زندگی کا شعار بناتے ہوئے اس کی رضا و خوشنودی کو اپنا نصب العین سمجھیں اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے والے بنیں۔
نمبر ۷۔ دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح کے لیے سیرت طیبہ سے کسب فیض حاصل کریں
نمبر ۸۔ امت مسلمہ کے شاندار ماضی سے اگاہوں۔ اسلاف کی علمی، سائنسی، روحانی، سیاسی اور عسکری کارناموں کے بارے میں معقول معلومات رکھتے ہوں۔
نمبر ۹۔ اخلاق اداب حقوق العباد اور احترام انسانیت کے حوالے سے مجوزہ نصاب کا مطالعہ کریں اور اس کا عملی نمونہ پیش کریں۔ (1)

خلاصہ بحث

درج بالا مقاصد نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس پروگرام متعین شدہ ملتے ہیں واضح رہے کہ اسلامیات اختیاری کے مقاصد نصاب شامل نہیں کیے جا رہے کیوں کہ ان سے ملک کی آبادی کا بہت تھوڑا حصہ مستفید ہوتا ہے البتہ فصل دوم میں ان پر بھی تفصیلی بات گزر چکی ہے۔ ان مقاصد کو مقاصد تعلیم سے اخذ کیا جاتا ہے اور تعلیم اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سب سے بڑا ذریعہ نصاب ہی رکھتی ہے۔ اگر ان مقاصد کو مقاصد تعلیم سے ہٹ کر لیا جائے تو یہ ساری تعلیم اور ساری قوم کے بگاڑ کا باعث ہوتا ہے۔ نصاب اسلامیات وہ واحد مضمون ہے جس کے اندر مکمل تعلیم کے مقاصد کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ اور یہی وہ مضمون ہے جو ساری تعلیم کو ہمہ جہت integrated بنا سکتا ہے۔ مندرجہ بالا مقاصد تعلیم کا بغور مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا گیا کہ ان تعلیمی مقاصد میں سے ایک مقصد تعلیم بھی ایسا نہیں جس کے حصول کا بہترین ذریعہ نصاب اسلامیات ثابت نہ ہو سکے۔ مثلاً کائنات کے سمجھنے کی کوشش کرنا ایک بنیادی مقصد ہے۔ اس کا بہتر طریقہ اسلامیات میں اس وقت ثابت ہوتا ہے جب اسلام اس سمجھ کے لیے صرف تجربہ اور مشاہدہ ہی کو بطور ہتھیار نہیں اختیار کرتا بلکہ ایک روحانی طاقت بخشتا ہے اور ایک نُور سے انسان کو پُر نُور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اس نُورانیت سے روحانی منازل طے کرتا ہوا کائنات میں پنہاں راز افشاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام دن رات، سورج، چاند، سمندر، کہکشائیں الغرض پوری کائنات میں شامل ہر چھوٹی بڑی شے

(۱) قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی: شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، ۲۰۰۶۔ ص ۳

کو ہمارے لیے مسخر کرتا ہے۔ خود ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان عقلی علوم نے جن ذرائع کے گرد انسان کو جکڑ رکھا ہے یہ کائنات کی رنگینیوں سے کتنا دور کر رہے ہیں۔ باحث کے نزدیک جو لوگ کائنات کو سمجھنے کے لیے صرف تجربہ اور مشاہدہ کو کافی کہتے ہیں انھیں کائنات کی وسعتوں کا اندازہ ہی نہیں۔ بہر حال اس پر مقالہ میں بہت بحث ہو چکی ہمارا موضوع مقاصد تعلیم ہے۔ نصاب سازی میں پہلا مرحلہ ان مقاصد کو متعین کرنا پڑتا ہے جن کے حصول کے لیے نصاب سازی کی جاتی ہے۔ یہ مقاصدِ تدریس مقاصد تعلیم سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اگر نصاب ساز ادارہ اپنی ایمان داری سے نصاب تعلیم کو دیکھتا تو نصاب اسلامیات اس ادارہ کے سامنے بہت بہتر شکل میں موجود تھا وہ ضرور ان مقاصد کے حصول کے لیے اعلان کر دیتے کہ ان تمام مقاصد کا حصول ہمارے پاس موجود ہے لیکن نصاب ساز ادارہ نے جو مقاصد نصاب متعین کیے وہ صرف طلبہ کے کان میں اذان کہہ کر مسلمان کرنے کے ہیں اور اس سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ اس ادارہ کا نصاب تعلیم سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لیے مقاصد تعلیم جو کہ متعارف شدہ ہیں ان کا تعارف صرف نصاب سازی کے لیے کیا جاتا ہے ان سے اس انداز میں مقاصد نصاب متعین کیے جائیں جو ان تعلیمی مقاصد کے حصول کا باعث ہوں۔

مقاصد تدریس اسلامیات کا تعین اس وقت تک بہترین ہونا ممکن نہیں لگ رہا جب تک کہ اسلامیات کی گہرائی مد نظر نہ ہو چنانچہ اسلامیات کو صرف اس کے اقتباس کو یاد کرنے کی بجائے ان اقتباسات سے سارے علوم کو گزارنے کے عمل کے لیے مقاصد تدریس اسلامیات کا تعین ہونا چاہیے۔ اس عمل پر توانائیاں خرچ کرنے سے اسلامیات ہی ایک ایسا آلہ ثابت ہو سکتا ہے جو تعلیم کو بامقصد کر سکتا ہے۔ اس سارے عمل کو اسلامائزاشن آف نالج کا نام دیا جاتا ہے۔

مبحث دوم: اسلامائزیشن آف نالج

مروجہ نصاب اسلامیات کو بغور دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کی وسعت و جامعیت سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن مجید ایک آفاقی کتاب ہے اور اس کی آفاقیت تا قیامت ہے۔ دنیا میں کوئی علم ایسا نہیں، کوئی ایسی تعلیم نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی ہدائت موجود ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں برائے راست یا بالواسطہ موجود نہ ہو۔ علوم القرآن کے ماہرین کی آراء اس ضمن میں واضح دلائل کے ساتھ گزشتہ باب میں ذکر کر دی گئی ہیں۔ (1)

چونکہ اسلام ایک دین ہے جس میں زندگی گزارنے کے تمام لوازمات بہترین حالت میں دیے گئے ہیں۔ اور اس دین میں ایک مکمل تصور کائنات (Islamic waltenschaaung) پایا جاتا ہے۔ اس وقت کے مروجہ نصاب

---

(1) دیکھیئے گزشتہ مبحث نصاب اسلامیات کی وسعت

اسلامیات کو صرف عبادات اور اسلامی قانون کے ساتھ ساتھ ایمانیات و اعتقادات کے کچھ حصے میں بند کر دیا گیا ہے۔ جب کہ اسلام ساری کائنات کی بنیادی کنجیاں ہمیں تھما رہا ہے۔ جس سے سورج، چاند، تارے اور زمین و آسمان، خشکی اور تری کی ہر چیز سے استفادہ کرنا مقصود ہے اور یہی تعلیم کا تقاضا ہے۔ اس وقت عصری تعلیم کائنات میں موجود خدائی نعمتوں کو اپنے استعمال میں لانے کی تگ و دو کر رہی ہے لیکن اس میں بری طرح ناکامی کا شکار ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ وہ ان نعمتوں کو نعمت خداوندی کے بجائے اپنی صلاحیتوں کی تخلیق خیال کر لیتی ہے۔ جس سے بنیادی سوچ و فکر ہی راہ فرار کی طرف مڑ جاتی ہے جسے اسلامی اصطلاح میں گمراہی کہا جاتا ہے۔ نصاب تعلیم کسی قوم یا سوسائٹی کی فکر و سوچ کی تعمیر کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس وقت عصری تعلیم کی بنیادی غلطی مسبب الاسباب کو چھوڑ کر اسباب کے پیچھے لگے ہوئے ہیں یعنی کائنات کے خالق و مالک کو چھوڑ کر صرف کائنات پر توجہ دینا ہے۔ نصاب اسلامیات ایک ایسا نصاب ہے جو اس مجموعی تعلیم کو کائنات کے خالق و مالک سے جوڑ سکتا ہے اور انسان کا اصل مقام کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے اور انسان اس میں ایک امین اور اللہ کے نائب کی حیثیت سے ہے پھر اس وقت کاینات کی نعمتوں سے بہترین استفادہ کیا جا سکتا ہے، جس کا بہترین ہتھیار اسلامی تعلیمات ہی ہیں جو ایک طرف انسانیت کی جسمانی و روحانی ضروریات کو پوری کرتی ہیں اور دوسری طرف کائنات کی موشگافیاں آسان زبان میں سمجھاتی ہیں۔ اس وقت ایک عظیم خطا سرزد ہو رہی ہے وہ یہ کہ اسلامی تعلیمات کو مادئیت سے کنارہ کیا جا رہا ہے۔ جس کی دلیل قومی نصاب اسلامیات ہے اور دوسری طرف عصری علوم کو اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر لیا جا رہا ہے۔ جس کی دلالت عصری علوم کر رہے ہیں۔ یہ دوراہی Dualism صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ انسانیت کی ترقی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس وقت تمام عصری علوم کو اسلام کے نقطہ نظر سے لینے کی اشد ضرورت ہے۔ جس سے انسانیت کی روحانی اور جسمانی نشوونما ہو گی جو کہ بنیادی مقصد تعلیم ہے اور اسی کام کو کرنے کا نام " اسلامائزیشن آف نالج" ہے۔ جس میں تمام علوم کی از سر نو اسلامی تشکیل کی جائے گی۔ پھر یہ علوم اپنا اثر دکھائیں گئے معاشرے میں روحانی ماحول نظر آسکے گا۔ کائنات کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ ہو گا۔ آج تک انفارمیشن ٹیکنالوجی نے صرف آواز اور سوفٹ یعنی نہ چھُو سکنے والی چیزیں دنیا میں یہاں سے وہاں بھیجنے میں مہارت حاصل کی۔ جب کہ واقعہ حضرت سلیمانؑ میں کئی صدیوں پہلے کئی ٹن تخت بلقیس اسی آج کی ٹیکنالوجی کی رفتار سے کئی میل دور پہنچایا گیا جسے قرآن مجید واضح ایک علم کی طاقت بتا رہا ہے اس علم تک پہنچنا ہی تعلیم ہے اور اسی میں انسانیت کی ترقی ہے۔ اور یہی ترقی یافتہ انسان اللہ کا خلیفہ بنتا ہے اور یہی انسان اپنی منزل کو پا کر کائنات کی رعنائیوں سے استفادہ کرتا ہے اور تمام ذرائع اللہ کی دی ہوئی نعمت کو ایک امین کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے اب سوال یہ ہے کہ امانت خداوندی یا بار خلافت کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ انسانی معاشرہ میں کس طرح اپنا کردار ادا کرتی ہے؟

خلافت کا منتہی و مقصود یہی تو ہے کہ انسانی معاشرہ میں امن قائم ہو، جان و مال کی حفاظت کی ضمانت ہو اور انسانوں کے ایک ایسے منظم معاشرہ میں امن قائم کیا جائے جو غذائی پیداوار کے ساتھ اس کو عمدہ طور پر محفوظ کر کے سماج میں منصفانہ انداز میں تقسیم کر سکے اور رہائش، حرارت، آرام، مواصلات اور دیگر آسانیاں فراہم کر سکے، ایسے آلات اور مشینیں تیار کر سکے جن سے تمام مطلوبہ ضروریات مہیا کی جا سکیں، اور آخر کار تعلیم اور ادراک نفس کے واسطے اور تفریح اور جمالیاتی تسکین کے لیے وافر اور جائز مواقع مہیّا کرے۔ مسلمان صحیح سمجھتے ہیں کہ خلافت کا کام سیاسی نوعیت کا ہے۔([1])

نصاب اسلامیات میں طالب علم کو یہ باور کرانا ایک بنیادی عمل ہے کہ اُس کی اس کائنات میں کیا حیثیت ہے؟ جہاں کھڑا ہو کر وہ اس کائنات اور خالق کائنات سے اپنا رشتہ استوار کرے گا۔ اگر اسے اپنے مقام status کا ہی پتا نہ چل سکے تو وہ کہیں بھی بہتر فیصلہ کرنے کے قابل نہیں بن سکتا اور یہیں سے اس کی زندگی کی راہوں کا تعین ہوتا ہے۔ اس وقت طلبہ عصری علوم کو ہی اپنا اثاثہ سمجھ کر وہاں سے ہی اپنے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ صرف جب موت یاد کرتے ہیں تو نماز پڑھنے کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں یعنی اس دنیا کے کاروبار کو اسلام سے ہٹ کر خیال کرتے ہیں ایسے حالات میں معاشرہ اور سوسائٹی میں اسلامیات کا اثر کیسے آئے گا؟ اب طلبہ کی یہ کامل و اکمل ذہن سازی کرنا ہوگی کہ اللہ نے انسان کو بنایا ہے اور ساری کاینات انسان کے لیے بنائی گئی ہے اس کاینات کو اس کے مالک نے طالب علم کے لیے بنایا ہے۔ یہاں اس زندگی میں چند گنے چنے دن ہیں ان ایام زیست سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونا ہے۔ اس وقت کائنات کے بارہ میں جتنی معلومات یا علوم موجود ہیں ان کو خام مال کی حیثیت سے لینا ہوگا۔ ان علوم کو اسلام کے دیے ہوئے علوم کے زریں اصولوں کی روشنی میں جھانچ پرکھ کرنا ہوگی جو نظریات اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتے ہوں انھیں حتمی شکل دی جائے گی اور جو ان اصولوں پر پورا نہیں اترتے انھیں یکسر مسترد (Reject) کرنا ہوگا اسی عمل سے اسلامی علوم تمام علوم پر سبقت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے طالب علم کے مقام کا متعین کرنا ہوگا جو کے قرآن پاک طالب علم کو اللہ تعالے کا نائب قرار دیتا ہے اور قرآن مجید نے بار بار خلافت کا تعلق سیاسی قوت سے جوڑتا ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ (٢)

---

(1) See : Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan. International Institute of Islamic Thought, Series no. 2, Herndon, Virginia USA 1989-P 32.

(٢) یونس۱۰ / ۱۴

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے بعد تمھیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴾ (۱)

ترجمہ: تو انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور انھیں ہم نے نائب بنایا اور جنھوں نے ہماری آیات جھٹلائیں ان کو ہم نے ڈبو دیا دیکھو ڈرائے ہوؤں کا انجام۔ پھر فرمایا:

﴿ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾(۲)

ترجمہ: موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو اور صبر کرو بے شک زمین کا مالک اللہ ہے، اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے اور آخرت متّقی لوگوں کے لیے ہے۔

درج بالا آیات مبارکہ خلافت کے ذکر کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین بھی فرماتی ہیں ان میں انسان کو احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے کی ہدائت و تلقین ملتی ہے نیز زمین کی وراثت سے مراد سیاسی معنوں میں مضمر ہے۔ کسی معاشرے کا نظام ہائے زندگی میں اس کا سیاسی نظام بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے قرآن پاک میں نبی کریم ﷺ کو دعا کرنے کی ترغیب دیتے وقت بتایا جارہا ہے کہ اس طرح دعا کرو:

﴿ وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴾۔(۳)

کہ یا اللہ سلطنت سے میری مدد فرما سلطنت ایک سیاسی نظام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اسی نظام کے ذریعے سارے نظام سدھارے جاتے ہیں۔ چنانچہ انسان جو اللہ کی نیابت لیتا ہے تو اس سے مراد عملی زندگی سے ہے اور عملی زندگی میں سیاسی زندگی بھی شامل ہے۔ سیاسی زندگی ایک ریاست کے اندر کارفرما ہوتی ہے اس کا حکمران برائے راست اللہ کے نائب کی حیثیت سے سارے کام سرانجام دیتا ہے اور اپنی رعایا کے لیے ایسے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ ساری قوم اللہ کے احکام کے مطابق زندگیاں گزار سکیں۔ صرف عبادات ہی پر اتفاق مراد نہیں لی جانی چاہیے۔ بلکہ عبادات، معاملات کے سنوارنے کا ذریعہ ہیں جس کے ذریعے معاملات بھی عبادات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری عملی زندگی جسم

---

(۱) یونس ۱۰/ ۷۳

(۲) الاعراف ۷/ ۱۲۸

(۳) بنی اسرائیل ۱۷/ ۸۰

اور روح کا مرقع ہے۔ صرف جسم یا صرف روح سے مکمل کامیاب زندگی نہیں گزاری جاسکتی اب جسمانی اور روحانی زندگی اسی وقت کامیاب ہوگی جب انسان کے جسم اور روح دونوں سے استفادہ کیا جائے اس وقت عصری تعلیم صرف جسمانی (مادی) ضروریات کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس تعلیم میں روحانی عنصر کو شامل کرنے کی ضرورت ہے اور یہ روحانی عنصر اسلام ہمیں دے رہا ہے اس سے استفادہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ ان عصری علوم کو اسلام کی نظر سے دیکھا جائے اور جو نظریہ اسلام ان مادی علوم کے بارہ میں دیتا ہے اس کو عمل میں لایا جائے اسی عمل کو اسلامائزیشن آف نالج یا علوم کی اسلامی تشکیل کہا جا تا ہے۔ اللہ کا نائب بننے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی ذاتی حیثیت کو پہچانے وہ کہاں سے آیا؟ کہاں جائے گا؟ یہاں اسے کیا کرنا ہے کس نے اس کو بنایا کیوں بنایا؟ ان سب سوالات کو اپنی زندگی کی حدود و قیود کے لیے استعمال کرے۔ جب انسانی زندگی ان قیود سے تجاوز کرتی ہے تو انسان دراصل انسانیت کے اصول وضوابط کو پھلانگ رہا ہوتا ہے۔ کام صرف اتنا ہے کہ ان حدود کے اندر ہی تمام لوازمات کو تلاش کرے اور یہ لوازمات بہترین شکل میں اس دائرہ میں موجود ہیں۔ یہی دائرہ کھینچنا، اسلامائزیشن آف نالج کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کام کو عملی شکل دینے کے لیے علوم کی گہرائی میں جانا پڑتا ہے۔ علوم اقسام، نظریات اور تمام جہتیں زیر بحث لائی جاتی ہیں جن کی تعلیم سے مقاصد تعلیم کا حصول ہوتا ہے مثلاً:

علوم کی اقسام

علوم کی اقسام کئی مفکرین نے مختلف انداز سے بیان کی ہے لیکن بحثیت مجموعی دو بڑی اقسام عقلی اور نقلی بتائی جاتی ہیں۔ جیسے:

"In order the ultimate aims and objectives of education knowledge may be classified into the following two categories: A, revealed knowledge, based on the Divine revelation presented in the Quran and all that can be derived from them. B , Acquired knowledge , including social, natural and applied science. The classification given above is both lagical and psychological because the former is given knowledge based on faith and the latter is acquired by human faculties but enlighted by faith .All knowledge is belongs to Allah and is granted to mankind by Him . Some knowledge to man through his chosen people (the prophets) and some is granted to man when he strives with his mind . The former category has the status of absolute truth and the latter of tentative truth always to be judged with reference to the former. Since the inception of Islam, this dual classification has been maintained in all educational institutions and in there curriculum designing so that , the set

pattern came to be known as transmitted (NAQLIA) and intellectual science (AQLIA)”.([1])

مفہوم: مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے علوم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تمام علوم اللہ کی دین ہیں کچھ اس نے اپنے انبیا کے ذریعے سے دیے اور کچھ انسان کی اپنی محنت سے انسان کو دے دیتا ہے یعنی ایک وہ جو اللہ کی طرف سے وحی کی صورت نازل ہوئے۔ دوسرے وہ علوم ہیں جو انسان نے اپنے عقل سے حاصل کیے (اکتسابی علوم)۔ پہلی قسم کے علوم ایمانیات کو بنیاد بناتے ہیں جب کہ دوسری قسم کے علوم انسان نے جو خود حاصل کیے ہیں تجربہ پر یقین رکھتے ہیں جب کہ تجربہ کبھی کچھ نتیجہ دیتا ہے اور کبھی کچھ اور ان کو بھی پہلی قسم کے علوم ہی سے پرکھا جائے گا کیوں کہ پہلی قسم حتمی سچائی کی بنیاد پر ہیں جب کہ دوسری قسم میں کبھی سچ اور درستگی ہوتی ہے اور کبھی یہ جھوٹ اور غلطی سے بھرے ہوتے ہیں اس طرح ان کو پہلی قسم (وحی) کی روشنی سے لیا جائے گا۔۔(تب مقاصد کا حصول ہو گا۔)

نظریہ علم، علم کے ذرائع اور علم کی گہرائی میں جانے سے علوم کی اصلیت سامنے آتی ہے ان علوم کی اصلی حالت انسانیت کی بھلائی ہے لیکن علوم کو چوٹی سے پکڑ کر بھاگتے جانے سے علوم کی بے شمار اختراعات سامنے آسکتی ہیں لیکن ان سے انسانیت کی بھلائی میں کمی آتی جائے گی بالکل اسی طرح اس وقت نظر آرہا ہے مادہ اور انسانیت کا رشتہ خادم اور مخدوم کا ہے یعنی یہ کائنات انسان کی خدمت کے لیے ہے اور اس کی موجودہ تمام اشیا اللہ تعالیٰ نے انسان کا خادم اور انسان کو مخدوم بنایا۔مادہ سے خدمت کے لیے علم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب کہ انسان اس مادے کو اپنے جینے کا ذریعہ سمجھ کر اس کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام قباحتیں سامنے آتی ہیں اور انسان اپنے مقام سے یکدم گر جاتا ہے ایسے حالات میں نئی نسل کو ایک ایسی سوچ پروان چڑھانے کی ضرورت ہے جو انسان کو مکمل ہمہ جہت مسلمان بنا سکے یہی تعلیم کا مقصد ہے۔

سکولوں، کالجز اور یونیورسٹیوں میں مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے لازمی امر نصاب اسلامیات کو با اثر بنانا ہے وہ اس لیے کہ اسلامی تعلیم ہی مقاصد تعلیم کا ذریعہ ہے جب نصاب بہتر ہو گا تو وہاں سے اساتذہ بھی باقی معاشرے کے ساتھ ساتھ اس نصاب کی تعلیم سے بہترین مسلمان بن کر سامنے آئیں گے اور اس سے اسلامی تعلیم کی راہیں ہموار ہوں گی۔ نصاب ہمیشہ انسان کے تصورات بلکہ پورے معاشرے کے خیالات، نظریات اور ثقافت کی عکاسی کرتا ہے اور اپنے اس ورثے کی حفاظت کرتا ہے مزید برآں اس ورثے کی ترقی کے لیے خصوصی مقاصد کے حصول

---

(1) Education and the Muslim World challenges and response: Niaz Erfan and Zahid A, IPS, Islamabad,1995 .P:4

کے لیے مواد محفوظ کرتا ہے اور پھر اس مواد کی حفاظت کے ساتھ نئی نسل تک پہنچاتا ہے۔ موجودہ دور میں مغرب کی تقلید نے ایسا نظام تعلیم ہمیں دیا کہ یہ لبرل نظام تعلیم، مقاصد تعلیم کے حصول میں بالکل معاون ثابت نہیں ہو رہا۔ گو کہ اس نظام تعلیم نے مسلمانوں کی ایمانی حالت کو تا حال سبو تاژ نہیں کیا لیکن اس طرز تعلیم نے مسلمانوں کی زندگیوں کی اسلامی بود باش اور اسلامی طرز زندگی کو ضرور نقصان پہنچا رہا ہے اس کا تدارک تا حال مسلمان نہیں کر پا رہے۔ یہ تدارک طرز تعلیم کی دو یائی کا پیش خیمہ ہے اس کے خاتمہ کے لیے مسلم سکالرز نے ۱۹۷۷ میں اسلامی تعلیم کی پہلی تعلیمی کانفرانس میں تجاویز دی ہیں، جس میں نئے نصاب کا نمونہ واضح طور پر بتایا گیا ہے جو بنیادی مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے مدون کیا جانا بتایا گیا ہے۔(۱)

الف: اہمیت وضرورت کے لحاظ سے علم کی اقسام:

علم وہ نُور ہے جو شے اس کے دائرہ میں آگئی منکشف ہو گئی اور جس سے متلعق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہو گئی۔ علم کی اقسام اس طرح بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ فرض عین ۲۔ فرض کفایہ ۳- مباح ۴-مکروہ ۵-حرام

ب۔ اقسام علم بلحاظ ملکیت:

۱۔ علم ذاتی: (وہ ہے جو) اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال جو اس میں سے کوئی چیز اگر وہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر، غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافرو مشرک ہے۔

۲۔ علم عطائی: اللہ تعالٰی کی طرف سے جو علم اس کی مخلوق کو عطا کیا جاتا ہے وہ عطائی علم ہے۔

ج: بلحاظ فائدہ وضرر اقسام علم:

۱۔ علم شریعیہ ۲- علم غیر شریعیہ

د اقسام علم بلحاظ ذریعہ علم:

۱---علم عقلیہ: وہ علم جو عقل کی مدد سے حاصل کیا جائے مثلاً منطق، فلسفہ، طب وغیرہ ۲ ----علم نقلیہ: ایسا علم جس میں عقل کو کوئی دسترس نہیں جو وحی نبوت سے منقول ہے جس کو آئندہ ہو بہو نقل کے ذریعے حاصل کیا جائے مثلاً قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ۔

---

(1) see: Crisis in Muslim education: syed Sajjad Hussain and Syed Ali Ashraf, Hodder and Stoughton, 1979. P: preface

ر: نفع ونقصان کے لحاظ سے علم کی اقسام:

نفع ونقصان کے لحاظ سے بھی علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱: علم نافع: ایسا علم جو شریعت کے مطابق زندگی کو بہتر طور پر گزارنے کے قابل بنائے ۔

۲: علم غیر نافع: وہ علم جو نہ تو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے میں کام آئے اور نہ ہی اس سے دین کے بارے میں سمجھ بوجھ ہو۔ س----**اقسام علم بلحاظ حقیقت علم**: ۱- علم مقصودہ: وہ علم جس کا حصول مقصد حیات ہو، قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ مقصودہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ۲- علم آلیہ: وہ علم جو علم مقصودہ کے حصول میں معاون ثابت ہو مثلاً زبان، لغت، معانی وغیرہ۔ علم آلیہ قرآن وحدیث کی تفہیم میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔

ش: نظریہ وکسب کے لحاظ سے علم کی اقسام:

۱- نظری علم: وہ علم جس کا تعلق محض عقل، دل، دماغ اور فکر سے ہوتا ہے۔ علم العقائد، علم الاکلام وغیرہ نظری علم ہیں۔

۲- فنی علم: وہ علم جو کسی پیشہ کے اپنانے میں اور ذریعہ معاش بنانے میں مدد معاون ہو۔ طبی، صنعتی، کاروباری علوم اسی کے زمرے میں آتے ہیں۔(۱)

مقاصد تعلیم اور نصاب اسلامیات، پہلی اسلامی تعلیمی کانفرنس میں کافی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ یہ کانفرنس ۳۱ مارچ تا ۸ اپریل ۱۹۷۷ کو سعودی عرب کے شہر مکہ میں ہوئی اس میں اسلامی دنیا کے مایہ ناز سکالرز نے شرکت کی جس میں ایک اسلامی نظام تعلیم کا لائحہ عمل بھی ملتا ہے:

Aims of Education (a) General Aims of Education: Education should aim at the balanced growth of the total personality of Man through the training of Man's spirit, intellect, the rational self, feelings and bodily senses. Education should therefore, cater for the growth of man in all its aspects: spiritual, intellectual, imaginative, physical, scientific, linguistic, both individually and collectively and motivate all these aspects towards goodness and the attainment of perfection. (b) The Aims of Islamic Education: The ultimate aim of Muslim education lies in the realization of complete submission to Allah on the level of the individual, the community and humanity at

---

(۱) دیکھیے: امام احمد رضا خان اور علوم عقلیہ: مفتی شبیر حسن رضوی، جامع بکڈپو فیض آباد یوپی، انڈیا، س ن۔ ص:۱۶۔

large. Islamic Epistemology (a) Islamization of Knowledge: Education could not be Islamized without Islamic epistemology and the methodology of Islamization of all areas of education. Clearly the entire rationale of the Conference sprang from a commitment to Islamize knowledge and to make it viable for the present and future development of Islamic scholarship which would lead to the reconstruction of the Islamic world view. (b) Classification of Knowledge: The Conference traced the enunciation and classification of categories of knowledge as had been devised by Muslim philosophers and savants during the heydays of the modem scientific knowledge and the traditional Islamic sources of knowledge.(1)

Islamic civilisation. Most recently independent Muslim countries had no clear idea of how to reconstruct their educational systems on the basis of a combination of the conference articulated a neat classification of knowledge based on Islamic criteria.

the authentic This classification consists of two main categories: the Revealed or Perennial Knowledge and the Acquired or Empirical Knowledge. Detailed categories defined are specified below: (a) Revealed or Perennial Knowledge: This includes the Qur'anic sciences: recitation, memorization; interpretation (tafsir); tradition of the Prophet (Ahadith); Life model of the Prophet (Sunnah); Monotheism (tohid); Islamic Jurisprudence and Qur'anic Arabic. It also includes ancillary subjects like Islamic metaphysics, Comparative religion, Islamic culture and civilization.(b) Acquired or empirical Knowledge: This includes creative arts: Islamic arts and architecture, language, literature; intellectual sciences; social studies, philosophy, education, economics, political sciences history, Islamic civilisation, geography, sociology, linguistics, psychology and anthropology; Natural Sciences: philosophy of science, mathematics, statistics, physics, chemistry; life sciences; astronomy, and space sciences; Applied sciences: engineering,

---

(1) International Islamic University Malaysia (Ghulam Nabi Saqeb)INTELLECTUA DISCOURSE, VOL 8, No 1, 2000. P: 48,
http://journals.iium.edu.my/intdiscourse

technology, medicine, agriculture and forestry; Practical sciences: commerce, administrative sciences, library sciences, home sciences, and communicative sciences. This classification is meant to help Muslims at all times to formulate their curricula based on the Revealed Knowledge as the compulsory core subjects and additional or elective subjects and activities from the Acquired category to suit different levels of schooling and varying contexts.(1)

مفہوم انگلش عبارت

مقاصد تعلیم : تعلیم کے عمومی مقاصد میں ایک اہم مقصد ایک شخص کی متوازن نشو نما کرنا ہے۔جس میں اس کی جسمانی، روحانی، عقلی، حسیاتی، جذباتی ہر لحاظ سے شخصیت میں نکھار پیدا کرنا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے شخصیات کی نشو ونما اس شخص کی شخصیت کی تکمیل کی طرف تعلیم لے جانے والی ہونی چاہیے اور انسان میں اچھائیاں بذریعہ تعلیم پروان چڑھنی چاہیے ۔اسلامی مقاصد تعلیم : حتمی طور پر مسلمانوں کی تعلیم کا مقصد اللہ کے سامنے اپنے آپ کو ڈھیر کر دینے کا شعور بیدار کرنا ہے ،یہ انفرادی ،اجتماعی ہر لحاظ سے یعنی ساری کمیونٹی میں یہ شعور ہونا چاہیے۔ یہ مقصد تعلیم اسلامی تعلیم کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جس کے لیے علوم کو اسلامائز کرنا از بس ضروری ہے اور علوم کو اسلامائز کرنے کے لیے اسلامی نظریہ علم اور علوم کی اسلامی تشکیل کا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا۔ یہ کانفرانس علوم کی اسلامی تشکیل کی طرف ٹھوس قدم اٹھانے اور حال اور مستقبل کی ترقی کے لیے اسلامی دنیا کے نقطہ نظر کی تعمیر نو کا تہیّہ کرتی ہے۔کانفرنس علوم کی اقسام اور درجہ بندیوں کو تلاش کر کے علوم کو اسلام تہذیب کی تاریخی درخشاں طرز پر استوا کرے گی۔ حال ہی میں آزاد ہوئے ہوئے اسلامی ممالک کو ابھی واضح طور پر اس سائنسی بنیاد پر استوار شدہ علوم کی اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل کا طرز عمل پتے میں نہیں۔ کانفرس علوم کو مستند اسلامی بنیادوں پر علوم کی اقسام و درجہ بندی کرے گی۔ یہ درجہ بندی دو اقسام پر مشتمل ہے ایک الہیاتی یا وحی سے حاصل شدہ علم اور دوسرا انسان کا اپنا حاصل شدہ یا عقلی علم ،ان کی تفصیل اس طرح ہے نمبر ایک والا علم قرآنی علوم قرأت ،حفظ ، تفسیر ، حدیث ، سنت ، توحید، فقہ ،اصول فقہ ، قرآنی عربی کے ساتھ ساتھ اسلامی ثقافت ، تقابل ادیان ،اسلامی ما بعد الطبعیات اور اسلامیات وغیرہ اس قسم کا حصہ ہیں۔دوسری قسم کے علوم :اسلامی فنون اور فن تعمیر ،زبان،ادب؛فکری علوم؛ معاشرتی علوم،فلسفہ، تعلیم ،معاشیات،سیاسیات تاریخ،اسلامی تہذیب ، جغرافیہ ، سماجیات لسانیات، نفسیات اورانتھروپولوجی ؛ قدرتی سائنس: سائنس کافلسفہ،ریاضی،شماریات ،

---

(1) INTELLECTUAL DISCOURSE, VOL 8, No 1, 2000 P: 48,49

فزکس، کیمسٹری، زندگی کی سائنس؛ فلکیات، اور خلائی سائنس؛ اطلاقی سائنسز: انجینئرنگ، ٹیکنالوجی، طب، زراعت اور جنگلات، عملی سائنس، کامرس، انتظامی سائنس، لائبریری سائنس، گھریلو دستکاری وغیرہ۔ اس درجہ بندی کا مطلب مسلمانوں کو ہر حال میں ان کے نصاب سازی کے عمل میں مدد فراہم کرنا ہے تاکہ وہ سکولوں میں وحی سے ملنے والے علوم کو بنیاد بنا کر بنیادی مضمون کا نصاب بنائیں اور ثانوی حیثیت کے طور پر عقلی علوم کو لیں جو کے الہیاتی علوم کے تابع ہوں اور اختیاری مضمون کی حیثیت کے حامل ہوں۔

اسلامی نظام تعلیم میں ایک خاص عمل جو علوم کی اسلامی تشکیل کرنا ہے۔ اس کی ایک خاص اہمیت ہے جس کے بغیر اسلامی نظام تعلیم اپنا وجود بحال نہیں رکھ سکتی۔ دراصل نصاب کی تاریخ بتا رہی ہے کہ اسلامی نصاب تعلیم نے جب ساری دنیا کی امامت کی اس وقت اس میں دین و دنیا کی جدائی نہ تھی اور شاید یہی وہ راز تھا جس کی وجہ سے اس کے زریں اصول تمام علوم پر حاوی تھے۔ اس وقت اس دوئی کو ختم کرنے کے لیے واپس علوم پر ہی سوالیہ نشان لگتا ہے۔ اور علوم کو دوبارہ اپنی اصل حالت پر لے جانا پڑتا ہے۔ تب ہی اسلامی تعلیم انسانیت کے اعلیٰ اوصاف والے، روحانی اور جسمانی ہر لحاظ سے صحت مند افرادی قوت دنیا کو بہم پہنچائے گی جو کہ تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ اسلامی سکالرز اس دوئی کو مٹانے کے درپے ملتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلامائزیشن آف نالج سے معاشرتی رویوں میں تبدیلی کا کیا طریق سامنے آتا ہے؟ اس کا جواب بھی کئی سکالر دیتے ہیں کہ یہ نالج انسان کو اس کے اپنے اصل مقام تک پہنچاتا ہے جسے بالفاظ دیگر انسانیت کے اعلیٰ اوصاف کا انسانوں میں راسخ کرنا ہے۔ جب انسان اپنی منزل پر پہنچتا ہے وہ واقعی ایک بڑی منزل پر پہنچ جاتا ہے جو کہ دوسرے انسانوں سے بہتر مانا جاتا ہے۔ یہ بہتری ہی ایسی علامت ہے جس پر تمام انسان اپنی ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہی تیاری جب ساری انسانیت شروع کرے گی تو یہ مسلمانوں کی حکمرانیٔ عالم کا عملی نمونہ ہو گا۔ اس سلسہ میں ایک مسلم مفکر رقمطراز ہیں:

ذات کی آگاہی کا مطلب دوسروں سے اپنے امتیاز کی آگاہی ہے۔ یہ امتیاز مادّی ضروریات اور افادی حقائق کے اعتبار سے نہیں بلکہ تصور کائنات، اخلاق حسن اور روحانی رفعتوں کے اعتبار سے ہے۔ دور حاضر میں جدید ہونے کا مطلب تہذیبی شعور ہے یعنی اپنے تہذیبی ورثہ کا شعور رکھنا، اس کے مختلف مظاہر کو وجود بخشنے والی قوت محرّکہ سے واقف ہونا اور تاریخ کے دوسرے تہذیبی دھاروں سے ممتاز ہونے کا شعور اور مستقبل میں اس کی سمت سفر کو صحیح رکھنے والی قوتوں سے پوری طرح باخبر رہنا۔ اس ناگزیر معلومات کے بغیر اپنا تشخص برقرار رکھنا تو درکنار اس دنیا میں اپنا تہذیبی وجود قائم رکھنا بھی ممکن نہیں۔ ماضی کے برخلاف زمانۂ حاضر میں متنازع تہذیبی قوتیں کسی بھی تہذیب پر بغیر کسی فوج کشی اور عسکری عمل کے حاوی ہو سکتی ہیں؛ وہ شکست خوردہ تہذیب کے لوگوں کی ذہنیت تبدیل کر سکتی

ہیں۔ ان کو اپنے نقطۂ نظر کا قائل کر سکتی ہیں، اور ان کو اپنا باج گذار اور کٹھ پتلی بنا کر رکھ سکتی ہیں۔ خواہ شکست خوردہ کو اس کی خبر ہو کہ نہ ہو۔ یقیناً یہ قوتیں صرف دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہی باہم بر سر پیکار ہیں۔ اب مسلمانوں پر منحصر ہے کہ اسلام مستقبل میں فاتح بن کر ابھرتا ہے یا نہیں اور مسلمان تاریخ کا زندہ باب بن کر سامنے آتے ہیں یا محض بابِ عبرت۔(۱)

مذکورہ بالا اقتباس واضح طور پر بتا رہا ہے کہ علم کو اسلامیانے کی پوری تحریک دراصل ایک سیاسی مقصد رکھتی ہے۔ یعنی جدید دنیا میں جاری تہذیبوں کی کشمکش میں اسلام کی فتح اور اس کا غلبہ اس تحریک کے علمبرداروں کے نزدیک قرآنی تصور "خلافت" کا جوہر اور اس کی روح ہے اور عالمی سربراہی کے حصول کی کنجی علم ہی میں ہے۔ اس کو اس طرح سمجھنا آسان رہے گا:

"سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ اس دنیا میں امامت و قیادت کا مدار آخر ہے کس چیز پر؟ کیا چیز ہے جس کی بنا پر کبھی مصر امام بنتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے چلتی ہے۔ کبھی بابل امام بنتا ہے اور دنیا اس کی پیروی کرتی ہے کبھی یونان امام بنتا ہے اور دنیا اس کی اتباع کرتی ہے، کبھی اسلام قبول کرنے والی اقوام امام بنتی ہیں اور دنیا ان کے نقشِ قدم پر ہو لیتی ہے، اور کبھی یورپ امام بنتا ہے اور دنیا اس کی تابع بن جاتی ہے؟ اس مسئلہ پر جتنا زیادہ غور کیا جائے اس کا جواب یہی ملتا ہے کہ ہاں اس کا ضابطہ ہے کہ امامت کا دامن ہمیشہ علم سے وابستہ رہے گا۔ انسان کو بہ حیثیت ایک نوع کے زمین کی خلافت ملی ہی علم کی وجہ سے ہے۔ انسان اسی طرح باقی انسانیت کا امام بنے گا جس طرح انسان من حیث النوع دوسری انواع ارضی پر اسی چیز کی وجہ سے خلیفہ بننے کا اہل ہوا ہے"۔(۲)

مولانا اپنے اس مجوزہ منصوبہ میں انسان کو ودیعت کی گئی روحانی بصیرت اور حُسنِ اخلاق سے علم کو مزین کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تاکہ انسانی زندگی خدائے عظیم کی مرضی کے مطابق ہو سکے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو جائے۔ اہم بات یہ ہے کہ مولانا صرف مسلمانوں ہی کو خطاب کر رہے ہیں اور فکر کے یہ زاویے اور اخلاق کے نمونے جن کی پیروی کی دعوت دی جا رہی ہے وہ مسلمانوں کے تاریخی ورثہ کا حصہ ہیں۔ جو چیز موجود نہیں

---

(1) Please See: Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan. Muhammad Ismaeel Farooqi , Series no.1,. International Institute of Islamic Thought. Herndon, 1982 . P: 12.

(2) Further Details :Ta'leemat: Syed Abul A'la. Mawlana, .(Translated into English as Mawdudi on Education, 1988. Karachi, Pakistan: Islamic Research Academy). Markazi Maktaba Islamic Publishers , New Delhi , 2009. P:56 -57.

ہے وہ دراصل اجتہاد ہے کہ پہلے سے موجود مستند بات کو نئے حالات میں کس طرح منطبق کیا جائے۔ چنانچہ بہت سے علماء نے عصری اسلامی فقہ میں اجتہادی فکر کی تجدید کرنے پر زور دیا ہے کیونکہ فقہ میں اکثر ایسے موضوعات آ جاتے ہیں جو جدید دور کی سوشل سائنسز میں شامل ہیں اس لیے علوم کو اسلامیانے کی تحریک میں سوشل سائنسز کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ مولانا مودودی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے سامنے اس وقت صرف ایک کام ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں اخلاقی، فکری، اور عمرانی انقلاب برپا کرنے کے لیے موزوں لیڈر اور کارکن تیار کریں۔ اس کام کے لیے ڈاکٹری یا انجنیئرنگ یا سائنس وغیرہ کے ماہرین کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو دین اسلام اور علوم اجتماعیہ میں اعلیٰ درجہ کی بصیرت رکھتے ہوں۔ آگے چل کر جیسا جیسا ہماری کاروائیوں کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اور ہمارے اوپر ذمّہ داریوں کا جتنا جتنا بار بڑھتا جائے گا اس کے لحاظ سے جن جن شعبوں کے اضافے کی ضرورت ہو گی ان کا اضافہ ہم کرتے جائیں گے"۔(۱)

اس طرح مولانا مودودی اسلامائزیشن کی عملی حکمت عملی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس کے لیے ضروری ہے کہ ایک حتمی لائحہ عمل اختیار کیا جائے جو اس طرح کا ہو گا:

۱۔ جدید علوم پر کامل دسترس حاصل کرنا۔

۲۔ اسلامی ورثہ علم پر کامل دسترس حاصل کرنا۔

۳۔ جدید علم کے ہر شعبہ سے اسلام کا خصوصی تعلق قائم کرنا۔

۴۔ جدید علم اور اسلامی ورثہ کے تخلیقی امتزاج کی راہیں تلاش کرنا۔

۵۔ اور اسلامی فکر کو ایسے خطوط پر استوار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے اصولوں کا انکشاف ممکن ہو سکے"۔(۲)

علم کے اسلامیانے کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ: جدید علوم میں مہارت، علوم کا سروے، اسلامی ورثہ میں مہارت ، انتھالوجی، ورثہ کا تجزیہ اور ان مضامین کی اسلام سے خصوصی مناسبت، جدید علوم کا ناقدانہ تجزیہ اور ان کی موجودہ کیفیت، اسلامی علمی ورثہ کا ناقدانہ جائزہ، اس کی موجودہ کیفیت، امت کو درپیش بڑے اور اہم مسائل کا

---

(۱) تعلیمات: ص: ۸۹

(۲) دیکھیے: پلان ص: ۳۹

سروے، عام انسانوں کی درپیش اہم مسائل کا سروے۔ خلاقانہ تجزیہ اور تالیف، اسلامی چوکھٹے میں مضامین کی ترتیب، یونیورسٹی سطح کی تدریسی کتابیں اور اسلامیانے کے لیے علوم کی ترویج شامل ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ امت مسلمہ متعدد امور میں بہ نسبت دوسری قوموں کے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے۔ مگر حق کی روشنی کے سلسلہ میں اور اس سے متعلق موزوں ترین دینی، اخلاقی، اور مادی خوشحالی کے لحاظ سے یہ امت فائق ترین قرار پاتی ہے اور کم تر کیا معنی افضل ترین ثابت ہوتی ہے۔ اسلام کی حامل ہونے کے سبب صرف امت مسلمہ ہی کے پاس وہ بصیرت پائی جاتی ہے جو بنی نوع انسان کی اصل کامیابی وخوشحالی کے لیے ناگزیر ہے اور جس کو عمل میں لا کر ہی تاریخ کو اس ڈگر پہ ڈالا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور یہی انسان کا اعلیٰ مقام ہے۔ یہی اعلیٰ انسانی اوصاف گنے جاتے ہیں اور یہی تعلیم کا بنیادی مقاصد ہیں جو اسلام ہی دے سکتا ہے اسی لیے یہ کہنے میں باحث حق بجانب ہے کہ تعلیم کے بنیادی مقاصد نصاب اسلامیات میں مضمر ہیں۔

لہٰذا مسلمان مفکرین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا کو درپیش مسائل کا مقابلہ کریں اور اسلام کے مطابق ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ اسلامی بصیرت کی حامل ہونے کی حیثیت سے روئے زمین پر صرف امت مسلمہ ہی اس بات کی متحمل ہے کہ وہ انسانی گلہ کو راہِ راست کی جانب بلائے جو موجودہ دور میں استعماری اور نو آبادیاتی شیطانی قوتوں اور ان کے خلاف برسرِ پیکار طاغوتی طاقتوں کے درمیان گھر کر رہ گئی ہے۔ نسل پرستی عالمی پیمانے پر انسانی تعلقات کی دھجیاں بکھیر رہی ہے۔ باقی جو کچھ بچتا ہے اس کو شراب 'منشیات' آزادانہ جنسی اختلاط، خاندانی اخلاقیات کی ابتری، جہالت، کاہلی، جنگجوئی، اور اسلحہ کی دوڑ، فطرت کا نازیبا استحصال اور دنیا کی آبادی کے توازن کو لاحق خطرہ وغیرہ بغیر کسی روک ٹوک کے برباد کئے ڈالتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام مسائل بھی اسلامی فکر کے دیگر پہلوؤں سے متعلق ہیں، اور ان تفاصیل اور افعال سے تعلق رکھتے ہیں، جو امت کی فلاح اور تمام انسانیات کی بہبودی کے لیے نہایت اہم ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنا اور تمام انسانیت کی ایسی خوشحالی کی جانب رہنمائی کرنا جو عدل و احترام سے بھرپور ہو اسلامی نظام کا جزء لاینفک ہے۔(1)

اس قسم کی تربیت اور اس قسم کی تعلیم پا کر جو لوگ تیار ہوں گے ان میں یہ طاقت ہو گی کہ ان واقعات کی رفتار بدل دیں ان کی محققانہ تنقید جاہلیت کے علوم اور جاہلی تہذیب کی ساری بنیادوں کو ہلا دے گی۔ ان کے مدون کئے ہوئے علوم میں اتنا زور ہو گا کہ جو لوگ آج جاہلیت کے نقطۂ نظر پر جمے ہوئے ہیں ان کو وہ اسلامی نقطۂ نظر کی طرف پھیر لائیں گے۔ ان کی تحقیق کے نتائج یورپ اور امریکہ و جاپان تک کو متاثر کر دیں گے اور ہر طرف سے

---

(1) دیکھیئے: پلان: ص ۴۴،۳۹

معقول انسان ان کے نظریات کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ ان کا مرتب کردہ نظریۂ حیات اور لائحہ عمل اتنی قوت کے ساتھ فکر و نظر کی دنیا پر چھا جائے گا کہ عمل کی دنیا میں اس کے خلاف کسی دوسرے لائحہ زندگی کا چلنا مشکل ہو گا۔(۱)

علم کے اسلامیانے کا عمل محض مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری عالم انسانیت کی ایک علمی اور مذہبی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ ہی اس امتیازی صفت سے آراستہ ہے کہ وہ انسانی علم کو اللہ کی ہر دو کتب یعنی قرآن و سنّت اور طبعی کائنات کے تکمیلی اور ہم آہنگی فکر سے لیس جامع مطالعہ کے ذریعے از سرِ نو تشکیل کر سکے۔ اس میں بنیادی کام تعلیم کی دویائی کو ختم کرنا ہے

مسلم مفکرین علوم کی شریعی اور دنیاوی تقسیم سے مطمئن نہیں ہیں لیکن اسلامائزیشن آف نالج کے مفکرین کے علاوہ کسی نے بھی اس تقسیم کو چیلنج نہیں کیا اور نہ ہی اس کے نقصانات کے خلاف کچھ کہا۔ البتہ اسلامائزیشن کی بحث میں سید نقیب العطاس۔(۲) بجا طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے یہ تصور سب سے پہلے پیش کر دیا تھا۔ ان کے مطابق ادب در اصل انسانی جسم، ذہن اور روح کی تہذیب کا نام ہے۔ یعنی مہذب بنانے کا ایسا عمل جس میں طبعی، فکری، اور روحانی صلاحیتوں اور امکانات کو تسلیم کیا جائے اور یہ تسلیم کرنا اور اس بات کو پہچان لینا کہ علم اور علم سے ماخوذ وجود میں تقدّس پر مبنی درجہ بندی پائی جاتی ہے۔(۳)

قرآن اس قسم کی دویائی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ باوجود اس کے کہ ہم وحی کی ہدایت سے ماخوذ قوانین کے پابند ہیں۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ کتاب وحی میں بھی اللہ کی نشانیاں ہیں اور خدا کی تخلیق شدہ کائنات بھی اللہ کی نشانیاں لیے ہوئے ہے۔

---

(۱) دیکھیے: تعلیمات: ص: ۸۰

(۲) ڈاکٹر سید محمد النقیب بن علی العطاس ملیشیاء کے عظیم فلاسفر اور ماہر تعلیم ہیں۔ آپ ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء کو ایسٹ انڈیز میں پیدا ہوئے۔ آپ ماہر تعلیم کے ساتھ تاریخ، فلسفہ، مذہب اور اسلامی سائنس میں بھی اعلیٰ مہارت رکھتے ہیں۔ آپ انتہائی قیمتی نظریہ اسلامائزیشن آف نالج کے بانی ہیں۔ آپ نے مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے اسلامی تصور تعلیم پیش کیا نیز روحانی اور جسمانی نشو و نما تعلیم کا بنیادی مقصد قرار دیا۔ آپ نے تعلیم کی دھڑے بندی کی شدید مخالفت کی اس موضوع پر آپ کی کتب اسلام اینڈ سیکولر ازم، فریم ورک فار اسلامک فلاسفی آف ایجوکیشن مشہور ہیں ۔ (آزاد دائرۃ المعارف ۹ جنوری ۲۰۲۰ء)

(3) See: Islam and Secularism.: Al-Attas, Muhammad Naquib, International Institute of Islamic Thought, Kualalumpur, Malaysia , 1993 .p: 105,107,110.

عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ حق یہی ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف و آگاہ ہونا کافی نہیں۔

﴿ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (۱)

ترجمہ: ''ہم نفس اور آفاق میں ایسی نشانیاں دکھائیں گئے یہاں تک کہ حق ان پر ظاہر ہو جائے گا''۔

انسان اس کائنات کی ہر چیز کو دیکھ کر جبلی طور اس کے بارہ میں جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرنا تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ اس عمل کے لیے ہمہ جہتی علوم و تعلیم کی ضرورت ہے یہ ہمہ جہتی علوم کو اسلامائز کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

علم کے میدان میں صحیح طریقہ یہ ہو گا کہ دونوں راستوں کو بیک وقت اپنایا جائے یعنی کائنات اور اپنی ذات کے اندرون کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن اور سنت کے معنی کی کھوج بھی ہوتی رہے۔ علوم میں دینی اور دنیوی کی تقسیم نصاب کی ترتیب میں تو ایک معاون آلہ کار کا رول ادا کر سکتی ہے۔ لیکن آج پائی جانے والی تقسیم نے ظلم یہ کیا ہے کہ وہ محض مذہبی کتابوں میں پائے جانے والے علم کو تسلیم کرتی اور دوسرے علوم کو غیر اہم گردانتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ذہنیت اور اسلام کے مستقبل پر بڑے ہی تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اگر کائنات میں وسعت پذیر اللہ کی نشانیوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو حقیقت کا ایک غیر متوازن تصور پیدا ہو گا۔(۲)
اسلامائزیشن آف نالج کے خلاف بھی بعض لوگ جن میں زیادہ سیکولر ذہنیت والے اور چند ایک مذہبی لوگ بھی ان سے متاثر ہوئے ملتے ہیں جیسے:

اسلامائیزیشن آف نالج پر تنقید میں بھی ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جب وہ کہتے ہیں کہ مغرب کے علمیاتی نظام میں موضوعات کی تقسیم کو من و عن تسلیم کر لینے کا مطلب اسلام کے نظریہ کائنات کو مغربی نظریہ کائنات کا دست نگر کر دینا ہے۔ نظریات جنھیں وہ کبھی حقائق بھی کہتے ہیں کے مقابلے میں اقدار پر زور سردار کی صحیح حکمت عملی ہے۔ علم وحی کے ساتھ عقل سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مشاہدہ کے ساتھ ساتھ وجدان بھی اس میں معاون ہے اور اسی طرح روایت اور نظری قیاس آرائی بھی علم کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔ فطرت اور حقیقت کے مطالعہ کے لیے

---

(۱) حم السجدہ ۴۱ / ۵۳

(2) See: A Critical Survey of Islamization of Knowledge: Haneef Mohammad Aslam, Kuala Lumpur: IIUM Press, 2009. P: 104

مختلف طریقہ کار اسلام میں تسلیم ہیں لیکن یہ سب قرآنی وحی کے تابع ہیں۔اس طرح اسلامی علمیات میں علم کی ہر شکل کا حصول اس لیے اہم ہے کہ وہ لافانی اقدار کے زیر اثر ہو تا ہے۔

اور یہی اقدار در اصل مسلم تہذیب کی بنیاد ہیں۔(1) تاریخ میں اسلامی دنیا نے انسانیت کی امامت کی ہے جس کو دیکھنے سے یہ احساس ہو تا ہے کہ اس وقت کے علوم اسلامی تھے اس وقت کی تعلیم اسلامی تھی اور اس تعلیم کو مسلمانوں نے قرآن و حدیث سے اخذ کیا تھا لیکن سیاسی اور حکومتی تبدیلیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے علوم غیر کے ہاتھوں لگے جنھوں نے اسلام سے ضد کے طور پر ان کی شکل بگاڑ دی اب ان علوم کو اپنے کھوئے ہوئے مقام پر واپس لانے کے عمل کے لیے اسلامی اجتہاد سے بھرپور کام لینے کی ضرورت ہے۔

اس وقت علوم کی اسلامی تشکیل کے بغیر تعلیم کی راہیں مسلمانوں کے لیے ناہموار ہو رہی ہیں۔ایک طبقاتی نظام تعلیم کافی زور سے سر اٹھارہا ہے جس سے ایک مخصوص طبقہ مستفید ہو کر سوسائیٹی میں اپنار سوخ بڑھارہاہے جب کہ عام مسلمان اس طبقہ کی تعلیم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ جب اسلامی طرز علوم اور طرز تعلیم کی طرف بڑھا جائے گا تو تمام فروعی اور مذہبی حتیٰ کہ دیگر مذاہب بھی اس طرز تعلیم سے بہتر استفادہ کریں گئے جیسے کہ تاریخ اسلام میں عباسی دور خلافت میں بالخصوص دیکھا جائے جہاں صرف عرب نہیں بلکہ دیگر ممالک سے دیگر مذاہب کے لوگوں نے اسلامی طرز علم سے انسانیت کی خدمت کی کوششیں کیں جس کی وضاحت باب پنجم کی فصل اول میں گزر چکی تاہم ہمارا موضوع پاکستان تک محدود ہے پاکستان میں موجود طبقاتی نظام تعلیم کے متعلق ایک پاکستانی مصنف اسلامی تناظر میں اس انداز میں اپنی لفاظی کا استعمال کرتے ہیں:

"امت مسلمہ کا المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک میں حصول آزادی کو طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی یہ صورتِ حال بڑی حد تک بر قرار ہے کہ ایک طبقہ خاص قسم کی تعلیم حاصل کر کے دوسرے طبقے پر حاکمیت قائم کیے ہوئے ہے۔ جب کہ اسلام کے بنیادی تعلیمات اور اس کے اساسی مزاج کے خلاف ہے۔ جو دین عدل و معاشرتی مساوات کی اقدار کا علمبر دار ہو،وہ اس طرح کے نظام تعلیم کو کس طرح گوارہ کر سکتا ہے۔ تعلیم کی تاریخ بیان کی جائے تو مسلمانوں کو یکساں تعلیمی مواقع کے تصور کا بانی کہا جاتا ہے۔انہوں نے کئی سو سال تک مکاتب مدارس اور

---

(1) See: Islamic Futures: The Shape of Ideas to Come: Sardar, Ziauddin, Mansell Publishing Company, London and New York: 1985. P: 101-102.

مساجد کا ایک ایسا جال پھیلائے رکھا جہاں ہر شہری کو حصول علم کے یکساں مواقع حاصل تھے۔ ایک ہی طرح کی تعلیم تھی جو پڑھنے والوں کو طبقات میں تقسیم نہ کرتی تھی۔ بلکہ ایک خدا کا بندہ اور ایک امت مسلمہ کا فرد بناتی تھی"۔(1)

المختصر اسلامائزیشن سے ہمارے نظام تعلیم میں چار چند لگ سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پاکستان میں اسلامیات لازمی کا نصاب اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ آیئن پاکستان، قومی تعلیمی پالیسیاں اور مسلم مفکرین کے خیالات سے یہ احساس پیدا ہوتا کہ اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا تعلیم کو اسلامیانا ہے اور اس عمل کے لیے علوم کو اسلامیانا پہلا قدم محسوس ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں اس کام کے لیے جتنی کاوشیں کی جائیں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا اس قسم کا نصاب کسی نے بنایا پہلے یا کوئی کوشش اگر ہوئی ہو تو اس کوشش کو مزید وسعت کیسے دی جا سکتی ہے؟ اس جواب کے لیے اگلی فصل میں کوشش کی جائے گی۔

خلاصہ بحث

قومی نصاب اسلامیات ایسا مضمون ہے جو مجموعی تعلیم کو بامقصد بنا سکتا ہے۔ تعلیم ملک کے اندر روز بروز، زور و شور سے ترقی کی طرف بڑھ رہی ہے شرح تعلیم میں اضافہ دیکھنے کو مطمئین کرتا ہے۔ شعبہ جاتی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو ہر شعبہ بہتری کی طرف گامزن ہے۔ لیکن انسانی اوصاف، اخلاقی و روحانی قدریں انسانیت کی خدمت کا جذبہ آئے روز تنزلی کی طرف جا رہا ہے جب کہ یہ ایسے جذبات اور عوامل ہیں جنھیں تمام مذاہب بلکہ تمام انسان تسلیم کرتے ہیں اور ان ہی کے پروان کے لیے تعلیم دی جاتی ہے۔ تمام مذاہب اپنی سوچ کے مطابق ان قدروں کو اپنی زندگیوں میں راسخ کرتے ہیں۔ ان قدروں کو اسلام جس انداز سے پروان دیتا ہے مقابلاةً دیگر مذاہب سے بہتر ہے۔ جس کا اندازہ غیر جانبداری سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان اسلامی قدروں کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے یہ ملک پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ انہی اعلیٰ انسانی اوصاف کا نمونہ اعلیٰ ترین انسانیت، وجہہ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کی سیرت طیبہ تک رسائی اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے قرارداد مقاصد منظور ہوئی ہماری تعلیمی پالیسیاں بھی اسی کے گرد گھوم رہی ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے لے کر چھے سات سو سال تک تمام مسلمان ان انسانی قدروں سے لیس ملتے ہیں۔ اب کون سی چیز ہے جو ہم بھول گئے ہیں اور انسانی تنزلی کا شکار ہیں اور نبی آخری زماں ﷺ کی تعلیمات کو اپنے لیے ناکافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم اور جامع چیز ہے جو باحث کے نزدیک مقاصد تعلیم کے بغیر تعلیم کا حصول ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی طرز تعلیم سے استفادہ نہ کرنا ہے۔ اسلامی طرز تعلیم کے بغیر اسلامیات کا پڑھایا جانا ایک لاحاصل کوشش کے مترادف ہے۔ اسلامی طرز علم اور اسلامی

---

(1) اسلامی ریاست میں نظام تعلیم: ص:۹۵

طرز تعلیم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلامیات کے نصاب کو مدون کرتے وقت اس کا بنیادی کام یہ ہے کہ اسے اس تناظر میں مدون کیا جائے کہ اس نصاب سے اسلامی طرز تعلیم کی راہیں ہموار ہوں اور یہ تعلیم اس وقت تک اپنا وجود قائم کرنے کے قابل نہیں جب تک کہ اسلامی طرز علم کو اختیار نہ کیا جائے اور اسی طرز علم کو "اسلامائزیشن آف نالج" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس طرز علم کی روشنی میں تمام علوم کو اس طرح لیا جائے گا جس طرح مسلمان اپنی تاریخ میں لیتے رہے۔ آج اس کام کو ناممکنات میں شامل کرنا اپنے ماضی اور مستقبل سے لاپرواہی محسوس ہوتی ہے۔ جس کا احساس کرتے ہوئے مسلم دانشوروں کی تعلیمی کانفرنس مکہ میں اس امر کی تحقیق عمل میں لائی گئی کہ مسلم دنیامیں تعلیمی انحطاط کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ جو کہ نظام تعلیم کا ناقص ہونا ثابت کیا گیا اسی سلسلہ میں اس کے حال کے طور پر ایک اسلامی طرز تعلیم کو لاگو کرنے کے لیے پوری مسلم دنیا میں اسلامک یونیورسٹیز کے قیام کا قدم اٹھایا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں امریکہ میں ایک باقاعدہ تحریک کے طور پر انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ IIIT کا قیام عمل میں آیا اس ادارہ نے ایک تحریک کے طور پر کام کیا جس میں رفاء انٹرنیشنل کے وائس چانسلر ڈاکٹر انیس احمد بطور جنرل سیکریٹری کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۸۲ میں اس کی پہلی تعلیمی کانفرنس اسلام آباد میں ہوئی۔ اس ادارہ نے امت کے تعلیمی زوال کی پوری کھوج لگاتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا کہ نظام تعلیم جس قدر اسلامی طرز پر ہو گا اسی قدر سے امت بھی تعلیم میں ترقی کرے گی۔

رفاء انٹرنیشنل یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر انیس احمد سے باحث کی تفصیلی ملاقات بمقام وائس چانسلر آفس متذکرہ یونیورسٹی عمل میں آئی، دورانیہ ۲ گھنٹے پر مشتمل رہا جس میں انکشاف ہوا کہ اسلامی سکالرز کا اس پر اتفاق ہے کہ تعلیم اسلامی طرز پر کرنے سے ہی اپنے بنیادی مقاصد پورے کرتی ہے اور یہ طرزِ تعلیم اسلامی نصاب سازی سے ہی عمل میں آئے گا اور یہ نصاب سازی مقاصد تعلیم کے حصول کے تناظر میں کی جانی چاہیے۔ اسلامائزیشن آف نالج کے لیے عملی طور پر متحرک متذکرہ شخصیت نے انکشاف کیا کہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹیز کا پوری اسلامی دنیا میں عمل میں لانے کا بنیادی مقصد اسلامی طرزِ تعلیم کو عمل میں لانا ہے۔ اس سلسلہ میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائشیا میں کام میں وہ تاحال متحرک ہیں۔

نصاب اسلامیات میں اسلامائزیشن آف نالج کے پس منظر کو یکسر بھول جانا اسلامیات کی اصل روح اور اسلامیات سے استفادہ سے انکار کے مترادف ہے۔ چونکہ یہی وہ اقدام ہے جس کی پیش رفت سے پاکستان اسلامیات کے لزوم کی افادیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ پاکستان میں اسلامی تعلیمات کا مدعا پورا کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر قراردادِ پاکستان اور پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں نصاب کی تدوین میں جو چیزیں پیش نظر رہنی

چاہیے وہ تعلیم کے کل کی ہے اور اسلامیات کی انفرادیت اس کل کو اسلامی طرز میں ڈالنے کی حیثیت میں ہونی چاہیے اس کی مکمل تفصیل اگلی مبحث میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مبحث سوم: اسلامی طرزِ علم اور قومی نصاب اسلامیات (سوم تابی۔ ایس پروگرام)

اسلامی طرز علم کے سلسلہ میں مسلم مفکرین نے کافی کاوشیں شروع کر رکھی ہیں جو اسلامائزیشن آف نالج کے ذیل میں گزشتہ فصل میں بھی مذکور ہیں۔ اس طرز علم سے جہاں دیگر مثبت نتائج سامنے آئیں گئے وہاں اسلامی طرز تعلیم بھی اپنی حیثیت بحال کرے گی۔ اس کی یہ بحالی بذریعہ نصاب عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ اس طرز تعلیم میں نصاب تعلیم ایک بنیادی ہتھیار کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلم مفکرین نے مکہ میں ۱۹۷۷ میں ایک بین الاقوامی تعلیمی کانفرانس میں اپنی میراث کے سنبھالے کے طور پر اسلامی طرز تعلیم کی طرف قدم بڑھایا جس کے نتیجہ میں اسلامی دنیا میں اسلامی انٹرنیشنل یونیورسٹیوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ اسی طرح اسلامی انٹرنیشنل یونیورسٹی ملائشیا نے اسلامی طرز تعلیم پر خاصہ کام کیا اور مسلم سکولوں میں بھی اس طرز کے نصابات کو مدون کرنے کی اپنی اپنی بساط کے مطابق کاوشیں کیں جیسے:

It has recognized two distinctive approaches in the present Islamic curriculum. The first approach is traditional and limited; developed by IQRA(1)and IBERR (2).

This approach accommodates all Islamic knowledge into one „ Islamic Studies classes meanwhile the rest of the curriculum „ remains secular. The second approach is called as "the entire curriculum approach", which is still in the developing phase this approach involves integrating Islamic knowledge into every subject of the curriculum and hence the inevitable need to rewrite the curriculum. The well-known projects of this approach are;

---

(1)۔ "IQRA" International Educational Foundation is a Not-for-Profit organization which was established in 1983 in the State of Illinois. It involved some Muslim educators and professionals who possess both traditional religious and modern secular academic background representing an „international movement for the dynamic applications of modern methodology to the teaching of Islamic studies at all levels .
www .iqra .org /abou t /intro _panel/intro.htm l>

(2)۔ The International Board of Educational Research and Resources (IBERR) was initiated by a group of dedicated Muslim educationist. www.iberr.org./research.htm

the Tarbiyah Project developed by FADEL [(1)]. Integrated Islamic Curriculum. Its proponents argue, "Islamic studies should be an integral part of every subject, not related to just one Islamic studies class." For the time being, the former approach is considered more practical than the later in the sense that it emphasizes on the necessity of how much information the students will grasp in terms of the way in presenting educational material to the students.[(2)]

The urgent need of effective implementation of integrated curriculum, by eliminating the barriers amongst different courses and conveying the whole courses with the hope to produce„ integrated individuals, the concept of integrated Islamic curriculum is highlighted in order to stimulate the scholar, critical and innovative thinking of students with integration of Islamic values. [(3)]It is a fact that Islamic schools either public or private are obliged to implement curriculum that is integrated and strive to realize the aim of Islamic education. This Endeavour has been assisted by some organizations or foundations that attempted to produce instructional materials for these schools. Therefore, Muslims should recognize the presence of certain non-profit making organizations that comprise of some committed individuals who always put serious effort to gear those Islamic schools into realizing their mission. For example, IQRA" International Educational Foundation has planned to develop the integrated curriculum that would harmonize the divine knowledge and the worldly knowledge. It has proceeded with the production of instructional materials including textbooks and study guides. [(4)] Another movement has launched an educational work called Tarbiyah Project that promotes the inspiration and transformation of students

---

(1) Foundation for the Advancement and Development of Education and Learning (FADEL) project was initiated in 1995 under the sponsorship of the International Islamic University and gain assistance from more than 25 professors of various countries. They discovered a list of basic themes in al-Qur'an relating to essential aspects of Islam that must be captured by students

(2) http://www.4islamicschools.org/admin_curr.htm

(3) www.alazhar_kemang.net/english/foundation/foundation.html%3e%20retrieved

(4) For further details about educational project developed by IQRA", surf this website: http://www.iqra.org

through the process of teaching and learning in order to transform the world in the future. It has integrated the national curriculum with Islamic principles and output of a "brain based research". Hence, it avoids pure route learning and makes learning more meaningful using students" ability to think and comprehend.[1]

It cannot be denied that the process of implementing integrated Islamic curriculum is not easy because several attempts to harmonize both secular and Islamic knowledge have not fully succeeded and are facing a lot of challenges and difficulties. For instance, IBERR admits this challenge through a statement that „practical experience over the past decade has demonstrated that putting the concepts of Islamic education into practice is not easy". However, it is important to note that the implementation of an integrated curriculum should be able to produce the balanced growth as well as integrated Islamic personality. Therefore, an ideal model of integrated Islamic curriculum should be thoroughly designed in order to fulfill the ultimate aim of Islamic education.[2]

اردو مفہوم، مندرجہ بالا اقتباسات:

موجودہ نصاب اسلامیات دو قسم کے ہیں پہلی قسم جیسا کہ اقراء اور انٹرنیشنل بورڈ آف ایجوکیشن ریسرچ اینڈ ریسورسز (IBRR) نے محدود اور روایتی سا بنایا ہوا ہے۔ انھوں نے اسلامیات کی ایک کتاب اسلامی تعلیمات پر مشتمل مرتب کی اور باقی سارا نصاب سیکولر ہی چھوڑا ہوا ہے۔ دوسری قسم مکمل اسلامی، ہمہ جہت نصاب کی ہے جو ابھی تک زیر تعمیر ہے۔ اس کے مطابق تمام علوم کو اسلامی طرز پر لینا ہے۔ جس کی ابھی نئی نصاب سازی کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے منصوبے پر فیڈل والوں نے کام شروع کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک تمام علوم میں اسلامیات کو شامل کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اکیلی اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے ویسے ہی تمام علوم کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب اسلامیات کو ہمہ جہت کیا جانا چاہیے۔ وقتی طور پر دیکھا جائے تو پہلی قسم کا نصاب اسلامیات نسبتاً زیادہ عملی نوعیت کا ہے جس میں طلبہ کے پاس اسلامی معلومات حاصل کرنے کے لیے ٹھوس مواد موجود ہے لیکن اس وقت فوری طور پر ہمہ جہت نصاب اسلامیات کی ضرورت ہے جو ایک ہمہ جہت شخصیت کی پیداواری کے لیے ضروری معلومات جو تحقیقی، تخلیقی، تنقیدی اور اسلامی اقدار سے لبریز ہمہ جہت ہوں بہم پہنچائی جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے متعلقہ

---

(1) Freda Shamma, "The Status of Islamic Curriculum–an Overview," 9 June 2004, (28 May 2005), <http://www.4islamicschools.org/admin_curr.htm>.

(2) http://www.iberr.org./research.htm

سکول خواہ وہ سرکاری ہوں یا پرائیوٹ وہ ہمہ جہت نصاب کو لاگو کرنے کے مرہون منت ہیں، جو اسلامی تعلیم کے مقاصد کا احساس دلاتا ہے اس قضیے میں چند تنظیمیں اور فاؤنڈیشنیں مددگار ثابت ہو رہی ہیں، جو متذکرہ سکولوں میں مواد فراہم کرنے کی تگ و دو کر رہی ہیں۔ یہ بے لالچ لوگ ایسے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کو تسلیم کریں یعنی ان سے ضرور استفادہ کریں مثلاً اقراء اور انٹریشنل ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے ایک ہمہ جہت اسلامی نصاب مدون کرنے کا ایک بڑا منصوبہ بنایا ہے، جو اس وقت کے عصری علوم کو اسلامی علوم سے ہم ربط کرنا ہے۔ انھوں نے درسی کتب اور گائیڈیں اس مقصد کے لیے تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح کا ایک اور منصوبہ جو "منصوبہءتربیت" کے نام سے موسوم ہے جس میں طلبہ کی تربیت مستقبل کی دنیا کے تناظر میں کی جاتی ہے اور قومی نصاب کو اسلامی تناظر میں ہمہ جہت کرنے کے لیے گہری تحقیق میں مشغول ہیں، یہ صرف سیکھنے سکھانے تک نہیں بلکہ طلبہ ء کی صلاحیتوں اور سوچ کو جامعیت بخشنا چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ہمہ جہت نصاب جو دین اور دنیا کی تفریق کو ختم کرے مدون کرنا آسان کام نہیں بلکہ یہ ایک بڑی دشواری اور چیلنج سے نبرد آزما ہے جیسا کہ جس کو آئی بی آر آر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ گزشتہ چند دہائیوں سے مسئلہ بنا ہوا ہے لیکن یہ سنجیدگی سے پلے باندھ لیں کہ اسلامی شخصیات (کامل مسلمان) ہمہ جہت نصاب اسلامیات ہی سے بن سکیں گی۔

نصاب اسلامیات کے لیے سب سے پہلے اس کے مقاصد متعین کیے جاتے ہیں جو کہ مقاصد تعلیم کے ضمن سے ہوتے ہیں مقاصد تعلیم ملکی تعلیمی پالیسیوں سے لیے جاتے ہیں جو کہ ملکی آئین و قانون کی روشنی میں منضبط شدہ ہوتے ہیں اور ملکی آئین کسی بھی ملک کی ذمہ دار ترین آبادی بناتی ہے جو اس کے نظریہ زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ اس پراسیس میں اپنے مضمون کی بین الاقوامیت ملحوظ ہوتی ہے۔ مضمون میں موجود مؤقف کی گلوبل رضامندی ہونی چاہیے۔ جس سے نصاب سازی کی جدت میں بہت مدد ملتی ہے اور یہ جدت جدید دور کے ساتھ قوم کو ہم قدم کرتی ہے اسی تناظر میں چند بین لاقوامی ادارہ جات کی نصاب سازی کی کوششیں ذکر کی گئی ہیں ان میں ایک خاص نقطہ نکل رہا ہے جو کہ نصاب اسلامیات کے لیے ایک بڑے چیلنج کا سامنا ثابت ہو رہا ہے وہ نقطہ تعلیم کی تقسیم کا ہے اس وقت دینی اور دنیوی دو علیحدہ تعلیم میں بنی ہوئی ہیں حالانکہ تعلیم میں تقسیم کا کوئی لفظ تک اپنا وجود نہیں رکھتا یہ صرف تعلیم ہی ہے، تعلیم ہی تاریخ میں رہی اور آئندہ بھی تعلیم ہی سمجھی جانی چاہیے۔ اس تقسیم نے قومی زندگی کے نظریات قوم سے چھینے ہوئے ہیں۔ جب نظریاتی طور پر اسلام کو دین کے پیرائے میں لیا جائے تو علوم بے دین پڑھنے پڑھانے سے نظریات کہاں پہنچ جائیں گئے اسی سلسلہ میں مسلم ماہرین تعلیم جو اس قضیے سے واقفیت رکھتے ہیں ان کی صلاحیتوں اور کاوشوں سے نصاب سازی کے دوران ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔ مکہ مکرمہ میں تمام سکالرز نے اتفاق رائے سے مقاصد تعلیم کے حوالے سے درج ذیل الفاظ ہمارے لیے بطور پیغام دیے ہیں۔

Islamic educationists and scholars are of unanimous opinion that the root cause of all problems of the Ummah is education, it is more appropriately the crisis of education. Such thinkers and intellectuals identify the failure of the education as being the prime reason of the crisis faced by the world today. They think that education has failed to achieve the desired objective because our education has ignored ethics and morality during the last one hundred years. The crisis humankind, the world civilization is facing because the curriculum of the educational institutions have ignored ethics and morality for at least last one hundred years. As an outcome of this disrespect to eternal moral values, our educational institutions have produced violent and cruel man devoid of love, affection, fraternity, brotherhood and fellow feeling. Modern man is not imbibed with the eternal humane values. Nobody can hope to change this sorry state of affairs, to really improve the face of modern civilization unless the educational curriculum is restructured and emphasis is given on moral and ethical values. (1)

مفہوم: اسلامی ماہرین تعلیم اور سکالرز نے متفقہ طور رائے دی ہے کہ امت مسلمہ کے اس وقت کے تمام مسائل کی بنیادی وجہ تعلیم ہے۔ اس طرح ان کے نزدیک تعلیم کی ناکامی امت کی ناکامی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ ان کے خیال میں اخلاقیات کی کمی والا نصاب تعلیم جو گزشتہ صدی سے رائج ہے، مقاصد تعلیم کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس نصاب کی ماحاصل شخصیات اخلاقیات سے عاری، بے مروت، سخت رو، ہمدردی کے بغیر اور مل جل کر چلنے کی صلاحیتوں سے بے نیاز ہیں۔ یہ جدید شخص انسانی اوصاف سے سرشار نہ ہو سکا۔ جب تک اخلاقی اقدار سے لبریز نصاب کی تدوین نہیں ہو گی اس جدید انسان کی دکھ دہ حالت میں بہتری لانے کی کوئی اور امید نہیں کی جا سکتی۔

نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کو یکجا نظر سے دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا جاتا ہے کہ نصاب اسلامیات اس طرح کے نقاط پر مشتمل ہو تو مقاصد تعلیم کا حصول ممکن بن سکتا ہے۔ اگر نصاب میں ان نقاط کی کمی ہو تو اس نصاب سے اسلامی تعلیم اپنا اثر نہیں دکھا سکتی اور اس تعلیم کو بے مقصد کہا جا سکتا ہے۔

مقاصد تعلیم کا حصول بذریعہ نصاب اسلامیات: اس کے لیے بنیادی طور پر **نظریاتی نصاب تعلیم** کی طرز پر نصاب سازی کی جائے، جن میں درج ذیل بنیادی اصول شامل کیے جانے سے اسلامی طرز تعلیم کی طرف پیش قدمی ممکن ہو سکتی ہے جو مقاصد تعلیم کے حصول کے لیے کارگر ثابت ہو سکتا ہے:

---

(1) http://www.muslimtents.com/aminahsworld/Islamic_education.html

نمبر ا۔ تاریخ اسلام کے سنہری دور کی طرز تعلیم کی طرف پیش رفت بذریعہ نصاب اسلامیات۔

نمبر ۲۔ قومی، ملّی اور عصری تقاضوں کے تناظر میں مقاصد تعلیم سے استفادہ بذریعہ نصاب اسلامیات۔

نمبر ۳۔ صوفیانہ نصاب تعلیم سے استفادہ۔

نمبر ۴۔ صوبائی، لسانی، علاقائی، مسلکی، مذہبی غرضِ کہ ہر طرح کے اختلافات کے منفی پہلوؤں کو نصاب اسلامیات میں شامل کر کے بین الاقوامی پُر امن، بے ضرر شہری پیدا کرنا مقصودِ نظر رہے۔

نمبر ۵۔ اسلامیات کی وسعتوں سے استفادہ اور اسلامی تصوّرِ کائنات (تکوینی امور) کو عقیدہ توحید سے ہم ربط کرتے ہوئے نئے علوم کی تخلیق کی طرف پیش رفت۔

نمبر ۶۔ تعلیمی دوہائی، عقل اور وحی، روح اور مادہ کا اسلامی نقطہ نظر سے تعلق شامل نصاب کرنا۔

نمبر ۷۔ نظریہ زندگی کا پروان اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بذریعہ نصاب اسلامیات۔

نمبر ۸۔ اسلامائزیشن آف نالج کی طرف پیش رفت، بذریعہ نصاب اسلامیات۔

نمبر ا۔ تاریخ اسلام کے سنہری دور کی طرز تعلیم کی طرف پیش رفت بذریعہ نصاب اسلامیات

نصاب اسلامیات جس سطح کا بھی مرتب کیا جانا مقصود ہو اس میں ایک تاریخی جوڑ ڈالنا بنیادی عمل ہے۔ کیونکہ ایک تو نصاب چیز ہی ایسی ہے جو کہ نئی نسل کو اپنی تاریخ سے روشناس کراتا ہے۔ اگر طلبہ تاریخی پس منظر سے اگاہ ہوں گئے تو وہ مستقبل کے لیے سود مند فیصلے کر سکیں گئے۔ دوسرے اسلامی تعلیمات کے ساتھ ایک سانحہ تاریخ میں رونما ہوا جس کی وجہ سے اسلامی تعلیمات تنزلی کی طرف ہوتی گئیں اور اس کو دوسرے الفاظ میں اغیار نے ڈاکہ ڈال کر اس پر قبضہ کیا ہوا ہے، ان باتوں کو دوہرانے سے مقاصد شاید پورے نہ ہوں لیکن اس پہلوؤ کو یکسر نظر انداز کرنا بھی نئی نسل اور بالخصوص نصاب اسلامیات کی روح سے زیادتی ہے۔ امت مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ ایک تسلیم شدہ اصطلاح ہے جس کے لیے ہر مسلمان کا دل تڑپ رہا ہے، اگر اسلامیات کو تاریخی تناظر میں لیا جائے تو مسلمان ایک کھوئی ہوئی میراث کو واپس لینے کی کوشش کریں گئے اور یہ سارا کچھ قوم کو اس وقت ملے گا جب تاریخ میں مروج اور متسلم طرز تعلیم کو اپنانے کی کوشش کریں گئے اور یہ طرز ایسے افراد تخلیق کریں گئے جو علوم اسلامیہ کی تاریخ سے واقف ہوں گئے اور یہ علوم نصاب اسلامیات میں اگر شامل نہ ہوں تو باحث کے نزدیک یہ کجی ہے اور نصاب نئی نسل کے لیے ناقص ہے۔(۱)

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں: باب اول فصل دوم نصاب اسلامیات کی تاریخ

نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس سطح تک کو ڈھونڈنے سے بھی ایسی کوئی تحریک نہیں ملتی جو کہ مندرجہ بالا عبارت کے تصور سے موافقت رکھتی ہو۔(۱) اس کے لیے نصاب میں ایسے عنوانات دیے جانے چاہیے :

"تعلیم اور انسان"

"تعلیم اور مسلمان"

"جدید طرزِ تعلیم اور اسلامی طرزِ تعلیم" وغیرہ

ملک میں ایسے موضوعات صرف تعلیم کے شعبہ کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔ جو پیشہ وارانہ تعلیم کے طور پر دی جاتی ہے۔ جس کا اس وقت مغرب سے لیا گیا مواد مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم اور تعلیم کسی ایک مذہب، علاقہ یا نسل کی میراث نہیں لیکن یہ بھی بھلا دینے والی چیز نہیں کہ تعلیم اور علم اپنا خاص نظریہ رکھتے ہیں اس طرح نظریہ تعلیم اور نظریہ علم کسی سوچ اور مذہب سے خالی نہیں ہو سکتے ایسے میں اسلام جو نظریہ پیش کرتا ہے اُس کی انسان فطری طور پر ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس طرح تعلیم جو پروفیشنل کورس کے طور پر دی جاتی ہے بحثیت مجموعی تعلیم پر اپنے اثرات مرتب کرتی ہے جب نظریاتی طور پر ہماری تعلیم اسلامی ہو گی تو اس کے اثرات معاشرے بھر میں نظر آئیں گے۔

"اکثر ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ مذہب کو تعلیم سے الگ ہونا چاہیے۔ مذہب اور تعلیم کا یہ افتراق مغربی تصور ہے۔ اگر چند ماہرین علمی طور پر مذہب اور تعلیم کے اتحاد کی حمائت بھی کرتے ہیں تو فقط اس خیال سے کہ معاملہ میں عوام کے جذبات اور رجحانات کی مخالفت ممکن نہیں۔ ورنہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ اصولی طور پر مذہب کا تعلیم سے کوئی علاقہ نہیں۔ یقیناً انھوں نے اپنا یہ خیال مغرب کے ماہرین تعلیم سے مستعار لیا ہے کیونکہ مغرب کے ماہرین تعلیم اصولی طور پر مذہب اور تعلیم کو ایک دوسرے سے الگ الگ رکھنے کے حامی ہیں۔ چنانچہ مغرب کے تعلیمی اداروں میں کہیں بھی مذہب تعلیمی اداروں کا جزو نہیں۔ مغربی فکر کا تتبع ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ گو یہ صحیح ہے کہ ہر مغربی تصور غلط نہیں ہوتا لیکن مدت سے ہماری یہ حالت ہے کہ ہم مغرب کے سیاسی اور علمی تصور کے تفوق سے مرغوب ہیں اور مغربی افکار و آراء کو تنقید اور تحقیق کے بغیر قبول کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ شاید اس میں ہمارا

(۱) ملاحظہ فرمائیں: باب اول فصل اول نصاب کا تعارف

قصور بھی نہیں کیونکہ مغرب کے افکار و آراء ایک سیلاب کی مانند ہیں۔ جس میں دنیا کی ہر قوم بے اختیار بہتی چلی جا رہی ہے۔ "(۱)

ایسے حالات میں تعلیم کے بنیادی اصول و مبادیات کو اسلامیات کے نصاب کو از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور غیر جانبداری سے یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کے مقاصد کیا ہیں اور کون سا طرز تعلیم انسانی فطرت کے قریب تر ہے؟

"یورپ کے محققین ہمیں ریاضیات، حیاتیات اور طبعیات کے علوم میں بے شک کچھ راہنمائی کر سکتے ہیں مگر انسانی اور اجتماعی علوم جن کی تدوین اور تنظیم کا مدار فطرت انسانی کے صحیح نظریے پر ہے اور جن میں فلسفہ' تعلیم بھی شامل ہے ان کے اپنے ہی اعتراف کے مطابق ان کی دسترس سے باہر ہیں۔ جب یہ لوگ انسان کی حقیقت کے متعلق واضح طور پر کچھ نہیں جانتے تو وہ کیوں کر جان سکتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے یا تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ اور جب ان کو تعلیم کا مقصد ہی معلوم نہ ہو تو تعلیمی معاملات کے متعلق ان کی رائے کی وقعت کیا ہوگی ؟اور مسلمانوں لیے کیوں کر جائز ہو سکتا ہے کہ وہ ان کی رائے کو وقیع سمجھیں۔ یورپ کے حکماء تعلیم نے مقاصد تعلیم کے متعلق جو رائے زنی کی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس موضوع پر ان کے خیالات کتنے منتشر ہیں"۔ (۲)

اس وقت مغربی تعلیم سے مرعوبیتِ مسلم دور کرنا صرف اور صرف نصاب اسلامیات کا کردار بنتا ہے اور اگر اسلامیات میں یہ باتیں شامل نہ ہوں تو نئی نسل کیسے اپنی کھوئی میراث لوٹا سکتی ہے۔ ہمہ جہت نصاب سازی کے لیے جہاں ہمیں دیگر شعبہ جاتی علوم کو نصاب اسلامیات کا حصہ بنانا پڑتا ہے وہاں تعلیم جیسے اہم شعبہ کو زیادہ سے زیادہ پذیرائی دینا پڑے گی۔ جس کے تناظر میں نصاب سازی کی جاتی ہے جب کہ نصاب اسلامیات کی نصاب ساز کمیٹیوں کو دیکھا جائے تو بڑی شخصیات کے نام ملتے ہیں جن کی علمی ہیبت سے ان کا نام لکھنے سے بھی ہاتھ کانپ جاتے کہ ان ماہرین میں کوئی بھی تعلیم کے شعبہ کا ماہر شاید نہیں بلکہ اسلامیات ہی کے ماہرین ہیں جب کہ نصاب سازی کے لیے ماہرین نصاب و تعلیم سے استفادہ اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ ہمہ جہت نصاب پڑھ کر ماہرین تیار نہ ہوں ۔اس کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم تعلیم تقسیم شدہ دے کر جو لوگ پیدا کرتے ہیں ان سے ہمہ جہتی کا کام لینا چاہتے ہیں؟ واضح رہے کہ نصاب اسلامیات تاریخ میں ہمہ جہت تھا اور زمانے کی تمام ضروریات پوری کرتا تھا آج پھر

---

(۱) مزید دیکھیے: اسلامی تعلیم، چند نظریاتی مباحث: ڈاکٹر محمد رفیع الدین، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس، فرینڈز کالونی ملتان روڈ، لاہور، ۱۹۸۸ء۔ ص ۱، ۲

(۲) ایضاً، ص ۴، ۵

ماضی کے نصاب کے بنیادی اصول اختیار کرنے پڑیں گئے جس سے تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گی لیکن مروجہ نصابات ان تاریخی اصولوں کو اپناتے ہوئے نہیں دکھائی دے رہے۔

نمبر ۲۔ عصری قومی اور ملّی تقاضوں کے تناظر میں مقاصد تعلیم سے استفادہ بذریعہ نصاب اسلامیات

کسی بھی سطح کا کسی بھی ملک میں اور کسی بھی پروگرام کا جب نصاب مدون کیا جاتا ہے تو اس کی بنیادی اینٹ اس ملک کے آیئن قانون اور پالیسیاں ہوتی ہیں جو ایک لحاظ سے نصاب سازی کا لگ بھگ نصف سفر طے کر چکی ہوتی ہیں۔ نصاب ساز اپنا سفر اس سے آگے شروع کرتا ہے۔ اس کے لیے اپنے پچھلے سفر کی روح کو سمجھ کر اس کے مطابق مزید سفر جاری رکھا جاتا ہے۔ قومی نصاب اسلامیات میں جہاں تک سفر پالیسیوں نے طے کیا وہ وہاں ہی رکا نظر آتا ہے جب کہ نصاب از خود نئے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ اس طرح جو مقاصد تعلیم پالیسیاں حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ نصاب کو پورا کرنے کی بجائے نصاب اپنے انداز میں لگ جاتا ہے پھر جو مدعا نصاب کا ہوتا ہے وہ درسی کتب میں اس کا عکس اصل مدعا سے ہٹا لگتا ہے جس کی وجہ سے تعلیم میں ایک خبط محسوس ہوتا ہے(۱)۔ جس کے ثبوت کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

”پالیسی (تعلیمی پالیسی) میں مقاصد تعلیم کو شامل کر کے اسلامی ضابطہ حیات اور نظریہ پاکستان پر زور دیا گیا ہے۔ اور غیر ملکی نظام ہائے تعلیم کی موجودہ نقال کی روشنی کو ختم کر کے قومی نمونہ تعلیم وضع کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ جس کی اساس اسلام پر ہو گی۔۔ تحقیقی نتائج کی روشنی میں اسلامی فلسفہ حیات کے تحت نظام تعلیم کو حالات حاضرہ سے ہمکنار کیا جائے گا“۔(۲)

اس اقتباس میں مصنف تعلیمی پالیسیوں کی مجموعی صورتحال میں ۱۹۷۸ کی پالیسی کا ذکر کر رہے ہیں جس میں اسلامی طرز تعلیم کی خاطر اسلامیات پڑھانا مقصود ہے لیکن عملی طور پر نصاب سازی اس سوچ پر اترتی نظر نہیں آ رہی۔ اسی طرح تعلیمی پالیسیاں اور نصاب اسلامیات کے جائزہ کے طور پر مفصّل بحث اس مقالہ کے باب دوم فصّل اول، مبحث دوم میں گزر چکی ہے۔

قومی نصاب اسلامیات (جماعت سوم تا بی ایس پروگرام) کو چھان لیں آپ کو اسلامی نظریہ زندگی کی طرف میلان بہت ہی کم ملے گا۔ اسلامی نظریہ زندگی سے اس وقت طلبہ ہمکنار ہوں گئے جس وقت طلبہ کو واضح طور پر ایک مسلمان شہری اور ایک غیر مسلمان شہری کی زندگی کا موازنہ پیش کیا جائے گا۔ جب کہ پاکستان میں اس

---

(۱) مزید معلومات کے لیے باب چہارم ملاحظہ فرمایا جائے

(۲) تعلیم و تحقیق: (سرپرست پروفیسر خلیل اللہ قریشی) جامع پنجاب نیو کیمپس لاہور، ۱۹۸۰۔ ص: ۱۰۷

موازنے پر ایسا لگتا ہے کہ کسی نے پابندی لاگو کی ہوئی ہے ہاں غیر رسمی تعلیم میں یہ موازنہ اس شکل میں ملتا ہے کہ مغرب کا غیر مسلم ایک کامیاب زندگی بسر کر رہا ہے اور پاکستانی نوجوان، بچے سب اس کی نقل کرنے کو اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ یہ اس وقت کی، قومی نظریہ کی اور ملت اسلامیہ کی انتہائی اہم اور بنیادی ضرورت ہے کہ اس تقلیدی ماحول سے نکلا جائے اس کے لیے نصاب اسلامیات کو بنیادی ہتھیار کے طور پر لیا جانا چاہیے۔ اگر یہی تقلید کرنا تھی تو انگریز کو ہی یہاں حکمران رہنے دیتے، پاکستان کس لیے بنایا گیا؟ پاکستان بن گیا اس کا آئین اور پالیسیاں بھی بن گئیں جو سراسر نظریہ پاکستان کے حق میں ہیں۔ اب نظام تعلیم سنوارنا ہے اور یہ سارا کام ماہرین اسلام کے ذمہ ہے۔ نصاب اسلامیات اس طرح بنایا جائے کہ اس میں دین و دنیا کی تفریق کو مسترد کیا جائے، اسلامیات کی کتاب کو معاشرہ میں قرآن و حدیث کی کتاب سمجھ کر اس کا احترام اور اتباع کیا جاتا ہے ایسے میں اگر کوئی چیز سکالرز کو نظام تعلیم کے بدلنے میں آڑے آسکتی تھی وہ ملکی پالیسی ہو سکتی تھی لیکن ان حالات میں کہ پالیسیاں تاکید کر رہی ہیں کہ اسلامی نظام تعلیم لایا جائے ۔ تعلیمی پالیسیاں ہر گز ایسا کرنے کی نہیں کہہ رہیں کہ اسلامیات میں صرف عقائد و ایمانیات اور تشریعی امور کے اقتباسات ہی زیر بحث ہوں:

تعلیمی نظام اسلامی معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظام کی تعمیر کرنے میں سب سے اہم نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ موجودہ پالیسی (۱۹۹۲) اس مسئلے کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے ایک ایسا لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے جس سے طلبہ قرآن مجید کے پیغام کو سمجھنے اور اسلام کی روح کو ذہن نشین کرنے اور نئی سائنسی، تکنیکی ترقیوں کی روشنی میں اسلامی نظریہ کائنات کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ اسلامی اقدار کے ذہن نشین کرنے کے لیے نیا جوش و جذبہ ان اصولوں کے نفاذ کی راہ ہموار کر دے گا جس کی اسلام معاشرے کی فلاح اور مسلمانوں کی ترقی کی تعلیم دیتا ہے۔(۱)

اسلامیات کے نصاب میں سائنسی علوم کے بارہ میں نہ ہونے کے مترادف مواد وہ بھی دسویں جماعت میں اسلامیات اختیاری جسے قوم کے تیسرے حصے کے طلبہ بھی شاید نہ پڑھتے ہوں صرف اتنا ذکر ملتا ہے:

(ج) سائنسی علوم: تعریف اور اہمیت: سائنسی علوم کے اسلامی مآخذ، مسلمانوں کی خدمات۔ عصر حاضر میں سائنس میں مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب۔ مشہور مسلمان سائنسدان، جابر بن حیان، ابن الہیثم، البیرونی۔(۲)

---

(۱) دیکھیے: قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ: نیاز عرفان ص ۱۶

(۲) دیکھیے: نصاب اسلامیات اختیاری، باب ششم جزء ج

سائنسی علوم: علم کیمیا، علم طبیعات، علم النفس، علم فلکیات، علم ہندسہ، الجبر و المقابلہ، علم الحساب، علم الزراعتہ اور علم البحار میں مسلمانوں کی خدمات۔ اندلس میں علوم کی ترقی۔ دورانحطاط میں مسلم دنیا میں علم کی حالت، بے توجہی کے اسباب اوراثرات۔ عصر حاضر اور مستقبل میں علمی پیش رفت کے حوالے سے مسلمان امت کی ذمہ داریاں۔(۱)

نصاب اسلامیات جو کچھ بھی ہے ہر آدمی شاید اپنے زاویے سے دیکھ رہا ہے اور اس کا اپنا موقف کتنا ہی مضبوط ہو سکتا ہے۔ لیکن موجودہ دور، سائنسی دور کے نام سے پہچان رکھتا ہے کیا اس سائنسی دور میں نئی نسل کو سائنس کے پیرائے میں اتنا ایک مواد جو اوپر بیان ہوا کافی ہو سکتا ہے جو ایک مسلمان کی مادی ضرورتوں کو اس انداز سے پورا کر سکے کہ اس میں روحانی پہلو جس سے سائنس لبریز ہے نظر آ سکے ؟۔ اگر اس دور میں یہاں تک نہ پہنچا جائے کہ سائنس کہہ کیا رہی ہے اور اس کا کہنا ایک انسان کی زندگی میں کیا اثرات مرتب کرتا ہے ؟ کے جیسے سوالات کا تسلی بخش جواب اسلامیات کی زبان سے نہ نکلے گا۔ یہ نصاب عصری ضرورتوں سے بالائے طاق اور ملکی پالیسیوں سے ہٹ کر ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے سائنس کے ہر نظریے پر اسلامی نگاہ جمانا ہو گی اور سائنس کے تمام مضامین کے ہر باب میں شامل نظریہ کو اسلامی زبان میں بیان کرنا ہو گا۔ گو کہ یہ کام بیک جنبشِ قلم ممکن نہیں لیکن اس کی طرف قدم بڑھانا ضروری امر ہے۔ ایک قدم رکھ دیا جائے تو راستے خود بخود اللہ تعالیٰ کی مدد سے بنتے جائیں گے۔ یہ اس وقت کا ایک فی الواقعی جہاد بالقلم کی منزل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو کام نصاب سازی کا ہو وہ بھی جہاد ہی ہے لیکن اسے دفاعی جہاد کہا جا سکتا ہے۔ یہ اس وقت کا جہاد تھا جب ملک میں اسلام مخالف قوتیں راج کرتی تھیں اب ملک میں اسلام کے حامی قوتیں مکمل ماحول دے رہی ہیں اب اقدامی جہاد کی ضرورت ہے۔ اب تعلیم کے مقاصد بذریعہ نصاب پورے کرنے کے لیے ملکی پالیسیوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تمام مضامین میں اسلامی روح ڈالنی ناگزیر ہے جس کے لیے آیئن کی روح سے اسلامیات کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

نمبر۳۔ صوفیانہ تعلیم شامل نصاب ہو

عام تعلیم اور صوفیانہ تعلیم میں یہ فرق ہے کہ صوفیانہ تعلیم تزکیہ نفس کرتی ہے یہ انسان کے باطن کو زیادہ متوجہ کرتی ہے اور تعلیم کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (۲)

---

(۱) قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے بارھویں جماعت، باب سوم

(۲) الذاریات ۵۱/ ۵۶

ترجمہ: اور انسانوں اور جنّوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اس بندگی کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ خدا ہی کی بات مانی جائے۔ اسی کے احکامات پر اپنے ظاہر و باطن کو جھکا دیا جائے اور طاغوت کی بات ماننے سے گریز کیا جائے جس کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (۱)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے رسولؐ مبعوث فرمائے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور طاغوت سے بچا جائے۔

انبیا اور رسل کا بنیادی کام اللہ پاک نے اپنے بندوں کو اپنے قریب کرنے، گندگی سے صفائی کی طرف کرنے، رزائل سے حسنہ کی طرف کرنے اور اپنے بندوں کے من کو صاف کر کے انسانیت کی معراج تک پہنچانا قرار دیا۔ اسی انسانیت و بندگی اور تسلیم و رضا کو جانچنے کے لیے اللہ تعالیٰ زندگی و موت کا نظام پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالےٰ ہے:

﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ ـ(۲)

ترجمہ: وہ جس نے زندگی اور موت اس لیے بنائے تاکہ جھانچ سکے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے، وہ بڑا عزیز اور بخشنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خیر و شر کا شعور رکھ دیا اور ساتھ ہی وحی کے ذریعے صراط مستقیم کا تعین کر دیا تاکہ لوگ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گذار کر جنت کی ابدی نعمتوں سے مستفید ہوں۔ اس اہتمام کے باوجود انسان اکثر گناہوں کی غلاظت میں ملوث ہو جاتا ہے گناہوں کی آلودگی کے ساتھ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ گناہوں کی صفائی کا عمل دنیا کی زندگی سے شروع ہوتا اور اللہ کی رحمت سے آخرت میں منتہائے کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنے کو اصطلاح میں تزکیہ نفس کہا جاتا ہے۔ تزکیہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا مطلب گناہوں کو دور کرنا اور ان کی صفائی کرنا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ صفائی کے بعد نیکیوں اور اچھے اعمال کی بنیاد رکھنا اور انہیں نشو نما دینا ہے۔ نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت ہے۔ چنانچہ تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ انسانی شخصیت میں سے برائیوں کو ختم کرنا اور اچھائیوں پروان چڑھانا۔ تزکیہ نفس دیکھنے میں تو ایک سادہ عمل ہے لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو انتہائی مشکل کام ہے۔ لیکن یہی دین کا مقصود ہے اور اسی عمل میں کامیابی کا نتیجہ جنت کی ابدی نعمتوں کی شکل میں نکلے گا۔ جبکہ اس میں ناکامی کا انجام جہنم کے گڑھے ہیں۔ تزکیہ نفس کی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن نے اسے براہ راست موضوع بنایا ہے۔

---

(۱) النحل ۱۶ /۳۶

(۲) الملک ۶۷ /۲،۳

اور جنت میں داخلے کے لیے ضروری ہے کہ انسان نے خود کو ہر طرح کے گناہوں اور لغزشوں سے پاک کرنے کی کوشش کی ہو۔یعنی جنت کی شہریت کے لیے تزکیہ کا حصول لازمی ہے۔ قرآن میں بیان ہوتا ہے

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ﴾ (۱)

ترجمہ: اور سدا بہار باغات جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اس شخص کے لیے جزا ہے جس نے اپنا تزکیہ (خود کو گناہوں سے پاک) کیا۔

اسلامی تعلیم دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کے لیے تزکیہ نفس کرتی ہے۔ایک اور جگہ بیان ہوتا ہے:

﴿ انَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ ۔(۲)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں، تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔

آخرت میں ایک انسان اگر گناہوں کے ساتھ خدا کے حضور پیش ہو لیکن اس کی نیکیاں برائیوں سے سبقت لے جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گناہوں کو دور کر کے اسے پاک کر دیتے اور جنت میں داخلے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے ظاہری و باطنی وجود کو گناہوں سے آلودہ رکھا اور اسی حالت میں آخرت میں اللہ کے حضور پہنچ گئے ان کی آلودگی کو پاک کرنے سے اللہ نے صاف انکار کیا ہے۔اس سے علم ہوتا ہے کہ تزکیہ کی ابتدا انسان کا اپنا عمل ہے۔

درج ذیل آیت میں عمل کی نجاست میں لتھڑے ہوئے اور دنیا کے عوض آخرت کو داؤ پر لگانے والے انسانوں کو اللہ نے پاک کرنے سے انکار کر دیا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ - (۳)

---

(۱) طٰہٰ ۲۰/ ۷۶

(۲) آل عمران ۳/ ۷۷

(۳) البقرہ/ ۲/ ۱۷۴

ترجمہ: ”جو لوگ ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ اور انہیں دکھ دینے والا عذاب ہو گا“

تزکیہ کرنا انسان کو اعلیٰ اوصاف نواز تا ہے

اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی گندگی کو دور کرنے کے لیے کئی اہتمام کئے۔ ایک تو نفس لوامہ یا ضمیر انسان کے اندر رکھ دیا جو ہر گناہ کرنے پر اسے احساس دلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ نے پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا تاکہ لوگوں کو گناہوں سے پاک کر سکیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے فرعون ایک غلیظ اوصاف کا مالک تھا جس کو اعلیٰ اوصاف کا پیغام اللہ تعالیٰ نے بذریعہ موسیٰؑ دیا جو تعلیم کی شکل میں تھا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

﴿اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ﴾ ۔[۱]

ترجمہ: فرعون کے پاس جا، وہ سرکش ہو گیا ہے، اور اس سے کہہ ”کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ اپنا تزکیہ کرے۔

اس آیت مبارکہ سے احساس کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی باطنی صفائی کا نہ ہونا فرعونیت کی طرف دھکیل دیتا ہے جس کی پہچان انسان میں اکڑ، غرور اور گھمنڈ وغیرہ ہے جب کہ صوفیانہ تعلیم انسان میں نرم مزاجی اور حلیمی سکھاتی ہے جو کہ انسان کی اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ انسانی اوصاف کی نشانی جانی جاتی ہے۔

صوفیانہ تعلیم کے تناظر میں حضرت ابراہیم کی نبی کریم ﷺ کی بعثت کی دعا

حضرت ابراہیمؑ نے جب اللہ سے آخری نبی کی بعثت کی درخواست کی تو ایک اہم مقصد یہی تزکیہ بیان کیا:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [۲]

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو، وہ ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنا دے۔ بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اللہ نے جب آخری نبی ﷺ کو دنیا میں بھیجا تو ان کا بھی بنیادی مقصد لوگوں کو گناہوں سے دور کرنا ہی بیان کیا۔

---

(۱) النّٰزِعٰت ۷۹/۱۷تا۱۸

(۲) البقرہ/۲/ ۱۲۹۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (۱)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کو پاک کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس آیت پر اگر غور کیا جائے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ پیغمبر کے تین فرائض بیان ہوئے ہیں۔ پہلا کام اللہ کی آیات پڑھنا، دوسرا کام تزکیہ کرنا اور تیسرا کام کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔ لیکن اگر ذرا غور سے جائزہ لیا جائے تو اصل کام تزکیہ یعنی پاک کرنا ہی ہے۔ اسی کے لیے اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اسی تزکیہ کے لیے شریعت اور اس کے فلسفے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ تزکیہ کا کام شروع ہو جاتا ہے تو لوگوں کو صراط مستقیم مل جاتی اور وہ راہ راس ت پر آکر گمراہی سے نکل جاتے ہیں۔ یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی بیان ہوا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾(۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کے (نفس کو) پاک کرتا ہے، اور ان کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حال انکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اسی تزکیہ کا براہ راست حکم ایک اور آیت میں اس طرح دیا گیا ہے

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾(۳)

اے نبی! آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کیجئے اور اس صدقہ کے ذریعہ ان (کے اموال) کو پاک کیجئے اور ان (کے نفوس) کا تزکیہ کیجئے، پھر ان کے لیے دعا بھی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے

گناہوں سے پاک لوگ ہی اللہ کو پسند ہیں

---

(۱) آل عمران ۳/ ۱۶۴

(۲) الجمعہ ۶۲/ ۲

(۳) التوبہ ۹ / ۱۰۳

اللہ کو پاک لوگ ہی پسند ہیں اور یہ پاکی ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔ یہ پاکی ایمان کی بھی ہے اور عمل کی بھی۔ چنانچہ وہ لوگ جو عقیدے کی نجاست اور نفاق کی گندگی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں ان کی بنائی ہوئی مسجد تک کو ڈھانے کا حکم دے کر اپنا فیصلہ ہر لحاظ سے پاک رہنے والے مومنوں کے حق میں سنا دیا:

﴿ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ (١)

(اے نبی)! آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی بھی (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہونا۔ وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

پیغمبر کی بعثت اور تزکیہ اللہ کا انعام ہے

پیغمبر کی بعثت اور تزکیہ نفس کو اللہ نے اپنے انعام اور احسان کے طور پر پیش کیا ہے۔

﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴾ (٢)

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے (تم پر یہ انعام کیا کہ) تمہیں میں سے تم میں ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ نفس کرتا (یعنی تمہیں پاکیزہ بناتا) ہے اور کتاب و حکمت سکھلاتا ہے اور وہ کچھ بھی سکھلاتا ہے جو تم پہلے نہ جانتے تھے۔

خلاصہ بحث:

تزکیہ نفس کے لیے قرآن مجید مزید کئی اور مقامات پر تلقین کرتا ہے طوالت کے ڈر سے مزید آیات اور احایث کو ذکر نہیں کیا جا رہا۔ یہ ایسا عمل ہے جو انسان کو اس کا اعلیٰ انسانی صفات سے متصف کرتا ہے اور یہی تعلیم کی منشا ہے۔ زکاوت والا شخص زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے بہترین کردار کا مظاہرہ کرتا ہے جب کہ جس شخص کا باطن صاف نہ ہو بے شک جتنا اعلیٰ انسانی اوصاف کے حامل ہونے کا دعویٰ کرے وہ اس دعوئے میں سچا قرار نہیں پا سکتا اس لیے نصاب اسلامیات میں اس قیمتی اثاثہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اس سارے سلسلہ کو عملی شکل میں لانے کے لیے اللہ کے ولیوں صوفیائے کرام نے بڑی محنت کی۔ پاکستان کے وجود کی گہرائی میں جایا جائے تو

---

(١) التوبہ ٩ /١٠٨

(٢) البقرہ ٢ /١٥١

برصغیر میں صوفیا کی تعلیمات کا پیش خیمہ وجودِ پاکستان نظر آئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ صوفیانہ تعلیمات کا لبادہ اوڑھ کر کئی لوگوں نے ان تعلیمات کی اصلی حالت بگاڑنے کی جیسی صورتحال بنادی لیکن حقائق بہر حال حقائق ہی ہوتے ہیں وہ اپنی اصل حالت میں ہی رہتے ہیں۔ صوفیا کرام اور بزرگانِ دین نے برِصغیر میں ایک تعلیمی انقلاب لایا تھا جو بے شک غیر رسمی تعلیم بھی کہلائی جاسکتی ہے لیکن خانقاہوں میں رائج رسمی تعلیم انسان کا تزکیہ کرنے کے مقصد سے لیس تھی۔ یہی تعلیم آج بھی زیر کار لائی جاسکتی ہے کیونکہ اسی تعلیم کی کمی سے روحانی قدریں دن بدن کم ہو رہی ہیں۔ اس سے متعلق بحث مقالہ کی مشق صوفیانہ نظام تعلیم کے ذیل باب دوم، فصل اول، مبحث دوم میں گزر چکی۔

اس وقت نصاب اسلامیات کو ایک کُل کی حیثیت دے کر صوفیانہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، چونکہ اسلام علم کو نُور کہہ کر اختیار کرتا ہے یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو گندگی کے ڈھیر سے مل سکے۔ یہ نُور ظاہری اور باطنی صفائی سے ہی مل سکتا ہے۔ آج ہمارے نظام تعلیم میں ایک بڑی خامی ہے کہ استاد صرف ایک تعلیمی گھنٹی پڑھا کر طلبہ سے اپنا تعلق منقطعہ کر دیتا ہے اس سے وہ طلبہ کے ظاہر کو تو درست کرنے میں کامیاب ہو بھی سکتا ہے لیکن طلبہ کا باطن اس کی روحانی تربیت سے ہوتا ہے۔ اس کے لیے انھیں ہر وقت استاد کا نقشہ ذہن میں رکھنا ہوتا ہے اور استاد کو ایسی روحانی طاقت سے لبریز ہونا چاہئے تاکہ وہ طلبہ' کے باطن کو بھی صاف کرسکے پھر علم ایک نُور کی حیثیت سے طلبہ پر منکشف ہوگا۔ اس کے لیے نصاب سازی کے دوران مندرجہ بالا آیات کے ساتھ ساتھ اس طرح کی آیات مبارکہ سے بھی استفادہ کرنے کی ضرورت ہے:

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (۱)

اللہ نُور ہے آسمانوں اور زمینوں کا اس کے نُور کی مثال ایسی ہے جیسی ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نُور پر نُور ہے اللہ اپنے نُور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

اللہ کی ہستی زمین و آسمان کی روشنی ہے۔ یہاں نُور کا لفظ علم کا استعارہ ہے۔ (۲)

---

(۱) النور ۲۴/ ۳۵

(۲) تفہیم القرآن: مودودی ابوالاعلیٰ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۴۰۲ھ ج ۳ ص: ۴۰۶

﴿ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ﴾ (۱)

جسے اللہ نے علم نہ دیا ہو اس کے لیے کوئی نُور نہیں۔ یہاں بھی نُور سے مراد علم ہے۔

علم اور تعلیم کو نصاب کے ذریعہ پھیلایا جاتا ہے۔ نصاب کو جب اسلامی طرز تعلیم میں دیکھا جائے تو اس کی موجودہ حالت یکسر مادئیت کی بھینٹ چڑھی ہوئی مل رہی ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے روحانیت سے آنکھیں پھیری ہوئی ہیں اگر روحانیت میں جایا جائے گا تو مادیئت از خود گرنی شروع ہو جائے گی۔ نصاب اسلامیات تمام شعبہ علوم میں روحانیت کی تربیت کا کام کر سکنے والی قوت ہے اور ہر شعبہ سے متعلقہ ذمہ دار شخص اپنا کاروبار روحانی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر کرے گا تب اسلامی ماحول دکھائی دے گا یہی سلسلہ صحابہ کرام کے دور میں تھا جس کی وجہ سے انسانیت نے انسانی اوصاف پائے:

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں:

((تَعَلَّمُو قَبلَ اَن تُسَوَّدُوا)) (۲)

یعنی: سردار بننے سے پہلے (عہدہ لینے سے پہلے) دین کا علم حاصل کرو

اس میں دین کا علم روحانی علم اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ عہدے کا علم جو اس عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے لیے ضرورت آج ہم نے سمجھ رکھی ہے اور اسی پر اتفاق کر لیتے ہیں یہ اس وقت کی بھی ضرورت تھی لیکن اس میں دین کا علم اس شخص کے باطن اور روحانیت مانا جا سکتا ہے آ بھی ہمیں تمام شعبہ جات میں اسلامیات کو داخل کرنا ہو گا پھر ہر علم ایک روشنی دینا شروع کرے گا جو اس آیت مبارکہ کو لاگو کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

اس میں دین کا علم روحانی علم اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کسی بھی عہدے کا علم جو اس عہدہ کے فرائض کی انجام دہی کے لیے ضرورت آج ہم نے سمجھ رکھی ہے اور اسی پر اتفاق کر لیتے ہیں یہ اس وقت کی بھی ضرورت تھی لیکن اس میں دین کا علم اس شخص کے باطن اور روحانیت مانا جا سکتا ہے آج بھی ہمیں تمام شعبہ جات میں اسلامیات کو داخل کرنا ہو گا پھر ہر علم ایک روشنی دینا شروع کرے گا جو اس آیت مبارکہ کو لاگو کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ﴾(۳)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

---

(۱) النور ۲۴/ ۴۰

(۲) الترتیب الاداریہ :الکتانی، محمد عبد الحئی بن عبدلکریم (المحقق عبداللہ الخالدی)،دار لارقم، بیروت،۱۴۰۵ھ۔ ج:۲، ص:۱۶۲۔

(۳) الشمس ۹۱ /۹، ۱۰

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴾ (۱)

ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچا جو صاف ستھرا ہوا۔ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے بے شک یہ اگلے صحیفوں میں ہے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔

یہاں انَّ ھذا سے مراد گزشتہ چار آیات مراد ہی(۲)

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ یہ دنیا ایک عارضی دنیا ہے۔ اس میں ایک اللہ ہی کو بقاودوام حاصل ہے۔ جہاں دنیا کی باقی چیزوں کو عارضی سمجھ کر لیا جاتا ہے وہاں ان علوم کو بھی عارضی تناظر میں لیا جانا چاہیے وہ علوم جو صرف دنیا ہی کے لیے نفع بخش ہوں اور آخرت کے تکلیف دہ ثابت ہوں ان کو اس قابل کیا جانا چاہیے تا کہ آخرت میں بھی فائدہ مند ہوسکیں جو باقی دنیا ہے اس نظریہ علم سے انسان کا باطن صاف ستھرا ہوتا ہے۔

نمبر ۴۔ صوبائی، لسانی، علاقائی، مسلکی، مذہبی غرض کہ ہر طرح کے اختلافات کے منفی پہلوؤں کو نصاب اسلامیات میں شامل کر کے پُرامن شہری بنانا۔

مقاصد تعلیم کو اگر دیکھا جائے تو یہ انسان کو پیار محبت، بھائی چارہ، اتفاق اتحاد، خوش خلق اور رحمدلی کی جیسی صفات سے متصف کرنے کے ہیں۔ انسان فطری طور پر اختلافات کا ایک مجموعہ ہے ہر انسان اپنے اندر ایک سوچ فکر رکھتا ہے اور یہ فکر کسی دوسرے کی فکر کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس طرح اختلافات جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اختلافات اپنے اندر بہت مثبت اثرات بھی رکھتے ہیں لیکن ان کو بذریعہ تعلیم راہ راست پر لگایا جاتا ہے اگر تعلیم اپنے اس کردار میں غافل ہو جائے تو پھر یہ اختلافات زہر بن کر معاشرہ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اسلام مذہبی روایات پر مبنی عبادات و رسوم کا مجموعہ نہیں اور نہ ہی یہ موروثی طور پر حاصل ہونے والی پہچان کا نام ہے بلکہ یہ کائنات کے خالق اور پروردگار کی طرف سے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے دی گئی ہدایات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ایک مخصوص طرز زندگی تشکیل پاتی ہے جس سے انسانی معاشرے میں انسانی مساوات، معاشی ترقی، امن، محبت اور بلا تفریق نسل، رنگ، قوم و مذہب کے ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے سرگرم عمل ہونے کی راہیں کھلتی ہیں اور دنیا استحصالی عمل سے باز آکر امن اور جمہوریت کی طرف بڑھتی ہے۔ اس سے ہر قسم کے منفی تعصبات کے خاتمے کا عمل شروع ہوتا

---

(۱) الاعلیٰ / ۱۵ تا ۱۹

(۲) تفسیر ابن کثیر: ج ۶، ص ۴۸۸

ہے اور انسانی تعلقات میں رواداری اور برداشت کا مادہ پرورش پانے لگتا ہے۔ یہ ایک مثبت انسانی رویہ ہے اور اگر یہ بطور معاشرتی طرز عمل استعمال ہو تو معاشرے میں پر امن بقائے باہمی کا عملی سماں پیدا ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ لوگوں کے درمیان مذہب و مسلک اور دین کا اختلاف موجود رہے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴾(۱)

ترجمہ: "اور اگر تیرا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک رستہ پر کر ڈالتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے" فکر اور عمل کا اختلاف انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور اس میں حکمت الٰہیہ شامل ہے تاہم ان اختلافات کی بنا پر معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی احادیث میں بھی ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے کہ:

((لاتختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا))(۲)

ترجمہ: اختلاف نہ کرو، اس لیے کہ تم سے پہلی امتوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئیں۔

یہ ضروری ہے کہ مذہبی رواداری سے کام لے کر اور ہر ایک کے لیے بنیادی انسانی حقوق کو عملاً تسلیم کر کے، زندگی کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر اپنی آزاد مرضی سے اختیار کرنے کا حق تسلیم کیا جائے اور دوسری طرف پیغمبروں کے بتائے ہوئے مساوات، عدل اور بھائی چارہ کے اصولوں کے مطابق انسانی بنیاد پر ایک دوسرے کو 'امتِ واحدہ' کے افراد قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کام کرنے کی شعوری طور پر مثبت انداز میں کوشش کی جائے مسلمانوں کے درمیان جتنے بھی اختلافات و مسائل ہوں، ان کا حل صرف اور صرف قرآن میں موجود ہے۔ اختلاف رائے حق ہے۔ صحابہ کرامؓ میں بھی اختلاف ہوا تھا اور ان کی وساطت سے یہ اختلاف امت میں بھی منتقل ہو گا۔ مگر یہ اختلاف حدود کے اندر رہو تو مذموم نہیں۔ احادیث سے یہ بات صریحاً ثابت ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں صحابہ کرامؓ بنو قریظہ کی طرف روانگی میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اقوال کا مطلب مختلف لیا تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کسی کو سرزنش نہیں فرمائی:

((عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَادَى فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْأَحْزَابِ «أَنْ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ» ، فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ، فَصَلَّوْا دُونَ بَنِي قُرَيْظَةَ، وَقَالَ آخَرُونَ: لَا نُصَلِّي إِلَّا حَيْثُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ، قَالَ: فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ)) (۳)

---

(۱) ہود ۱۱/ ۱۱۸

(۲) صحیح بخاری: رقم الحدیث، ۲۴۱۰، ص:۳ / ۱۲۰

(۳) صحیح مسلم: رقم الحدیث ۱۷۷۰، ص:۳ / ۱۳۹۱

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پکارا جس وقت کہ ہم غزوہ احزاب سے واپس لوٹے کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے کوئی ظہر کی نماز نہ پڑھے، تو کچھ لوگوں نے وقت کو فوت ہونے کے ڈر سے بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے سوائے اس جگہ کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا، اگرچہ نماز کا وقت فوت ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کی ملامت نہیں کی۔ لہٰذا سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ آراء میں اختلاف قابل قبول ہے۔ اب ایسے مختلف فیہ مسائل جس میں صحابہؓ یا فقہاء کے اقوال یا فتاویٰ مختلف ہو جائیں تو یہ امت کے لیے اس طرح رحمت ہے کہ کوئی بھی ایک فرد ماحول کی مطابقت سے کسی بھی ایک قول پر عمل کر سکتا ہے اور اسی وجہ سے مسائل کے اندر ایک خاص قسم کی لچک پیدا ہو گئی ہے۔ مذکورہ صحابہؓ و فقہاءؒ اس علمی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی بڑھ چڑھ کر عزت و تکریم کرتے تھے۔

”ہم جو یہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور فلاں شافعی، مالکی یا حنبلی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی یقیناً، صحیح ہے اور امام شافعی کا قول یا کسی اور کا قول جو اس کے مقابلے میں ہے وہ یقیناً غلط ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول صحیح ہے اگرچہ احتمال اس کے غلط ہونے میں بھی ہے۔ دیگر ائمہ کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہمارا ظن غالب یہ کہ وہ خطا ہے، لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ وہ صحیح ہو۔[1]

مصنف کہتے ہیں کہ اختلاف جائز ہے اور اختلاف کرنے والوں کی رائے کا احترام بھی لازم ہے لیکن افتراق کسی حال میں جائز نہیں ان اختلافات کا خاتمہ کرنے کے لیے ہی انبیاؑ مبعوث ہوئے جن کی تعلیمات ہر قسم کے اختلافات کو مٹا دیتی ہے۔ یہی تعلیمات آج نئی نسل تک بذریعہ نصاب اسلامیات پہنچائی جا رہی ہیں۔ نصاب سازی کے دوران اس اصول کو مد نظر رکھے بغیر نصاب سازی کرنے سے ملک میں ان سے متذکرہ بالا اعلیٰ انسانی اوصاف کی توقعات مناسب نہیں لگتا۔ انبیاؑ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اگر مختصر پیرائے میں بیان کی جائیں تو تمام انبیاؑ نے اپنی تعلیم و تبلیغ کی بنیاد دعوت الی اللہ رکھی۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے سے اور انسان کو اللہ سے خاص تعلق قائم کرنے سے ہی اعلیٰ انسانی اوصاف ملتے ہیں۔ بالفاظ دیگر **"توحید"** کی تعلیم مسلمان کے پاس ایسا خزانہ ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام روگ ختم کر دیتی ہے۔ توحید کا انفرادی زندگی پر بھی بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس سے انسان میں آزادی و حریت خودداری، بہادری و بے خوفی اور وسعت نظری پیدا ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جس معاشرہ میں ان صفات کے حامل افراد موجود ہوں گے وہ معاشرہ بلند فکر ہو گا اور عزم و استقلال کی صفات سے متصف ہو گا۔ گویا اپنے رب کو ہی

---

(۱) اختلاف رحمت ہے فرقہ بندی حرام ہے: عثمانی، محمد رفیع، مفتی، ادارۃ المعارف کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء، ص ۲۴

اپنا مالک، رازق اور معبود جانو، چھوڑ دو ان خداؤں کی پوجا جو آپ کو رسوائی کے سوا کچھ دے نہیں سکتے۔ جن کے اپنے پیٹ نہیں بھرتے وہ دوسروں کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ صرف اپنے اللہ سے محبت اور اس کی ہی عبادت کرو۔ اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ صرف اپنے رب کی ہی عبادت کرو اور اسی سے ہی مانگو۔ کیونکہ وہی سب کے دلوں کا حال جانتا ہے اور وہی سب کچھ دینے والا ہے۔ عقیدہ توحید یہ بھی درس دیتا ہے کہ تمام انسان اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بحیثیت انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ توحید کے اس درس سے معاشرت میں مساوات پیدا ہوتی ہے۔ جس کی ہم کو اشد ضرورت ہے۔ توحید ہی وہ واحد نظریہ ہے کہ جو عقل و فکر کے عین مطابق ہے اور جس پر انسانیت کا اجتماع ممکن ہے گویا توحید فکری اتحاد کے لیے ایک پلیٹ فارم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس پلیٹ فارم کی مدد سے ہم معاشرہ میں امن پیدا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جس معاشرے میں اللہ کے پیروکار ہوں گے وہاں پر معاشرتی امن قائم ہو گا۔ اگر معاشرہ کے افراد بارگاہ ربانی میں جوابدہی کے ڈر سے رذائل سے اجتناب کریں گے اور محاسن کو اپنائیں گے تو معاشرہ میں اعلیٰ روایات تشکیل بھی پائیں گی۔ اور ان کی ترویج بھی ہو گی اور تمام طرح کے انسانی اختلافات ڈھیر ہو جائیں گئے۔ ایسی صورتحال میں توحید کی روشنی سے طلبہ کو سرشار کرنا نصاب اسلامیات کا اہم کردار بنتا ہے جبکہ قومی نصاب اسلامیات (سوم تا بی ایس) میں توحید کے متعلقہ درج ذیل مواد ملتا ہے: [1]

(الف) توحید، رسالت اور آخرت کا تعارف (مختصر پیرائے میں) (ب) قرآن مجید کا تعارف اور تلاوت کے آداب (ج) اوقات نماز، اداب نماز، قبلے کا تعارف اور اہمیت، مسجد کی اہمیت اور (۲)

(الف) ایمانیات: اللہ تعالیٰ پر ایمان، توحید: معنی اور مفہوم۔ (ب) عبادات: ا۔ اذان: فضیلت اور اہمیت۔ ۲۔ نماز: اہمیت و فضیلت و

جماعت نہم، دہم: باب دوم: ایمانیات اور عبادات۔ ا۔ عقیدہ توحید (صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے) ` (۳)

باب اوّل مضامین قرآن: توحید: ذات و صفات باری تعالیٰ، خالقیت، ربوبیت، رحمانیت، معبودیت دلائل توحید قرآنی آیات کی روشنی میں نبوت (۴)

---

(۱) دیکھیے: نصاب جماعت سوم: باب دوم: ایمانیات و عبادات

(۲) دیکھیے: جماعت ششم۔ باب دوم: ایمانیات و عبادات

(۳) دیکھیے: قومی نصاب اسلامیات (اعلیٰ) برائے دسویں جماعت

(۴) دیکھیے: نصاب اسلامیات بی ایس (اسلامیات ۴ سالہ

عقیدہ توحید: عقیدہ توحید کا مفہوم اور اہمیت۔ عقیدہ توحید کے متعلق قرآنی آیات۔ وحدانیت الٰہی کے متعلق قرآنی آیات۔

نصاب میں اقتباسات کو رٹنے رٹانے اور مواد کی کھپت کرنے کی تحریک بہت نمایاں ہے اس لیے نصاب سازی کے بنیادی رجحان کی نظر ثانی کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اس بنیادی رجحان کو تبدیل کرنے کے لیے بنیادی عمل عقیدہ توحید کی اصل بنیادی روح سے زندگیوں کو مالا مال کرنے کی ضرورت ہے جو انسان کے صرف ظاہر ہی نہیں اس کے باطن کو بھی درست کرے گا اور اسی تناظر میں تعلیم مادیئت کے ساتھ روحانیت کو بھی زندگیوں میں لائے گی۔ اس طرح تعلیم میں جامعیت دکھائی دے گی جو مقاصد تعلیم کے حصول کا ذریعہ ثابت ہو گی۔

اسلام کا اصول ہے کہ:

﴿ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾ (۱)

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں

رواداری کے فروغ اور مسلکی ہم آہنگی کی خاطر پاکستان کے مختلف اہل علم نے مختلف تصنیفی کاوشیں سر انجام دی ہیں جن میں قابل ذکر تصانیف کا اجمالی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس کو شامل نصاب کرنا کئی طرح کے اختلافات مٹا سکتا ہے۔ چند ایک کا ذکر بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

نمبر ا۔ مسلک اعتدال: مولانا حکیم انیس احمد صدیقی، صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازہ، کراچی، ۱۹۸۰ء۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴۔

ہمارے تعلیمی اداروں میں اور بالخصوص دینی مدارس میں دوسرے مسالک کے خلاف اس قدر سخت رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی بات تک سننا گوارا نہیں کیا جاتا جس کی لپیٹ میں سارا معاشرہ آ رہا ہے۔ اس اختلاف کو بذریعہ نصاب اسلامیات کم کرنے کی اہم ضرورت ہے۔ اسی اختلاف کو کم یا ختم کرنا ہی اس کتاب کی تالیف کا مقصد ہے اس سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ مذکورہ کتاب میں مقدمے کے بعد اور باب اول سے پہلے "امت کے اختلاف" کے عنوان سے سات قسم کے اختلافات کا ذکر کیا گیا ہے اور تفصیل میں جانے سے پہلے اتحاد و اتفاق کی قرآن و سنت کی روشنی میں اہمیت و افادیت اجاگر کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث افتراق (۷۲ فرقوں والی حدیث) ذکر کر کے اس پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اہل علم کے ان اختلافات کی حقیقت بیان کی گئی ہے جن کی بنا پر غیر ذی شعور عوام الناس اختلافات کی خلیج کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ ان میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف، تابعین اور تبع تابعین کے درمیان اختلاف، ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف، محدثین کے درمیان اختلاف، علماء اور

(۱) البقرہ ۲/ ۲۵۶

فضلاء کے درمیان اختلاف، امت کے عوام کے درمیان اختلاف، علماء امت اور عوام کے درمیان اختلاف قابل ذکر ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے فضائل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کر کے ان کے درمیان اختلاف کو موضوع قلم بنایا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف اس طرح ہے، جس طرح باغ میں رنگ برنگ پھول ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں اختلاف ہونا ایک بدیہی امر تھا کیونکہ ان نفوس نے صحابہ کرامؓ کے اسوہ کو ہی اپنایا تھا اور جب صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو گا تو لازمی امر ہے کہ ان کی تقلید کرنے والوں میں بھی اختلاف ہو گا۔ ائمہ مجتہدین نے صحابہؓ اور تابعینؒ و تبع تابعینؒ کی سیرت سے فقہ کی تشکیل نو کی، جس کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر وجود میں آئے۔ (چاروں مکاتب فکر کا تعارف مفصل درج ہے)۔ ائمہ حدیث بھی مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ عوام الناس کو اختلاف کرنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ وہ ایک ہی ماں باپ (آدم و حواؑ) کی اولاد ہیں۔ اگر اختلاف کریں گے تو اپنا ہی نقصان ہو گا۔ ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ جب وہ کبھی بھی دو مسلمانوں کے مابین اختلاف کو دیکھے تو اسے ختم کرنے کی کوشش کرے۔ علمی اختلافات کو خود حل کرنے کی بجائے کسی عالم دین کے پاس جا کر ختم کرانے کی کوشش کی جائے۔ اتفاق اور رواداری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مؤلف رقم طراز ہیں کہ:

"یہی وقت اتفاق کا ہے۔ خبردار ہو جاؤ۔ زمانہ تم کو مہلت دے کر تم سے ہمدردی کر رہا ہے، اس مہلت کو غنیمت سمجھو، اپنی کوششوں میں کمی نہ کرو۔ رونے سے مردہ زندہ نہیں ہوتا، کفِ افسوس ملنے سے متاعِ گم گشتہ نہیں ملتی۔ غم کھانے سے مصیبت دور نہیں ہوتی۔ عمل ہی گنج نجات کی کنجی ہے"۔ (۱)

س کتاب کو آٹھ ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک رسالہ رحماء بینھم کے عنوان سے بھی شامل کیا گیا ہے، جس میں مختلف شخصیات کا تعارف اور ان کے فرقوں کا ذکر مختصراً بیان کیا گیا ہے

مولانا مفتی محمد شفیع: مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور (۱۹۸۵ء): نمبر ۲۔ وحدت امت

امت مسلمہ اندرونی اختلافات و عدم رواداری کی وجہ سے امت واحدہ سے امت متفرقہ میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اختلاف رائے جب مخالفت کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو وحدت امت کو شدید صدمہ پہنچتا ہے اور یہ افتراق دنیا میں پوری امت کے ذلیل و خوار ہونے کا باعث بنتا ہے۔ قرآن کریم امت مسلمہ کو امت واحدہ قرار دے کر اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اللہ کو اتحاد پسند ہے اور اس بات کا نمونہ حضور ﷺ نے خصوصاً حجۃ الوداع اور عموماً پوری زندگی میں دکھایا ہے۔ رہ گئی اختلاف رائے کی بات، وہ نہ تو وحدت اسلامی کے منافی ہے اور نہ ہی مٹایا جا سکتا ہے۔

---

(۱) مسلک اعتدال، صدیقی، حکیم انیس احمد، مولانا، صدیقی، صدیقی ٹرسٹ، کراچی ۱۹۸۰ (طبع سوم)، ص ۱۲۵

جہاں عقل و دیانت ہو وہاں اختلاف رائے پیدا ہونا ایک فطری امر ہے اور یہی کیفیت صحابہ کرامؓ و سلف صالحینؒ میں بھی رہی۔

دین کی خدمت یہ نہیں کہ مختلف الرائے افراد کو اسلام کی دعوت دیں بلکہ ان لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنی ضروری ہے جو جھوٹ، فریب، سود، رشوت اور چور بازاری وغیرہ جیسے جرائم میں ملوث ہیں۔ فروعی مسائل میں بحث و تمحیص مذموم نہیں اور اسی غیر مذموم بحث پر جنگ و جدل اور تفرق و تشتت بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ جب ایک آدمی اسلام کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتے ہوئے فرائض کی ادائیگی میں حصہ لے رہا ہے تو اسے تبلیغ کرنے کی بجائے ایسے آدمی کو تبلیغ کی جائے جو فرائض کی بجا آوری میں ڈنڈی مارتا ہے یا اسلامی عقائد سے منہ موڑتا ہے۔ فاضل مؤلف لکھتے ہیں کہ

اہل نظر و فکر سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں مسلمان جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہیں، ان کا سب سے بڑا سبب آپس کا تفرقہ اور خانہ جنگی ہے۔ ورنہ عددی اکثریت اور مادی اسباب کے اعتبار سے پوری تاریخ اسلام میں کسی وقت بھی مسلمانوں کو اتنی عظیم طاقت حاصل نہیں تھی جتنی آج ہے۔ اور اس تفرقہ کے اسباب پر جب غور کیا جاتا ہے تو اس کا سبب خدا اور آخرت سے غفلت اور دوسری قوموں کی طرح صرف دنیا کی چند روزہ مال و دولت اور عزت و جاہ کی ہوس بے لگام ہے۔ جو ہمارے معاشرہ میں کبھی سیاسی اقتدار کے لیے کش مکش، تجارتی اور صنعتی ریس، عہدوں اور منصوبوں کی خاطر باہمی تصادم کی صورت میں ہمارے معاشرے کو پارہ پارہ کرتی ہے اور کبھی مذہبی اور دینی نظریات کی آراء اور مختلف نظاموں کے روپ میں ایک دوسرے کے خلاف اہانت و استہزاء کا ذریعہ نہیں بن جاتی وگرنہ اگر اجتہادی نظریات کے باہمی اختلاف کے باوجود صحابہؓ و تابعینؒ کی طرح ہماری جنگ کا رخ صرف کفر و الحاد اور بے دینی کی طرف ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں ایک صف اور ایک بنیان مرصوص نظر آئیں۔(۱)

ابواب، عنوانات فہرست و حوالہ جات سے مبرا یہ کتاب مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کی طرف سے شائع کی گئی ہے جس کے صفحات کی کل تعداد ۱۵ ہے۔

نمبر ۳۔ فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ۲۰۰۱ء۔

زیرِ نظر کتاب میں اہلِ اسلام کے اندر فرقہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں اس کے انسداد کے لیے ایک قابلِ عمل حل امتِ مسلمہ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اگر تمام

---

(۱) دیکھیے: وحدت امت: شفیع، مفتی محمد، مولانا، دار الاشاعت کراچی، فروری ۱۹۷۸ء، ص ۳۴

مسالک اور مکاتبِ فکر کے وہ افراد جو اپنے دل میں باہمی اخوت و محبت، اخوت و یگانگت، یک جہتی اور اتحاد بین المسلمین کو فروغ دینے کا درد رکھتے ہیں، اس کتاب کے مندرجات کا سنجیدگی اور غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کریں تو قرآن و سنت کی روشنی میں فرقہ پرستی کے خلاف ایک آڑ بن سکتے ہیں۔

جسدِ ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ پروری کا زہر اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ہمارے درمیان نفرت، بغض، نفاق اور انتشار و افتراق کی ایک ایسی دیوار قائم ہو جائے گی کہ جس کو ختم کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ مذکورہ کتاب میں فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لیے عوام اور حکومت کے سامنے ایک لائحہ عمل رکھا گیا ہے تاکہ اس پر عمل کر کے آپس میں تفرقہ بازی کو ختم کیا جاسکے۔ مذکورہ کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں افرادِ معاشرہ کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ فرقہ بندی کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ تفرقہ بازوں کے ساتھ انقطاعِ تعلق کا حکم اور ملی شیرازہ بندی کی تعلیم قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ عہدِ جاہلیت میں موجود تفرقہ پرستی کا ذکر بھی اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں کیا گیا ہے۔ پہلے حصے کا اختتام اس عنوان پر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات موضوعِ اختلاف کیوں ہے؟ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی ذات ایسی مقدس ہستی ہے کہ جنہوں نے نوعِ انسانی کو جاہلیت کی تاریکی سے اسلام کے نُور کی طرف رہنمائی کی۔ افرادِ معاشرہ جو مختلف گروہوں اور گروپوں میں منقسم تھا، کو افتراق و انتشار اور فرقہ و بت پرستی سے نجات دلا کر ایک ہی دین پر قائم فرمایا، تو پھر اختلاف کے دائرے کو رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کیوں لگایا جاتا ہے؟ دوسرے حصے میں سب سے زیادہ زور فرد اور معاشرے کی اصلاح پر دیا گیا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ایک بار کلمہ پڑھا ہے، وہ مسلمان ہے، اُسے بغیر کسی جواز کے کافر نہ کہا جائے۔ علماء کو جدید عصری تعلیم سے آراستہ کرتے ہوئے دینی تعلیم کے لیے مشترکہ اداروں کا قیام عمل میں لانے کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ہر فردِ معاشرہ کے لیے دینی اور دنیاوی تعلیم کا حصول ضروری قرار دیا گیا ہے۔

مصنف موصوف نے اپنی کتاب میں باہمی رواداری اور محبت و الفت کے پیدا کرنے کے لیے تہذیب و اخلاق کے لیے مؤثر روحانی تربیت کے نظام کی موجودگی کو بھی نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ مصنف موصوف نے فرقہ پرستی کے خاتمے کے لیے چار نکاتی ایجنڈا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر حکومتِ وقت ان چار نکاتی اقدامات پر پوری توجہ اور دلجمعی سے عمل کرے تو فرقہ پرستی کے خاتمے میں خاطر خواہ فائدہ ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ ید اللہ علی الجماعۃ اور اس قسم کی دوسری احادیث کا ذکر کرتے ہوئے مذکورہ کتاب میں ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

"امت کا اجماع ضلالت و گمراہی پر ہر گز نہیں ہو سکتا۔ اس اجماع کا مطلب پوری امت کا کسی کام پر سو فیصد متفق ہونا نہیں، کیونکہ یہ تو قطعی طور پر ویسے بھی ناممکن ہے کہ پوری امت بلا اختلاف کسی غلط بات پر متفق ہو جائے۔ اختلافِ رائے کا نام منطقی اور قدرتی عمل ہے۔ متذکرہ بالا احادیثِ مبارکہ کا مقصد درحقیقت اس تصور کو ذہنوں میں جاگزیں کرنا ہے کہ امتِ مسلمہ کی بھاری اکثریت شر و فساد اور ضلالت و گمراہی پر کبھی مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یہی اس امت کی خصوصیت ہے۔۔۔۔ امت کی جمیعت بہر حال بہتر ہوتی ہے اور اکثریت اقلیت کے مقابلے میں زیادہ محفوظ و مامون ہوتی ہے"۔(۱)

۱۰۷ صفحات پر مشتمل مذکورہ کتاب کو باقاعدہ ابواب میں تقسیم تو نہیں کیا گیا مگر اس کتاب کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے لیکن باقاعدہ حصوں کی شناخت نہیں کی گئی۔ ابتدائی حصہ میں سولہ (۱۶) عنوانات ذکر کئے گئے ہیں۔ دوسرا حصہ جو اس کتاب کا اصل مقصد ہے، میں فرقہ پرستی کے خاتمے کے ممکنہ حل پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے چالیس (۴۰) عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ اور کسی قسم کا حوالہ مذکورہ کتاب میں نہیں دیا گیا۔ حوالہ متن میں ہی درج ہے۔ کتاب کے آخر میں ان آیات و احادیث کا الگ الگ ذکر درج کیا گیا ہے جو کسی بھی طور پر کتاب میں استعمال کی گئی ہیں۔ آیات کی ترتیب سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ہے اور احادیث کی ترتیب حروف ابجد کے حساب سے ہے۔ اس کے بعد اعلام کی بھی ایک مکمل فہرست دی گئی ہے۔

نمبر ۴۔ اتحاد امت اور نظم جماعت، میاں محمد جمیل، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور (۲۰۰۱ء)۔

اسلام میں جماعت کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک انسان دوسروں سے علیحدہ ہو کر جو کام سرانجام دے سکتا ہے، اُس سے کہیں بہتر ایک جماعت اس کام کو سرانجام دے سکتی ہے۔ کلمہ توحید ہی وحدت کی نشانی ہے۔ نماز، روزہ، حج اسی جماعت ہی کی ایک نشانی ہے۔ امت کو متحد رکھنے کے لیے اجتماعیت کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ احادیث میں بھی اختلاف کو ممنوع اور جماعتی زندگی کو ممدوح قرار دیا گیا ہے۔ کتاب میں اس بات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ تاریخ میں امارت کے عہدے پر کسی کو فائز کرنے کا طریقہ کیا رہا؟ اور اب موجودہ دور میں امیر یا حکمران بننے کے لائق کون ہے؟ اختلافات کی وجوہات، نقصانات اور اس کے حل کے لیے تجاویز پر بھی سیر حاصل بحث اس کتاب میں کی گئی ہے۔ اتفاق اور اتحاد کے لیے فاضل مؤلف لکھتے ہیں کہ:

"اسلام اختلاف رائے کا حق دیتا ہے مگر اختلافات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، کیونکہ اس طرح مضبوط اور بڑی جماعت کی بھی ساکھ اکھڑ جاتی ہے۔ ساکھ اور وقار ہی تو وہ چیز ہے جس سے فرد اور جماعت کا وجود اقبال قائم رہتا

---

(۱) فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟: محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، منہاج القرآن پرنٹرز، ۲۰۰۱، ص ۸۱، ۸۲

ہے۔ اگر وقار مٹ جائے اور اقبال ضائع ہو جائے، تو ایسا وجود بے سود ہو جایا کرتا ہے۔ گویا کہ اب زندہ لاش ہے، جس کا کچھ فائدہ نہیں"۔ (1)

ابواب سے مبرا اور عنوانات کی فہرست سے مزین اس کتاب میں حوالہ جات متن میں درج ہیں۔ جب کہ یہ کتاب ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور نے شائع کی جس کے صفحات کی تعداد ۱۵۳ ہے۔

نمبر ۵۔ آداب الاختلاف: مولانا محمود الحسن گنگوہی، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی ۲۰۰۳ء

عوام الناس کو اختلاف کے دوران سلف کے واقعات بتا کر اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کی سعی کرتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی گئی ہے کہ عوام الناس اختلاف رائے کو افتراق کا ذریعہ نہ سمجھیں۔ اس کتاب میں مؤلف نے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور علماء سلف و خلف کے مابین در پیش آنے والے فکری اختلاف کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان حدود کی بھی نشان دہی کی ہے جو اسلام کی تربیت کا ماحاصل ہیں۔ مؤلف نے رواداری اور اختلاف رائے کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نقل کی ہیں۔ کتب تاریخ کے حوالہ جات سے مختلف طبقات علماء کے مابین نظری اختلاف کو بیان کیا ہے اور ان اختلافات کے باوجود ان کی باہمی محبت اور احترام کا تفصیل سے تذکرہ پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کی متفرق آیات و متعدد احادیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ آپس میں متفق رہو اور باہم نااتفاقی نہ کرو۔ سلف میں مختلف علماء کرام کے رواداری کے ان گنت واقعات مذکور ہیں۔ متعدد احادیث ذکر کر کے ان کی تشریح میں رواداری و برداشت اور اختلاف میں آداب کا ذکر کیا گیا ہے۔ صحابہؓ و تابعینؒ و آئمہؒ کے درمیان بھی اختلاف ہوئے مگر ایک دوسرے کی رائے کو اختیار بھی کر لیتے تھے اور چھوڑ بھی دیتے تھے۔ ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت بھی کرتے تھے۔ اختلاف میں عزت و توقیر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ہمارا بھی طرز عمل ایسا ہونا چاہیے کہ اگر کسی کی ایک بات ناپسند ہے تو اس کی ایسی باتیں اور ایسے اعمال کی طرف توجہ کرنی چاہیے جو بہتر اور موافق ہوں۔ دل سے اختلاف کو برا سمجھا جائے اور اس کو رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسلکی اختلافات کے خاتمے کے بارے میں مؤلف موصوف لکھتے ہیں کہ:

"البتہ میرا بھی دل چاہتا ہے اور تمنا و دعا ہے کہ مسلمان خصوصاً اپنے اکابر کے ایک نظریہ پر متفق ہو جائیں اگرچہ اس میں تنگی ضرور ہو جائے گی کہ اختلاف کی وسعت جاتی رہے گی، لیکن اور بہت سی مضرتوں سے خلاصی بھی ہو جائے گی۔ مگر اس کی صورت نہ یہ ہے کہ ہر فریق دوسرے کے اکابر کے غیر واقعی عیوب پھیلائے کہ اس میں نیکی برباد گناہ لازم بجائے نفع کے صرف نقصان ہے۔ بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ سمجھدار اور پکے لوگ جو حالات سے

---

(1) اتحاد امت اور نظم جماعت: میاں محمد جمیل، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، ستمبر ۲۰۰۱، ص ۱۳۸

بھی واقف ہوں اور اہل علم بھی ہوں، متحمل مزاج بھی ہوں، صحیح حالات سنائیں اور سنیں۔ ان شاء اللہ کسی وقت میں اختلاف رفع ہو جائے گا۔"(۱)

خلاصہ بحث

نصاب اسلامیات کی تدوین میں جب یہ عمل ذہن نشین ہو کہ نئی نسل کے اذہان کو ہر طرح کی گروہ بندیوں، افتراق اور انتشار سے آزاد کرنا ہے تب ایسے سوالات ابھرتے ہیں کہ اس وقت کس طرح کے اختلافات رونما ہو چکے ہیں اور مستقبل میں مزید کس طرح کے اختلافات سر اٹھا سکتے ہیں؟ اب یہ سوالات اس وقت جواب کے لیے مجبور کریں گے جب مقاصد تعلیم پر نظر ڈالی جائے گی۔ اس وقت کی نصاب سازی میں اس طرف متوجہ نہ ہونا مقاصد تعلیم کی ناآشنائی دراصل نصاب سازی ہی کی ناآشنائی ہے۔ ورنہ آج ہر سکالر اس قضیے میں الجھا ہوا ہے کہ اختلافات کیسے مٹیں بلکہ دشمنان نے اسی کے پیچھے چھپ کر پورے ملک میں دہشت گردی پھیلا رکھی ہے۔ نصاب ساز کمیٹی کا اس طرف نہ دیکھنا نصاب کی ناکامی کی بڑی دلیل ثابت ہو رہا ہے۔ جب کہ اسلام میں ان تمام حالات سے نمٹنے کی مکمل ہدائت فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو میانہ روی اور اعتدال کی صفت سے نوازا ہے۔ فکر اور عمل کا اختلاف انسانی فطرت کا خاصہ ہے تاہم اس کو اپنی حدود سے اگر تجاوز نہ کرنے دیا جائے تو اس سے انسان کے لیے سہولت اور معاشرے کے لیے آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کا استعمال منفی ہو تو معاشرے میں عدم رواداری اور منافرت فروغ پاتی ہے۔ اہل علم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں اور پاکستان کے علماء کرام نے اس بابت کافی تصنیفات و مؤلفات پیش کی ہیں۔ اگرچہ معاشرے پر ان کا اثر محدود ہے لیکن آنے والے وقت میں یہ مثبت اثر معاشرے میں تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ بذریعہ نصاب اسلامیات بنایا جا سکتا ہے اور معاشرہ اسلامی رواداری پر مبنی ایک ترقی پسند معاشرہ بن کر ابھر سکتا ہے۔ اس کے لیے نئی نسل کو روائتی نصاب سے نکال کر نئی تحقیق شدہ معلومات بہم پہنچانا ہوں گی۔ اس وقت اختلاف الفقہاء کے اسباب وجوہ نیز نئی اختلافی راہوں کو مٹانے کے لیے جو مستند مواد ملے اس کو زیر کار لانا نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم تقاضا کرتے ہیں جن سے مروجہ نصابات خالی ہیں۔

نمبر ۵۔ اسلامیات کی وسعتوں سے استفادہ اور تکوینی امور کو عقیدہ توحید سے ہم ربط کرتے ہوئے نئے علوم کی تخلیق کی طرف پیش رفت ہو۔

علوم کی تاریخ کو دیکھا جائے تو بابل سے مصر، مصر سے یونان، یونان سے مسلم دنیا اور مسلم دنیا سے مغرب میں جا کر اپنی قائدانہ حیثیت اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس سارے عرصہ میں علوم میں نئے علوم تخلیق ہوتے گئے۔

---

(۱) محمود الحسن گنگوہی، مولانا، آداب الاختلاف، جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۶۲

یونان سے فلسفہ جب مسلم دنیا میں آیا تو یہ سائنس بن کر مغرب منتقل ہوا۔ اب تک سائنس ہی ہے جو اس وقت راج کر رہی ہے۔ سائنس کی طبعی عمر اس وقت پوری ہوتی نظر آتی ہے جب مقاصد تعلیم کی بات کہ سائنس پورے نہیں کر رہی تو ایسے حالات میں انسان ضرور ایک قدم آگے بڑھائے گا کہ تعلیم کے مقاصد کہاں سے پورے ہوں گئے۔ اس وقت تک انسان یہ قدم اٹھانے کی صلاحیت اس لیے نہیں رکھتا کہ جو انسان مقاصد تعلیم کے حصول کے درپہ ہیں بد قسمتی سے اس کے پاس اسلامی تعلیمات کا خزانہ نہیں اور جو انسان اسلامی تعلیمات سے لیس ہے اسے مقاصد تعلیم سے سروکار نہیں نظر آرہا۔ اب یا تو ماہرین تعلیم کو مسلمان بنایا جائے یا پھر کہ مسلمانوں کو ماہرین تعلیم دیے جائیں۔ اس کے لیے اسلام کی معینات ملحوظ ہوں جو تمام علوم پر محیط ہیں۔ علوم القرآن کے ماہرین کے مطابق قرآن مجید میں علوم کی تقریباً تین لاکھ سے زاید علوم کی شاخیں موجود ہیں ہمیں وہ تلاش کرنا ہوں گیں۔ (۱)

اسلامیات کے اقتباسات کے بجائے تصورات دیکھنا ہوں گئے اور پھر ان تصورات یا مخفی مطالب کی روشنی میں نصاب مرتب کرنا پڑے گا واضح رہے کہ اقتباسی مواد کو مطالعہ یا درس تدریس کے لیے پیش کرنا تدریسی کورس کہلاتا ہے یہ لفظ نصاب کے سارے لوازمات پورے نہیں کر رہا۔ نصاب سازی کے لیے اگر اس وقت ایسا مواد فی لفور میسر نہیں تو اس کو یکسر کنارے لگانا بھی مناسب نہیں۔ اس وقت کے مروجہ علوم کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہے اور ان پر اسلامی تشکیل کا کام عمل میں لاکر فوری استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس عمل سے ہی نئے علوم کی تخلیق کی راہیں ہموار ہوں گی جو کے نصاب کی ہمہ جہتی کی طرف گامزن ہو کر تعلیم کو بامقصد کرنے کے قابل ہوں گی۔ واضح رہے کہ نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس پروگرام میں اس طرح کی رمق نہیں پائی جاتی اس کے لیے عقیدہ توحید کی وسعتوں میں جانے کی ضرورت ہو گی۔ نصاب اسلامیات جو بچوں کو پڑھانے کے لیے بنایا گیا ہے اس میں اس عقیدہ کو سکیڑا جارہا ہے جس کا ذکر کر کے گزشتہ صفحات میں وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ اس وقت کی سائنس اگر اپنی جسامت کو ایک ارب مرتبہ بڑھا کر پیش کرئے لیکن لفظ توحید کے کھربویں حصہ کو بھی نہیں بھر سکتی لیکن ہمیں اس کی پرواہی نہیں کہ کیا کیا خزانے ہمارے ہاتھوں میں ہیں؟

تکوینی امور اور عقیدہ توحید: نصاب اسلامیات کو علوم شریعہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جبکہ اسلام جہاں تشریعی امور کے بارہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے وہاں تکوینی امور پر بدرجہ اتم راہنمائی کرتا ہے۔ یہ ساری کائنات اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہے وہی اللہ واحد اس کا مالک ہے اور کائنات کا سارا نظام اس کی قدرت سے چل رہا ہے۔ تعلیم کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے۔ جب تک کائنات کی سمجھ نہیں آئے گی اس کے

---

(۱) دیکھیے: باب پنجم، فصل اول، مبحث اول: نصاب اسلامیات کی وسعت

خزانوں سے استفادہ مشکل ہے۔ اس وقت کی سائنس نے اسی کام میں اپنی توانائیاں خرچ کر رکھی ہیں۔ ان توانائیوں کو مزید تقویت بذریعہ نصاب اسلامیات دینے کی ضرورت ہے جس کی تلقین قرآن مجید میں اس طرح ملتی ہے:

﴿ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ -الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ -(۱)

ترجمہ: اور اللہ مالک ہے زمین اور آسمانوں کا اور وہ ہر شے پر قادر ہے بے شک زمین اور آسمان، دن اور رات کے بدلنے، میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور فکر کرتے ہیں زمین آسمان کی تخلیق میں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب توں نے یہ بیکار نہیں بنایا توں پاک ہے ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔

ان آیات مبارکہ میں کائنات پر غور وفکر کر کے اللہ سے تعلق قائم کر کے قیامت تک کی کامیابیوں کی ہدائت فرمائی جا رہی ہے۔ اس وقت کی سائنس جو ان امور پر کام کر رہی ہے، سرے سے نہ اس کائنات کے خالق پر نظر رکھتی ہے اور نہ ہی قیامت سے اسے کچھ سروکار ہے جس کی وجہ سے انسانی زندگی میں کئی طرح کی قباحتیں محسوس کی جا سکتی ہیں۔ اب یہ قباحتیں ختم کرنے کے لیے کون ومکان کے متعلقہ سارے امور کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھنا ہو گا پھر کائنات کو بہتر انداز سے سمجھنے کے قابل ہوں گئے۔ اسی سمجھ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتے ہے کہ یہ کائنات بے کار نہیں۔ نظریہ علمیت کے لحاظ سے جب ان علوم کو دیکھا جائے تو نئی نئی دریافتیں سامنے آئیں گی۔ ان دریافتوں سے نئے علوم کی بنیاد بنے گی عصری علوم اپنی ترقی کے عروج پر پہنچ کر اگر کوئی درست نتیجہ پر پہنچتے ہیں تو وہ قرآن میں صدیوں پہلے مذکور ہوتی ہے۔ جیسے ابتدائے آفرینش کے بارہ میں بگ بینگ کی صدیوں پہلے ایسے علم والوں کو جو کائنات کو اس کے خالق سے علیحدہ کر کے دیکھ رہے ہیں ان کو مخاطب کر کے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴾(۲)

ترجمہ: کیا یہ کافر دیکھ نہیں رہے کہ یہ آسمان اور زمین اکٹھے تھے ہم نے انھیں الگ الگ کیا اور ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا یہ ایمان کیوں نہیں رکھتے۔

اللہ پاک بار بار اپنی تخلیق کو بطور چیلنج پیش فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی دیکھ کر بتاؤ تمھاری تھک کر ہار جائے گی لیکن تمھیں کچھ فرق نہیں مل سکتا:

---

(۱) آل عمران ۳/ ۱۸۹ تا ۱۹۱.

(۲) الانبیاء ۲۱ / ۳۰

﴿ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۖ مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ - ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ﴾ (۱)

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے سات آسمان تہہ با تہہ بنائے کیا کچھ فرق ہے اس تخلیق میں؟ پھر نظر دوڑاؤ کچھ فرق نکالو تماری نظر تھک ہار کر واپس لوٹ آئے گی لیکن فرق نہ مل سکے گا۔

اسی چیلنج کی ہار کھا کر ہی انسان اپنے مالک کا غلام بنتا ہے اسی غلامی کو اختیار کرانے والی قوتِ محرک عقیدہ توحید ہے۔ اسی لیے تکوینی امور کو اسلامی نظر سے دیکھنا ایک انتہائی اہمیت کے حامل ہے۔ یہ ہماری ایمانیات سے لے کر دنیوی ضرورتیں یعنی تعلیم کی بنیادی ضرورتیں جو مقاصد تعلیم کی اصطلاح سے مقالہ کا اصل موضوع ہے کہ ذہنی، جسمانی، مادی، روحانی ہر طرح کی نشو ونما بیک وقت ہونی چاہیے وہ تکوینی امور میں مضمر ہیں۔ جب کہ نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس ایسی ضرورتوں سے بے خبر مل رہا ہے۔ جبکہ اس وقت کی سائنس کو ہی اسلامی نظر سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر نائک کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی ایک ہزار سے زائد آیات اس موضوع پر ہیں۔ (۲)

اگر علوم القرآن کے موضوعات کو دیکھا جائے تو اصولین ۵۰۰ آیات مبارکہ کی تعداد علم الاحکام کے متعلق بیان فرماتے ہیں اور ان پر اس وقت کتنا کام ہو رہا ہے اور کتنا پہلے سے ہو بھی چکا ہے جبکہ ۱۰۰۰ سے زائد آیات جو اوپر بتائی جارہی ہیں ان پر کتنا کچھ لکھا گیا ہے اس موازنے سے ایک بڑا فرق ملتا ہے اور یہی فرق بہت ساری ناکامیوں کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے نئی نسل کو اپنی معمول کی تعلیم سے دائیں بائیں دیکھ کر تعلیم دینا ہو گی تب تعلیم ہمہ جہت ہو گی اور اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب قرار پائے گی۔

نمبر ۷۔ تعلیمی دوئی کو مٹانے کے لیے عقل اور وحی، روح اور مادہ کا اسلامی نقطہ نظر سے تعلق شامل نصاب ہو۔

حقیقت میں اسلامی طرز تعلیم کا مقصد ایک عقلی اور روحانی ضروریات دوسرا مادی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کا ایک اور اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ایک ایسا شخص پیدا کرنا اپنی روحانی، عقلی، جسمانی اور ہر طرح کی ذمہ داریاں جو اس کی ذات کے متعلق ہوں یا سوسائٹی کے متعلق ہوں با احسن طریقے سے پوری کرے۔ اس وقت امت مسلمہ جس ایک بڑے چیلنج کا مقابلہ کر رہی ہے وہ مسلہ وہ چیلنج تعلیم کی دوئی کا ہے۔ ایک طرف جدید تعلیمی ادارہ جات ہیں جو تعلیم کو مادیت کی طرف لے گئے ہیں اور دوسری طرف دینی مدارس ہیں جو صرف دین کے اقتباسات ہی

---

(۱) الملک ۶۷/ ۳،۴

(۲) دیکھیے: قرآن اور جدید سائنس: ڈاکٹر ذاکر نائیک، ص: ۲۲

سے اقتباسی تعلیم دے رہے ہیں۔ ان میں مادی ضروریات ملحوظ خاطر نہیں لائی جارہیں۔ مسلمان اس تعلیم سے بھی مطمئن نہیں کیونکہ اس کے نصاب میں تنقیدی اور تخلیقی سوچ کی اجازت ہی نہیں۔ جب کہ مسلمانوں میں رائج جدید تعلیم اسلامی روح سے خالی ہے۔ اس طرح تعلیم دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک انسان کی ضروریات پوری کرنے میں ناکام ہو چکی ہے یہ اس وقت امت مسلمہ کے لیے بڑا چیلنج ہے اور امت اس عذاب میں بری طرح جکڑی ہوئی ہے۔ اس مسئلے کا فوری حل امت کے لیے ایک انتہائی اہم امر ہے۔ (۱)

دراصل تعلیم میں کوئی مذہبی اور غیر مذہبی کی تقسیم روا نہیں اسے ان دونوں میں یکسانیت پیدا کر کے ہمہ جہت بنایا جانا چاہیے۔ اس کے لیے نصاب اسلامیات اس دوہرے معیار کو ختم کرنے کا بہترین حل ہے۔ یہ ہمہ جہت نصاب تعلیم ہے کیا چیز؟ حقیقت میں نصاب صرف درسی کتاب کو نہیں کہا جاتا بلکہ یہ ایک وسیع المعنی لفظ ہے جس میں علم کی مکمل جسامت پرکھنے کی تمام سرگرمیاں اور تجربات جو بچہ کسی نظام تعلیم کے تحت چلنے والے ادارے میں سیکھتا ہے سب شامل ہیں۔ اسلامی تعلیم سے مراد ایک ایسی تعلیم ہے جس میں مذہبی اور غیر مذہبی کی کوئی تقسیم نہیں مانی جا تی۔ (ہمہ جہتی نظام تعلیم کا دوسرا نام اسلامی نظام تعلیم ہے۔ (۲)

تعلیم دراصل لسانی، جغرافیائی، نسلی اور مذہبی حدود سے مبرا ہے۔ اس میں کسی طرح کی تقسیم مناسب عمل نہیں۔ جب اس نقطہ پر تسلی کر لی جائے تو اس کے بعد مقاصد تعلیم کا مرحلہ آتا ہے۔ تعلیم کا مقصد ہر فن مولا با صلاحیت با کردار، با اخلاق شخصیات پیدا کرنا ہے۔ جو لسانی، روحانی، عقلی بلکہ ہر لحاظ سے تسلی بخش کردار کے مالک ہوں۔ جن کے کردار سے وہ خود ان کی سوسائیٹی اور پوری دنیا کے انسان مستفید ہی ہوں نہ کہ ان سے کسی کو کچھ نقصان کا اندیشہ ہو۔ یہ مقاصد تعلیم نہ ہی مذہبی مدارس اور نہ ہی سیکولر طرز کے جدید ادارہ جات حاصل کرا رہے ہیں۔ اور ان مقاصد کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس تعلیمی تقسیم کو ختم نہ کر دیا جائے۔ یہ تقسیم دراصل مذہب مخالف قوتوں کی پیدا کردہ ہے۔ حالانکہ تعلیم اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مذہب کی محتاج ہے جب مذہب کو نکال دیا جائے تو تعلیم، تعلیم نہیں رہتی بلکہ ایک بے مقصد چیز کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ نصاب اسلامیات وہ بنیادی چابی ہے جس کے ذریعے مذہبِ اسلام تعلیم میں داخل ہوتا ہے۔ نصاب سازی کرتے وقت نصاب اسلامیات کے اس کردار کو ملحوظ نہ رکھنا نصاب سازی میں بڑی کجی کی علامت ہے۔ اس کے لیے نصاب سازی کرتے وقت ہر کلاس میں پڑھائے جانے والے مضامین کا اسلامی تعارف شامل نصاب اس وقت تک انتہائی اہم ہے

---

(1) See: The , Muslim Education (quarterly) Islamic Academy Malaysia,1994.V:11, P:1

(2)۔ Muslim Education (quarterly) P:2

جب تک کہ تمام علوم کو اسلامائز کرنے کا مرحلہ مکمل نہ ہو جائے اور اس عمل سے اسلامائزیشن آف نالج کی تحریک کو ایک تقویت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت سے نوازہ اور عقل کا کام وحی کو سمجھنا قرار دیا جب تک انسان عقل سے اس کی اپنی ڈیوٹی لینے کی بجائے اس کو ہی حرف آخر سمجھے رکھے گا اس وقت تک انسان میں اعلیٰ انسانی اوصاف نہیں آسکیں گئے۔ مندرجہ بالا عقلی علوم ہیں یہ جتنے بھی آگے نکل جائیں یہ خامیوں سے لبریز رہیں گئے اس کا اعتراف خود سائنس بھی کرتی ہے اسی لیے یہ اپنی کسی بات کو حتمی کہنے سے قاصر ہے۔ اصل علم وحی سے ہے جس کی ہر بات تا قیامت اٹل اور نہ دھوکہ دینے والی ہوتی ہے جبکہ آج کی سائنس خود اسے دیرپا نہ ساتھ دینے والا علم قرار دیتے ہیں۔ یہ عقلی علوم جس سطح کی تعلیم میں بھی دیے جائیں اسی سطح میں اسلامیات کا نصاب بھی بظور لازمی ساتھ ہوتا ہے جس کے لزوم کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان عقلی علوم کو وحی کے تابع کیا جائے۔ اور تعلیم کی تقسیم کو ختم کیا جائے۔ اس کے لیے اس قسم کے عنوانات شامل نصاب ہوں مثلاً میٹرک کے نصاب میں:

اسلام اور بیالوجی۔ اسلام اور فزکس۔ اسلام اور کیمسٹری۔ اسلام اور ریاضی۔ اسلام اور شہریت۔ اسلام اور کمپیوٹر، وغیرہ (اسلام اور دوسرے ریشنل نالج۔)

یہ ایسا عمل ثابت ہو گا جو بظاہر تو اتنا کارگر شاید نہ لگ رہا ہو لیکن اس کی گہرائی ایک اسلامی ماہر تعلیم ہی جان سکتا ہے کہ ہمارے آج کل کی کئی بیماریوں کا خاتمے کی دوا اکسیر ثابت ہو گی۔ واضح رہے کہ مروجہ نصاب اسلامیات میں اس قسم کی کوئی تحریک نہیں ملتی صرف ہائر ایجوکیشن کمشن نے ایک کام کیا ہوا ہے کہ اسلامیات لازمی کا وہی مختصر اقتباساتی نصاب تمام دیگر مضامین کے بی ایس پروگرام کے نصابات کے ساتھ شامل کیا ہے جس کا شاید یہ مقصد ہے کہ اسلامیات کا لزوم بحال رہے اور ڈگری طلبہ کو مل جائے۔ لیکن اس سے اس طرح کی خوش فہمی بھی پیدا کی جا سکتی ہے کہ اس کا مقصد دیگر مضامین کا اسلامیات کے ساتھ یکسانیت پیدا کرنا ہو، لیکن نصاب کے مواد کے عنوانات میں کوئی ایسی شنید بھی نہیں کہ آدمی اپنے دل کو تو خوش کر سکے کہ نصاب سازوں کو تعلیم کی تقسیم سے اگاہی تھی۔

نمبر۸۔ نظریہ حیات کا پروان اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بذریعہ نصاب اسلامیات ہو

نصاب کے تین بنیادی عناصر ہیں: نظریہ حیات، معاشرہ اور فرد[1] نظریہ حیات ہی وہ بنیاد ہے جس پر نصاب کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے لیکن اس کے نظریات اس کی آبادی سے آئے روز دور ہوتے جا رہے ہیں۔ سب قومیں اپنا وجود کسی نظریہ کی بنیاد پر برقرار رکھتی ہیں۔ جس قوم کے شہری اپنے نظریۂ حیات سے جتنے زیادہ سے زیادہ اگاہ ہوں گئے وہ اتنے ہی زیادہ اس قوم کے لیے فائدہ مند ہوں گئے۔ کسی بھی

---

(۱) اسلامی ریاست میں نظام تعلیم: ص: ۱۳۰

قوم کا نظریہ اس قوم کی ترقی اور تنزلی کا کردار بذریعہ تعلیم ادا کرتا ہے۔ ملک کی فوج جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے جب کہ تعلیم اپنے ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے۔ نصاب تعلیم اپنی نئی نسل کو ان کے نظریہ حیات کی حفاظت کرنے کے قابل بنانے کے لیے بنایا جاتا ہے۔ نظریہ حیات دو طرح کا ہوتا ہے جسے مختصر طور پر ایک سیکولر نظریہ اور دوسرا مذہبی نظریہ کہا جاتا ہے۔ یہ ملک مذہب کی بنیاد پر بنا اس کا واضح نظریہ حیات، اسلامی نظریہ حیات ہے۔ اس نظریہ کے مطابق اسلامی طرز زندگی اختیار کرنا ہوں گی۔ نصاب اسلامیات میں اسلامی نظریہ حیات سے نئی نسل کی زندگیوں کو سرشار کرنے کی مکمل سکت موجود ہے۔ نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس پروگرام تک کو دیکھنے سے احساس ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی کوئی کڑی بھی ان تعلیمات کو براہ راست نظریہ زندگی سے جوڑتی نظر نہیں آرہی۔ جو مواد مروجہ قومی نصاب میں موجود ہے اس میں قومی نظریہ حیات ہی کا عکس ہونا چاہیے کیونکہ اسلام اس ملک کا نظریہ ہے اور اس کے متعلقہ ساری معلومات نظریہ کی ترویج ہی کے لیے ہیں لیکن نصاب میں ہمہ جہتی کے فقدان کی وجہ سے جہاں دیگر شعبہ جات میں سقم پایا جاتا ہے وہاں اس بنیادی کام کے بارہ میں بھی کوئی مخصوص عنوان تلاش کرنا انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے۔ اس کے لیے اسلامی **طرز زندگی اسلامی سوچ زندگی۔ اسلامی نظام زندگی۔ سود کی ممانعت کیوں ہے؟۔ عبادات کیوں کی جاتی ہیں؟۔ ارکان اسلام اور ایمانیات ہماری زندگی کو کیا رُخ دیتے ہیں؟۔ حلال اور حرام، ہماری زندگی کے لیے کیوں ضروری ہے؟**۔ وغیرہ جیسے موضوعات جو طلبہ میں اسلامی، تخلیقی اور تنقیدی صلاحیت کو پروان دیں شامل نصاب کیے جانے چاہیے۔

ایک وقت میں طلبہ کو صرف ان مندرجہ بالا عنوانات کا تعارف اور مقام بتایا جائے جیسے کہ مروجہ نصاب میں تقریباً سارے نصاب میں اہمیت اور تعارف تک ہی بات رکی نظر آتی، کیوں، کیسے اور کس لیے کی اصطلاحات کا استعمال عمل میں نہ لایا گیا۔ حالانکہ جب بچہ میٹرک تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو ان امور کی گہرائی کی کھوج لگ جاتی ہے لیکن ہمارا نصاب آمدہ جماعتوں میں پھیل ضرور رہا ہے لیکن گہرا ہوتا کم نظر آتا ہے جبکہ موجودہ دور کے بچے ذہنی لحاظ سے گہرائی سے نسبتاً زیادہ متاثر ہوتے ہیں لحاظہ تمام اہم امور زندگی کی فلاسفی کی طرف بچے کو گامزن کرنے سے اس کو نظریہ حیات کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت اجاگر ہو گی۔ اسی طرح جو سبق خاص مطالعہ پاکستان کے لیے رکھا گیا ہے اس کی خاص باتیں بھی نصاب اسلامیات کا حصہ بننے سے ہمارے نظریہ زندگی کو ترقی ملے گی جیسے پاکستان کیوں بنایا گیا؟ پاکستان کا مطلب کیا؟ والا نعرہ کس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

نمبر۹۔ اسلامائزیشن آف نالج کی طرف پیش رفت کرتے ہوئے تمام علوم کی بذریعہ نصاب اسلامیات، اسلام سے ہم آہنگی ہو

اسلامیات ہی وہ مضمون ہے جس میں سے تمام علوم کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اسلام اسی لحاظ سے ایک دین کہلاتا ہے جس میں مکمل زندگی کا ضابطہ ملتا ہے۔ اس وقت بھی اسلامی تعلیمات اسی طرح تمام شعبہ زندگی کی راہنمائی کررہی ہے جس طرح صحابہ کرامؓ کے وقت میں راہنمائی کرتی تھیں یعنی قرآن و حدیث میں آج بھی مکمل راہنمائی، رشد و ہدائت موجود ہے بلکہ تاقیامت اس میں فرق نہیں آئے گا۔ فرق اس وقت ان تعلیمات سے استفادہ کرنے میں ہے۔ یہ استفادہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس کے لیے سب سے موثر کام اسلامی قانون کے مطابق بذریعہ اجتہاد تمام لوازمات زندگی قرآن وحدیث سے اخذ کرنا ہے۔ اس وقت انسان جس مادیت کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے اس سے چھٹکارہ کر کے روحانیت کا بیج بویا جائے اور انسان کا فطری سکون، راحت اور دنیا اور آخرت کا چین اسے تھمایا جائے۔ یہ سارا کچھ آج کی انسانی ترقی کو کنارے لگانے سے نہیں بلکہ اس ترقی کو خام مال کے طور پر لیا جائے اور اس خام مال کو اسلامی سانچے میں پرکھا جائے جو اس میں درست آئے وہ اسلامی ہو جائے گا اور جو درست نہیں اس کی درستی کی طرف پیش رفت کی جائے یہ جب تک درست نہیں ہوتا اس کو غلط ہی مانا جائے گا۔ جب تمام علوم ایک اسلامی کسوٹی پر پرکھے جائیں گئے تو ایک ایسا شاندار مضمون اسلامیات ہو گا جس میں تمام طرز کے علوم شامل ہوں گئے۔ یہی قضیہ حل کرنے کا عمل اسلامائزیشن آف نالج ہے۔ اس پر کئی ادارے اور تنظیمیں سرگرم عمل ہیں جن کا ذکر گزشتہ فصل میں گزر چکا۔ نصاب اسلامیات کی تدوین کے دوران اس عمل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی ضرورت ہے جو اجتماعی تعلیمی مقاصد کے حصول کا بہترین حل پیش کر رہے ہیں۔ جو تمام علوم کے نظریہ علم کو اسلامی نظریہ سے جوڑ کر نصاب تعلیم میں شامل تمام مضامین کے تمام ابواب میں شامل نظریات کو اسلامی، کرنے کا ہدف رکھتے ہیں۔ ہم ایسے قیمتی ذرائع سے استفادہ کیے بغیر تعلیم کو با مقصد نہیں بنا سکتے۔ جب کہ مروجہ نصابات اسلامیات میں اس طرف کوئی پیش رفت نظر نہیں آتی۔

خلاصہ بحث، نتائج اور تجاویز وسفارشات :

خلاصہ بحث:

تحقیق کے عنوان ''قومی نصاب اسلامیات اور مقاصد تعلیم کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ'' کے ضمن میں پانچ ابواب پر سیر حاصل بحث کی گئی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

قومی نصاب اسلامیات جماعت سوم تا بی ایس پروگرام اور ملک کے بڑے وفاق المدارس کے نصابات کا بغور جائزہ مقاصد تعلیم کے تناظر میں لیا گیا نیز مقاصد تعلیم کو بھی پیش کیا گیا۔ دراصل مقاصد تعلیم ہی وہ بنیاد ہوتی ہے جن کے حصول کے لیے تعلیم دی جاتی ہے۔ نصاب اسلامیات کو اس وقت ملک کے اندر اپنے جو اثرات مرتب کرنے چاہیے وہ معاشرتی زندگی میں نظر نہیں آرہے جب کہ اسلامی تعلیم کی شان سے ساری دنیا آگاہ ہے اور یہ تعلیمات اپنی شاندار تاریخ کے حامل ہیں۔ اس ضمن میں نصاب اسلامیات کی تاریخ پر بھی تحقیقی نگاہ ڈالی گئی جو مقاصد تعلیم کے حصول میں کامیاب ہے۔ اس میں اس وقت ایک مادیت کا خول چڑھا ہوا ہے۔ مادہ پرستی اتنے عروج پر ہے کہ انسان خود کو مشین بنائے ہوئے ہے اور تمام انسانی واخلاقی قدروں کو بہت سستا سمجھ رہا ہے اور تھوڑی سی مادی لالچ میں انھیں ضائع کر دیتا ہے۔ اس کا شدت سے احساس اس وقت ہوا جب باحث صوفیانہ نصاب اسلامیات کے مطالعہ سے گزر رہا تھا۔ مادہ کا خول توڑنے کے لیے صوفیانہ نصاب سے بھرپُور استفادہ کی ضرورت ہے لیکن مروجہ نصاب نے اس ضرورت کو نہ ہونے کے برابر جگہ دی جس کی وجہ سے مادہ اور روح کے تعلق میں ایک فرق آتا گیا اور روح کو دن بدن بھولا بسرا سبق سمجھا جانے لگا اور اسی کے نتیجہ میں عقل اور وحی کے درمیان بھی فاصلے آتے گئے اور وحی کو عقلی علوم سے پرکھنے کی ایک الٹی گنگا ملک میں بہنا شروع ہو گئی۔ اس وقت عقلی علوم اتنے چھائے ہوئے ہیں کہ الہامی علوم کو ملک کی بڑی آبادی صرف ایمانیات اور عبادات تک محدود سمجھ رہی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ تاریخ میں سیاسی ناکامی بنی۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستانی دینی مدارس نے ایک انتہائی کامیاب دفاعی جنگ لڑی اور اسلامی تعلیمات کے اصل الاصول لٹریچر کو سنبھالے رکھا۔ یہ دینی مدارس کا قوم پر بڑا احسان ہے۔ لیکن ان مدارس کے بانیان کی سوچ اپنے وقت کے اعتبار سے دفاعی تھی اسی لیے وہ دفاع میں کامیاب ہوئے ورنہ آج شاید یہاں کے حالات بھی جنوبی افریقہ سے پرے کے ہوتے۔ لیکن اب حالات اور ماحول دفاعی سے اقدامی کی طرف کا بڑھ چکا ہے اور دینی مدارس کا نصاب ہنوز دفاعی محاذ پر ہی کھڑا رہ گیا۔ اس کا ایک بڑا نقصان باحث نے محسوس کیا کہ مادی علوم نے اپنی اجارہ داری قائم کر لی۔ چونکہ اقدامی عمل تب شروع ہو گا جب مادی علوم کو اسلامی نظر سے دیکھنے کے ہیں جب کہ اسلامی نظر مادی علوم کی طرف پھیری ہی نہ گئی۔ اس طرح علوم میں ایک دھڑے بندی آ گئی۔ دینی اور دنیاوی علوم الگ الگ گنے

جانے لگے اس نے اسلامی تعلیمات کو بہت نقصان پہنچایا اس کی وجہ سے اسلامی تعلیمات بحثیت مجوعی علوم پر اپنی پکڑ کو کمزور کرتی رہیں۔ ملک میں ایک طرف دینی مدارس ہیں اور دوسری طرف مادی علوم کے پرچاری سرکاری سکول ہیں۔ ان دونوں میں اتفاق کا پہلو حکومت اور ملک کے نظریات کی بنیادی ترجیح ہے۔ جس کا ثبوت آئین اور قومی تعلیمی پالیسیاں ہیں جن کے مطابق ملک میں اسلامیات کو بطور لازمی مضمون پڑھایا جارہا ہے۔ اس اسلامیات کا لزوم ایک بڑی ذمہ داری کا نام ہے۔ اس ذمہ داری سے نبرد آزما ہونے کے لیے دن رات ایک کر کے ملک کے نظریات سے شہریوں کو سرشار کرنا ہو گا اور یہ کام تعلیم ہی کا ہے اسی کام کے کرنے کو مقصد تعلیم کہا جاتا ہے۔ اس وقت ایک بہترین پیمانہ جو مادیت اور روحانیت کو یکجا کر سکتا ہے وہ فیصلہ کن پیمانہ مقاصد تعلیم ہیں۔ اب مقاصد تعلیم حاصل کرنا ہوں گئے جب اس بات پر اٹل ہو جائیں تو ایک بے بسی ہے کہ اسلامیات کو چھوڑ کر یہ مقاصد حاصل ہو سکیں۔ اس لیے نصاب اسلامیات کو مرتب کرتے وقت پہلا کام مقاصد تعلیم کو سمجھنا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے نصاب سازی کرنی ہو گی، پھر واضح ہو جائے گی کہ کوئی ایسا مقصد نہیں جو اسلامیات سے پُورا نہ ہو رہا ہو کیونکہ اسلامی تعلیمات انسان کو اس کی معراج تک پہنچانے اور انسان کی مکمل، ہمہ جہت نشوونما کرنے کی مکمل سکت رکھتی ہیں ۔ اسی طرح انہی بنیادی تعلیمی مقاصد کو ملحوظ رکھ کر مادی علوم کی نصاب سازی کی جائے اور پُورا کریں اگر ایک بنیادی مقصد بھی مادی علوم پُورا کر سکیں ہر گز نہیں۔ مادی علوم الہامی علوم کے زیر دست رہ کر ہی تعلیم دے سکتے ہیں ورنہ وہ علوم ضرور ہوں گئے لیکن مکمل تربیت نہ کر سکنے والے علوم۔ دراصل انسان صرف مادہ ہی نہیں بلکہ اس میں روح بھی پائی جاتی ہے جس کے بغیر انسان ایک لمحے کے لیے بھی انسان نہیں بلکہ مردہ کہلانا شروع ہو جاتا ہے۔ تعلیم اس چیز کا نام ہے جو انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں ضرورتوں کو پُورا کر سکے۔

درج بالا پس منظر میں باحث نے اسلامیات کی وسعتوں کے اندر جھانکنے کی تحقیقی سعی کی اور عصری علوم کی اس میں گنجائش دیکھی گئی جس سے احساس ہوا کہ اگر انسان ان وسعتوں سے استفادہ بجائے مادہ کے کرے تو آج بھی آصف بن برخیا پیدا ہو سکتے ہیں۔ پھر ان عصری علوم کو اسلامیات کے تناظر میں دیکھنے سے محسوس ہوا کہ یہ تمام علوم ایک مسلمان کی کھوئی ہوئی میراث ہے۔ ان کو سینے سے لگایا جائے جو سینہ نُور سے پُر نُور ہو۔ پھر ان علوم کو بھی پُر نُور کر کے اسلامی طرز تعلیم کے تحت العلم نُور کی تدریس کی جائے جس سے تعلیم اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گی اور معاشرتی زندگی میں اسلامی تعلیمات جھلکتی نظر آئیں گی۔

اس ضمن میں ملک کے چھے بڑے ٹیکسٹ بک بورڈ کی درسی کتب بھی اس غرض سے زیر مطالعہ رہیں کہ شاید نصاب میں موجود کمی کو پُورا کرنے کی کوشش ہوئی ہو لیکن درسی کتب، مزید کمی اور کمزوریاں دکھاتے ملیں۔ ملکی تعلیمی حالات یوں ہیں کہ آئین جو بات اسلامی تعلیم کی کرتا ہے، تعلیمی پالیسیاں ان میں تقریباً اسی فیصد مفہوم کو لاگو کرنے

میں کامیاب ملتی ہیں اور یہ مفہوم جب تعلیمی پالیسیوں سے نصاب ساز ادارہ کے پاس پہنچتا ہے تو پالیسیوں کا باحث کے نزدیک تیس فیصد بھی نصاب میں نظر نہیں آتا اور جب اس نصاب سے درسی کتب تصنیف ہوتی ہیں تو نصاب کا بیس فیصد مدعا بھی درسی کتب لاگو نہیں کرتی ہیں۔ اس طرح آئین کا مدعا قوم کے نونہالوں تک کتنا پہنچتا ہے؟ دراصل ایک اسلامی تعلیم دینے کا عمل ہے اور ایک تعلیم کو اسلامی تناظر میں کرنے کا عمل ہے۔ اسلامی تعلیم بھی اس وقت اپنی اصلی حالت میں آئے گی جس وقت قومی تعلیم اسلامی تناظر میں دی جائے گی جس کا قومی آئین خواہاں ہے لیکن اس جانب قومی نصاب کا رجحان صفر ہے۔ یہ انتہائی افسوس ناک صورت حال ہے جس سے نمٹنے کے لیے باحث نے چند سفارشات اور تجاویز پیش کی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علم کا کوئی حرف آخر نہیں، لیکن اگر ان سفارشات پر عمل ہو سکے تو بہت زیادہ بہتری کے مواقع نظر آئیں گے جو ہماری قوم کو تعلیمی نظام کی موجودہ دلدل سے نکال سکتے ہیں تاہم اس اہم کام پر زیادہ سے زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے جو عصری ضروریات کی متقاضی ہے۔

نتائج:

قومی نصاب اسلامیات جماعت سوم تابی ایس پروگرام (بشمول وفاق المدارس کے نصابات) اور مقاصد تعلیم کے تحقیقی تجزیہ کے بعد درج ذیل نتائج اخذ کیے جاتے ہیں:

- ❖ قومی نصاب اسلامیات جو اس وقت ملک میں رائج ہے اس کی مجموعی حالت کو یکسر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ مروجہ قومی نصاب کی صورت تاریخ اسلام میں ملتی ہے نہ حال میں اس سے اپنے مقاصد پورے ہو رہے ہیں اور نہ ہی مستقبل میں اس انداز میں اسلامیات کی تدریس سے قومی ضروریات کا پُورا ہونے کا امکان محسوس کیا جا سکتا ہے مزید بر آں قومی نصاب اسلامیات، قومی تعلیمی پالیسیوں اور آئین کی روح سے ہٹ کر ہے۔
- ❖ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریہءِ زندگی سے معرضِ وجود میں آیا کسی قوم کا نصاب اس کے قومی نظریہ کا ضامن ہوتا ہے اسی تناظر میں ملک میں اسلامیات کو لازمی مضمون قرار دیا گیا جبکہ مروجہ قومی نصاب اس ہدف (نظریہ پاکستان) کو یکسر بھولا ہوا ہے۔
- ❖ اسلامی طرزِ زندگی، اسلامی طرزِ تعلیم سے رائج ہو سکتی ہے جس کے لیے تمام علوم کو اسلامی نظر سے دیکھ کر تعلیمی تقسیم کو مٹانا ضروری عمل ہے جس سے مقاصد تعلیم کا حصول ممکن ہو سکتا ہے بصورت دیگر اسلامی طرزِ زندگی کا رواج پانا محال لگتا ہے۔
- ❖ تاریخ اسلام میں اسلامیات ہی نے اپنی روحانی طاقت سے دنیا میں علم کی نمائندگی کی جو اس وقت ملک میں بتدریج کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ ان کو مروجہ نصاب سنبھالا دینے کے قابل نہیں ہے۔
- ❖ مادی علوم کو تعصبانہ بنیادوں پر اسلامی علوم سے جدا کیا گیا ہے۔ نصاب اسلامیات مقاصد تعلیم کے تناظر میں مدون کرنے سے تعلیم کی تقسیم کمزور پڑ سکتی ہے اور فرد کی ہمہ جہت نشوونما ہونا شروع ہو سکتی ہے جو تعلیم کو با مقصد بناتی ہے لیکن مروجہ نصاب اسلامیات میں اس طرح کی کوششیں ناپید ہیں۔
- ❖ مروجہ نصاب اسلامیات کسی انقلابی قدم کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا جس کی وجہ سے قوم بھی بہتی ندیہ میں بہہ رہی ہے۔ انقلابی اقدامات بذریعہ نصاب اسلامیات کرنے سے معاشرے کی تقدیر بدلی جا سکتی ہے جیسا کہ یہ نصاب اپنی تاریخ سے اسے ثابت کر رہا ہے۔

تجاویز و سفارشات

لفظ ''نصاب'' اپنے مضمون کی مکمل جسامت پر محیط ہونے کے متقاضی ہے مروجہ قومی نصاب اسلامیات یہ تقاضا پورا کرنے سے قاصر ہے جس کی وجہ سے نظریہ پاکستان ملک میں رائج نہ ہو سکا جب کہ نظریہ پاکستان کے تناظر میں ہی اسلامیات کو لازمی قرار دیا گیا اس ضمن میں اس نصاب سے زیادہ زیادہ استفادہ کرنے کے لیے چند تجاویز و سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- قومی نصاب اسلامیات کی نصاب سازی مقاصد تعلیم کے پس منظر میں کی جائے جس کے لیے قومی نصاب ساز ادارہ کی مرکزی حیثیت بحال کر کے اسے روائتی نظام سے نکال کر زیادہ سے زیادہ فعال کیا جائے جہاں نصاب کے ماہرین سے ہمہ وقت (Full time) خدمات لی جائیں۔
- نصاب اسلامیات تعلیمی ثنویت (Dualism) کو ہمہ جہت (Integrate) کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جس کے ذریعے عام تعلیمی ادارہ جات اور دینی مدارس کے لیے یکساں نصاب بنایا جاسکتا ہے اس تناظر میں صوفیانہ نصاب سے بالخصوص استفادہ کیا جائے۔
- اسلامیات کو لازمی قرار دینا اس کا تمام علوم میں دخل اندازی کے پس منظر میں ہے اس پس منظر میں نصاب سازی کی جائے اور Epistemologically تمام علوم کو اسلامائز کیا جانا چاہیے تا کہ مقاصد تعلیم کا حصول بآسانی ممکن ہو سکیں۔
- نصاب اسلامیات ہماری مذہبی، قومی، ملّی، روحانی، جسمانی، سیاسی، سائنسی، اخلاقی، فطری غرضِ کہ ہر طرح کی ضرورتیں پُوری کر سکتا ہے اس کے لیے ہر طرز کے ماہرین اور سکالرز اور ان کے افکار سے، بجائے روائتی مواد کے، استفادہ کیا جائے۔
- تدریس اسلامیات، اسلامی طرزِ تعلیم کے بغیر اپنے مقاصد مکمل طور پر حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی نصاب اسلامیات اس انداز سے مرتب کیا جانا چاہیے تا کہ اسلامی طرز تعلیم کی راہیں ہموار ہو سکیں۔
- مادہ اور روح، عقل اور وحی، انسان اور کائنات کے ضمن میں تمام عقلی علوم کو وحی کے سانچے سے گزارنے کی طرف پیش رفت کے لیے یونیورسٹی سطح کے نصابات کی تدوین ہونی چاہیے۔

- تمام علوم کا منبع قرآن مجید ہے اس تناظر میں سرِ دست دیگر مضامین کو اسلامیات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے قرآن کی آیات مبارکہ کو تمام مضامین میں شامل کیا جائے تاوقتیکہ اسلامی طرز تعلیم رائج ہو جائے۔
- ملک اور بیرون ملک میں اسلامی تعلیم اور اسلامی نصاب سازی کے متعلقہ انجمنیں اور تنظیمیں، نصاب سازی کے لیے ہمہ وقت سرگرداں ہیں ان سے استفادہ کیا جائے۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات	سورت	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱	﴿یَاَیُّهَاالنَّاسُ اعبُدُوارَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُم---﴾	البقرة	۲۱	۲۶۳
۲	﴿وَاِذقَالَ رَبُّکَ لِلمَلَائِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَةً--﴾	--	۳۰	۲۰۹
۳	﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي---﴾	--	۳۱	۶۰
۴	﴿اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ﴾	--	۴۴	۲۷۶
۵	﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ--﴾	--	۱۲۹	۳۵۶
۶	﴿ صِبغَةَاللهِ وَمَن اَحسَنُ مِنَ اللهِ صِبغَةً--﴾	--	۱۳۸	۲۵۰
۷	﴿رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾	--	۱۵۱	۳۵۸
۸	﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا -- ﴾	--	۱۷۴	۳۵۵
۹	﴿ لَا اِکراه فِی الِدین ﴾	--	۲۵۶	۳۶۵
۱۰	﴿قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ الله فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ الله وَیَغفِرلَکُم ذُنُوبَکُم --﴾	آل عمران	۳۱	۲۶۵
۱۱	﴿ انَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ --﴾	--	۷۷	۳۵۵
۱۲	﴿كُنتُمْ خَيرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾	--	۱۱۰	۲۰۸
۱۳	﴿ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ --﴾	--	۱۶۴	۳۵۷
۱۴	﴿ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ -- ﴾	--	۱۸۹	۳۷۳

١٥	﴿ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ----- ﴾	--	١٩١	٢٧٦
١٦	﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ --﴾	النساء	٢٩	٢٨٣
١٧	﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ ﴾	--	٨٢	٢٧٦
١٨	﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُن تَعلَم وَكَانَ فَضلُ اللهِ عَلَيكَ عَظِيماً-﴾	--	١١٣	٥
١٩	﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُور ا مُبِينًا ﴾	--	١٧٣	٦٧
٢٠	﴿ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُور وَكِتَابٌ مُبِينٌ -﴾	المائدة	١٥	٦٧
٢١	﴿ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُور ﴾	--	١٦	٦٧
٢٢	﴿مَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا-﴾	--	٣٢	٢٨٧
٢٣	﴿وَانزَلنَا اِلَيکَ الکِتٰبَ بِالحَقِّ مُصَدِّقًالِّمَابَينَ يَدَيهِ مِنَ الکِتٰبِ --﴾	--	٣٨	٢٦٠
٢٣	﴿ إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾	الانعام	٩٥	٣١١
٢٥	﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ --﴾	--	٩٩	٣١١
٢٦	﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَي الَّذِيْ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا --﴾	--	١٥٣	٦١
٢٧	﴿قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ الاَرْضَ﴾	الاعراف	١٢٨	٣٢٧
٢٨	﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾	التوبه	٣٣	٢٢٢
٢٩	﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾	--	١٠٣	٣٥٧
٣٠	﴿ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾	--	١٠٨	٣٥٧

۳۱	﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰئِفَ فِى الأَرْضِ مِن بَعْدِهِم لِنَنظُرَكَيفَ تَعْمَلُونَ-﴾	یونس	۱۴	۳۲۶
۳۲	﴿ يأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ-﴾	--	۵۷	۲۸۶
۳۳	﴿فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَن مَّعَهُ فِى الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰئِفَ-- ﴾	--	۷۳	۳۲۷
۳۴	﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾	ہود	۱۱۸	۳۶۲
۳۵	﴿إِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَإِنَّالَهُ لَحٰفِظُونَ-﴾	الحجر	۹	۲۶۱
۳۶	﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ -﴾	النحل	۱۲	۲۲۲
۳۷	﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ --﴾	--	۳۶	۳۵۴
۳۸	﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ---﴾	--	۶۸	۲۸۷
۳۹	﴿اَلَّا تَعبُدُوااِلاَّ اِيَّاه --- ﴾	بنی اسرائیل	۲۳	۲۴۰
۴۰	﴿ وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي- -﴾ -	--	۸۰	۳۲۷
۴۱	﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ﴾	طٰہٰ	۷۶	۳۵۵
۴۲	﴿رَبِّ زِدنی علماء﴾	--	۱۱۴	۲۶۷
۴۳	﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا﴾	الانبیاء	۳۰	۳۷۳
۴۴	﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ---﴾	--	۸۰	۲۸۴
۴۵	﴿وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ-﴾	الحج	۴۷	۶۰
۴۶	﴿اَللّٰهُ يَصطَفِى مِنَ المَلٰئِكَةِرُسُلاًوَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ-﴾	--	۷۵	۲۴۳
۴۷	﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ- ﴾	--	۷۸	۶۱

۴۸	﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا--﴾	المؤمنون	۵۱	۲۹۶
۴۹	﴿اللَّهُ نُور السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُور هِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ﴾	النور	۳۵	۳۵۹
۵۰	﴿ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُور ا فَمَا لَهُ مِن نُور ﴾	--	۴۰	۳۶۰
۵۱	﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ--﴾	الفرقان	۵۸	۲۵۷
۵۲	﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾	الروم	۳۰	۸۳
۵۳	﴿النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ--﴾	الاحزاب	۶	۲۶۴
۵۴	﴿وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ - أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ--﴾	سبا	۱۰،۱۱	۲۸۴
۵۵	﴿وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍسَوَاءً لِّلسَّايِلِيْنَ ﴾	حم السجدة	۱۰	۶۰
۵۶	﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ--﴾	--	۵۳	۶۳
۵۷	﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِه نُوْحًا-- ﴾	الشوریٰ	۱۳	۶۰
۵۸	﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي ----﴾	--	۵۲	۶۷
۵۹	﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ---﴾	الحجرات	۱	۲۶۴
۶۰	﴿وَمَاخَلَقتُ الجِنَّ وَلاِنسَ اِلاَّ لِيَعبُدُونَ- ﴾	الذاریات	۵۶	۲۰۸
۶۱	﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ - أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴾	الواقعہ	۶۳،۶۴	۳۱۱
۶۲	﴿فَلَولَاإن كُنتُم غَيرَ مَدِينِينَ تَرجِعُونَهَااِن كُنتُم صٰدِقِينَ-﴾		۸۶	۲۴۹
۶۳	﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾	الحدید	۱	۲۵۰
۶۴	﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ---﴾	--	۲۷	۶۱

۶۵	﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ - ﴾	الجمعة	۲	۳۵۷
۶۶	﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ---﴾	--	۱۰	۲۹۷
۶۷	﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ---﴾	الملک	۳،۴	۱۹۴
۶۸	﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ --﴾	--	۲،۳	۳۵۴
۶۹	﴿وَثِیَابَکَ فَطَهِّر - وَالرُّجزَ فَاهجُر-﴾	المدثر	۴،۵	۲۶۷
۷۰	﴿ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ﴾	النزعٰت	۱۸	۳۵۶
۷۱	﴿فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّاثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ---﴾	عبس	۲۶تا۳۲	۲۸۵
۷۲	﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ-﴾	المطففین	۱،۲	۲۹۹
۷۳	﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ --- ﴾	الشمس	۹،۱۰	۳۶۰
۷۴	﴿اِقرَأبِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ-خَلَقَ الِانسَانَ مِن عَلَق--﴾	العلق	۱،۲	۲۶۶
۷۵	﴿ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ-كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ-أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ- ﴾	--	۵ـ۷	۰۷
۷۶	﴿قُلْ هو الله اَحَدٌ اَللّٰه الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ ﴾	الاخلاص	۱ـ۵	۲۳۷

فہرست احادیث

نمبر شمار	احادیث	مصدر	ص، نمبر
۱	((إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ))	سنن الترمذی	۲۵۱
۲	((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ))	سنن نسائی	۳۰۲
۳	((اَلتَّاجِرُ الصُّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ))	سنن ترمذی	۲۸۵
۴	((الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ))	صحیح مسلم	۲۵۶
۵	((الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ))	--	۲۶۷
۶	((الْمَلَائِكَة حراس السَّمَاء وَأَصْحَاب الحَدِيث----))	تنزیه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة	۷۴
۷	((إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ)	العجم الكبير	۲۹۸
۸	((اِنَّمَا بُعِثتُ مُعلماء))	سنن ابن ماجہ	۲۶۷
۹	((تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ))	صحیح بخاری	۱۰۱
۱۰	((تَعَلَّمُو قَبلَ اَن تُسَوَّدُوا))	الترتیب الاداریہ	۳۶۰
۱۱	((خَيرُكُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَ عَلَّمَه))	صحیح بخاری	۲۶۲
۱۲	((زمِّلُونی زمِّلُونی))	--	۲۴۷
۱۳	((طَلَبُ الحَلَالِ فَرِيضَةً بَعدَ الفَرِيضَةِ))	المعجم الاوسط	۲۹۷
۱۴	((طَلَبُ الحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسلِمٍ))	--	۲۹۷
۱۵	((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ))	سنن ابن ماجہ	۲۶۶
۱۶	((فَكُنْتَ خَيْرَ شَرِيكٍ، كُنْتَ لَا تُدَارِي، وَلَا تُمَارِي))	مسند احمد	۲۹۸
۱۷	((كَلِمة الحِكمَة ضَالَة المومِن يَا خذها حيثُ وَجَدها))	جامع ترمذی	۱۹۳
۱۸	((لاتختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا))	صحیح بخاری	۳۶۲

۱۹	((لَایُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُونَ اَحَبَّ اِلَیهِ مِن وَّالِدِہ وَوَلَدِہ))	--	۲۴۳
۲۰	((مَنْ تَعَلَّمَ علماء مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ-))	سنن ابو داود	۳۵
۲۱	((مَنْ سَعَى عَلَى وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ--))	المعجم الاوسط	۲۹۷
۲۲	((مَن غَشَّ فَلَيْس مِنّي))	صحيح مسلم	۲۹۹
۲۳	((وَاللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، ---))	صحيح بخارى	۲۴۴
۲۴	((وَأَمَّا أَنْ أَلْحَقَ بِالشَّامِ فَإِنَّهُمْ أَهْلُ الشَّامِ، وَفِيهِمْ مُعَاوِيَةُ))	مسند احمد	۷۱
۲۵	((وان فَاتنَا الوَقت قَال فَما عَنف واحدا مِن الفرِيقِين))	صحيح مسلم	۳۶۲
۲۶	((وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))	صحيح بخارى	۲۹۸
۲۷	((وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً))	صحيح مسلم	۱۰۸
۲۸	((وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا))	شعب الايمان، البيهقى	۲۹۹
۲۹	((یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَااِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ تُفلِحُو...))	مسند احمد	۲۳۷
۳۰	((يُلْحِدُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ، يَكُونُ عَلَيْهِ نِصْفُ عَذَابِ--))	--	۷۱

فہرست اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
۱	ابن اسحاق ،(متوفی ۷۶۷ ھ)	۸۱
۲	ابن الہیثم،(متوفی سنہ ۱۰۳۹ء)	۲۸۲
۳	ابن رشد،(متوفی ۵۲۰ھ)	۲۸۱
۴	ابن عبد البر،(متوفی ۴۶۳ھ)	۸۰
۵	ابن ہشام،(متوفی ۲۱۸ھ)	۸۱
۶	ابو جعفر عبد اللہ المامون ،(متوفی ۲۱۷ھ)	۲۸۱
۷	ابوعبیدہ ابن الجراحؓ ،(متوفی ۱۸ھ)	۲۳۳
۸	ابو نصر فراحی (متوفیٰ ۶۴۱ھ)	۰۲
۹	ابو نصر محمد بن فارابی،(متوفی ۹۵۰ھ)	۲۸۶
۱۰	احمد بن حسین جریری،(متوفی ۳۱۱ھ)	۲۵۰
۱۱	اخطل،(متوفی ۷۱۰ء)	۷۶
۱۲	البیرونی،(متوفی ۱۰۵۰ء)	۲۸۲
۱۳	امام الحرمین الجوینی (متوفیٰ ۱۰۸۵ء)	۲۷
۱۴	اورنگذیب عالم گیر،(متوفی ۱۷۰۷ء)	۹۵
۱۵	بو علی سینا،(متوفی ۱۰۳۷ء)	۲۹
۱۶	جابر بن حیان،(متوفی ۸۱۷ء)	۲۵۲
۱۷	جریر،(متوفی ۹۲۳ء)	۷۶
۱۸	جمال الدین افغانی،(متوفی ۱۸۹۷ء)	۹۲
۱۹	حمود الرحمان،(متوفی ۱۹۸۱ء)	۱۲۷
۲۰	حمید احمد خان، پروفیسر،(متوفی ۱۹۷۴ء)	۱۸۶
۲۱	خورشید احمد، پروفیسر،(پیدائش ۱۹۳۲ء)	۸۵
۲۲	راجر بیکن (متوفی ۱۲۹۲۹ء)	۲۹۰
۲۳	زکریا رازی،(متوفی ۹۲۵ء)	۲۸۵

۲۴	سعد الدین تفتازانی (متوفیٰ ۱۳۹۰ء)	۲۷
۲۵	سقراط، (متوفی ۳۹۹ق م)	۲۷۷
۲۶	سیّد قطب شہید، (متوفی ۱۹۶۶ء)	۴۷
۲۷	صدر الدین شیرازی، (متوفی ۱۰۵۰ھ)	۲۹
۲۸	عباس بن فرناس، (متوفی ۸۸۷ھ)	۲۸۳
۲۹	علی بن خلاف اندلسی، (متوفی ۱۰۵۰ھ)	۲۸۳
۳۰	فرزدق، (متوفی ۱۱۰ھ)	۷۶
۳۱	قطب الدین، شیرازی، (متوفی ۱۳۱۱ء)	۲۷۵
۳۲	قطب الدین، ملا، (متوفی ۱۱۰۳ھ)	۹۰
۳۳	لارڈ میکالے ، (متوفی ۱۹۵۹ء)	۱۷
۳۴	ماتریدی، (متوفی ۳۳۳ھ)	۲۹
۳۵	محب اللہ بہاری (متوفی ۱۷۰۸ء)	۲۷
۳۶	محمد بن عبد اللہ ابی بکر، (متوفی ۵۴۳ھ)	۲۸۰
۳۷	محمد بن عمر الواقدی، (متوفی ۱۳۰ھ)	۸۱
۳۸	محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری، (متوفی ۱۲۴ھ)	۷۴
۳۹	محمد بن موسیٰ الخوارزمی، (متوفی ۸۵۰ء)	۲۷۵
۴۰	موسیٰ بن نصیر (متوفی ۷۱۶ء)	۲۵۴
۴۱	نصیر الدین طوسی، (متوفی ۱۲۷۴ء)	۲۸۳
۴۲	نظام الدین، ملا، (متوفی ۱۱۶۱ء)	۱۸۱
۴۳	نقیب العطاس (پیدائش ۱۹۳۱)	۳۳۸
۴۴	واصف علی واصف، (متوفی ۱۹۹۳ء)	۲۵۲
۴۵	یعقوب الکندی، (متوفی ۸۷۳ء)	۲۷۵

مصادرومراجع

❖ القرآن الکریم

❖ ابوالاعلیٰ مودودی: اسلامی نظام تعلیم، مرکزی مکتبہ اسلامک پبلی کیشنز ،لاہور، ۲۰۰۷ء

❖ ابوالاعلیٰ مودودی: تعلیمات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۶ء

❖ ابوالاعلیٰ مودودی : تفہیم القرآن: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۴۰۲ھ

❖ احمد ابن حنبل: (مترجم محمد ظفر اقبال) مسند امام احمد بن حنبل، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، (س،ن)

❖ احمد حسن زیات: مترجم (عبدالرحمٰن طاہر سورتی)، تاریخ ادب عربی، شیخ غلام اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۱ء

❖ احمد رفیق سعید: مسلمانوں کا نظام تعلیم، پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی، ۱۹۶۲ء

❖ احمد شلبی: (مترجم محمد حسین زبیری) تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ (س ن)

❖ انیس احمد صدیقی: مسلک اعتدال، صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازہ، کراچی ۱۹۸۰۔

❖ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی پریس) لاہور (س ن)

❖ ارشد محمود: تعلیم اور ہماری اُلجھنیں، مشعل، عوامی کمپلیکس، نیو گارڈن ٹاون لاہور (س،ن)

❖ اسرار عالم: عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، بھارت ۱۹۹۲ء

❖ اشرف علی تھانوی: الاضافات الیومیہ، اسلامک انسائیکلوپیڈیا، اسلامک فاونڈیشن لائبریری، تہران۔ س ن

❖ اکبر شاہ خان، نجیب آبادی: تاریخ اسلام، آر آر انٹر اپرائزز، لاہور، ۲۰۱۱ء

❖ البیرونی آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا

❖ الفرڈ نورتھ وائیٹ ہیڈ : (مترجم سید محمد تقی) مقاصدِ تعلیم، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس، کراچی، طبع دوم ، ۱۹۸۶ء

❖ الکندی آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا

❖ امیر: دیوان امیر مرآۃ الغیب / معروف بہ اسم تاریخ، مطبع نامی منشی نول کشور، انڈیا، س ن۔

❖ امین حسن صدیقی: (مترجم: سید حسن ریاض) مسلم تعصبات ان کی بنیادیں اور نشوونما، نشریات جمعیت الفلاح کراچی، س ن

❖ انجم رحمانی: پاکستان میں تعلیم ایک تحقیقی تجزیہ: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائیٹی، لاہور، ۲۰۰۶ء

❖ انوار الحسن: امام غزالی کے تعلیمی نظریات و اصلاحات، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل لاہور۔ (س ن)

- انیس احمد صدیقی ، مسلک اعتدال: صدیقی ٹرسٹ، کراچی، ۱۹۸۰ء
- اورنگ زیب آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا
- بختیار حسین صدیقی : اقبال بحثیت مفکرِ تعلیم، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۸۳ء
- بو علی سینا دائرہ المعارف، ویکیپیڈیا
- تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان جنرل سائنس درجہ ثانویہ عامہ: شبیر برادر، لاہور، س ن
- تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان: مختصر تعارف، مرکزی دفتر (ہیڈ آفس) تنظیم المدارس پاکستان، ۸راوی پاک روڈ، لاہور
- جلال الدین رومی: (مترجم قاضی سجاد حسین) مثنوی مولوی معنوی، حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار لاہور، س ن
- جمیل احمد، مفتی (جامعہ اشرفیہ) نصاب و نظام دینی مدارس، ناشران قرآن لمٹیڈ، اُردو بازار لاہور، س ن
- حمید احمد خان : تعلیم و تہذیب، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۵ء
- حمید احمد خان پروفیسر دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا
- خالد سلیم منصور: تعلیم اسلامی تناظر میں، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء
- خالد رحمٰن: دینی مدارس- تبدیلی کے رجحانات، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد
- خالد محمد ابراہیم، ڈاکٹر: نصاب تعلیم، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، اگست ۲۰۰۱ء
- خرم جاہ مراد : احیائے اسلام اور معلم، ادارہ تعلیم و تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، ۱۹۸۱ء
- خلیل اللہ قریشی : تعلیم و تحقیق، جامع پنجاب نیو کیمپس ،لاہور، ۱۹۸۰ء
- خورشید احمد: اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۲ء
- خورشید احمد پروفیسر دائرۃ لمعارف جماعت اسلامی، ویکیپیڈیا
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: آزاد جموں و کشمیر ٹیکسٹ بک بورڈ مظفر آباد، ۲۰۱۷ء
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئیٹہ، ۲۰۱۷ء
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، ۲۰۱۷ء
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: خیبر پختونخواہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور، ۲۰۱۷ء
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو، ۲۰۱۶ء
- درسی کتاب اسلامیات لازمی جماعت نہم، دہم: شعبہ نصاب، وزارت تعلیم اسلام آباد، ۲۰۱۴ء
- ذاکر نائیک، ڈاکٹر: (مترجم محمد عباس)، قرآن اور جدید سائنس: دالاسلام، عالمی ادارہ، (س،ن)

- زاہد الراشدی، ابو عمار: دینی مدارس کا نصاب و نظام، نقد و نظر کے آئینے میں، شریعہ اکادمی، گوجرانوالہ ۲۰۰۷ء
- سعید احمد رفیق: اسلامی نظام تعلیم، انجمن پریس، لارنس روڈ کراچی، (س،ن)
- سلیم محمود (سیکرٹری قومی اسمبلی پاکستان): اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، تیسری اشاعت معہ جملہ ترامیم، اسلام آباد ۳۱ جولائی ۲۰۰۴ء
- سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، مطبع شاہرہ، اعظم گڑھ، ۱۹۵۹ء
- سید قطب شہید: (مترجم خلیل احمد، ترجمہ معالم فی الطریق) جادہ و منزل، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء
- سید قطب شہید: (مترجم: عنائت اللہ سبحانی)، نقوش راہ (معالم فی الطریق)، فاران اکیڈمی، البدر پبلی کیشنز راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور س ن
- سید قطب شہید: (مترجم محمد نجات اللہ صدیقی) قرآن اور سائنس، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، طبع پنجم، ۱۹۹۵ء
- شاہ ولی اللہ: (تحقیق و ترتیب: رشید احمد) اسلامی اصول تعلیم، جمعیت پبلی کیشنز اردو بازار لاہور، ۲۰۱۱ء
- شاہ ولی اللہ: البدور البازغۃ، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد، (س،ن)
- شاہ ولی اللہ: التفہیمات الالہیہ، مطبع سجاد، لاہور، ۱۹۶۰ء
- شاہ ولی اللہ: الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، س ن
- شاہ ولی اللہ: القول الجمیل فی بیان سواء لسبیل، شاہ ولی اللہ اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۴ء
- شاہ ولی اللہ: فیوض الحرمین، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۱۴۱۴ھ
- شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین، المکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ لاہور۔ س ن
- شاہ ولی اللہ: (مترجم خلیل احمد) حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، (س،ن)
- شاہ ولی اللہ: (مترجم عبید اللہ سندھی) الجزء اللطیف، علی گڑھ یونیورسٹی، ۱۹۵۰ء
- شاہ ولی اللہ: (مترجم محمد سرور) ہمعات، سندھ ساگر اکادمی لاہور، ۱۹۴۶ء
- شبلی نعمانی: مقالات شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۳۶ء
- شبیر حسن رضوی: امام احمد رضا خان اور علوم عقلیہ، جامع بکڈپو فیض آباد یوپی انڈیا (س،ن)
- شمس الحق افغانی: خطبات افغانی، مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، بہاولپور، جون ۱۹۹۲ء
- شمس الحق افغانی: سائنس اور اسلام، مکتبہ الحسن، قلعہ گوجرہ سنگھ، لاہور، ۱۹۶۵ء
- شمیم حیدر ترمذی: اسلام کا نظام تعلیم، کاروان ادب، لاہور، ۱۹۹۳ء

- طٰہٰ حسین: (انجم سلطان شہباز) سیدنا حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہ الکریم، بک کارنر شوروم، جہلم، (س ن)
- ظفر سپل: ورثۂ دانش یونان، بک ہوم، لاہور، ۲۰۱۳ء
- عباس بن فرناس آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا
- عبد الحفیظ: ابو الفضل، مصباح الغات، مکتبہ نار قلیط لاہور، لیاقت آصف پریس لاہور، (س، ن)
- عبد الرحمٰن ابن خلدون: (مترجم حکیم احمد حسین آلہ آبادی)، تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، کراچی
- عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی: (مترجم شمس بریلوی) تاریخ الخلفاء، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور، ۱۹۱۲ء
- عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی: (مترجم محمد حلیم انصاری) الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ العلم لاہور (س ن)
- عبد الرحمان مدنی: حافظ (مدیر اعلیٰ) المحدث، مجلس تحقیق اسلامی، گارڈن ٹاؤن، لاہور، جنوری، ۱۹۷۴ء۔
- عبد الرزاق: قاموس اللفاظ القرآن الکریم، دار الاشاعت، اردو بازار لاہور (س، ن)
- عبد العزیز: تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، کاروانِ ادب، ملتان، طبع اوّل ۱۹۸۳ء
- عبد الغفار بخاری: عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات فنی فکری تحقیقی مطالعہ، میٹرو پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۰ء
- عبد الکریم بن ہوازن قشیری: (مترجم پیر محمد حسن) رسالہ قشیریہ، آئی آر آئی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء
- عبد اللہ ابنِ عباس: (مترجم ابو طاہر محمد بن یعقوب) تفسیر ابن عباسؓ، مکی دار الکتب، لاہور، ۲۰۰۹ء
- غلام عابد خان: عہد نبوی کا نظام تعلیم، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۸۶ء
- فیروز الدین: اُردو جامع فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ۱۹۴۷ء
- قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۸ تا ۲۰۱۰ء: وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان
- قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹: وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان
- قومی نصاب برائے اسلامیات (اعلیٰ) (ix تا xii): شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، ۲۰۰۶ء
- قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی (iii تا xii): شعبہ نصابیات، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، ۲۰۰۶ء
- ماتریدی دائرہ المعارف، ویکیپیڈیا
- محمد اقبال، علامہ: بال جبرائیل، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، طبع ہشتم جون ۱۹۵۱ء
- محمد اسماعیل پانی پتی: مقالاتِ سرسید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء

- ❖ محمد بن اسحاق بن یسار ابو محمد بن ہشام (سید یٰسین علی حسنی نظامی دہلوی) : سیرت النبی ﷺ کامل، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۹۴ء
- ❖ محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ بخاری: (مترجم : مولانا محمد داؤد راز)، صحیح بخاری ، مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند ھ، بنگلور ، ۲۰۰۴ء
- ❖ محمد بن جریر طبری : تاریخ الملوک والامم، نفیس اکیڈمی، کراچی۔ س ن
- ❖ محمد بن سعد ابنِ سعد: (مترجم علامہ عبداللہ العمادی): طبقات ابن سعد، (طبقات الکبری) نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی (س، ن)
- ❖ محمد بن عیسیٰ ترمذی: (مترجم مولانا فضل احمد) جامع ترمذی، دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۷ء
- ❖ محمد جمیل: اتحاد امت اور نظم جماعت: ابو ہریرہ اکیڈمی، لاہور، ستمبر ۲۰۰۱ء
- ❖ محمد جمیل: المنجد عربی اردو لغات، قاسم پبلیکیشنز اردو بازار لاہور (س، ن)
- ❖ محمد سجاد: تاریخ اسلام، ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی (س ن)
- ❖ محمد سعید: نظریہ و فلسفہ تعلیمِ اسلامی، ہمدرد فاونڈیشن، کراچی، ۱۹۸۵ء
- ❖ محمد سلیم :ہند و پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور س ن
- ❖ محمد شفیع : مفتی، وحدت امت: دار الاشاعت کراچی، فروری ۱۹۷۸ء
- ❖ محمد ذکاء اللہ دہلوی : مکارم الاخلاق، ریڈنگ پرنٹنگ پریس لاہور اشاعت ۱۹۶۷ء
- ❖ محمد رضی الدین: تعلیم کا مسئلہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء
- ❖ محمد رفیع الدین: اسلامی تعلیم، چند نظریاتی مباحث، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس، لاہور ۱۹۸۸ء
- ❖ محمد رفیع عثمانی: اختلاف رحمت ہے فرقہ بندی حرام ہے، ادارۃ المعارف کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء
- ❖ محمد طاہر القادری: اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلیکیشنز ماڈل ٹاؤن لاہور، ۲۰۰۱ء
- ❖ محمد طاہر القادری: فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟ منہاج القرآن پرنٹرز، فروری ۲۰۰۱ء
- ❖ محمد طاہر القادری :لا اکراہ فی الدین کا قرآنی فلسفہ، منہاج پبلیکیشنز، لاہور س ن
- ❖ محمد طیب: (مترجم مولانا محمد اسحٰق)، اسلام اور سائنس، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۴ء
- ❖ محمد عبد العزیز: تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۸۳ء
- ❖ محمد عثمان :اسلام پاکستان میں، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ۱۹۴۹ء
- ❖ محمد غزالی :احیاء علوم الدین، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ س ن

❖ محمد غزالی: (مترجم مولانا فخر الدین احمد صدیقی) کیمیائے سعادت، کتب خانہ شان اسلام، راحت مارکیٹ اردو بازار، س ن

❖ محمد قطب، سید: تعلیمی مباحث اسلامی تناظر میں، ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، اچھرہ لاہور، ۱۹۸۹ء

❖ محمد وسیم انجم: قرآن اور قانون جدید، انجم پبلشرز راولپنڈی، ۲۰۰۶ء

❖ محمد یٰسین مظہر صدیقی: مقالات سیرت، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۵ء

❖ محمود احمد غازی: محاضرات تعلیم، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی ۲۰۱۴ء

❖ محمود الحسن گنگوہی: آداب الاختلاف: جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، ۱۴۲۴ھ

❖ مسلم بن حجاج، قشیری، نیشاپوری: (محمد یحیی سلطان محمود جلالپوری) صحیح مسلم (اردو)، دارالسلام، لاہور س ن

❖ مسلم سجاد: اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈی، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

❖ مشتاق الرحمان صدیقی: تعلیم و تدریس، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

❖ مناظر احسن گیلانی: مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء

❖ نصرت علی اشیر: اسلام کا قانون اراضی، مرکز تحقیق دیال سنگ ٹرسٹ لائبریری لاہور، (س، ن)

❖ نُور احمد ابو الفضل: خواتین کا انسائیکلوپیڈیا، فاروق پرنٹر کراچی ۲۰۰۶ء

❖ نیاز عرفان، پروفیسر: قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ، آئی، پی، ایس، ۱۹۹۴ء

❖ نیشنل کالج، گورنمنٹ: پاکستان میں تعلیم و تدریس، کراچی، ۱۹۸۳ء

❖ وحید الدین خان: (ناشر محمد احسن تہامی) اسلام دور جدید کا خالق، دارالتذکیر لاہور، ۱۹۹۲ء

❖ وزارت داخلہ: رپورٹ، شریف کمیشن ۱۹۵۹ء حکومت پاکستان، (Education Division)

❖ وزارت داخلہ: پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۲۷ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۴۷ء

❖ وفاق المدارس العربیہ: تعارف و خدمات، مرکزی دفتر ملتان

❖ وفاق المدراس سلفیہ: نصاب تعلیم اور نظام امتحان، جامعہ السلفیہ، فیصل آباد، ۲۰۱۱ء

❖ وفاق المدارس شیعہ پاکستان: تعارف نامہ، مرکزی دفتر، جامعہ المنتظر، ماڈل ٹاون لاہور، ۲۰۰۹ء

❖ وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان: اردو لغت (تاریخی اصول پر) اردو لغت بورڈ کراچی، جون ۲۰۰۵ء

❖ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر: محاضرات القرآن، دار الاشاعت اردو بازار لاہور ۱۹۹۹ء

عربی کتب

- ❖ احمد بن يحيى بن جابر البلاذرى :فتوح ا لبلدان ، موسسة المعارف، لبنان،بيروت،١٩٦٨ء
- ❖ اسماعيل بن عمر،بن كثير : تفسير القرآن العظيم ، دار الطيبة و التوزيع ، المدينة المنورة،١٤٢٠ھ
- ❖ پطرس البستانى، دائرة المعارف : دار المعرفة بيروت،(بدون سنة)
- ❖ سليمان بن أحمد ، أبو القاسم الطبراني ،المعجم الكبير: مكتبة ابن تيمية ،القاهرة ١٤١٥ ھ
- ❖ سلمان بن اشعث ابو داؤد:سنن ابى داود ،مكتبة دارالسلام ،رياض سعودى عرب-(بدون سنة)
- ❖ علي بن حسام الدين، علاء الدين:كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال: مؤسسة الرسالة ،الطبعة الخامسة،بيروت،لبنان، ١٤٠١ھ
- ❖ على بن محمد بن على ،ابن عراق، الكتانى:ابن عراق ،تنزيه الشريعة المرفوعة، القاهرة ، ١٣٧٨ ھ
- ❖ محمد بن أحمد بن عثمان ،الذهبى (محقق،شيخ شعيب الأرناؤوط)، سير أعلام النبلاء،مؤسسة الرسالة،١٤٠٥ ھ
- ❖ محمد بن اسماعيل،البخارى(المحقق محمد زہير بن ناصر):الصحيح البخارى، مطبعة الاميرية ،القاهرة ، ١٢٨٦ ھ
- ❖ محمد بن سعد البصري، البغدادي (تحقيق: محمد عبد القادر عطا): الطبقات الكبرى ، دار الكتب العلمية – بيروت، ١٤١٠ هـ
- ❖ محمد بن عبدالله، ابى بكر:قانون التاويل،مؤسسة العلوم ،بيروت لبنان (بدون سنة)
- ❖ محمد بن علي بن محمد الشوكاني : (المحقق: عبد المحسن بن حمد العباد البدر)،تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد ويليه شرح الصدور في تحريم رفع القبور ، مطبعة سفير، الرياض ،١٤٢٤ھ
- ❖ محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور : لسان العرب، دار صادر ، بيروت ١٤١٤ ھ
- ❖ محمد بن يزيد ابو عبدالله القزوينى:سنن ابن ماجة : دارالفكر،بيروت ،لبنان، (بدون سنة)

❖ محمد عبد الحئى بن عبدالكريم الكتانى (المحقق عبد الله الخالدى):الترتيب الادارية : ، دارالارقم، بيروت،١٤٠٥هـ

❖ مسلم بن الحجاج النيسابورى (محقق محمد فواد عبد الباقى): صحيح مسلم ، دار إحياء التراث العربي ،بيروت - (بدون سنة)

English Books

- Abul A'la. Mawdudi : Ta'leemat.(Translated into English as on Education). Markazi Maktaba Islamic Publishers , New Delhi , 2009.
- Al-Attas, Muhammad Naquib: Islam and Secularism.:International Institute of Islamic Thought, Kualalumpur, Malaysia , 1993.
- Allan AG Glatthron Floyd: Curriculum Development and Implementation, Saga Publication London & New Delhi. by J. J. Witkam :Catalogue of Arabic Manuscripts (xxi) Fasciule 2,(No Date Mentioned)
- Freda Shamma, "The Status of Islamic Curriculum-an Overview," 9 June 2004, (28 May 2005), <http://www.4islamicschools.org/admin_curr.htm>.
- Haneef Mohammad Aslam,. A Critical Survey of Islamization of Knowledge. Kuala Lumpur: IIUM Press, 2009.
- HIGHER EDUCATION COMISSION: CURRICULUM OF ISLAMIC STUDIES (BS 4 YEARS), ISLAMABAD, (REWISED) 2010.
- Islamic Academy Malaysia, The , Muslim Education (quarterly) V:11, 1994.
- Ismaeel Farooqi : Islamization of Knowledge: General Principles and Work Plan. Series no.1,. International Institute of Islamic Thought. Herndon, 1982 . Leiden University Press, Leiden, Netherland,1984 .
- journals.iium.edu.my/intdiscourse
- Marlow edgier D bhaskara roo: Elementary Curriculum discovery, Publishing House New Delhi, India (NDM)
- National Education policy 2009 :Ministery of Education, Government of Pakistan, revised aug,2009.
- National Education Policy 2017: Ministry of federal education and training , Govt of Pakistan.
- Niaz Erfan and Zahid A : Education and the Muslim World challenges and response, IPS, Islamabad,1995.
- Philp K Hitti : History of the Arabs from the earliest time to the present, Macmillan Educ ation LTD, London 10th edition,1970.
- Sajjad Hussain and Ali Ashraf : Crisis in Muslim education:, Hodder and Stoughton, UK 1979.

- Sardar, Ziauddin: Islamic Futures: The Shape of Ideas to Come. Mansell Publishing Company, London and New York: 1985.
- Thomas Arnold : Legacy of Islam, Oxford, at the Clarendon press UK, 1931.
- Wasiullah Khan, M : Education and Society in the Muslim world, King Abdullah University, Jeddah, 1981.
- www .iqra .org /abou t /intro _panel/intro.htm.
- www.4islamicschools.org/admin_curr.htm
  www.alazhar_kemang.net/english/foundation/foundation
- www.iberr.org./research.htm
- www.iberr.org./research.htm
- www.iqra.org
- www.muslimtents.com/aminahsworld/Islamic_education.html